بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

برکاتِ سنّتِ رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(شمائل، سنن، آداب، ادعیہ، اوراد)

مرتبین

مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا سید عمران الدین نجمی

مولانا محمد عبداللہ اعظمی نجمی، مولانا جاوید رضا نجمی

پیش کش:

ادارۂ معارف اسلامی

۱۳۲؍کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳

ناشر:

مکتبۂ طیبہ

۱۲۶؍کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳

نام کتاب	:	برکاتِ سُنّتِ رسول ﷺ
مرتبین	:	مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا سید عمران الدین نجمی مولانا محمد عبداللہ اعظمی نجمی، مولانا جاوید رضا نجمی
صفحات	:	
پروف ریڈنگ	:	مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا صادق رضا مصباحی
حروف ساز	:	مولانا ارشاد نجمی، سید سفیان نوری، سید حامد نوری
پیش کش	:	ادارۂ معارفِ اسلامی، ممبئی
اشاعت دوم	:	مئی ۲۰۱۳ء
تعداد	:	۱۱۰۰ (گیارہ سو)
ناشر	:	مکتبۂ طیبہ، ۱۲۶؍کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳
قیمت	:	

ملنے کے پتے:

☆ نیو سلور بک ایجنسی، فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳۔

☆ ناز بک ڈپو، فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳

☆ اقرأ بک ڈپو، ۳۰؍بی، نور منزل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳

فہرست مضامین

بابِ سوم

بابِ چہارم

• • •

بابِ پنجم

بابِ ششم

بابِ ہفتم

بابِ ہشتم

بابِ نہم

•••

بابِ دہم

برکاتِ سنتِ رسول ایک نظر میں

انتساب

اُس عاشقِ صادق کے نام

جنھوں نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت واطاعت

کو حرزِ جاں بنالیا تھا، جسے دنیا

امیر المؤمنین افضل البشر بعد الانبیاء

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام سے جانتی ہے۔

اور

اُن تمام نفوسِ قدسیہ کے نام جنھوں نے اپنی پوری زندگی

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے اِحیا اور اُن پر عمل کرنے میں بسر کی۔

نذرِ عقیدت

عطائے مفتیِ اعظمِ ہند داعیِ کبیر

حضرت امیرِ سُنّی دعوتِ اسلامی کے نام

جن کی تربیت میں رہ کر

ہمیں قلم پکڑنے کا سلیقہ ملا

جن کی نصیحتوں نے

ہم میں جذبۂ دینی بیدار کیا

اور

اپنے اساتذۂ کرام کے نام

جنھوں نے ہماری تعلیم وتربیت کے لیے شب وروز محنت کی۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

نیازمند: مرتبین کتاب

عرضِ مرتبین

لَکَ الْحَمْدُ یَا اللّٰہُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی دنیا کے کئی ملکوں میں دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے رہی ہے اور اس نے جو دعوتی واصلاحی منہج اپنایا ہے وہ تحریک کو روز بروز غیر معمولی مقبولیت عطا کر رہا ہے۔ جس طرح اصلاحی تقریریں تبلیغ ودعوت میں مؤثر کردار ادا کرتی ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر تحریر اور لٹریچر کی اثر آفرینی بھی مسلّم ہے۔ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اجتماعات اور مجالس میں شرکت کے لیے وقت نہیں نکال پاتا مگر وہ دین سیکھنا چاہتا ہے ان کے لیے مختلف زبانوں میں عمدہ اور معیاری لٹریچر ہی دین سکھانے کا ذریعہ ہیں۔

الحمد للہ! ایک عرصے سے تحریک کی جانب سے اصلاحِ عقائد واعمال پر مبنی چھوٹی بڑی کتابیں اردو، ہندی، انگلش اور گجراتی میں شائع ہوتی رہی ہیں لیکن ہم خیال افراد کی قلت کی وجہ سے تحقیق وتصنیف اور اشاعت کا کام منظّم اور منصوبہ بندی کے ساتھ نہ ہو سکا۔ ۱۹۹۷ء میں تحریک نے ممبئی میں جامعہ غوثیہ نجم العلوم کی بنیاد رکھی اور اب اس کی تقریباً چھتیس (۳۶) شاخیں ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ۲۰۰۳ء سے اس ادارے سے باصلاحیت علما کی فراغت بھی ہونے لگی۔ لوح وقلم کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپریل ۲۰۱۰ء میں جامعہ غوثیہ نجم العلوم سے فارغ التحصیل علما کی ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں ’’مجلس علمائے انجمین‘‘ کا قیام عمل میں آیا۔ اسی دوران یہ ارادہ بھی بنا کہ جب تحریک کے پاس باصلاحیت علما کی ایک ٹیم تیار ہو چکی ہے تو ایک تصنیفی وتالیفی ادارہ قائم کیا جائے تا کہ

تحریک کے اداروں سے فارغ شدہ علما کو اپنی تحریری صلاحیتیں بروئے کار لانے کا ایک پلیٹ فارم مل جائے اور مفید اور ضروری مواد پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت بھی آسان ہو جائے۔ چناں چہ غور وخوض کے بعد ایک اشاعتی ادارہ ''ادارہ معارفِ اسلامی'' کے نام سے وجود میں آیا۔اس کے تحت اب تک متعدد کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔

ادارہ معارفِ اسلامی کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق لٹریچر کی اشاعت۔

(۲) اسلاف کے مفید مخطوطات و نوادرات کی از سرِ نو اشاعت۔

(۳) قدیم اردو زبان میں تحریر شدہ کتابوں کی تسہیل کر کے ان کی اشاعت کرنا۔

(۴) مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے ضرورت بھر علوم سکھانے کے لیے نصابی کتابوں کی ترتیب و اشاعت۔

(۵) فرقہاے باطلہ کے رد میں دلائل و براہین سے مزین لٹریچر کی اشاعت۔

(۶) عربی و فارسی کتابوں کا اردو ترجمہ اور اردو کتابوں کا ہندی، انگریزی، گجراتی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کر کے ان کی نشر و اشاعت کرنا۔

(۷) نو فارغ علما کی تحریری صلاحیتیں اُبھارنے کے لیے ان کی قلمی تربیت کرنا۔

(۸) اسلامی علوم کو آسان اور مفید تر بنا کر انھیں کتابچوں اور کتابی شکل میں شائع کرنا۔

بحمد اللہ تعالیٰ چند سالہ مدت میں ادارہ اپنے مقاصد میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوا اور ☆ اسلامیات حصہ اول ☆ اسلامیات حصہ دوم ☆ اسلامی تعلیمی نصاب ☆ معمولات حرمین (تین کتابوں کا سیٹ) ☆ تحفۂ نکاح (۴ر کتابوں کا سیٹ) ☆ عقائد اسلامی ☆ برکاتِ شریعت برائے خواتین ☆ معمولاتِ عمرہ برائے مرد حضرات ☆ معمولاتِ عمرہ برائے خواتین وغیرہ کی اشاعت عمل میں آچکی ہے اور یہ کتابیں عوام و خواص میں غیر معمولی مقبولیت

بھی حاصل کر چکی ہیں۔مذکورہ بالا کتابوں میں نصابی کتابیں اراکین ادارہ معارفِ اسلامی نے مرتب کی ہیں اور بعض کتابوں کی تخریج و ترتیب میں تعاون کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''برکات سنت رسول ﷺ'' امیر سنی دعوتِ اسلامی کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ جس اہم میدان میں ہم نے قدم رکھا ہے اس کے لیے طویل مشق و ممارست کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیں اپنی کم علمی کا بھی اعتراف ہے۔تاہم ہم نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ موضوع کے ساتھ انصاف ہو سکے۔ہم اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے اس کا فیصلہ قارئین فرمائیں گے۔کتاب کا اکثر مواد قرآنِ پاک اور حدیثِ پاک کی مشہور کتب صحاحِ ستہ سے لینے کی کوشش کی گئی ہے۔احادیث کی دوسری کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔قرآنی آیات کا ترجمہ تقریباً پوری کتاب میں امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قدس سرہ کے ترجمۂ کنز الایمان سے لیا گیا ہے۔قرآنی آیات، احادیثِ کریمہ نیز دیگر عبارات کو اعراب سے مزین کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔اس میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ اسلوبِ تحریر بالکل سادہ اور عام فہم ہو۔قارئین محسوس کریں گے کہ کتاب کا اسلوب خطابیہ انداز کا ہے، یہ اس لیے کہ یہ کتاب عوام اور عام مبلغین کو مدنظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے تا کہ تبلیغ و دعوت میں انہیں کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ آسانی کے ساتھ اپنے مخاطبین تک دین کا پیغام پہنچا سکیں۔کتاب کو اِملا کی غلطیوں سے محفوظ رکھنے کی بھر پور کوشش کی گئی ہے، تاہم اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ کتاب کے مشمولات میں کسی قسم کی شرعی خامی محسوس فرمائیں تو ادارے کو ضرور مطلع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

یہ کتاب عطائے مفتیِ اعظم ہند امیر سُنّی دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری رضوی مدظلہ العالی کی خصوصی دل چسپی کے سبب منظرِ عام پر آ رہی ہے۔حضرت موصوف نے

اس کتاب پر مرتبین کی گزارش پر مقدمہ بھی تحریر فرمایا جس کے لیے حضرت گرامی ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی صاحب قبلہ زید مجدہم (جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن) اور مولانا مفتی محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی (ایڈیٹر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی ممبئی) نے اپنی گراں قدر تقریظات سے نوازا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اس لیے وہ بھی ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ رئیس القلم حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی (بانی دارالقلم دہلی)، مصلحِ قوم وملت حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ (المجمع الاسلامی، مبارک پور)، سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی (صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور) اور حضرت علامہ مفتی محمد زُبیر برکاتی مصباحی صاحب ہمیں ہمیشہ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔ ان حضرات کو اللہ جل شانہ اپنی شان کے مطابق دارین کی بھلائیاں عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہم اہلِ سنت پر دراز تر فرمائے۔ آمین

محبّ گرامی مولانا صادق رضا مصباحی (مدیر اعزازی ماہنامہ سنی دعوت اسلامی) نے اس کتاب کی نہایت باریک بینی سے پروف ریڈنگ کی ہے اللہ تعالیٰ انھیں اپنی شان کے مطابق اجر عطا فرمائے۔ مولانا محمد ارشاد نجمی، سید محمد سفیان اور سید محمد حامد سلمہم (طلبہ جامعہ حرامہا پولی، بھیونڈی) نے کتاب کی کمپوزنگ میں شب و روز محنت کی جس کی وجہ سے یہ ضخیم کتاب آپ کے ہاتھوں میں وقت پر پہنچ سکی۔ اللہ رب العزت ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ سنی دعوت اسلامی کے اراکین، مبلغین، معاونین، مدرسین اور اس کتاب کے مرتبین کے لیے دعاے خیر کریں بالخصوص امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری رضوی اَدَامَ اللّٰہُ اِقْبَالَہٗ کی درازیِ عمر بالخیر کی دعا فرمائیں۔

● ● ●

تقریظ جلیل

خطیب اعظم، مفکر اسلام حضرت

علامہ محمد قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی

(جنرل سکریڑی ورلڈ اسلامک مشن، لندن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سنی دعوت اسلامی تحریکِ احیاے سنت ہے۔ اس سلسلے میں جہاں سنی دعوت اسلامی کے امیر مولانا محمد شاکر نوری مدظلہ العالی اپنے رفقاے دعوت کے ساتھ ملک اور بیرون ملک میں سنی اجتماعات، مدارس و مساجد کے قیام کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کو سنتوں پر عمل کی دعوت اور ان کی تربیت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں وہیں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ سنتوں کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ کتابیں شائع فرما کر مسلم عوام میں بیداری پیدا کریں اور انھیں سنتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے قریب کریں۔ بحمد اللہ! ان کی کوششوں سے ملک اور بیرون ملک ہزاروں افراد صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ گناہوں اور بدعاتِ سیئہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہزاروں نوجوان اپنی صورت اور سیرت کے اعتبار سے سنتوں کے پابند نظر آتے ہیں۔ وادیِ نور آزاد میدان ممبئی کے اجتماع میں ہر سال دینی دعوت کے حوالے سے مختلف کتابیں شائع فرما کر مسلم عوام تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سال بھی ان شاء المولیٰ تعالیٰ **"برکاتِ سنت رسول ﷺ"** مسلم عوام کی خدمت میں ارمغانِ حجاز کی صورت میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

میں نے اس کتاب کے مسودے کو جستہ جستہ مختلف مقامات سے پڑھا ہے اور میں نے محسوس کیا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے ہزاروں تشنگانِ علم و عمل سیراب ہوں گے۔ چوں کہ یہ کتاب ایک تحریک کی جانب سے شائع کی جائے گی اس لیے بہت جلد ملک اور بیرونِ ملک مسلم عوام کے ہاتھوں میں ہوگی۔

عصرِ حاضر میں سنتوں سے اِنحراف اور مغربی طرزِ زندگی کی طرف عوام کا میلان انتہائی خطرناک ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ زندگی، اُن کا اُسوۂ حسنہ اور ان کی پاکیزہ سنتیں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے لیے ذریعۂ نجات اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہیں بلکہ دنیا میں اسلامی تشخص، اسلامی شناخت اور اسلامی اقدارِ حیات اور تہذیبی روایات کو باقی رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ سنتوں کے ترک میں نہ صرف یہ کہ آخرت کا خسارہ ہے بلکہ دنیا میں اپنی مسلم شناخت اور تشخص کو کھودینے کا سبب ہے۔ اس لیے سنتوں پر عمل کی دعوت دراصل اُمتِ مسلمہ کو بے چہرگی سے بچانے کی دعوت ہے۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ اَبناے آدم کو ایک ایسا نظامِ زندگی عطا فرمایا جائے جس کے ہر گوشے پر خشیتِ الٰہی کا غلبہ اور دنیا پرستی سے مکمل اجتناب ہو۔ سنتوں پر عمل کر کے انسان اپنی عادتوں کو بھی عبادتوں میں تبدیل کرسکتا ہے۔ اسی لیے امیرِ سنی دعوتِ اسلامی کی خواہش کے احترام میں مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا سید عمران الدین نجمی، مولانا عبداللہ اعظمی نجمی اور مولانا جاوید رضا نجمی نے اس کتاب میں اپنی مشترکہ کاوش سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو جمع فرما کر ایک معیاری کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کتاب میں سنت کا مفہوم، اتباعِ سنت کے دنیوی و اخروی فوائد و برکات، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سنتوں پر عمل، ان سے بے پایاں شغف کے ذکر کے ساتھ ساتھ شاہ کارِ عالمِ ایجاد حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپاے

ناز اور حلیۂ مبارکہ کو احادیث اور کتبِ شمائل کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ قاری حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے ان کے جمالِ جہاں آرا کی رعنائیوں سے اپنی دنیاے فکروخیال کو آراستہ کرسکے۔

اِس کتاب میں سنتوں کی تمام جزئیات کے اِستقصا کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، جس کے لیے اس کتاب کے مرتبین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کتاب میں اعمال سے متعلق سنتوں کی تفصیل کے ساتھ مسنون دعاؤں کا ایک معتد بہ ذخیرہ بھی شامل کردیا گیا ہے تاکہ مردِ مومن پابندِ سنت ہونے کے ساتھ ساتھ ہر مشکل، ہر ضرورت اور ہر کام میں پیغمبرانہ دعاؤں کا سہارا لے کر زندگی کے ہر میدان میں کامیابیاں حاصل کرسکے۔ اس کتاب میں ایسی سنتوں کا بھی ذکر ہے جو عصرِ حاضر میں ذہنوں سے محو ہوچکی تھیں۔ اس لیے میں یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ تمسُّک بالسنّہ کی بہترین دعوت ہے۔ اس پر عمل کرنے والے پیغمبرِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان: ''مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَفَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأةِ شَهِیْدٍ'' کے انعام واجر کے مستحق ہوں گے۔ ان شاءاللہ!

خاکسار

محمد قمر الزماں اعظمی

واردِ حال سورت، گجرات۔

۹ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/۲۳ نومبر ۲۰۱۲ء

تقریظ جلیل

فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی

محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی

(استاذ جامعہ غوثیہ نجم العلوم ممبئی ۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ!

قرآن عظیم کلام الٰہی ہے، اس میں شریعتِ مطہرہ کے احکامِ اعتقادیہ، قولیہ اور عملیہ کی تفصیل بھی موجود ہے اور ہر شئے کا روشن بیان بھی اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان احکام ومسائل کو پورے شرح وبسط کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کے کسی بھی حکم شرعی پر کماحقہٗ عمل اُسوۂ رسول اور سنتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہ نمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے احکامات وارشادات کی آئینہ بندی حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں فرمادی ہے اور آپ کے طور وطریقے اور قول وعمل کو زندگی کے ہر میدان میں کامیابی کی کلید قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ. (سورۂ احزاب، آیت:۲۱)

ترجمہ: بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

نماز، روزہ، حج وزکوۃ، تجارت ومعیشت، اکل وشرب، نشست وبرخاست، سفر وحضر، شادی بیاہ، صلہ رحمی وغیرہا بے شمار دینی ودنیوی معاملات ومعمولات کی ادائیگی کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہمارے لیے رہ نما اصول کا درجہ رکھتی ہے

اور اس میں دنیا وآخرت کی تمام کامرانیوں کا راز پوشیدہ ہے، یہ اللہ عزوجل کا خاص انعام ہے کہ اس نے حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام لمحات کی کیف وکم ہر دو اعتبار سے حفاظت فرمائی ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو روشن ومنور ہو کر سامنے آگیا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ جمع کیے گئے ذخیرۂ احادیث میں ان تمام کیفیات کا ریکارڈ محفوظ ہو گیا ہے بلکہ خود صحابہ کی عملی زندگیوں میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جھلکیاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی عادات واطوار کو بھی سنت کا درجہ دیا گیا ہے، حدیث مبارکہ **عَلَیۡکُمۡ بِسُنَّتِیۡ وَ سُنَّۃِ الۡخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیۡن** اور **اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ فَبِاَیِّہِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ** ہمارے اس دعوے کی روشن دلیل بن سکتی ہے اور ارشادِ مصطفیٰ "**فَمَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ**" (جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں) کو ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

درج بالا حقائق وتفصیلات کی روشنی میں ہر عہد میں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جمع وترتیب کا کام ہوا اور مستند حوالوں کی تذہیب ہوئی، علم حدیث میں ان سنن کو باقاعدہ ایک باب کی حیثیت دی گئی، شمائل کو ایک نمایاں مقام دیا گیا، یہ کام عہد بہ عہد مختلف زبانوں میں ہوتا رہا، اردو زبان بھی اس سے تشنہ نہ رہی، زیر نظر مجموعہ سنن بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے جس کو اس کے مرتبین نے بڑی عرق ریزی اور کافی تلاش وتفحص کے بعد مستند حوالہ جات کی روشنی میں ترتیب وتذہیب کا لباس عطا کیا ہے۔ آسان اور عام فہم زبان میں شستہ اندازِ بیان کے ذریعہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کش کا یہ طریقہ بڑا مفید اور وقیع ہے جو کئی لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ اس طرح کی کتابیں وقت کی ضرورت بھی ہیں اور نجات اخروی کا سامان بھی۔ جس کے لیے مرتبین حضرات خصوصی مبارکباد اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔

اہل وسنت وجماعت کے عقائد ومعمولات کی ترویج واشاعت اور افکار امام احمد رضا قدس سرہ کی پیش کش میں سنی دعوت اسلامی کی خدمات ثریا کی بلندیاں چھورہی ہیں اور ایک جہان اس کے اثرات قبول کررہا ہے۔ مذکورہ تحریک کے مختلف شعبہ جات میں شعبہ تصنیف و تحقیق اور شعبہ نشرواشاعت بطور خاص قابل ذکر ہیں جس کے تحت ''مکتبہ طیبہ'' اور ''ادارۂ معارف اسلامی'' اپنی خدمات جلیلہ پیش کررہے ہیں۔ مرتبین کتاب ادارۂ معارف اسلامی سے منسلک ہیں اور اس کتاب کے ذریعے سے پہلی بار مشترکہ طور پر اپنی خدمات کا حوالہ پیش کررہے ہیں۔ سنی دعوت اسلامی نے تعلیم وتدریس کے شعبے میں جن مدارس ومکاتب کی بنیادگزاری کے لیے کوششیں کی ہیں ان میں جامعہ غوثیہ نجم العلوم (مرکزی ادارہ سنی دعوت اسلامی) کا نام جلی حرفوں میں لکھا جاسکتا ہے، جہاں درس نظامی، تجوید وقراءت، حفظ وناظرۂ قرآن اور انگریزی وکمپیوٹر کی قابل قدر تعلیم کا نظم ہے اور یہ جامعہ ہرآن ترقی کے منازل طے کررہا ہے۔ ان مدارس ومکاتب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں تعلیم کے ساتھ تربیت اخلاق پر بھی کافی زور دیا جاتا ہے اور طلبہ کو درسی کتابوں کے علاوہ درس تصوف اور روحانی عملیات کا بھی ذوق عطا کیا جاتا ہے۔ مرتبین کتاب میں محبّ گرامی حضرت مولانا حافظ سید عمران الدین قادری، مولانا محمد عبداللہ سرور اعظمی اور مولانا محمد جاوید رضا رضوی اسی عظیم دانش گاہ کے فیض یافتہ ہیں، یہ تینوں حضرات نوجوان فاضل ہیں، علمی ذوق اساتذہ کی صحبتوں اور ادارے کے خوش گوار علمی ماحول کی دین ہے، عربی، انگریزی اور اردو تینوں زبانوں میں یہ حضرات لکھنے پڑھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مولانا سید عمران الدین قادری سنی دعوت اسلامی کے ادارے جامعہ حرا نجم العلوم مہاپولی، بھیونڈی کے پرنسپل ہیں جب کہ باقی دو حضرات اسی جامعہ کے استاد ادب ہیں۔ مرتبین کتاب میں ایک چوتھا نام محبّ گرامی حضرت مولانا مظہر حسین علیمی کا ہے جو دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی کے تعلیم یافتہ ہیں، جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے موقر استاد ہیں اور ماہنامہ سنی دعوت اسلامی کے نائب مدیر بھی ہیں۔ ہر وقت کچھ نہ

کچھ نیا کرتے رہنا ان کی پہچان ہے، اس سے قبل ترجمے پر مشتمل ان کی دو کتابیں ''مومن کی پہچان'' اور ''معراج حبیب ﷺ'' ادارہ معارف اسلامی سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ زیر نظر کتاب کی ترتیب وتخریج میں ان کی شمولیت نے اس کے حسن میں چار چاند لگادیے ہیں اور اب یہ کتاب حسنِ ترتیب کا مرقع بن گئی ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے، جن کے عنوانات اور ذیلی عناوین کا تنوع یہ بتارہا ہے کہ مرتبین کتاب نے کافی محنت کی ہے ساتھ ہی حوالہ جات کے التزام نے اس کتاب کو آداب وسنن کی ایک اہم دستاویز بنادیا ہے۔ اکثر وبیشتر حوالوں کی تخریج عربی سافٹ ویئر ''المکتبة الشاملة'' سے کی گئی ہے، اس لیے حوالوں کی تحقیق میں قارئین کو مطبوعہ کتابیں الجھن میں ڈال سکتی ہیں۔ ذیلی عناوین کی تعیین میں کچھ زیادہ ہی دریادلی کا مظاہرہ کیا گیا ہے غالباً ایسا اس لیے کیا گیا ہے تاکہ ایک عام قاری کو بھی کسی سنت کی تلاش میں پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ البتہ زبان وبیان میں کہیں کہیں کچھ زیادہ ہی تسہیل روا رکھی گئی ہے جس سے زبان کا حسن متاثر ہوتا ہے۔ اگر اس نکتے پر توجہ دی جاتی تو کتاب اور حسین بن جاتی۔

بہر حال عوام الناس کے فہم وادراک کو مدنظر رکھ کر ترتیب دی گئی اس کتاب کا دینی حلقوں میں خیر مقدم کیا جانا چاہیے تاکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد مستفیض ہوسکے اور ان پر عمل دنیا جہان کی کامیابیوں کے حصول کی ضمانت بن سکے۔ اللہ عزوجل مرتبین کتاب کی اس اہم کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہر خاص وعام کو اس کتاب سے استفادہ کا موقع عنایت کرے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم

توفیق احسن برکاتی

۱۱ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ، شب دوشنبہ/ ۲۵ نومبر ۲۰۱۲ء

تقدیم

عطائے حضور مفتیِ اعظم ہند داعیِ کبیر حضرت حافظ وقاری

مولانا محمد شاکر نوری رضوی

(امیر سنی دعوت اسلامی)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ عزوجل ہر شی کا خالق ہے، اسی کے قبضہ وقدرت میں سب کچھ ہے، زندگی، موت اور عزت وذلت سب اسی کی طرف سے ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان اسے خالق ماننے کے ساتھ ساتھ اسے معبود برحق بھی مانتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنا سر اسی کی بارگاہ میں خم کرتا ہے اور اضطراب کے مواقع پر اسی کو پکارتا ہے اور اسی سے امیدیں رکھتا ہے۔ دنیا کا ہر مسلمان اللہ عزوجل سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبت میں جینا ومرنا چاہتا ہے۔ نماز پڑھنے والا بھی اللہ سے محبت کرتا ہے اور حج کرنے والا، زکوۃ دینے والا اور روزہ رکھنے والا بھی۔ عام انسان کسی کو مذکورہ عبادتوں کا عادی دیکھتا ہے تو برجستہ پکار اٹھتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ عزوجل کی محبت گھر کر چکی ہے۔ یقیناً یہ سب عبادتیں اپنی جگہ بہت اونچا مقام رکھتی ہیں لیکن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کریں کہ مولیٰ تعالیٰ! ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں تو مولیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میری محبت کی دعوے دار ہو تو سنو میں اسی کو اپنی محبت کے دعوے میں سچا جانتا ہوں جو میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۂ آل عمران:۳۱)

ترجمہ: اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

"قُلْ" وہاں ارشاد ہوتا ہے جہاں وہ بات صرف رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کہہ سکتے ہوں، دوسروں کو کہنے کا حق نہیں دیا گیا۔ جیسے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اپنے آپ کو عجز وانکساری سے بشر کہہ سکتے ہیں۔ ہم بشر کہہ کر پکاریں تو مجرم ہیں جیسے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو عجز وانکساری سے ظالم کہا وغیرہ۔ لیکن بندوں کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ ایسے الفاظ ان کی شان میں بولیں۔ اس کو مذکورہ آیت کی روشنی میں مزید یوں سمجھیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول سے فرمایا: "قُلْ" یعنی اے نبی! تم فرماؤ۔ یعنی حضور صلی اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میرا اتباع کرو، میری ہی پیروی کرو۔ یاد رکھیں صرف شریعت کے مطابق چیزوں میں اوروں کا اتباع ہو سکتا ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل اور اتباع ضروری ہے اگر چہ وہ حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ جیسے خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے نکاح کی ممانعت فرمادی گئی اور جیسے حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت دے دی گئی۔ یاد رکھیں صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع ہی خدا تک پہنچا سکتا ہے دوسرے کا اتباع خدا تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس لیے بغیر کسی شک وتردد کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع وپیروی کرو، کیوں کہ اسی پیروی کو اللہ عزوجل نے اپنی محبت کی شرط بتایا۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰہِ

وَ اَحِبَّـــائُہٗ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ (معاذ اللہ) تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں فرمایئے کہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اور میں تمہیں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اگر تمہیں اللہ عزوجل سے محبت ہے تو اُس کے دین کے لیے میری تابعداری اور فرماں برداری کرو، اس کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنائے گا اور راضی ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)

حقیقی محبت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور ان اُمور کی رغبت والفت ہو جو اس کے قرب کا سبب بنیں۔ اسی لیے بعض مفسرین نے محبت کا معنی "ارادۃ الطاعۃ" کیا ہے اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سے نصیب ہوتی ہے کیوں کہ محبتِ الٰہی کو اتباعِ رسول لازم ہے اور محبت اس کا نام ہے کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت میں سرگرم ہو۔

محبت الٰہی کی وضاحت:

مفسر قرآن حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری "مقالات" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں "تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ" اور "یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" کے الفاظ میں محبت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس پر اگر مزید غور کیا جائے تو حقیقت یوں اُجاگر ہو جاتی ہے کہ پھر کسی کو مجالِ انکار نہیں رہتی۔

محبت کیا ہے؟ بندے کی محبت اللہ تعالیٰ سے کیسی ہوتی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے سے، کا کیا معنی ہے؟

محبت کہتے ہیں اُس کشش اور میلان کو جو دل میں کسی با کمال ہستی کی طرف پیدا ہوتا ہے، خواہ وہ کمال جمالِ معنوی ہو یا صوری، حسنِ ظاہری ہو یا حسنِ سیرت وشمائل اور یہ جذبہ اسے اس ہستی سے قریب تر ہونے کے لیے بے تاب رکھتا ہے۔ بندہ جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ گلستانِ حسن وخوبی کی ہر کلی اور ہر پتی پر اس ذاتِ احدیت کا جمال جلوہ طراز ہے اور آنکھ جو

کمال کہیں اور کسی شکل میں دیکھتی ہے، اس کا سرچشمہ وہی ذاتِ صمدیت ہے تو اس کے عشق ومحبت اور اجلال واحترام کی محرابوں کے مصنوعی صنم پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کے ان تمام جذبات کا مرکز صرف وہی ایک ذات رہ جاتی ہے۔ اس کا یہ جذبہ کیوں کہ ایجابی ہوتا ہے اس لیے اپنے محبوبِ حقیقی کی عبادت اور اطاعت میں عملی طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ جذبِ نہاں کی اسی نمود اور ظہور کو "مُحَبَّۃُ الْعَبْدِ لِلّٰہِ" (بندے کی اللہ سے محبت) کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر خلوصِ نیت اور عزمِ صادق کی زاد لے کر وہ راہِ عشق پر چل نکلے گا تو بارگاہ ربوبیت سے جلد ہی "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" (اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی) کی نویدِ جاں فزا سامع نواز ہوتی ہے، اسی سرفرازی اور پذیرائی کو اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت کہا جاتا ہے۔

دلِ عاشق میں وصالِ حبیب کے لیے بے قراری کی جو آگ بھڑک رہی ہوتی ہے وہ اُسے مجبور کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسی صورت نکالے خواہ جان پر ہی کیوں نہ کھیلنا پڑے جس سے وصال میسر ہو۔ اب اگر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقانِ دل فگار کی راہ نمائی نہ فرمائے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے عقل وفکر کی قوت سے قربِ الٰہی حاصل کر سکیں کیوں کہ ان کی عقل کتنی ہی روشن ہو بہرحال محدود ہے۔ ان کا فکر کتنا ہی بلند پرواز ہو بہر حال انسانی فکر ہے۔ اسی لیے رب العالمین نے اپنا رسول بھیجا اور تمام دنیا والوں کو بتا دیا کہ اگر میری رضا وقرب کے خواہش مند ہو اور میرے وصال کے طلب گار ہو تو گمان وتخمین کی دلدلوں میں نہ بھٹکتے پھرو بلکہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لو۔ اس کے بتائے ہوئے طریقے پر میری یاد کرو، اس کے سکھلائے ہوئے اُسلوب پر میری عبادت کرو۔ اپنی اقتصادی، سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی مشکلات کو اس کے ارشادات کے مطابق حل کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّه لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرۃ:۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (کنز الایمان)

یہی میری رضامندی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے اور صرف اسی طرح تمہیں میرا قرب حاصل ہوسکتا ہے۔ اب اگر کوئی محبت الٰہی کا مدعی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا یا تو وہ نادان ہے یا وہ اپنے دعوائے محبت میں جھوٹا ہے"۔ (مقالات: ص۷۷ تا ۷۹)

لفظ محبت کی تشریح:

محبت کے متعلق بعض مشائخ کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ محبت کے مفہوم کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ محبت کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: ایک پیالہ ہے آگ کا جب خوب بھڑکتا ہے، جب حواس کے اندر قرار پکڑتا ہے اور نفوس میں قائم ہو جاتا ہے تو فنا کر دیتا ہے) یعنی یہ ایسا جذبہ ہے جو ماسوائے محبوب ہر چیز کو محو کر دیتا ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے محبت کی تعریف یوں کی ہے "اَلْمَحَبَّةُ اِسْتِقْلَالُ الْكَثِيْرِ مِنْكَ وَاِسْتِكْثَارُ الْقَلِيْلِ مِنْ حَبِيْبِكَ" محبت یہ ہے کہ اپنے کثیر کو قلیل جانے اور محبوب کے قلیل کو کثیر جانے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا: "اَلْمَحَبَّةُ دُخُوْلُ صِفَاتِ الْمَحْبُوْبِ عَلَى الْبَدْلِ مِنْ صِفَاتِ الْمُحِبِّ" محبت یہ ہے کہ محبّ کی ساری صفت محو ہو جائیں اور محبوب کی صفات اس میں آ جائیں۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اَلْمَحَبَّةُ حِجَابٌ بَيْنَ الْمُحِبِّ وَالْمَحْبُوْبِ فَاِذَا فَنٰى الْمُحِبُّ عَنِ الْمُحَبَّةِ وَصَلَ الْمَحْبُوْبَ" محبت تو خود محبّ اور محبوب کے درمیان ایک پردہ ہے جب محبّ محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب میں واصل ہو جاتا ہے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمہ کو مجنوں سمجھ کر قید کر دیا گیا، چند لوگ ملنے آئے تو آپ نے پوچھا: مَنْ اَنْتُمْ (تم کون ہو؟) انہوں نے کہا: اَحِبَّائُكَ (تمہارے دوست) آپ نے ان کی طرف پتھر پھینکے تو وہ بھاگنے لگے، آپ نے فرمایا: لَوْ كُنْتُمْ اَحِبَّآئِيْ مَا فَرَرْتُمْ مِنْ بَلَائِيْ (اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری آزمائش سے نہ بھاگتے۔)

مذکورہ اقوال سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بندہ اپنی تمام صفات کی نفی کرے اور محبوب کی ذات کا اثبات کرے۔

اولیائے کرام علیہم الرضوان کی زندگی پاک اس طرح سے محبت الٰہی و محبتِ رسول میں ڈوبی ہوئی تھی کہ خود اپنے وجود سے غافل ہوتے اور ان کا قلب ذکرِ ھُو میں گرفتار ہوتا۔ جب اللہ رب العزت اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس حد تک محبت ہو جائے تو بندہ اپنی ہر خواہش اور آرزو کو اپنے محبوب کی خواہش پر قربان کر دیتا ہے بلکہ اس کی اپنی کوئی مرضی ہوتی ہی نہیں محبوب ہی کی ساری مرضی ہوتی ہے۔ محبوب ہنسائے تو ہنستے ہیں، محبوب کھلائے تو کھاتے ہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے حضور غوث اعظم کے بارے میں عرض کیا۔

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

محبت خواہشِ نفس کی طرف نہیں لے جاتی بلکہ محبوب کی خوشی کی طرف کھینچ لے جاتی

ہے۔ اللہ عزوجل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت ہے تو فرمایا میری محبت کے دعوے دارو! تمہاری محبت اسی وقت سچی اور قابل قبول ہے جب تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلو، ان کی اداؤں کو اپناؤ، ان کی سنتوں کو حرزِ جاں بناؤ۔ ان کی سنتوں کو اپناؤ گے، ان کے پیچھے پیچھے چلو گے تو اس محبوب کے صدقے تم کو بھی محبوب بنالوں گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کردوں گا۔ سبحان اللہ!

اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (النساء:۱۳)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا۔ اللہ اسے باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان)

جس دنیا میں ہم اپنی زندگی کے شب و روز گزار رہے ہیں اسے دار العمل کہا جاتا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور ان کے اعمالِ نیک و بد کا محاسبہ بھی ہوگا۔ اطاعت گزار اور پاک باز لوگ جنت کی سرمدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور سرکشوں اور متکبروں کو دوزخ کا ایندھن بنادیا جائے گا۔ اس دنیا میں ہماری زندگی کا مقصد شوکت و سطوت، جاہ و منصب اور عیش و نشاط کے حصول تک محدود نہیں، گو ہم ان سے دست بردار ہونا بھی نعمت الٰہیہ کی ناقدری سمجھتے ہیں۔ ہماری حقیقی کامیابی یہی ہے کہ ہم قیامت کے روز بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہوں اور اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ اس کے رسول کی اطاعت کرو اور یہی سب سے بڑی کامرانی کی علتِ تامّہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے سرمدی انعامات کے مستحق صرف وہی خوش نصیب ہیں جنہوں

نے فرمانِ مصطفوی کو دل و جاں سے تسلیم کیا۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (کنز الایمان)

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (الانفال:۱)

ترجمہ: اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ و رسول ہیں تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ و رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (کنز الایمان)

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَہُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (الانفال:۲۰/۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (سورۂ محمد:۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

(کنز الایمان)

مذکورہ آیتوں اور تشریحات سے آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پیروی اور سنتوں کی اہمیت یقیناً سمجھ میں آ چکی ہوگی۔ اب آیئے خود آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ارشادات سنتوں سے متعلق پڑھیں اور عظمتِ سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جانیں:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا وعظ فرمایا جسے سن کر دل ڈر گئے اور آنکھیں بہنے لگیں۔ پس ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! لگتا ہے یہ الوداعی وعظ ہے، ہمیں (کچھ اور) وصیت فرمایئے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں اللہ سے ڈرنے، (اپنے امیر کا حکم) سننے اور (اس کی) اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارے اوپر کوئی غلام امیر بن جائے اور بے شک تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (اس وقت) تم لازم پکڑنا میری سنت کو اور میرے خلفا کی سنت کو جو راہِ راست پر چلنے والے ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اس پر مضبوطی سے قائم ہو جانا اور نئی نئی باتوں کو پیدا کرنے سے بچنا اور بے شک ہر بدعت (نئی چیز) گمراہی ہے۔ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، اور ابن حبان نے (اپنی صحیح میں) روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بدعت کے لغوی معنی "نئی چیز" کے ہیں۔ اصطلاحِ شرع میں ہر وہ نیا عقیدہ یا نیا عمل جو سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے بعد پیدا ہوا بدعت کہلاتا ہے۔ یہ بدعت دو طرح کی ہے۔ (۱) بدعتِ حسنہ (۲) بدعتِ سیئہ۔ پھر بدعتِ حسنہ تین قسموں پر مشتمل ہے۔ (۱) جائز (۲) مستحب (۳) واجب۔ اور بدعتِ سیئہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مکروہ (۲) حرام۔ مذکورہ بالا حدیث پاک میں بدعت سے مراد بدعتِ سیئہ ہے نہ کہ حسنہ۔ تفصیلات کے لیے کتبِ فقہ و اصولِ فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہمیت ضرور سمجھ میں آ گئی ہوگی۔ مزید دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پاکیزہ کھانا کھایا، سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کی زیادتیوں سے مامون رہے وہ جنت میں داخل ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج کل تو آپ کی اُمت میں ایسے لوگ بہت ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اور میرے بعد بھی ایسی قوم ہوگی۔ ابن ابی الدنیا نے "کتابُ الصمتِ" وغیرہ میں روایت کیا اور حاکم نے بھی روایت کیا۔ یہ الفاظ انہیں کے ہیں اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

پتہ چلا کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے والوں کے لیے جنت کا مژدہ ہے۔ صحابہ کو کسی کی ادا بھائی ہی نہیں تھی، ان کی زندگی میں صرف آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کی بادشاہت تھی، ان کا کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ سنت نبوی کے عین مطابق تھا۔ ظاہر سی بات ہے کہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محبوب کی اداؤں کو اپنایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ. جس نے میری اُمت میں فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا تو اس کے لیے سو شہید کا اجر ہے۔ اسے بیہقی نے حسن بن قتیبہ کی روایت سے اور طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بے غبار اسناد کے ساتھ روایت کیا مگر یہ کہا کہ "اس کے لیے ایک شہید کا اجر ہے۔"

غور کریں اور احتساب کریں کہ کیا آج اُمت میں فساد پیدا نہیں ہوگیا ہے؟ یقیناً ہر طرف بگاڑ ہی بگاڑ ہے، فیشن ہی فیشن ہے۔ سنتوں سے دوری نے ہمیں عظمتوں سے کوسوں دور کردیا۔ سنتوں سے دوری نے اقتدار سے دور کردیا، سنتوں سے دوری نے عزت و سر بلندی سے دور کردیا بلکہ اگر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سنتوں سے دوری نے قدرت کی نعمتوں سے محروم کردیا۔ مذکورہ ارشاد پاک سے فسادات کے ماحول میں ایک سنت کو مضبوطی سے تھامنا سو شہیدوں کے ثواب کے برابر قرار دیا گیا کیوں کہ فسادِ عقائد و اعمال کے زمانے میں سنت پر عمل دشوار اور عمل کرنے والوں پر لفظوں کے تیر کی بوچھار، اور طعنوں کی بھرمار ہوا کرتی ہے۔ جیسے آج کے ماحول میں اگر کوئی بچی اسلامی احکام کی پابندی کرے اور حجاب اختیار کرے تو اسے بی بی ماں کہہ کر طعنہ دیا جاتا ہے، اگر کوئی نوجوان داڑھی رکھ لے تو اسے مُلا کہہ کر پکارا جاتا ہے الا ماشاء الله (استغفر الله، معاذ الله) جس کی وجہ سے روز اس کا سینہ چھلنی ہوتا ہے لیکن دیوانوں کو طعنوں کی فکر نہیں ہوتی بلکہ مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی کی فکر ہوا کرتی ہے۔ وہ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں طعن و تشنیع برداشت کرتے ہیں تو ایسے عاشقوں کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی سو شہیدوں کے ثواب کی بشارت عطا فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا: بلاشبہ شیطان تمہاری زمین میں اپنی عبادت کروانے سے مایوس ہو چکا ہے۔ لیکن وہ دیگر اعمال میں چاہتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اس طرح کہ تم اپنے اعمال سے اپنے آپ کو ذلیل کرلو۔ (بدعملی و ریا کاری وغیرہ سے) تو اس سے بچو۔ بے شک میں تمہارے پاس ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ (وہ چیزیں یہ ہیں) اللہ کی کتاب

اور اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت۔ اسے حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو بھولنے والے آج گمرہی کے شکار ہیں۔ یقیناً آج کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُمت کا رشتہ کمزور ہوگیا ہے جس کی وجہ سے ہر چہار جانب سے گمراہی انہیں آواز دے رہی ہے اور لوگ لبیک کہتے ہوئے ترکِ سنت نبوی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے گمراہی کے شکار ہو رہے ہیں۔ اگر گمرہی سے بچنا اور بچانا ہے تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق مضبوط کرنا ضروری ہوگا۔

اب آیئے سنتوں پر عمل کے حوالے سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ دیکھیں:

حضرت مجاہد سے روایت ہے، کہتے ہیں، ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ وہ ایک مکان کے پاس سے گزرے تو اس کے راستے سے ہٹ کر چلے، پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس راستے سے گزرے تو) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس لیے میں نے ایسا کیا ہے۔ احمد و بزار نے اسے اسنادِ جید کے ساتھ روایت کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس آیا کرتے تو اس کے نیچے کچھ دیر آرام کیا کرتے اور بتایا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا کرتے تھے) بزار نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جس میں کوئی نقص نہیں۔

ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے، کہتے ہیں۔ میں میدانِ عرفات میں حضرت ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا۔ جب کسی عمل کا وقت ہوتا، وہ کرتے تو میں بھی ان کے ساتھ کرتا۔ حتی کہ امام آ گیا تو انہوں نے نمازِ ظہر وعصر اس کے ساتھ پڑھی۔ پھر انہوں نے، میں نے اور میرے ساتھیوں نے وقوف کیا، یہاں تک کہ امام صاحب عرفات سے واپس لوٹے تو ہم بھی لوٹے۔ جب ''مازمین'' (ایک جگہ کا نام) کے قریب ایک گھاٹی میں پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری کے اونٹ کو بٹھایا۔ ہم نے بھی اپنے اونٹ بٹھا دیے، ہمارا خیال تھا کہ آپ نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے غلام نے جواُن کا کجاوہ کسا کرتا تھا۔ بتایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز نہیں پڑھنا چاہ رہے ہیں بلکہ انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جگہ پہنچے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں قضائے حاجت فرمائی تھی تو آپ پسند کرتے ہیں کہ یہاں اپنی حاجت قضا کریں۔ (الترغیب والترہیب)

الحمد للہ عزوجل! سنی دعوت اسلامی کے تحقیقی ادارے ''ادارۂ معارف اسلامی'' کے اراکین عزیزم مولانا مظہر حسین علیمی، عزیزم مولانا سید عمران قادری نجمی، عزیزم مولانا عبداللہ اعظمی نجمی اور عزیزم مولانا جاوید رضوی نجمی وغیرہ پر جتنا ناز کروں اتنا کم ہے کہ جب جب دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق مجھے جس قسم کی بھی کتابوں کی تیاری کی ضرورت محسوس ہوئی اور ان سے اس کام کے لیے کہا گیا انہوں نے بسر وچشم قبول کیا اور کتاب کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ میں نے گزشتہ سال ان حضرات سے کہا تھا کہ آئندہ سال ان شاء اللہ سنتوں کا مجموعہ ہم قوم کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم لوگوں کا تبادلہ خیال ہوا اور خاکہ تیار ہو گیا۔
الحمد للہ! فقیر کے مشورے اور پیش کردہ خطوط کو ان حضرات نے عملی جامہ پہنایا۔ کتاب ماہ رمضان المبارک میں مکمل ہونی تھی لیکن مجھے بہت کچھ اضافے کی ضرورت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے کتاب بمشکل تمام الحمد للہ ماہ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ کے اوائل میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ عجلت کا سبب وادی نور آزاد میدان کے سالانہ سنی اجتماع میں اس کتاب کا اجرا اور عوام وخواص تک پہنچا

دینا تھا۔ اللہ عزوجل نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ہماری یہ تمنا بھی پوری فرما دی۔ اور اب ''برکات سنت رسول ﷺ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مرتبین سے گزارش کی گئی تھی کہ سنتوں کا ایک گراں قدر مجموعہ تیار کریں۔ کتابِ ہٰذا کے مرتبین نے جہاں تک ممکن ہو سکا آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو جمع کرنے کی کامل کوشش کی ہے۔ ممکن ہے کچھ سنتیں رہ گئی ہوں، اہل علم حضرات کی نشاندہی پر دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کی جائے گی، ان شاء اللہ! چوں کہ کتاب درس دینے کے لیے ترتیب دی گئی ہے اس لیے مرتبین نے اسی قسم کا اسلوب اختیار کیا ہے۔

اللہ عزوجل مرتبین کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ خوب سے خوب دین وسنیت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

مجھے امید کامل ہے کہ ان شاء اللہ اس کتاب کی برکتوں سے ضرور اُمتِ مسلمہ مالا مال ہوگی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہو کر دارین کی بھلائیوں سے ہم کنار ہوگی۔
گزارش ہے کہ اس کتاب کو پڑھیں، عمل کریں اور اسے عام کر کے فروغ سنت میں اپنا نام درج کروائیں۔ سنی دعوت اسلامی کے جملہ شعبہ جات کے رفقا اور اُمتِ مسلمہ کے لیے مغفرت کی دعا کریں اور سنی دعوتِ اسلامی کے عروج وارتقا کی بھی خصوصی دعا کریں۔

خاکپائے علما وصلحا

محمد شاکر نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی)

۳؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/ ۱۸؍نومبر ۲۰۱۲ء

درس دینے کا طریقہ

سب سے پہلے درجِ ذیل درودِ پاک بلند آواز سے پڑھائیں:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ
وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَ سَلَّمَ

اس کے بعد بطورِ تمہید ان سطور کے ذریعے سامعین کے ذہن کو اپنی طرف متوجہ کریں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج وضو کی سنتوں اور آداب (یا جس موضوع پر درس دے رہے ہوں اس کا تذکرہ کریں) سے متعلق چند فرامین رسول پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر ’’برکاتِ سنتِ رسول‘‘ کے جس باب سے درس دینا ہو اس میں سے ایک درس اور اس کی تشریح اس طرح کریں جیسا کہ ’’برکاتِ سُنّتِ رسول‘‘ میں کی گئی ہے۔ مثلاً خوش بو کے استعمال سے متعلق ایک حدیث اور اس کی وضاحت ذکر کی جاتی ہے، اس کو پڑھیں اور اندازِ بیان ذہن نشین کرلیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

کَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سُکَّۃٌ یَّتَطَیَّبُ مِنْھَا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک کپی تھی جس سے آپ خوش بو لگایا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۷۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش بو استعمال کیا کرتے تھے۔ بعض صوفیا کا کہنا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے معطر بنایا تھا اس لیے آپ کے جسم میں قدرتی طور پر خوش بو رہتی تھی اور آپ کے پسینۂ مبارک سے بھی خوش بو آتی تھی۔ آپ جس راستے سے گزر جاتے وہاں خوش بو ہی خوش بو پھیل جاتی۔ اس کے باوجود آپ نے اپنی امت کی تعلیم کے لیے کبھی کبھی خوش بو استعمال فرمائی ہے۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی نیت سے ہمیں بھی کبھی کبھی خوش بو استعمال کرنا چاہیے۔

اسی طرح سے روزانہ علاقائی مسجد، گھر، مدرسے یا چوک میں ۵؍تا ۷؍منٹ کا درس دیں۔ ان شاء اللہ دینی ماحول بنے گا اور سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوگی۔

دعوت دینے کا طریقہ

دعوت دینے کے لیے کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ساتھی نکلیں۔ جس علاقے میں اجتماع کے لیے جانا ہو اس علاقے کی مسجد میں نمازِ عصر سے قبل پہنچ جائیں، صفِ اول میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کریں، دعاے اول کے بعد مبلغ عوام سے یوں مخاطب ہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ!

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آپ کے علاقے میں سُنّی دعوتِ اسلامی کا قافلہ حاضر ہوا ہے، دعا کے بعد علاقائی دورے کے لیے تھوڑا سا وقت نکال کر اللہ عزوجل اور سرکار رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی حاصل کریں۔

مبلغین دعاے ثانی کے بعد عوام سے ملاقات کریں اور علاقائی دورے کے فائدے ان الفاظ میں بتائیں:

میرے پیارے بھائی! اگر آپ ساتھ چلیں گے اور آپ کے ذریعے ایک بندۂ مومن بھی نیکیوں کی طرف مائل ہوگیا اور گناہوں سے نفرت کرنے لگا تو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوش ہوں گے۔ لہٰذا رضاے الٰہی و رضاے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تھوڑا سا وقت ضرور دیں۔

مبلغین عوام پر جبر نہ کریں بلکہ برضا و رغبت شامل ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ دوسری مرتبہ شرکت کی گزارش کریں، ان شاء اللہ آپ کا اخلاص ضرور رنگ لائے گا۔ جن لوگوں کو دورے میں اپنے ساتھ لے جائیں ان کو سفر اور ملاقات کے آداب ضرور بتائیں بالخصوص یہ نیت جملہ ساتھیوں کو کرا دیں کہ اللہ جل شانہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مجھے اور میرے ساتھیوں کو اپنی اور اپنے حبیب کی رضا کی خاطر دین کی طرف پھیر دے۔

دعوت کے ساتھیوں میں سے ایک مبلغ علاقے کے ساتھیوں کو قافلے کی نگراں کی دعوت کو سننے کی گزارش کرے۔ نگرانِ قافلہ عوام کو بتائیں کہ دین کتنی قربانیوں سے پھیلا ہے، انھیں نیکیوں کی اہمیت و برکت اور برائیوں کی سزا اور نتائج کا احساس دلائیں اور افسوس کا اظہار کریں کہ آج مسلمان تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل کرنے میں شرم محسوس کرتا ہے مگر شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر بے خوف و خطر چلتا نظر آتا ہے۔ آج اللہ عزوجل کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکل گیا ہے۔ اللہ سے ڈرو اور علم حاصل کرو۔ آخرت میں کام آنے والے اعمال اختیار کرو اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے پرہیز کرو۔ اسی مقصد کے تحت آج بعد نمازِ مغرب آپ کے علاقے میں جو مسجد ہے وہاں تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی کا اجتماع ہوگا، اس میں تشریف لا کر دینی اور اسلامی معلومات

حاصل کریں۔

مغرب کی نماز سے قبل نئے ساتھیوں کے ہمراہ جو دورے کے لیے چلے تھے مبلغین ان کے ساتھ گھل مل جائیں اور اچھے دوست بن جائیں، ان سے پتہ، فون نمبر وغیرہ بھی لے لیں۔ نمازِ مغرب سے پہلے جملہ مبلغین مسجد میں پہنچ جائیں اور صف اول میں ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جائیں۔ مغرب کی نماز کے وقت دعاے اول کے بعد عوام سے یوں مخاطب ہوں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ!

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مغرب کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آپ تشریف رکھیں۔ ان شاء اللہ العزیز رب قدیر اور سرکار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات و ارشادات بتائے جائیں گے۔

نگراں کے حسبِ اشارہ ایک نعت خواں مبلغ منبر کے پاس بیٹھ جائے۔ فاتحۂ ثانی کے بعد امام مسجد کی دست بوسی کے بعد اجتماع کا آغاز کریں۔ جس مبلغ نعت خواں کو نگراں نے مقرر کر رکھا تھا وہ چند اشعار نعت شریف کے پڑھ کر سنائے، اس کے بعد ایک مبلغ ۳۰رمنٹ کا بیان کرے۔ ہفتہ واری اجتماع کے لیے جو عناوین مختص کیے گئے ہیں انھی میں سے کسی ایک موضوع پر تیاری کر کے بیان کرے۔ پھر ایک مبلغ سُنّتِ مبارکہ بیان کرے، یا برکاتِ سُنّتِ رسول سے ۱۰رمنٹ کا درس دے۔ بعدہٗ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر اجتماع ختم کیا جائے۔

مبلغین آپس میں ملاقات کے بجائے نئے ساتھیوں سے ملاقات کریں، ان سے اپنے علاقے میں تحریک کا کام شروع کرنے کی گزارش کریں، اپنے شہر کے ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کی تاکید کریں اور زیادہ سے زیادہ ساتھیوں کے ہمراہ آنے کی گزارش کریں۔ نیز علاقائی ذمے داروں سے نگراں ملاقات کریں اور ممکن ہو تو کچھ تحفے بھی ضرور دیں۔ نگراں

جب ذمے دار یا عوام سے گفتگو کرتے ہوں تو مبلغین نہایت ہی مؤدب ہو کر کھڑے رہیں۔
یاد رہے کہ دعوت میں سنجیدگی ہو، قطعی طور پر تفریح یا مذاق نہ ہونے پائے۔

ہفتہ واری اجتماع کا طریقہ

☆ جس مسجد میں اجتماع متعین کیا گیا ہو ذمے داران عشا کی نماز جماعت کے ساتھ وہیں ادا کریں۔

☆ ہر مبلغ تلاوتِ قرآنِ مقدس یا نعت شریف یا بیان وغیرہ سے پہلے مذکورہ درود شریف عوام کو ضرور پڑھا لیں۔

☆ سامعین کو ''میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو!'' کہہ کر مخاطب کریں۔

☆ عشا کی نماز کے بعد معاونین نمازی حضرات کو اجتماع میں شرکت کی گزارش کریں۔ انداز مخلصانہ ہو، یہ نفلی کام ہے اس لیے کسی پر زیادہ زور یا نہ بیٹھنے پر عار وغیرہ نہ دلائی جائے۔ اخلاص کے ساتھ کوشش کریں ان شاءاللہ ضرور کامیابی ہوگی۔

☆ مبلغ تلاوتِ قرآنِ مجید ترتیل کے ساتھ ہی کریں۔ چاہے ایک چھوٹی سورت ہی ہو۔

☆ نعت شریف پڑھتے وقت یہ خیال رہے کہ ہم اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی سنا رہے ہیں۔ نعت شریف باوضو پڑھیں، جو نعت شریف پڑھنی ہو پہلے سے ہی اس کی تیاری کر لیں اور گانوں کی طرز پر ہرگز نہ پڑھیں۔

☆ اجتماع میں ۵/تا ۷/منٹ برکاتِ سنتِ رسول سے درس بھی دیں۔

☆ بیان نہایت ہی سادہ ہو، لفاظی سے پرہیز کریں۔ قرآنی آیات و احادیث اور ان کا ترجمہ اچھی طرح یاد کریں۔ جس موضوع پر بیان کرنا ہو مستند کتابوں سے اچھی طرح تیاری کریں اور اسی موضوع پر بیان کریں۔ مقصدِ بیان اپنی اور قوم کی اصلاح کے

ساتھ رضائے الٰہی و رضائے رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہو۔

نوٹ: اپنے علاقے کی کارگزاری کی تحریری رپورٹ دفتر پر ہر ماہ بھیجنا ضروری ہے۔ کارگزاری کی تفصیل نیز فروغِ تحریک کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر خطوط کے ذریعے رابطہ کریں یا درجِ ذیل ای میل آئی ڈی (E-mail id) پر ای میل کریں اور ایمرجنسی میں مندرجہ ذیل نمبروں پر ذمے داروں سے مشورہ لیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ اجتماع، دعوت، قافلے وغیرہ کے تعلق سے مزید تفصیلات حضرت امیرِ سُنّی دعوتِ اسلامی کی تصنیف ''برکاتِ شریعت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

دفتر کا پتہ

دفتر سُنّی دعوتِ اسلامی، فائن مینشن، پہلا منزلہ، ۱۳۲/ کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳
دفتر سُنّی دعوتِ اسلامی، سید عاشق شاہ بخاری مسجد، ۱۲۸/ رشید امارگ، چارنل ڈونگری، ممبئی۔۹

رابطہ نمبر

0091 22 23434366 / 23451292
9820131208 / 9821567865 / 9821245634
9850598089 / 9892509900 / 9821338715

ای میل آئی ڈی (Email id)

sdiheadoffice@gmail.com

ویب سائٹ (Website)

Website: www.sunnidawateislami.net

بابِ اول

اتباعِ سُنّت کی ضرورت واہمیت

اتباعِ سُنّت کی ضرورت واہمیت

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال لائقِ اتباع و اقتدا ہیں کیوں کہ آپ نے جو کچھ بھی کہا خاکدانِ گیتی پر بسنے والے انسانوں کے لیے اس میں مفاد پنہاں ہے۔ آپ نے جو کہا ساری کائنات کے لیے وہی سچا راستہ اور صراط مستقیم ہے۔ آپ کے اقوال کی اہمیت قرآنِ مقدس کی اس آیت سے آشکارہ ہوتی ہے:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (سورۂ نجم، آیت:۱۳)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

آپ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں قرآنِ مقدس ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (سورۂ احزاب، آیت:۲۱)

ترجمہ: بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

یہ آیۂ کریمہ سامنے رکھتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان کردہ اس حدیث پر غور کریں: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ. (مسند احمد، حصہ:۴۱، ص:۱۴۸)

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سراپا قرآنِ مقدس کے ترجمان تھے۔

اب نتیجہ یہ نکلے گا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، اعمال، اخلاق و کردار سب قرآنِ مقدس کی آیاتِ بینات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل

نے قرآنِ مقدس میں جگہ جگہ رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

سنت کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

سنت کا لغوی معنیٰ طریقہ اور عادت ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول، فعل اور تقریر ہے۔ اسے حدیث بھی کہتے ہیں۔

سنت کی ضرورت واہمیت

سُنّتِ رسول پر عمل پیرا ہونا یقیناً ایک مومن کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اس کے ہر قول و فعل سے محبت کرتا ہے۔ اگر ہم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو لازمًا ہم ان کی سنتیں اپنائیں گے اور ہماری عملی زندگی ان کی سنتوں کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوگی۔

محبت کی علامت

اللہ عزوجل قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ.

(سورۂ آلِ عمران، آیت:۳۱)

ترجمہ: اے محبوب! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں اللہ عزوجل نے صاف الفاظ میں فرمادیا کہ اگر کوئی اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے تو اسے دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنی ہوگی ورنہ اس کا دعویٰ محض دعویٰ بلا دلیل ہوگا۔ جب تک حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادائیں اور آپ کی سنتیں اپنا نہ لی جائیں

اس وقت تک اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والا اپنے دعوے میں جھوٹا کہلائے گا۔

اطاعت کا حکم

قرآنِ مقدس کی متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ چناں چہ فرمانِ الٰہی ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ. (سورۂ آلِ عمران، آیت:۳۲)

ترجمہ: حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

اور فرماتا ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (ایضًا، آیت:۱۳۲)

ترجمہ: اور اللہ و رسول کے فرماں بردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ. (سورۂ نساء، آیت:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۂ انفال، آیت:۱)

ترجمہ: اللہ و رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

کہیں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (ایضًا، آیت:۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول کاحکم مانو اورسن سنا کراس سے نہ پھرو۔

کہیں فرماتا ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا. (ایضاً،آیت:۴۶)

ترجمہ: اللہ اوراس کے رسول کاحکم مانو اورآپس میں جھگڑو نہیں
کہ پھر بزدلی کروگے۔

کہیں فرماتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o (سورۂ نور، آیت:۵۶)

ترجمہ: نماز برپا رکھواورزکوٰۃ دواوررسول کی فرماں برداری کرو اس
امید پر کہ تم پر رحم ہو۔

ایک مقام پرفرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ o (سورۂ نساآیت:۱۳)

ترجمہ: اور جوحکم مانے اللہ اوراللہ کے رسول کا، اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا
جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اوریہی ہے بڑی کامیابی۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان آیتوں سے پتہ چلا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اوران کی پیروی ہم پرلازم وضروری ہے۔ ان کی پیروی کرنے پر اللہ عزوجل ہم پررحم وکرم کی بارشیں نازل فرماتا ہے، حضوررحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی میں ہمارے لیے رہ نما اصول ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی ایمان کی علامت ہے، جان بوجھ کرحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی اطاعت وپیروی سے منہ پھیرنا باعثِ عتاب ہے اورحضوررحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی کے انعام میں اللہ جنت عطافرمائے گا جس میں قسم قسم کی نعمتیں اور ہر طرح کا آرام میسرآئے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہرحال میں ہم اتباع رسول اوراطاعت رسول اپنے اوپرلازم کرلیں تاکہ دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطافرمائے۔

محبوب بندوں کے ساتھ

اطاعت رسول اوراتباعِ سنت ایسا عمل ہے جس سے اللہ عزوجل بہت خوش ہوتا ہے اورجب وہ خوش ہوتا ہے تو انعام میں کیا عطافرماتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ
النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا o

(سورۂ نساء، آیت:۶۹)

ترجمہ: اور جواللہ اوراس کے رسول کاحکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیق، شہید اورنیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبی اس عظیم ہستی کو کہتے ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کی رہ نمائی کے لیے دنیا میں بھیجا۔ ان کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک اتنا عظیم ہوتا ہے کہ وہ خود اللہ کے مقرب ہوتے ہیں اوران کو اللہ یہ ذمے داری دے کر دنیا میں بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ سے قریب کردیں۔ نبی کے مرتبے کا اندازہ آپ اسی سے لگا سکتے ہیں کہ اللہ انھیں اپنے اوراپنے بندوں کے درمیان رابطہ اور وسیلہ بناتا ہے۔ صدیق کی تعریف میں مفسرین فرماتے ہیں کہ صدیق وہ ہے جس کا ظاہرو

باطن یکساں ہوتا ہے۔دوسرے قول کے مطابق صدیق اسے کہتے ہیں جو سخت سے سخت دینی کام انجام دیتا ہے دین میں رخصت تلاش نہیں کرتا۔بس اس کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ شریعت نے اس کا حکم دیا یا اس سے منع کیا تو ہمیں اس کی پابندی کرنی ہے۔شہید اسے کہتے ہیں جس نے اللہ کی راہ میں اپنی گردن کٹا دی اور اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اللہ کے نام پر قربان کر دیا۔اب جو رسول کی اتباع اور پیروی کرے اسے اللہ عزوجل انعام میں کس کا ساتھ عطا فرما رہا ہے؟ نبیوں کا،صدیقین کا،شہدا کا اور صالحین کا۔اے کاش! ہم سختی سے اطاعت رسول کرنے لگ جائیں تو ضرور ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت میں بھی اللہ عزوجل ہمیں انعام واکرام سے نوازے گا۔

اللہ کی اطاعت

اطاعت رسول درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے اس لیے کہ اطاعت رسول کا خود اللہ نے حکم فرمایا ہے جیسا کہ خود ارشاد ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (سورۂ نساء،آیت:٦٤)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ ان کی اطاعت و پیروی کریں اور اس اطاعت و پیری کا خود اللہ نے حکم دیا ہے تو جس نے رسول کی اطاعت و پیروی کی اس نے خود اللہ کی اطاعت و پیروی کی۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (سورۂ نسا،آیت:٨٠)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ دونوں آیتوں سے

پتہ چلا کہ خود رب تبارک وتعالیٰ نے رسول کی اطاعت و پیروی کا حکم فرمایا ہے اور رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔

عظیم کامیابی

فرمانِ خداوندی ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۝ (سورۂ احزاب،آیت:٧١)

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہر انسان کامیابی تلاش کرتا ہے اور کامیاب ہونے کے لیے نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا ہے مگر جس سے پوچھو وہ ناکامی کی شکایت کررہا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان ہر آن کامیابی کی تلاش میں لگا ہوا ہے پھر بھی اسے کامیابی کیوں نہیں مل رہی ہے؟ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ قرآن نے جس چیز میں کامیابی رکھی ہے ہم اس میں کامیابی تلاش نہ کرتے ہوئے اس کے علاوہ میں کامیابی تلاش کررہے ہیں۔ہم قرآن اٹھا کر دیکھیں تو اس میں صراحت کے ساتھ یہ اعلان ہے کہ اگر کامیابی چاہیے تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی ہوگی،جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اسے صرف کامیابی ہی نہیں عظیم کامیابی مل جائے گی۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو ویسٹرن کلچر کا ناسور ہمیں ہر طرف پھیلا ہوا نظر آئے گا۔بچے سے لے کر نوجوان اور نوجوان سے لے کر بوڑھا ہر کوئی مغربی تہذیب اپنانے میں اپنے لیے فخر محسوس کرتا ہے اور ہم مغربی تہذیب میں اپنے لیے کامیابی ڈھونڈ رہے ہیں۔واللہ! مغربی تہذیب میں نہ ہمیں آج تک کامیابی ملی ہے اور نہ ہی قیامت تک مل سکتی ہے۔قرآن فرمارہا ہے کہ اگر کامیابی چاہیے تو رسول کا کلچر اپناؤ،رسول کا بتایا ہوا راستہ

اپناؤ، رسول کی اطاعت اور پیروی کرو۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں مغربی تہذیب سے بچنے اور اطاعت رسول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہدایت کا ذریعہ

ہدایت صحیح راستے کو کہتے ہیں، جسے ہدایت مل گئی اسے اللہ کی معرفت مل گئی۔ اتباعِ رسول، اللہ عزوجل کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ چناں چہ فرمانِ خداوندی ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (سورۂ فتح، آیت: ۱۷)

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں فرمادیا گیا کی اگر ہدایت چاہتے ہو تو رسول کی اتباع کرو، ان کی پیروی کرو، ان کا حکم مانو، ان کی سنتوں پر عمل کرو، ان کے اخلاق و کردار کی روشنی میں اپنی زندگی گزارو۔ اگر ایسا کروگے تو ہدایت پا جاؤگے، معرفتِ خداوندی تمھیں حاصل ہو جائے گی، صحیح راستہ پا جاؤگے، ایسا راستہ جو جنت کی طرف لے جاتا ہے، جو خدا کی رضامندی کی طرف لے جاتا ہے، جو کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لیے رسول کی پیروی کرو کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

درج بالا آیتوں کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جو اطاعتِ رسول کی فرضیت اور اہمیت کو آشکارہ کرتی ہیں اور حکم رسول سے روگردانی پر وعید و عذاب سناتی ہیں۔ خصوصاً ان آیتوں سے مندرجہ ذیل چند اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

☆ جس طرح اللہ کی اطاعت فرضِ عین ہے اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرضِ عین ہے۔

☆ رسول کی پیروی رحمتِ خداوندی کا سبب ہے۔

☆ اگر کسی شرعی امر میں ذہن خلجان میں پڑ جائے تو اسے اپنے دماغ سے حل کرنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے کتابُ اللہ اور سنتِ رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

☆ رسول کی پیروی ایمان کی نشانی ہے۔

☆ حکمِ خدا اور رسول پہنچنے کے بعد اس سے روگردانی کی کوئی سبیل روا نہیں۔

☆ قرآن وحدیث کے احکام پر عمل نہ کرتے ہوئے خلجان میں پڑ جانا انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔

☆ اطاعتِ رسول بھی نماز وزکوۃ کی ادائیگی کی طرح اہم ہے۔

☆ رسول کی اتباع کرنے والے کے لیے ہمیشگی کی جنت ہے۔

☆ رسول کی پیروی کرنے والا دارین کی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

☆ دنیا میں رسول کی اطاعت کرنے پر بطور انعام میدان محشر میں انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کی معیت میسر آتی ہے۔

☆ رسول کی اطاعت کرنا درحقیقت اللہ عزوجل کی اطاعت کرنا ہے۔

☆ رسول کے حکم سے روگردانی دردناک عذاب کا باعث ہے۔

☆ رسول کی اطاعت محبتِ خدا کی روشن دلیل ہے۔

☆ رسول کی پیروی منارۂ ہدایت ہے۔

اس لیے ہمیں ہر حال میں رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے، آپ کا بتایا ہوا راستہ اپنانا چاہیے اور آپ کے اخلاق کریمانہ کی روشنی میں اپنی زندگی کے شب و روز گزارنے چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

اتباعِ سنت احادیث کی روشنی میں

احادیث مبارکہ میں بھی جگہ جگہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اتباع اور پیروی نیز اپنی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا ہمیں حکم فرمایا ہے۔ ان میں سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

جنت میں حضور کے ساتھ

محبت رسول یقیناً ایک صاحب ایمان کے لیے بڑی کامیابی کی دلیل ہے اور محبت رسول کا ثبوت سُنّتِ رسول پر عمل پیرا ہونے سے ملتا ہے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ.

(جامع ترمذی، حصہ پنجم، ص:۴۶)

ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔

وہ ہدایت پایا

حضرت ابوعمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُهٗ اِلٰی سُنَّتِیْ فَقَدِ اهْتَدٰی وَ مَنْ کَانَتْ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ فَقَدْ هَلَکَ. (مسند الحارث، حصہ اول، ص:۳۴۲)

ترجمہ: جو میری سنت کی طرف چستی کرے وہ ہدایت پایا اور جو اس کے علاوہ کسی

دوسری جانب چستی کرے وہ ہلاک ہوا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج اگر ہم قوم مسلم کے حالات کا جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ہماری قوم ہلاکت اور بربادی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ مذکورہ حدیث میں فرمادیا گیا کہ اگر صحیح راستے کی تلاش ہے تو سُنّتِ رسول اپنانا ہوگا اور اگر سُنّتِ رسول چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلنے کی کوشش کرو گے تو یقیناً ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ پتہ چلا اگر آج ہم پریشان حال ہیں تو اس کی وجہ سنتوں سے ہماری دوری ہے، اگر آج ہم برباد ہورہے ہیں تو اس کی وجہ طریقۂ مصطفیٰ سے دوری ہے۔

میری سنت لازم پکڑو

حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری جانب متوجہ ہو کر ہمیں ایسا وعظ فرمایا کہ آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور دل دہل گئے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ الوداعی خطاب ہے، اس وقت آپ ہم سے کیا وعدہ لیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَ السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ اِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا فَاِنَّهٗ مَنْ یَّعِشْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الْمَهْدِیِّیْنَ الرَّاشِدِیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۲۰۰)

ترجمہ: میں تمھیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں اور (امیر کی بات) سننے اور (اس کی) پیروی کرنے کی، اگر چہ وہ حبشی غلام ہو۔ اس لیے کہ میرے بعد جو لوگ آنے والے ہیں وہ بہت سارے اختلافات دیکھیں گے، تو تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے بعد میری جانشینی

اختیار کرنے والے خلفاے راشدین کے طریقے پر عمل کرو، انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو، نئے معاملات سے بچتے رہو کیوں کہ ہر نیا معاملہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ ہم اپنی زندگی کا آئیڈیل حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاے راشدین کو بنائیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حکم ہوا کہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھیں اور ان کا دامن ہمارے ہاتھوں سے کبھی نہ چھوٹنے پائے، ہم ہر کام ان کے طریقے پر کریں۔ اس روایت میں جہاں سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے کا حکم ہوا وہیں نوپید معاملات جو قرآن وحدیث سے ہٹ کر ہوں، ان سے سختی کے ساتھ بچنے کا بھی حکم دیا گیا، اس لیے کہ ایسے نوپید معاملات گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

سوشہیدوں کا ثواب

ہم جب بھی کوئی نیک عمل کرتے ہیں تو اس پر اللہ عزوجل ہمیں کچھ اجر عطا فرماتا ہے جسے ثواب اور جزا کہا جاتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ سنت پر عمل پیرا ہونے میں کتنا اجر و ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ۔ (مشکوۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۶۲)

ترجمہ: میری امت میں انتشار پھیل جانے کے بعد جو میری سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا رہا اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج وہ زمانہ آ گیا ہے کہ امت میں انتشار پھیل گیا ہے، سنتوں پر عمل کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے بلکہ سنتوں پر عمل پیرا

ہونے کو لوگ معیوب سمجھنے لگے ہیں، مغربی تہذیب گھر گھر میں گھس چکی ہے اور ہر کس و ناکس سنتوں سے دور بھاگتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ ایسے ماحول میں اگر ہم سنت کے مطابق اپنی زندگی گزاریں تو حدیثِ پاک کے مطابق ہمیں سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

شہید جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر جاتا ہے، کتنی پریشانیاں اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد اسے شہادت کا عظیم مرتبہ ملتا ہے مگر سنت پر عمل پیرا ہونے پر ایک شہید کا نہیں بلکہ سو شہدا کا ثواب ملتا ہے۔ جب ہمارے اوپر کریم کا اتنا کرم ہے تو ہم کیوں نہ تھوڑی سی محنت کر کے اتنا عظیم ثواب اور اتنا بڑا مرتبہ حاصل کر لیں۔

اگر موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی:

اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنَ الْیَهُوْدِ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَّكْتُبَ بَعْضَهَا؟

(ترجمہ) ہم یہودیوں سے کچھ ایسی باتیں سنتے ہیں جن سے ہمیں تعجب ہوتا ہے تو کیا ہم ان میں سے کچھ لکھ لیا کریں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْیَهُوْدُ وَ النَّصَارٰی لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَیْضَآءَ نَقِیَّةً وَّ لَوْ كَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَّا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔

(ترجمہ) کیا تمھیں بھی اپنے دین میں یہود و نصاریٰ کی طرح شک ہے؟ میں تو مذہب اسلام بالکل صاف اور روشن لے کر آیا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام بھی دنیا میں ہوتے تو انھیں بھی میری پیروی کرنی پڑتی۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ اول، ص:۳۴۷)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ توریت کا ایک نسخہ لے کر آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ توریت شریف کا نسخہ ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پڑھنے لگے۔ یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم پر رونے والیاں روئیں، کیا تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا تغیر نہیں دیکھ رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ کر فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو یقیناً تم گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور وہ میری پیروی کرتے۔ (سنن دارمی، حصہ اول، ص: ۴۰۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں اور آپ کا مرتبہ نہایت ہی بلند و بالا ہے مگر ہمارے آقا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر آپ ہوتے تو آپ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اور پیروی کرنی ہوتی۔ جب اتباعِ سنت کی اس قدر اہمیت ہے تو پھر آج ہم کیوں اس سے اتنے دور ہوتے جا رہے ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے سانچے میں ڈھال لیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یقیناً ہمیں دونوں جہاں میں فلاح و بہبود مل جائے گی۔

دوسری روایت کے آخری جملوں پر غور کیجیے، جلیل القدر صحابی کہ جن کے بارے میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے، انھیں مخاطب کر کے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: اگر مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو گے تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔ آج ہم نے اتباع رسول چھوڑ دی ہے اور ایسے لوگوں کی پیروی کرنے لگے ہیں جو خود راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ہمیں خود سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ کیا ہم صحیح کر رہے ہیں؟ ہمارے بچے بھی فلمی ایکٹرس کی نقل کرتے ہیں اور ہم اس سے بہت خوش ہوتے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے اپنے بچوں کے نام بھی فلمی ایکٹرس کے ناموں کے ساتھ رکھنے شروع کر دیے ہیں۔ اب اگر وہ بچہ ہماری نافرمانی کرے اور ہماری باتیں نہ مانے تو اس میں کس کا قصور ہے؟ آپ خود فیصلہ کریں۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ہر حال میں اتباع رسول اپنے لیے لازم کریں تاکہ ہم بھی سیدھے راستے پر رہیں اور ہماری آنے والی نسل بھی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔

وہ جنت میں نہیں جائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى.

(ترجمہ) میری پوری اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا۔

آپ سے عرض کیا گیا: انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى.

(ترجمہ) جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا (وہ منکر ہے)۔ (صحیح البخاری، حصہ نہم، ص: ۹۲)

پتہ چلا کہ جنت میں داخلہ ملنا آسان نہیں ہے۔ سب سے پہلے ایمان، پھر فرائض پنج گانہ، زکوٰۃ کی ادائیگی، روزے، حج وغیرہ کے ساتھ سنتوں پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو سنتوں پر عمل پیرا ہو گیا اس کے لیے جنت کی بشارت خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے اور تارکین سنت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اپنائیں اور ان کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز گزارنے کی کوشش کریں۔

جس نے سنت زندہ کی

حضرت بلال بن حارث مُزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحْیَا سُنَّۃً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِی فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً لَا یَرْضَاھَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یُنْقَصُ من اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۵۹)

ترجمہ: جس نے میری فوت شدہ سنت زندہ کی اس کے لیے اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ہوگا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کوئی برا طریقہ رائج کیا جس سے اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) راضی نہیں ہوتے تو عمل کرنے والوں کا بھی گناہ اس پر ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج وہ زمانہ آ گیا ہے کہ سنتوں کا چھوڑنا عام ہوتا جا رہا ہے، لوگ سنتوں سے دور ہونے لگے ہیں اور سنتوں پر عمل کرنا

اپنے لیے کسرِ شان سمجھنے لگے ہیں۔ ایسے ماحول میں اگر کوئی سنتوں پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرے تو اس کے لیے کتنا عظیم ثواب ہے وہ آپ نے مذکورہ روایت میں ملاحظہ فرمایا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھتے چلیں کہ اگر کوئی شخص سنتوں کے خلاف کوئی طریقہ رائج کرتا ہے تو اسے اس کا گناہ تو ہوگا ہی ساتھ ہی ساتھ جتنے لوگ بھی وہ طریقہ اپنائیں گے ان سب کے گناہوں کا ذمے دار بھی وہی ہوگا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم خلافِ سُنّت طریقے رائج کرنے اور ان پر عمل کرنے سے لازماً احتراز کریں۔

سنت اٹھ جاتی ہے

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَۃً فِیْ دِیْنِھِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰہُ مِنْ سُنَّتِھِمْ مِثْلَھَا ثُمَّ لَا یُعِیْدُھَا اِلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (مشکوٰۃ شریف، حصہ اول، ص:۶۶)

ترجمہ: جب کبھی کوئی قوم کوئی نیا طریقہ ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسی کے مثل کوئی سنت اٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک اسے لوٹاتا نہیں ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہم اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہم نے مغربی تہذیب اپنانی شروع کر دی اور ڈھیرے ڈھیرے سنتوں سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مسواک چھوڑا ٹوتھ پیسٹ اور ٹوتھ برش استعمال کرنا شروع کر دیا، داڑھی جیسی عظیم سنت چھوڑی اور کلین شیو، فرنچ کٹ اور نہ جانے کون کون سے کٹ بنوانے لگے، اسلامی لباس چھوڑا اور کوٹ پینٹ پسند کرنے لگے ہیں۔ آج اگر ہمیں اطمینان کی زندگی میسر نہیں ہے تو اس میں بہت بڑا دخل اس بات کا بھی ہے کہ ہم سنتوں سے دور اور ویسٹرن کلچر سے بہت قریب ہو چکے ہیں۔ یقین جانیے آج بھی اگر ہم سنتیں اپنا لیں تو ہماری زندگی یقیناً پُرسکون ہو جائے گی۔

ان کا طریقہ اپناؤ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ. اُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَبَرَّهَا قُلُوبًا وَ اَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ اَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَ لِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَ اتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اٰثَارِهِمْ وَ تَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَ سِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدٰى الْمُسْتَقِيْمِ. (مشکوۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۶۷)

ترجمہ: جسے کسی کا طریقہ اپنانا ہے اسے چاہیے کہ ان کا طریقہ اپنائے جو اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں اس لیے کہ جو باحیات ہیں وہ فتنے سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت میں سب سے افضل تھے، سب سے زیادہ پاکیزہ دل والے، علم کی گہرائی والے اور کم تکلف والے تھے۔ اللہ نے انھیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے چُن لیا تھا۔ ان کی فضیلت پہچانو، ان کی پیروی کرو اور تم سے جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق اور ان کی سیرت اپناؤ اس لیے کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلے میں ہماری بڑی اچھی رہنمائی فرمائی کہ اگر ہمیں کسی کا طریقۂ کار اپنانا ہے تو ہم صحابۂ کرام کا طریقۂ کار اپنائیں اس لیے کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ کار اپنائے ہوئے تھے۔ اس حدیث میں ایک بات قابل غور ہے، وہ یہ کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''جو باحیات ہیں وہ فتنے سے محفوظ نہیں ہیں''۔ یہ اُس دور میں فرمایا گیا جسے خیر القرون کہا گیا

ہے اور اس دور میں دنیا سے پردہ فرمانے والے صحابہ کی پیروی کی تاکید کی گئی۔ آپ اندازہ کریں کہ آج ہم جن کا طریقۂ کار اپنا رہے ہیں کیا وہ فتنے سے محفوظ ہیں؟ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ہم ان لوگوں کا طریقۂ کار اپنا رہے ہیں جو خود سراپا فتنہ ہیں۔ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ سوچنا چاہیے اور ان حضرات کا راستہ اپنانا چاہیے جو خود سیدھے راستے پر تھے۔

وہ ہم میں سے نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام کے تین گروہ ازواج مطہرات کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے تعلق سے پوچھا۔ جب انھیں بتایا گیا تو ان حضرات نے اپنی عبادات کو کمتر سمجھا، وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب کہ اللہ نے آپ کے صدقے میں آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ ان میں سے صحابہ کے ایک گروہ نے کہا: ہم پوری رات نماز پڑھیں گے، دوسرے گروہ نے کہا: ہم ہمیشہ روزہ رکھیں گے کبھی چھوڑیں گے نہیں اور تیسرے گروہ نے کہا: ہم عورتوں سے الگ ہو جائیں گے اور ان سے نکاح نہیں کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ میں اللہ سے تم سے زیادہ ڈرنے والا اور تم سے زیادہ خشیت الٰہی اپنے دل میں رکھنے والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات میں نماز پڑھتا ہوں کبھی سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے سنت پر عمل پیرا ہونے کی اہمیت بہ خوبی اجاگر ہوتی ہے کہ جو سنت پر عمل کرنے سے اعراض کرے اس کے بارے میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ

صرف یہ ہے کہ دارین کی ابدی کامیابی صرف اور صرف حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ کار پر عمل کرنے میں ہے اور اگر کوئی عمل رب کی رحمتوں سے قریب کرسکتا ہے تو وہ ہے اتباعِ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ہر حال میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پابندی کریں اور سنتوں سے کبھی اعراض اور روگردانی نہ کریں۔

جہاد کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے کچھ حواری اور ساتھی ہوتے ہیں جو ان کے طریقے پر عمل کرتے ہیں پھر ان کے بعد کچھ لوگ ایسے آتے ہیں جن کا قول ان کے فعل کے مخالف ہوتا ہے اور وہ ایسے کام کرتے ہیں جن کے لیے وہ مامور نہیں ہوتے۔ جو ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، جو زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو دل سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہاتھ سے جہاد کرنے کا مطلب تو ظاہر ہے، زبان سے جہاد کرنا یہ ہے کہ انھیں دلائل و براہین کی روشنی میں سمجھایا جائے اور دل سے جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے دل سے برا جانا جائے۔ آج ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہاتھ اور زبان سے جہاد کرنا تو دور لوگ اسے دل سے بھی برا نہیں مانتے بلکہ خود ہمارا معاشرہ ویسٹرن کلچر اور مغربی تہذیب کا اس قدر دلدادہ ہے کہ سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا کبھی خیال بھی ذہن میں نہیں آتا۔ کیا ہمارے ایمان کا یہی تقاضا ہے؟ کیا اسلام ہم سے یہی چاہتا ہے؟ اپنی سوچ بدلیں اور اپنے آپ کو حتی الامکان سُنّتِ رسول پر عمل کرنے والا بنائیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے حسب ذیل باتیں مستفاد ہوتی ہیں۔

☆ سنتِ رسول پر عمل کرتے رہنا محبتِ رسول کی دلیل ہے۔
☆ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرتے رہنا جنت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت کا باعث ہے۔
☆ سنت کی طرف رغبت کرنا ہدایت پر ہونے کی دلیل ہے۔
☆ کسی معاملے میں اختلاف ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اور آپ کے خلفاے راشدین کے اقوال و اعمال کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے حل کرنا چاہیے۔
☆ سنتوں پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کا حکم ہے۔
☆ سنتوں پر تصلب کے ساتھ قائم رہنا سو شہیدوں کے ثواب کا باعث ہے۔
☆ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سب کے لیے لازم ہے حتی کہ انبیاے کرام کے لیے بھی۔
☆ سنت پر عمل کرنے والے کے لیے جنت کی کھلی بشارت ہے۔
☆ طریقۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین کے ساتھ جہاد بالید، جہاد باللسان اور جہاد بالقلب کا حکم ہے۔

ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں

طریقِ مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہِ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
ہمیں کرنی ہے شہنشاہِ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں سختی کے ساتھ سُنّتِ رسول پر عمل پیرا رہنے اور اسے عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

• • •

اتباع سنت اور صحابۂ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ.

(مشکوۃ المصابیح، حصہ سوم، ص:۱۶۹۶)

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

ہم صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو محبتِ رسول اور سنتِ رسول کی پابندی سے ان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ جگمگاتا ہوا نظر آئے گا۔ اس لیے چند مشہور صحابہ کی زندگی کے چند گوشے ذکر کیے جارہے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ سنتوں کے کس قدر پابند تھے۔

اتباعِ سنت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انھوں نے زندگی کے اکثر شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارے، سفر و حضر، خلوت و جلوت، جنگ و صلح اور بہت سے اہم واقعات میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ کتاب و سنت کے تمام احکام کا نفاذ آپ کے

سامنے ہوا۔ آپ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح واضح تھا اس لیے آپ نے اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رنگ لیا تھا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی آپ نے بھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے عبادت کی۔ سونے، اٹھنے، بیٹھنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، کلام کرنے وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی سنت پر بھی عمل کیا۔ ان کی زندگی اتباعِ سنت کے سلسلے میں ہمارے لیے مشعل راہ ہے اس لیے ان کی اتباعِ سنت کی چند مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

قے کردی

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لاکر آپ کی بارگاہ میں پیش کی، آپ نے اسے کھالیا۔ کھانے کے بعد آپ کے ذہن میں خیال پیدا ہوا، میں اس سے پوچھوں کہ تم یہ چیز کہاں سے لائے تھے؟ آپ نے غلام سے دریافت کیا کہ تمھیں یہ کھانے کی چیز کہاں سے حاصل ہوئی؟ اس نے کہا: میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی لیکن میں فال کھولنا نہیں جانتا تھا اور آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس کے صلے میں مجھے یہ چیز دے دی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے منہ میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا سب کچھ قے کردیا اور فرمایا کہ جس حرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ وہ ابوبکر کے پیٹ میں نہیں جاسکتی کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع ہر عمل میں میرے لیے مقدم ہے۔

(سلسلۃ الدار الآخرۃ، حصہ چہارم، ص:۳۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اتباع رسول کے اس جذبے کی کوئی مثال دنیا نہیں پیش کرسکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس قدر دل میں محبت ہوتی

ہے جذبۂ اتباع اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قدر محبت کرتے تھے یہ خود ایک مستقل عنوان ہے جس پر سیکڑوں صفحات لکھے جاسکتے ہیں اور اسے بیان کرنے جائیں تو کئی نشستیں درکار ہوں گی۔ مذکورہ واقعے سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ صدیق اکبر کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ وہ محبوب کا منع کردہ کوئی کام کریں۔

ورنہ میری کوئی اطاعت نہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے تو آپ نے اپنے پہلے ہی خطبے میں فرمایا تھا:

اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَلَا طَاعَۃَ لِیْ عَلَیْکُمْ.

ترجمہ: میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کررہا ہوں لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اختیار کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔ (کنز العمال، حصہ پنجم، ص:۶۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ وہی شخص اطاعت و پیروی کا حق دار ہے جو خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کررہا ہو اور جو اُن کی نافرمانی کررہا ہو اس کی اطاعت و پیروی کسی صورت درست نہیں ہوسکتی۔ افسوس! آج قوم مسلم نے ہالی ووڈ اور بالی ووڈ کے ایکٹرس کو اپنا آئیڈیل بنالیا ہے، نوجوان تو نوجوان اب بچے بھی انھی کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ان کی نقل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمیں بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ یاد رکھیں! ان کی اتباع اور پیروی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے اور سرکار ابد قرار حضور رحمتِ

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے جو راستہ چاہیں اختیار کرلیں۔

وفات کے وقت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟

(صحیح البخاری، حصہ دوم، ص:۱۰۲)

اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر لمحے میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے، مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباع سنت نصیب ہوجائے۔

اتباعِ سنت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستورِ عمل کا سب سے زرّیں صفحہ اتباعِ سنت تھا۔ وہ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اُٹھنے بیٹھنے، غرض کہ ہر چیز میں اُسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندگی ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کی تھی اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روم و ایران کی شہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حفصہ، حضرت ابن مُطیع اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اگر آپ اچھی غذا تناول فرماتے تو یقیناً وہ آپ کے لیے قوت بخش ہوتی۔ آپ نے فرمایا: میں

جانتا ہوں کہ تم میری خیر خواہی میں یہ بات کہہ رہے ہو لیکن میں نے اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرزِ عمل دیکھا ہے، اگر میں وہ طرزِ عمل چھوڑ دوں گا تو میں جنت میں ان کا قرب کیسے پاؤں گا؟

(الثانی من فضائل عمر بن الخطاب، حصہ اول، ص:۳۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمارے پاس تھوڑا پیسہ آ جائے تو ہم اپنا ماضی بھول کر دنیوی عیش و عشرت میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ دین کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں، پھر سنتوں کی پابندی تو درکنار ہم شریعت کے نافذ کردہ احکام ہی سے بیزاری کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ کاروبار میں مصروف ہو گئے تو نمازوں کا خدا حافظ، دن بھر دکان پر محنت کرنی ہوتی ہے اس لیے روزے نہیں رکھتے، غریبوں کی مدد تو کجا ہم ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور انھیں نچلے طبقے کا شمار کرنے لگتے ہیں۔ یاد رکھیں! یہ دنیا فانی ہے اور اس کی نعمتیں ختم ہو کر رہ جائیں گی، آخرت میں نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ اس لیے اگر خدا نے دولت دی ہے تو اچھا کھائیے، اچھا پہنیے لیکن خدارا! آپ کی زندگی میں کبھی دین سے دوری اور دین سے بیزاری نہ آنے پائے ورنہ دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائے گی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی دیکھیے، قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں جن کے نام سے لرزتی تھیں ان کا حال یہ ہے کہ فقر و فاقہ اور تنگی کی زندگی صرف اس لیے بسر کر رہے ہیں کہ یہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔

حضرت عمر کی دعوت

ایک دفعہ آپ یزید بن ابوسفیان کے ساتھ شریکِ طعام ہوئے۔ معمولی کھانے کے بعد دستر خوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمر نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے، اگر تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روش

سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو سیدھے راستے سے منحرف کر دے گا۔

(محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطاب، حصہ دوم، ص:۶۷۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس ادا پر قربان جائیے۔ ہر کسی کا مزاج ہے کہ جب وہ کسی کی دعوت کرتا ہے تو بہتر سے بہتر کھانے کا انتظام کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُر تکلف کھانے سے صرف اس لیے احتراز کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں سادگی اختیار فرمائی تھی اور ارشاد فرمایا کہ طریقۂ مصطفیٰ سے ہٹنا سیدھے راستے سے ہٹنے کی دلیل ہے۔

حجر اسود کا بوسہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے:

اَمَ وَ اللّٰہِ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّکَ حَجَرٌ وَ لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ.

ترجمہ: مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۹۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت ہے، اسے بوسہ دینے کی متعدد فضیلتیں احادیث مبارکہ میں وارد ہوئیں مگر عاشقوں کا مزاج تو یہ ہوتا ہے کہ محبوب نے جو کیا ہم وہ کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرما دیا کہ میں حجر اسود کو بوسہ اس لیے نہیں دیتا کہ وہ حج یا عمرے کے معمولات میں سے ہے، اس سے گناہ مٹتے ہیں یا بوسہ دینے سے فلاں فلاں فضائل حاصل ہوتے ہیں، میں تو بس اس لیے

بوسہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

ذُوالحُلَیفہ میں نماز

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنتِ رسول کی پابندی کی کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ آپ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباعِ سنت کے جذبے سے معمور ہو جائے۔ جیسا کہ اس واقعے سے پتہ چلتا ہے:

ایک مرتبہ آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین خطبے کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انھوں نے کہا: بازار سے آ رہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وضو پر کیوں اکتفا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کو غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک روایۃ محمد بن حسن الشیبانی، حصہ اول، ص: ۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود بھی سنتوں کی پابندی کریں اور اپنے ماتحتوں کو بھی اس جانب آمادہ کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو غسل کی تاکید یہ کہہ کر فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دن غسل کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ لوگوں کو سنتوں کا پابند بنانے کے کس قدر فکر مند رہا کرتے تھے۔ آج ہم صحابہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کا طریقۂ کار اپنانے میں بہت پیچھے نظر آتے ہیں۔ یہ ہماری خطا ہے ہمیں بہر حال اس سے بچنا چاہیے۔

خبردار!!!

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کسی سفر سے مدینہ تشریف لائے تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اللہ کی تعریف اور اس کی ثنا

کے بعد فرمایا: اے لوگو! تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کا طریقہ جاری کر دیا گیا ہے، تمھارے لیے فرائض مقرر کر دیے گئے ہیں اور تم ایک کشادہ راستے پر چھوڑ دیے گئے ہو۔ خبردار! لوگوں کو اس راستے سے دائیں اور بائیں نہ بھٹکانا۔

(محض الصواب فی فضائل عمر بن الخطاب، حصہ سوم، ص: ۷۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمارے معاشرے میں سنتوں کی پابندی کرنے والے اور اس کی طرف آمادہ کرنے والے بہت کم پائے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے روکنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اگر کوئی داڑھی رکھ لے تو اس پر نہ جانے کیسے کیسے جملے کسے جاتے ہیں، اگر کوئی مسواک کرے تو اسے بیک ورڈ کہا جاتا ہے، اگر کوئی سنتوں والا لباس پہنے، عمامہ پہنے تو اسے پچھڑا ہوا اور پرانی فکر کا حامل کہہ کر چڑھایا جاتا ہے۔ بالآخر وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب اسے سنتوں پر عمل کرنے میں بیزاری محسوس ہونے لگتی ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی زمانے میں اس بات پر لوگوں کو خبردار کیا تھا کہ اگر کوئی شخص سنتوں کا راستہ اختیار کرے تو اسے بھٹکانے کی کوشش مت کرنا۔ ہمیں خود سنتوں کی پابندی کرنی چاہیے، دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرنا چاہیے اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو خدارا! اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اسے بھٹکانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ سنتوں پر عمل پیرا ہونے میں اسے کوئی تکلف نہ محسوس ہو۔

اتباعِ سنت اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کردار اور سیرت کے اعتبار سے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کی رگ رگ میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اتباعِ

سنت کا جذبہ موج زن تھا۔ آپ فطری طور پر دیانتدار اور سچائی پسند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیاں عطا فرمائی تھی۔ سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ ہر وقت خوفِ الٰہی سے کانپتے رہتے تھے کہ کہیں کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے۔ آپ اکثر خوفِ خدا سے روتے، موت، قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا اور آخرت کے تصور میں اکثر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آتے۔ آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے ہر فعل سے بے پناہ محبت تھی، آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام وادب اس حد تک ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اسے کبھی نجاست سے مس نہ ہونے دیا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک سے محبت اور عقیدت نتیجہ ہی تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع پیش نظر رکھتے تھے۔

خطبۂ عثمانی

حضرت عُتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں سے بیعت لے لی تو خطبہ دیا اور فرمایا: امابعد! بے شک میں نے یہ بوجھ اٹھا لیا اور قبول کر لیا اور بے شک میں متّبع (اتباع کرنے والا) ہوں اور مُوجِد (ایجاد کرنے والا) نہیں۔ سن لو! تمھارے لیے میرے اوپر اللہ عزوجل کی کتاب کے بعد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بعد تین باتیں (لازم) ہیں۔

۱) ان لوگوں کا اتباع کرنا جو مجھ سے پہلے تھے ان باتوں میں جن پر تمھارا اتفاق ہو گیا ہے اور تم نے ایک طریقہ جاری کر دیا ہے۔

۲) اہلِ خیر کے اس طریقے پر عمل کرنا جس کے لیے کوئی طریقہ تم نے مقرر نہیں کیا ہے۔

۳) تم سے میرے لیے رکنا ہے مگر اس معاملے میں جس کو تم واجب کر لو۔

بے شک دنیا سرسبز ہے، لوگوں کی طرف مرغوب ہے اور بہت سے لوگ دنیا کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ تم دنیا کی طرف مائل نہ ہونا، نہ اس پر اعتماد کرنا، یہ اعتماد کی چیز نہیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا چھوڑنے والی نہیں مگر یہ کہ کوئی خود سے اسے چھوڑ دے۔

(فتنۃ مقتل عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حصہ دوم، ص: ۷۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری زندگی اتباع سنت ہی میں گزری ہے، اس کی یہ چند مثالیں تھیں جو آپ نے ملاحظہ کیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں سُنّتِ رسول اپنانے اور سنتوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اتباع سنت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عشق رسول اور اتباع سنت میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ صبر وقناعت، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں بے مثل اور لاجواب تھے۔ آپ چوں کہ بچپن ہی سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ بالکل عیاں تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام معمولات آپ کے سامنے تھے اس لیے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ فیض حاصل ہوا کہ آپ اُسوۂ رسول کا چلتا پھرتا نمونہ بنے۔ آپ کا کھانا، پینا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا، کسب معاش، ازدواجی زندگی، ریاضت وعبادت، صبر وضبط، شکر واحسان، غرضیکہ زندگی کا ہر کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہی تھا حتی کہ آپ کی سیرتِ طیبہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے زندگی کے ہر لمحے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر سنت کی اتباع کی اور دوسروں کو بھی اتباعِ سنت کا درس دیا۔

مسکرانے لگے

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سواری لائی گئی، جب آپ اس پر سوار ہونے لگے تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰہِ، جب اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، پھر فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْ نَ، پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرمایا، اس کے بعد سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ پڑھا، اس کے بعد مسکرانے لگے۔ آپ سے پوچھا گیا: اے امیر المؤمنین! آپ نے کس وجہ سے تبسم فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا پھر آپ مسکرانے لگے، جب آپ سے وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: جب کوئی بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ مولیٰ! میرے گناہ معاف فرما تو یہ بات اللہ تبارک و تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے، وہ ارشاد فرماتا ہے: میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی گناہ نہیں بخشتا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ سوم، ص:۳۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں سنتِ رسول پر عمل کا جذبہ کس قدر موجزن تھا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مذکورہ عمل کرنے کے بعد مسکراتا ہوا دیکھ لیا تھا تو خود بھی اس پر عمل پیرا ہو گئے تا کہ یہ سنّت بھی ادا ہو جائے۔ ہمیں بھی اپنے دل میں سنتِ رسول کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے اور اپنی زندگی سنتوں کے مطابق گزارنی چاہیے۔

حضرت علی نے تاکید کی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح خود سنت پر کاربند رہتے تھے اسی طرح دوسروں کو بھی سنتوں کے اتباع کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ جب خلیفہ بنے اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تو انھیں تاکید فرمائی کہ میرا یہ پیغام اہلِ مصر کے مجمع

میں پڑھ کر سنا دینا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر ہمیشہ عمل کرنا اور جب تک تم کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے رہو گے اللہ تمھارا مددگار رہے گا اور جوں ہی اتباعِ سنت سے منہ موڑو گے ذلت کی گھاٹیوں میں گر جاؤ گے۔ (اسنی المطالب، حصہ دوم، ص:۹۷۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم یا علی مشکل کشا کا نعرہ لگاتے ہیں، ہمیں ان کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی بھی گزارنی چاہیے۔ خود بھی سنتوں کی پابندی کرنی چاہیے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف آمادہ کرنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح رسالت پر ایمان کے بغیر صرف توحید کو تسلیم کر لینے سے ایمان حاصل نہیں ہوتا اسی طرح اتباع سنت کے بغیر صرف کتاب اللہ سے رہ نمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

دیگر صحابہ کرام اور اتباع سنت

دیگر صحابۂ کرام میں بھی سُنّتِ رسول پر عمل کا جذبہ ہمیشہ موج زن رہتا تھا اس کی مثالیں صحابہ کی زندگی میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ چند صحابۂ کرام کے واقعات بیان کیے جا رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ اور بھنی ہوئی بکری

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لیے بھنی ہوئی مُسلّم بکری رکھی ہوئی تھی، لوگوں نے آپ کو کھانے کے لیے بلایا تو آپ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ میں بھلا یہ لذیذ اور پر تکلف کھانا کیوں کر گوارا کر سکتا ہوں؟ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حقیقی محبت یہی ہے کہ

محبوب کی ہر ادا سے پیار ہو۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرتکلف کھانے سے محض اس لیے پرہیز کیا کہ اگر چہ یہ کھانا بلا کراہت جائز ہے مگر محبوب نے تو کچھ اور ہی پسند کیا ہے۔ آج ہم میں ایک طبقہ ایسا ہے کہ بس جو ملے بلا تکلف حلق کے نیچے اتارتا چلا جاتا ہے، نہ حلال وحرام کی تمیز ہوتی ہے اور نہ ہی جائز و ناجائز کی فکر۔ رسول کی پسند اپنانا تو دور کی بات ہے رسول کے منع کیے ہوئے سے بھی رُکنا کسی صورت گوارا نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ چار دن کی زندگی ہے عیش کر لیا جائے۔ یاد رکھیں! یہ زندگی چار دن کی ہے مگر دنیا میں ہمیں آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے، یہاں ہمارا امتحان ہو رہا ہے اور ہمارا رزلٹ تو قیامت کے دن آئے گا۔ اگر ہم نے دنیا میں رہ کر نیک اعمال کیے ہیں تو جنت میں ہماری میزبانی ہوگی اور وہاں تو وہ نعمتیں ملیں گی کہ دنیوی نعمتیں ان کے سامنے ہیچ ہیں۔

حضرت ابن عباس کا پرنالہ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکان مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا اور اس مکان کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں کے اوپر گرا کرتا تھا۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اُکھاڑ دیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پاس آئے اور کہا: خدا کی قسم! یہ پرنالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا تھا۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا: اے ابن عباس! مجھے اس کا علم نہ تھا، اب میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر یہ پرنالہ پھر اسی جگہ لگا دیجیے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ (وفاء الوفاء، حصہ دوم، ص:۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کام کیا اس سے صحابہ کس قدر محبت کیا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ پرنالہ اپنے ہاتھوں سے نصب فرمایا تو یقیناً اس سے گرنے والا پانی

کس قدر مبارک رہا ہوگا اور جس پر گر جائے اس کے لیے کس قدر باعث برکت ہوگا۔

نذر کا روزہ

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا: ایک شخص نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ ہمیشہ روزے رکھے گا۔ کیا وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں بھی روزے رکھے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اور یہ آیت تلاوت فرمائی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

(ترجمہ: تمھارے لیے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نہ خود روزے رکھتے تھے اور نہ ہی روزے رکھنا پسند فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۱۴۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس دور کے فقہا میں سے تھے، آپ سے لوگ مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ شریعت تو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ نہیں فرمایا کہ ان دنوں میں روزے رکھنا شرعاً ممنوع ہے بلکہ یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دنوں میں روزے نہیں رکھتے تھے اور پسند بھی نہیں فرماتے تھے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابۂ کرام ہر کام میں اُسوۂ رسول پر عمل کا کس قدر جذبہ رکھتے تھے۔

اعتکاف اور قرضہ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجدِ نبوی شریف میں معتکف تھے، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا: کیسے آئے؟ تمھارے چہرے پر غم کے آثار ہیں، بتاؤ کیا

بات ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! مجھ پر فلاں آدمی کا کچھ قرضہ ہے اور روضۂ رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے کہا: مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم ہے کہ میں اس
کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمھارے
لیے کچھ کروں؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جوتے پہن کر مسجد
نبوی سے باہر نکل پڑے۔ اس آدمی نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں کہ آپ اعتکاف میں
ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نہیں، لیکن میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لیے چل پڑے اور
اس کا دکھ دور کرنے کی کوشش کرے اس کے لیے یہ بات دس سال کے نفلی اعتکاف سے بہتر
ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی غرض سے میں آپ کے ساتھ چل
پڑا کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ ذاتِ خود مسلمانوں کی مدد کے لیے ہر وقت تیار
رہتے تھے اس لیے آج میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت کی اتباع میں آپ
کے ساتھ مسجد سے نکل آیا۔ آخر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس شخص کی مدد
فرمائی اور اس کا قرض اتارنے کی تدبیر پیدا ہوئی۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ پنجم، ص: ۴۳۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! معتکف کا ہر لمحہ عبادت
میں شمار کیا جاتا ہے یہاں تک کہ حسب ضرورت وہ کھاتا پیتا ہے، آرام کرتا ہے اس کے یہ
اعمال بھی عبادت میں لکھے جاتے ہیں اور اسے ان اعمال پر بھی ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نفلی اعتکاف میں تھے مگر خلقِ خدا کی مدد اور ان کی پریشانیاں دور کرنا
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے اور آپ کو اس سنت پر عمل کا موقع میسر آگیا تو
آپ نے اعتکاف پر اس عمل کو ترجیح دی۔ یقیناً یہ سنّتِ رسول پر عمل کا جذبہ ہی تھا جو انھیں
مسجد سے باہر لایا اور اس پریشان حال کی پریشانی دور کرنے پر آمادہ کیا۔

حضرت اُبَی کا خطاب

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
سنت اور ان کا راستہ اپنا لو اس لیے کہ جو بندہ روے زمین پر آپ کے راستے اور سنت پر ہے
اور اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کے ڈر سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں تو ایسا نہیں
ہوسکتا کہ اللہ اسے سزا دے اور جو بندہ روے زمین پر آپ کے راستے اور سنت پر ہے، اپنے
جی میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ کے ڈر سے اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں
اس کے لیے بھی اسی جیسا ثواب ہے۔ اس کی مثال سوکھے درخت جیسی ہے جس کے پتے
خشک ہوگئے ہوں، جب اسے تیز ہوا لگتی ہے تو اس کے پتے جھڑتے ہیں۔ اسی طرح اللہ
تعالیٰ مومن کی خطائیں معاف کرتا ہے۔ اللہ کے راستے اور سنت طریقے کے خلاف کوشش
کرنے سے بہتر اللہ کے راستے اور سنت میں میانہ روی اختیار کرنا ہے۔ تم غور کرلو کہ اگر تمھارا
عمل انتہائی کوشش کے ساتھ ہو رہا ہے یا متوسط طریقے پر تو انبیا اور ان کی سنتوں کے مطابق
ہونا چاہیے۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، حصہ دوم، ص: ۳۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت اُبَی بن کعب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطاب میں یقیناً رہنما اصول ہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی زندگی
اسی کے مطابق گزاریں۔ اللہ کا راستہ اختیار کریں، سنتوں کی پیروی کریں اور خوفِ خدا کو
اپنے دل میں جگہ دیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یقیناً اللہ ہمیں سزا نہیں دے گا بلکہ جس طرح
سوکھے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں اسی طرح ہمارے گناہوں کو ختم فرمادے گا۔

بڑھاپے میں روزہ

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے کچھ مال لینے کے لیے وادی القریٰ
گئے، آپ کے خادم بھی آپ کے ساتھ تھے، آپ پیر اور جمعرات کو روزے رکھتے تھے۔ آپ

کے خادم نے آپ سے پوچھا: آپ ان دنوں میں کیوں روزے رکھتے ہیں جب کہ آپ کافی ضعیف ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دنوں میں روزے رکھتے تھے بس اسی لیے میں یہ روزے رکھتا ہوں۔ مزید فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان روزوں کی فضیلت پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ (سنن ابو داؤد، حصہ دوم، ص: ۳۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ضعیف العمری میں روزے رکھنا اور ان روزوں کے بارے میں پوچھے جانے پر یہ ارشاد فرمانا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دنوں میں روزے رکھتے تھے، جب کہ آپ ان روزوں کی فضیلت جانتے تھے کہ ان دنوں میں اللہ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اس کے باوجود روزوں کی علت میں یہ فضیلت نہیں بیان کی کہ یہ فضیلت حاصل کرنے کے لیے میں روزے رکھتا ہوں بلکہ یہ فرمایا کہ میرے محبوب ان دنوں میں روزے رکھتے تھے اس لیے میں ان کی اتباع کی غرض سے یہ روزے رکھتا ہوں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو فضیلت ہے وہ تو اپنی جگہ مسلم ہے مگر ہم نیک اعمال اگر کریں تو اس نیت سے کریں کہ یہ ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادا اور ان کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ یہ تھا صحابہ کا جذبۂ اتباعِ سنت جس میں دونوں جہاں میں ان کی کامیابی و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے۔

قیلولہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینے سے مکہ شریف جاتے، راستے میں ایک درخت کے نیچے تھوڑی دیر ٹھہر کر قیلولہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ساتھیوں نے دریافت کیا کہ آپ یہیں کیوں ٹھہرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

یہاں آرام فرماتے ہوئے دیکھا تھا اس لیے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے کے لیے یہاں قیلولہ کرتا ہوں۔ (مسند بزار، حصہ دوازدہم، ص: ۲۱۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ تو کوئی لازم نہیں تھا کہ جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مقام پر پہنچتے ہوں گے تھکے ہوئے ہوتے ہوں گے یا دوپہر کے وقت ہی وہاں پہنچتے ہوں گے یا انھیں آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہوگی۔ لیکن صرف ادائے سنت کی نیت سے آپ اس مقام پر رکتے اور قیلولہ فرماتے تھے۔ قربان جائیے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس ادا پر کہ آپ کو سنتوں سے کس قدر لگاؤ تھا اور سنتوں پر عمل کرنے کو کس حد تک محبوب رکھتے تھے کہ سنتوں پر عمل کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ یقیناً یہی وہ جذبہ ہے جس نے ان حضرات کو اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر میں محبوب بنا دیا تھا۔

یہ سنت بھی ادا ہو جائے

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کسی سفر میں تھے، جب وہ ایک مقام سے گزرے تو وہاں سے ذرا سا ہٹ گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ ایسے ہی کرتے دیکھا تھا لہٰذا میں نے آپ کی سنت ادا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب، حصہ اول، ص: ۴۳)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو سنتوں کی اس قدر پابندی پر محبتِ رسول اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمادہ کرتا تھا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو سنتوں کا پابند بنائیں تاکہ ہماری دُنیا اور آخرت سنور جائے۔

• • •

بزرگانِ دین اور اتباعِ سنت

ہمارے اسلاف اور بزرگانِ دین نے بھی سُنّتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین میں وہی مقام دیا ہے جو صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے دیا تھا۔ بزرگانِ دین کے سنت پر عمل کے چند واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں جس سے آپ پر سنتوں کی اہمیت مزید اجاگر ہو جائے گی اور ان شاء اللہ سنتوں پر عمل کا جذبہ بھی بیدار ہو جائے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز

حضرت عمر بن عبد العزیز ایک شخص کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ الِاقْتِصَادِ فِیْ اَمْرِہٖ وَ اتِّبَاعِ سُنَّۃِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ تَرْکِ مَا اَحْدَثَ الْمُحْدِثُوْنَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِہٖ سُنَّتُہٗ وَ کُفُوْا مُؤْنَتَہٗ فَعَلَیْکَ بِلُزُوْمِ السُّنَّۃِ فَاِنَّھَا لَکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ عِصْمَۃٌ.

ترجمہ: میں تمھیں اللہ کا ڈر رکھنے، اس کے حکم پر چلنے، اس کے نبی کی سنت کے اتباع اور جو باتیں اہل بدعت نے نکالی ہیں انھیں ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اہل بدعت نے یہ باتیں اس وقت نکالی ہیں جب سنت کا اِجرا عمل میں آیا تھا۔ یہ لوگ سنت کو پیچھے ڈال کر اس کی پیروی سے مستغنی ہو گئے۔ تم پر سنت کی پیروی لازم ہے کیوں کہ یہی چیز تمھیں بحکم خدا گمراہیوں سے بچانے والی ہے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۲۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعی تھے، آپ خود بھی سنتوں کے بڑے پابند تھے جیسا کہ آپ کے اوراقِ زندگی سے ظاہر ہوتا ہے اور آپ اپنے متعلقین کو بھی سنتوں کی پیروی کی تلقین اور

تاکید فرماتے تھے جیسا کہ اس خط سے پتہ چلا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتباعِ سنت ان کے نزدیک کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

خاص کر آپ کے یہ الفاظ "یہی چیز تمھیں بہ حکم خدا گمراہیوں سے بچانے والی ہے" قابل غور ہیں۔ آپ نے ان الفاظ میں یہ پیغام دیا کہ جو شخص سنتوں کی پابندی کرتا ہے وہ گمراہیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

امامِ اعظم حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دن کسی نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں کہا:

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ یُّخَالِفُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، بِہٖ اَکْرَمَنَا اللّٰہُ وَ بِہٖ اسْتَنْقَذْنَا.

ترجمہ: خدا اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے خدا نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے۔

(زیادۃ الایمان ونقصانہ وحکم الاستثناء فیہ، حصہ اول، ص:۳۲۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سنتوں کے بڑے پابند تھے اور رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کو آپ کتنا عظیم جرم سمجھتے تھے وہ آپ کے مذکورہ فرمان سے ظاہر ہے کہ آپ نے اسے قابل لعنت فرمایا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور آپ کی سنتوں کو حقیر سمجھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر دنیا میں اللہ نے کسی کو عزت دی ہے یا آخرت میں اگر کسی کو نجات ملنے والی ہے تو وہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہی میں ملنے والی ہے۔ اس لیے آپ سے محبت اور آپ کی سنتوں سے لگاؤ نہایت ہی ضروری ہے۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے ارادہ کیا کہ اللہ سے کھانے کی طرف رغبت اور عورتوں کی خواہش ختم کرنے کا سوال کروں مگر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا تو میں کیوں خلافِ سُنّت کروں؟ لیکن اللہ نے میرے دل کی بات پوری کر دی اور اب یہ حالت ہے کہ عورت سامنے آئے تو اتنی پروا بھی نہیں کرتا کہ یہ دیوار ہے یا عورت۔ (آدابِ سنت، ص:۴۱-۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ والوں کا حال ہی جداگانہ ہوتا ہے، انھیں دنیوی نعمتوں اور لذتوں کی طرف رغبت بالکل نہیں ہوتی۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اس خواہش کا مقصد یہ تھا کہ کھانے کی حاجت اور عورتوں کی طرف میلان نہ ہوگا تو عبادت میں یکسوئی حاصل ہوگی مگر آپ نے خدا سے اس خواہش کا اظہار نہیں فرمایا اس لیے کہ جب خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چیزیں نہیں چھوڑیں تو غلام کی کیا مجال ہے کہ ان سے روگردانی کرے۔

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو طیب احمد بن مقاتل عکی بغدادی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی کی وفات کے روز میں جعفر خلدی کے پاس بیٹھا تھا کہ شبلی علیہ الرحمہ کے ایک خادم وہاں آئے جو کہ ان کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے، ان سے جعفر خلدی علیہ الرحمہ نے پوچھا: آپ نے شبلی کی موت کے وقت کیا دیکھا؟ انھوں نے کہا: جب ان کی زبان بند ہوگئی اور ماتھے پر پسینہ آ گیا تو اشارے سے مجھے وضو کرانے کو کہا، میں نے وضو کرا دیا مگر داڑھی کا خلال بھول گیا، اس پر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری انگلیاں اپنی داڑھی میں داخل کر کے خلال کیا۔ یہ سن کر حضرت جعفر رو پڑے اور کہنے لگے: ایسے شخص کا کیا کہنا جس سے عالمِ نزع

میں زبان بند اور پیشانی عرق آلود ہونے کے وقت بھی وضو میں خلال تک نہ چھوٹا۔

(آدابِ سنت، ص:۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بڑا ایمان افروز واقعہ ہے اور اتباعِ سنت کی بڑی عظیم مثال ہے کہ زبان بند ہو چکی ہے اور نزع کی کیفیت طاری ہے، اشارے سے گفتگو کر رہے ہیں مگر ایسے ماحول میں بھی سنت کی پابندی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب ساری زندگی سنتوں پر عمل کرنے میں گزاری تو آخری وقت میں بھی اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے کہ سنتیں نہیں چھوٹتیں بلکہ بندہ دنیا سے جاتے جاتے پابند سنت بن کر جاتا ہے اور ساری دنیا کے لیے مثال بن جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد بن حنبل اتباعِ سنت کے بہت ہی زیادہ پابند تھے۔ وہ جو بھی کام کرتے اس میں اس بات کا خیال رکھتے کہ یہ کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح کیا تھا۔ اس معاملے میں آپ کی شدت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ جب آپ پچھنا لگواتے تو حجام کو ایک دینار دیتے اس لیے کہ جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا تھا تو آپ نے ابو طیبہ حجام کو ایک دینار عطا فرمایا تھا۔ غرضیکہ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کرتے تھے۔ (آدابِ سنت، ص:۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی اپنے دل میں سُنّتِ رسول پر عمل کا جذبہ بیدار کریں، خود بھی سنتوں کی پابندی کریں اور اپنے اہل و عیال، اپنے متعلقین، اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین کریں۔ بزرگانِ دین کی زندگی سے ہمیں یہی درس ملتا ہے اور اسی میں دارین کی فلاح و بہبود بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جتنے بھی اولیاے کرام گزرے ہیں سب متبعِ سنت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری میں ہی اپنے شب وروز گزارے۔ یہاں بزرگوں کے اتباعِ سنت کے چند واقعات بطورِ نمونہ پیش ہیں۔

غوث اعظم اور اتباعِ سنت

پیرِ پیراں، میرِ میراں، شاہِ جیلاں حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر سُنّی مسلمان بڑے پیر کے نام سے جانتا ہے اور قادری سلسلۂ بیعت سے منسلک ہونے والا ہر شخص ان کے نام سے نذر ونیاز پیش کرتا ہے، ان کے نام کا نعرہ لگاتا ہے اور ان کی عقیدت ومحبت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اس عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ ہمیں ان کے اخلاق وکردار کو بھی اپنانا چاہیے اور انھوں نے جس طور پر زندگی گزاری ہے ہمیں بھی اسی طور پر اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ آپ کے اقوال وافعال اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ اتباعِ سنّت کے خود بھی پابند تھے اور دوسروں کو بھی آپ اس کی تاکید کیا کرتے تھے۔

کتاب وسنت کی پیروی کی تاکید

آپ فرماتے ہیں:

جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآنِ مقدس نہیں تھامتا، اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہوسکتی، وہ تباہ وبرباد ہوجائے گا، گمراہی اور ضلالت اس کا مقدر ہوگی، یہ دونوں بارگاہِ الٰہی تک تیرے رہ نما ہیں، قرآنِ پاک دربارِ خداوندی تک اور حدیث پاک بارگاہ مصطفیٰ تک پہنچائے گی۔ جو شخص آدابِ سنت نہیں اپناتا، قیامت کے دن آگ اسے ادب سکھائے گی۔

(اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۷ء، ص:۳۱۳، مارہرہ مطہرہ)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم یاغوث کا نعرہ لگاتے

نہیں تھکتے اور اپنے نعروں میں ہم ”غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے“ کے الفاظ بار بار دُہراتے ہیں لیکن کیا ہم نے اب تک غوث کا دامن پکڑا بھی ہے؟ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اتباعِ سنت کی تاکید فرمارہے ہیں اور خصوصی طور پر آپ کا آخری جملہ قابلِ غور ہے کہ جو شخص آدابِ سُنّت نہیں اپناتا قیامت کے دن آگ اُسے ادب سکھائے گی۔ ہمیں چاہیے کہ صرف زبانی طور پر غوث کا دامن نہ تھامیں بلکہ حقیقی معنوں میں غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع کریں اور سنتِ رسول اپنا کر اپنی دُنیا اور آخرت سنواریں۔

اتباعِ سنت کی عظیم مثال

حضرت ابو بکر تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ (عبد القادر جیلانی) نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

قیامِ بغداد کے دوران مجھ پر ایک ایسا سخت وقت گزرا کہ میں نے چند روز تک کچھ نہیں کھایا، حتّٰی کہ شدتِ بھوک سے ایک دن دریا کے کنارے آیا تاکہ گری پڑی گھاس، پھوس سے ہی بھوک کا اِزالہ کرلوں لیکن جس جگہ پہنچا وہاں مجھ سے پہلے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ شاید یہ کوئی درویشوں کی جماعت ہے، ان سے مزاحمت نامناسب خیال کرتے ہوئے واپس ہوگیا اور اسی کیفیت میں شہر کی ایک مسجد کے اندر پہنچا جو ریحانین کے بازار میں تھی، اس وقت میں بھوک سے نڈھال تھا اور دستِ سوال دراز کرنا محال، قریب تھا کہ میری موت واقع ہوجائے۔ اس وقت ایک عجمی (غیر عربی) نوجوان روٹی اور بھُنا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا، اسے دیکھ کر بھوک کی شدت سے میرا منہ بار بار کھل جاتا تھا، حتّٰی کہ میں نے خود کو ملامت کر کے کہا: یہ کیا حرکت ہے، رَبّ العٰلمین میرے حال سے واقف ہے، زیادہ سے زیادہ موت ہی تو واقع ہوسکتی ہے۔

یکا یک نوجوان نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا: آیئے بسم اللہ کیجیے۔ لیکن میں نے

انکار کر دیا، پھر جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً کھانے میں شریک ہو گیا، اس نوجوان نے پوچھا: آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ میں نے کہا: علمِ فقہ حاصل کر رہا ہوں۔ جب میں نے اس شخص کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ میں جیلان کا باشندہ ہوں اور عبد القادر کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ہی عبد القادر ہوں تو اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور اس نے کہا: خُدا کی قسم جس وقت میں آپ کی تلاش میں بغداد پہنچا ہوں میرے صرف تین دن کا کھانا تھا، اس کے بعد کے تین دن ایسے گزرے کہ میرے پاس کھانا خریدنے کے لیے بھی سوائے اُس رقم کے جو آپ کے لیے میرے پاس تھی کچھ باقی نہ رہا اور مزید تین دن گزرنے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ جہاں شریعت مردار تک کھانے کی اجازت دے دیتی ہے تو میں نے آپ کی رقم میں سے یہ روٹی سالن خرید لیا ہے لہٰذا یہ آپ ہی کا مال ہے، خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھایئے اور مجھے اپنا مہمان تصور کر لیجیے۔

میں نے اس سے پوچھا: تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: آپ کی والدہ نے میرے ذریعے آٹھ دینار بھیجے تھے جن سے میں نے یہ روٹی سالن خرید لیا اور اس خیانت کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ (اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۷، گوشۂ غوث الاعظم، ص: ۳۴۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت یہ بھی ہے کہ آپ خود بھوکے رہ کر اوروں کو کھلا دیا کرتے تھے۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ہمیں جہاں سنتِ رسول پر عمل کے واقعات ملتے ہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوسروں پر مال خرچ کیا کرتے تھے اور بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

خواجہ غریب نواز اور اتباعِ سُنّت

خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت بھی بڑی مشہور ہے اور ہر چھوٹا بڑا ان سے عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ لوگ جوق در

جوق ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں، ان کے توسل سے دعائیں کرتے ہیں اور اپنی مرادیں لے کر لوٹتے ہیں۔ آپ بھی سنتِ رسول کی پابندی کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

پیوند لگا کر پہنتے

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ و الرضوان کے لباس کے تعلق سے محبوبِ الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیا بدایونی قدس سرہٗ سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں: ہمارے خواجۂ بزرگ عمدہ دوتائی اوڑھا کرتے تھے، اگر وہ پھٹ جاتی تو جس قسم کا بھی پرانا پاک کپڑا مل جاتا اس کا پیوند لگا لیتے۔ فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ میں نے وہ دوتائی دیکھی ہے، پھر وہ دوتائی حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کو حاصل ہوئی۔

(اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۷، ص: ۱۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پیوند لگا کر لباس پہننا ایک تو سادگی و کفایت شعاری کی دلیل ہے، دوسرے اس میں اتباعِ سنت کی بھی بھرپور جھلک پائی جاتی ہے کیوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی باوجود اس کے کہ آپ کو کائنات کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی تھیں، پیوند لگا کر لباس استعمال فرماتے تھے تاکہ غربائے اُمت کے لیے نمونہ ہو جائے اور ان کے لیے تشفی کا باعث بھی ہو۔

عفو و درگزر

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ عفو و درگزر میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ کے کسی دشمن کے کہنے پر ایک بد بخت آپ کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور اسی ارادے سے آپ کے پاس آیا۔ جب وہ شخص قریب آیا تو حضرت خواجہ نے نرمی سے فرمایا: تم جس کام سے آئے ہو شروع کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، چھری بغل سے نکال

کر پھینک دی، قدموں پر گر گیا اور کہنے لگا: میں کسی کے بہکانے پر آ گیا تھا، مجھے سخت سے سخت سزا دیجیے، مجھے قتل کر دیجیے۔ لیکن حضرت خواجہ نے اسے اٹھا کر فرمایا: تم نے کوئی برائی نہیں کی اور اگر کرتے بھی تو درویشی کا تقاضا یہی تھا کہ میں تمھارے ساتھ نیکی کرتا۔ جا میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر اس کے لیے دعا بھی فرمائی۔ وہ شخص یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور پھر بیعت ہو کر ہمیشہ کے لیے خدمت میں رہنے لگا، کئی بار حج کیا اور وہیں سپردِ خاک ہوا۔

(اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۸ خصوصی شمارہ: گوشۂ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور خواجۂ ہند سے عقیدت رکھنے کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے حضرت خواجہ کا یہ واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔ جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے کہ آپ نے بارہا اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرما دیا اور اعلان کرا دیا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ. یعنی آج تمھارے اوپر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ واقعی جو اللہ کا ولی اور سچا بندہ ہوتا ہے وہ اس کے سچے رسول کا ضرور مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے اور حضرتِ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔

آپ نے قسم کھائی

ایک مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مغرب کی نماز کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ اتفاقاً اُنگلیوں کا خلال بھول گئے، غیبی آواز آئی: اے خواجہ! تو رسول کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے قسم کھائی کہ اس وقت سے لے کر مرتے دم تک میں کوئی سنت ترک نہیں کروں گا۔ (اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۸)

سبحان اللہ! بزرگانِ دین حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا اور سنت کو اپنایا کرتے تھے اور اگر کبھی اتفاق سے ان سے کوئی سنت ترک ہونے والی ہوتی تو من جانبِ

اللہ انھیں اس سے بچا لیا جاتا تھا۔ اس واقعے سے یہ بھی پتا چلا کہ اگر کوئی شخص اتباعِ سنت کے بغیر محبتِ رسول کا دعویٰ کرے تو وہ اپنے دعوے میں کھوکھلا کہلائے گا۔

بُردباری

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: میں بیس سال تک حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہا، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص پر غصہ ہوئے ہوں۔ (اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک سنت بردباری بھی ہے جو کہ حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں بھی کامل طور پر پائی جاتی تھی۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں بات بات پر غصہ آتا ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم طیش میں آجاتے ہیں۔ اگر ہم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر بردباری پیدا کرنی چاہیے اور بات بات پر غصہ ہونے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اتباعِ سنت اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

آقائے نعمت، اعلیٰ حضرت، مجددِ دین و ملت، سراپا خیر و برکت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات سے برصغیر ہند و پاک کا ہر سنی مسلمان آشنا ہے اور ان کا نام سنتے ہی سنیوں کے دلوں کی کلیاں کھِل جاتی ہیں۔ آپ جہاں علم و فضل کے کوہِ ہمالہ تھے وہیں عشقِ رسول اور اتباعِ سنت کے جذبے سے سرشار تھے۔

جلد بازی میں بھی سنت کی پابندی

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضۂ فجر ادا کرنے کے لیے خلافِ معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی، نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانۂ اقدس کی طرف اُٹھ

رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے، اس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے ظاہر کیا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں، مگر قربان اس ذاتِ کریم کے کہ دروازۂ مسجد کے زینے پر جس وقت قدم مبارک پہنچا ہے تو سیدھا، توسیعی فرشِ مسجد پر قدم پہنچا ہے تو سیدھا، قدیمی فرشِ مسجد پر قدم پہنچا ہے تو سیدھا، آگے صحنِ مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچا ہے تو سیدھا اور اسی پر بس نہیں ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی یہاں تک کہ محراب میں مصلّٰی پر قدمِ پاک سیدھا ہی پہنچا ہے اور اس پر کیا منحصر ہے، استنجا فرمانے کے سوا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی، چناں چہ عمامہ شریف کا شملہ سیدھے شانے پر رہتا، عمامۂ مبارک کے پیچ سیدھی جانب ہوتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۷۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام حالات میں سنتوں کی پابندی کرنے والا بھی جب عجلت کے ساتھ کوئی کام کرتا ہے تو کچھ سنتیں چھوٹنے کا امکان ہوتا ہے۔ مگر قربان جائیے سیدنا اعلیٰ حضرت پر کہ ایسے عالم میں بھی آپ سے سنتیں نہیں چھوٹتیں بلکہ اسی طرح سنتوں کی پابندی کر رہے ہیں۔

پابندیِ سنت کی عظیم مثال

انھی کا بیان ہے کہ نمازِ جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے فرشِ مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیمِ سلام فرماتے اور اسی پر بس نہیں بلکہ جس درجے میں ورودِ مسعود ہوتا تقدیمِ سلام ہوتی جاتی۔ اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر درجے میں وسطی در (درمیانی دروازے) سے داخل ہوا کرتے اگرچہ آس پاس کے دروں سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد شریف ہی میں بحالتِ

خرام شمالاً و جنوباً بڑھا کرتے مگر مُنتہائے فرشِ مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوئی، پُشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۷۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دُنیا اتباعِ سنت کی ایسی مثالیں بہت کم پیش کر سکتی ہے۔ ہم اعلیٰ حضرت کی محبت کا دَم بھرتے ہیں اور ان سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں تو ہمیں ان کے نقوشِ قدم پر چلنا بھی چاہیے۔

مفتیِ اعظمِ ہند اور اتباعِ سنت

حضرت مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو معلوم ہوجاتا کہ آج فلاں بیمار ہے تو آپ فوراً عیادت کو پہنچتے۔ صدر الشریعہ نمبر میں مرقوم ہے کہ حضور صدر الشریعہ اور مفتیِ اعظم ہند دونوں حج کے ارادے سے چلے، ممبئی پہنچ کر حضرت صدر الشریعہ کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی اور باوجود کہ دونوں بزرگوں کی قیام گاہ دوری پر تھی مگر حضور مفتیِ اعظمِ ہند روزانہ حضور صدر الشریعہ کی عیادت کے لیے تشریف لاتے، یہاں تک کہ آپ جہاز پر سوار ہونے تشریف لے گئے اور آپ کے روانہ ہوتے وقت حضرت صدر الشریعہ کا وصال ہوگیا۔

آپ کا عیادتِ مریض کے سلسلے میں اتباعِ سنت پر عمل درآمد اتنا سخت تھا کہ وقت کا گورنر اکبر علی خاں (یوپی) نے آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ اس وقت ایک مریض کی عیادت کے لیے قدم اٹھا چکے تھے لہٰذا اتباعِ سنت کے لیے جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے۔ آپ نے گورنر کی ملاقات پر اتباعِ سنت کو ترجیح دی۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ آج وہ آرہا ہے کہ جس کے دیدار کی اہلِ دنیا آرزوئیں کرتے ہیں مگر مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ اس سے ملاقات کی پروانہ کرتے ہوئے محبوبِ کبریا کی ایک سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے تشریف لے جارہے ہیں۔ (حیاتِ مفتیِ اعظم کے تابندہ نقوش، ص: ۴۸)

حضرت قاری امانت رسول قادری تحریر فرماتے ہیں:

نوے سال کی عمر، کمزوری اور نقاہت کے باوجود سیکڑوں مرتبہ راقم الحروف محمد امانت رسول نے حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو کھانا تناول فرماتے دیکھا، ساتھ کھایا، سفر وحضر میں ساتھ رہا لیکن کبھی بھی سنت کے خلاف بیٹھ کر کھاتے نہیں دیکھا جب کہ ضعف وکمزوری ہو یا کوئی تکلیف ہو تو جیسے آرام ملے ویسے بیٹھ سکتے ہیں لیکن سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ دونوں پیر کھڑے کر کے یا سیدھا پیر کھڑے کر کے اور بایاں بچھا کر یا بحالتِ تشہد بیٹھ کر ہی کھانا تناول فرماتے تھے، کبھی ان تین سنت طریقوں کے علاوہ تناول فرماتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

راقم الحروف محمد امانت رسول کی آنکھوں دیکھی بات ہے بلکہ استاذ العلماء علامہ شاہ مفتی جہاں گیر صاحب مفتیِ راجستھان اور بحر العلوم حضرت علامہ شاہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی شیخ الحدیث گھوسی کا بھی یہی قول ہے کہ عبد المنان نے کبھی مفتی اعظمِ ہند کو خلافِ سنت طریقے پر بیٹھ کر کھاتے نہیں دیکھا بلکہ چارزانو کبھی بیٹھے نہیں دیکھا۔ جلسے وغیرہ میں بھی کئی کئی گھنٹے دوزانو ہی بیٹھتے تھے۔ (تجلیات مفتیِ اعظمِ ہند علیہ الرحمہ)

آپ نہ صرف یہ کہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام فرماتے بلکہ ان کی ضروریات کا بھی خاص خیال رکھتے۔

مولانا محمد اسلم بستوی صاحب (علیہ الرحمہ) شیخ الحدیث مدرسہ انوار القرآن بلرام پور رقم طراز ہیں: موسمِ سرما کی ایک سرد رات تھی کہ ایک اجنبی شخص آپ کا مہمان ہوا، آپ نے حسبِ عادتِ کریمہ مہمان کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانے کے بعد اپنے داماد جناب ساجد علی خان مرحوم سے فرمایا: مہمان کے لیے بستر اور لحاف کا انتظام کر دینا۔ اس کے جواب میں ساجد علی صاحب نے روایتی طلاقتِ لسانی (چرب زبانی) کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: مہمان کے لیے بستر ولحاف کیا جان بھی حاضر ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

مہمان بھلا تمھاری جان لے کر کیا کرے گا، اوڑھے گا یا بچھائے گا؟ مہمان کو تمھاری جان کی نہیں بلکہ بستر ولحاف کی ضرورت ہے۔ (استقامت کا مفتیِ اعظم ہند نمبر، ص: ۴۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ وہ بزرگانِ دین ہیں جن کی عقیدت ومحبت ہمارے دلوں میں موجود ہے اور جنھیں ہم اپنا مُقتدا اور پیشوا مانتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ جس طرح ہم دل میں ان کی عقیدت بسائے ہوئے ہیں اسی طرح ہم اپنی عملی زندگی میں بھی ان کے اخلاق وکردار کو بسالیں۔

• • •

اتباعِ سنت اور ہم

قرآن مقدس کی چند آیتوں اور احادیث مبارکہ کے مطالعے کے بعد ہمیں اتباعِ سنت کی ضرورت واہمیت، فضائل وفوائد اور اتباع سنت ترک کر دینے پر حاصل ہونے والے نقصانات کا بخوبی اندازہ ہوا۔ انھیں ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ہم اپنے شب و روز کے معمولات پر نظر دوڑائیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اتباع سنت میں اس قدر فضائل وفوائد ہونے کے باوجود ہم اپنی زندگی کو اتباعِ سنت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ہمارے شب وروز کے معمولات سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بالکل ہٹ کے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کا طریقہ اور طرز زندگی اپنانے میں ہم اپنے لیے فخر اور کامیابی کی ضمانت سمجھتے ہیں وہ نہ ہمیں دنیا میں کامیابی کا راستہ دکھا سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں ہمارے لیے نجات کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۴۴)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُحِبُّ رَجُلٌ قَوْمًا اِلَّا حُشِرَ مَعَهُمْ. (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ ششم، ص:۲۹۳)

ترجمہ: جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے کسی قوم کا طریقہ اپنایا یا کسی کام کے کرنے کا جو

طریقہ اور انداز ان کے درمیان مروّج ہے، اس طریقے پر یا اس انداز سے وہ کام کیا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک انھی کی جماعت کا ایک فرد کہلائے گا اور قیامت کے دن جب میدان حشر میں سب کو جمع کیا جائے گا تو اسے انھی لوگوں کے ساتھ جمع کیا جائے گا۔ یہ عام ہے، خواہ ہم اچھوں کی پیروی کریں یا بروں کی، اسلام کے طریقے پر عمل کریں یا غیروں کا انداز اپنائیں۔ ان احادیث کا دوسرا مفہوم شارحین حدیث نے یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی قوم کی ہیئت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک وہ انھی کی جماعت کا ایک رکن ہے اور قیامت کے دن وہ انھی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نبی علیہ السلام کے پاس وحی فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِقَوْمِكَ لَا تَدْخُلُوْا مَدَاخِلَ اَعْدَائِيْ وَ لَا تَطْعَمُوْا مَطَاعِمَ اَعْدَائِيْ وَ لَا تَلْبَسُوْا مَلَابِسَ اَعْدَائِيْ وَ لَا تَرْكَبُوْا مَرَاكِبَ اَعْدَائِيْ فَتَكُوْنُوْا اَعْدَائِيْ كَمَا هُمْ اَعْدَائِيْ. (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، حصہ دوم، ص:۳۷۱)

ترجمہ: تم اپنی قوم سے کہہ دو کہ میرے دشمنوں کی پسندیدہ جگہوں پر نہ جائیں، میرے دشمنوں کا پسندیدہ کھانا نہ کھائیں، میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں اور میرے دشمنوں کی سواری پر سوار نہ ہوں کہ کہیں وہ بھی میرے دشمن نہ ہو جائیں جیسے کہ وہ لوگ میرے دشمن ہیں۔

اس روایت سے اندازہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کر کے جن لوگوں نے اس سے دشمنی مول لے لی ہے ان کا طریقۂ کار اپنانا ایسا عمل ہے کہ وہ طریقہ اپنانے والا خود بھی اللہ کا دشمن ہو سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان عموماً اس کا طریقۂ کار اپناتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے یا وہ طریقۂ کار اپناتا ہے جو اسے پسند آتا ہے۔ اللہ کے دشمنوں کا طریقۂ کار اپنانے والا اگر اس وجہ سے اپنا رہا ہے کہ اس سے محبت ہے تو یہ بھی اللہ تبارک و

تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا عمل ہے کہ جو اللہ کا دشمن ہے اس سے کوئی بندہ محبت اور لگاؤ رکھے اور اگر اس وجہ سے اپناتا ہے کہ اس کا طریقۂ کار اسے پسند آیا تو یہ بھی اللہ کے عتاب کا باعث ہے کہ اس کا طریقۂ کار ہی تو ہے جس نے اسے اللہ کی بارگاہ میں مجرم اور اللہ کا دشمن بنادیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہم کسے آئیڈیل بنائیں اور کس کا طریقۂ کار اپنائیں تو اس کا جواب خود قرآن مقدس عطا فرما رہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًاؕ (سورۂ احزاب، آیت:۲۱)

ترجمہ: بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے اخلاق کریمانہ کا پیکر بنا کر بھیجا ہے کہ زندگی کے ہر گوشے میں آپ کا طریقۂ کار ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے۔

● ● ●

بابِ دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حسن و جمال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حسن و جمال

نورِ مجسّم فخرِ آدم و بنی آدم سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیا و رُسل کی طرح کسی ایک قبیلے کی طرف اور وہ بھی محدود وقت کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ تمام مخلوقات کے لیے صبحِ قیامت تک کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ آفتابِ عالم تاب تھی جس کی روشنی ظاہر و باطن کو اپنے انوار سے منور کرنے والی تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری جسمانی محاسن بھی تمام انبیا سے اعلیٰ و برتر ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب تمام بنی نوع انسانی کے لیے ہادی و مرشد بنا کر بھیجا تو حضور آپ کے ظاہر و باطن کو اتنی عظمتیں اور وسعتیں دیں کہ کوئی آپ کی ہمسری کا گمان بھی نہیں کر سکتا۔ اسی حقیقت کو عاشقِ صادق حضرت علامہ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدے میں ان الفاظ میں بیان کیا:

فَھُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَ صُوْرَتُہٗ ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْباً بَارِئُ النَّسَمِ

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

ترجمہ: وہی ذات ہے جو ظاہر و باطن میں درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے پھر تمام ارواح کو پیدا کرنے والے نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا محبوب چن لیا۔

نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محاسن اور کمالات میں کسی کی شرکت سے پاک ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و کمال کا جوہر منقسم نہیں ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس شعر میں حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرما دیا کہ حسن کی تمام ادائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں جمع ہیں اور جہاں کہیں بھی حسن و کمال پایا جاتا ہے وہ ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیضان ہے۔

حضرت شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ قرطبی کی ایک روایت نقل کرتے ہیں:

لَمْ یَظْھُرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ لِاَنَّہٗ لَوْ ظَھَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا حسن ہمارے لیے ظاہر نہیں کیا گیا کیوں کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تمام حسن کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے تو ہماری آنکھیں اس کی دید کی طاقت نہ رکھتیں۔ (المواہب اللدنیۃ، حصہ دوم، ص:۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو حسن و جمال دنیا کے سامنے ظاہر کیا گیا تھا درحقیقت آپ اس سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہیں مگر آپ کا مکمل حسن و جمال دنیا کے سامنے ظاہر نہیں کیا گیا اس لیے کہ ہم اس بات سے عاجز ہیں کہ آفتابِ محمدی کی جلوہ سامانیوں کا صحیح ادراک اور احاطہ کر سکیں۔ دنیا نے جو دیکھا وہ جلوۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک جھلک تھی اس سے آپ کے حقیقی حسن و جمال کا ادراک کیوں کر ممکن تھا؟ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سلسلے میں کیا خوب فرمایا ہے:

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتَکَ لِلنَّاسِ کَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَآءُ

ترجمہ: انھوں نے صفات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ

اس طرح ہے جس طرح پانی میں ستاروں کا عکس ہے جو ستاروں کی حقیقت کو ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔

حلیۂ مبارک

سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظیم المرتبت اور بارُعب تھے۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ قدِ مبارک متوسط قد والے سے کچھ طویل تھا لیکن لمبے قد والے کی بہ نسبت کچھ پست تھا۔ سرِ اقدس معتدل مقدار میں بڑا تھا۔ بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے۔ سر کے بالوں میں سہولت سے مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کانوں کی لَو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ کا رنگ مبارک چمک دار، پیشانی کشادہ، ابرو جھکے ہوئے، باریک اور گنجان تھے، ابرو مبارک جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے اور دونوں کے درمیان ایک مبارک رگ تھی جو جلال کے وقت ابھر آتی تھی۔ آپ کی ناک مائل بہ بلندی تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، جو شخص غور سے نہ دیکھتا وہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلند بینی (ناک) والا خیال کرتا۔ آپ کی داڑھی مبارک کے بال گھنے تھے۔ رخسار مبارک ہموار (اور ہلکے) تھے۔ دہن مبارک معتدل انداز میں کشادہ تھا۔ سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔

گردن مبارک اتنی خوبصورت اور باریک تھی جیسے تراشی ہوئی موتی اور رنگ وصفائی میں چاندی کی طرح سفید اور چمک دار تھی۔ اعضاے مبارکہ گوشت سے پُر اور معتدل تھے اور ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ پیٹ اور سینۂ مبارک ہموار تھے (لیکن) سینۂ اقدس کشادہ اور کچھ ابھرا ہوا تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں، بدن مبارک کا جو حصہ کپڑوں سے باہر ہوتا، روشن نظر آتا۔ ناف اور سینے کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ سینۂ اقدس اور بطن مبارک بالوں سے خالی تھے البتہ بازوؤں، کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصے پر کچھ بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں کشادہ، نیز ہتھیلیوں اور دونوں قدموں پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسب مقدار میں لمبی تھیں۔ تلوے قدرے گہرے اور قدم ہموار اور ایسے صاف تھے کہ ان سے پانی فوراً ڈھلک جاتا۔ جب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے مگر تواضع کے ساتھ چلتے، زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے۔ تیز رفتاری کے ساتھ چلتے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے۔ (چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے) جب آپ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔ آپ کی نظریں اکثر جھکی رہتیں اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں۔ آنکھوں کے کناروں سے دیکھنا آپ کی عادتِ شریفہ تھی (یعنی غایتِ حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے) چلتے وقت اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آگے کر دیتے اور جس سے

ملتے سلام کہنے میں خود ابتدا فرماتے۔

(الشمائل المحمدیہ للترمذی، حصہ اول ص:۲۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو حلیۂ مبارکہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا اس سے آپ نے اندازہ لگالیا کہ اللہ عزوجل نے آپ کے تمام ظاہری اعضا کس حسین پیرائے میں پیدا فرمائے ہیں۔ یہ تو ایک تصویر کشی ہے جس سے ہم محض اندازہ لگا سکتے ہیں ورنہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس قدر حسین و جمیل تھے یہ در حقیقت وہی جانتا ہے جس نے آپ کی زیارت کی ہے۔

حضرت علی کی زبانی

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے تذکرے سے بھرپور ایک روایت ملتی ہے جس میں آپ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ، جسمانی تناسب، اعضاے مبارکہ کے حسنِ اعتدال اور اوصافِ حمیدہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدِ مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے۔ آپ کے بالِ مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ جسمِ اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرۂ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اس) میں تھوڑی سی گولائی تھی۔ رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ پلکیں دراز تھیں۔ جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پر گوشت تھے۔ بدنِ اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے

اٹھاتے گویا نیچے اتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ سب سے زیادہ سخی دل، سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے سب سے افضل تھے۔ جو آپ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا اور جوں جوں قریب آتا آپ سے مانوس ہوتا جاتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا۔ الغرض حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ کے جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم ص:۵۹۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں خصوصًا آخری حصہ قابل غور ہے۔ جس طرح اللہ عزوجل نے آپ کو جسمانی خوبیوں اور حسن و جمال سے مالا مال فرمایا تھا اسی طرح آپ کے اندر فطرتًا ایسی خوبیاں تھیں جو دیکھنے والے کو مرعوب کر دیتیں، لوگ آپ سے مانوس ہوتے اور آپ سے محبت کرنے لگتے۔ خصوصًا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ پر غور کیجیے کہ ”میں نے آپ کے جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد“۔ یہ ہر اعتبار سے ہے، نہ آپ کے جیسا خوب رُو اور معتدلُ الاعضا کسی نے دیکھا اور نہ ہی آپ کے جیسا معنوی خوبیوں کا حامل۔

حضرت ابو قرصافہ جندرہ بن خشینہ کنانی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں، میری والدہ، میری خالہ، ہم سب نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا، جب ہم رخصت ہوئے تو راستے میں میری ماں اور میری خالہ نے مجھ سے کہا:

يَا بُنَىَّ مَا رَاَيْنَا مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلِ اَىْ خَلْقًا وَّ خُلُقًا لَا اَحْسَنَ وَجْهًا

وَ لَا اَنْقٰی ثَوْبًا وَ لَا اَلْیَنَ کَلَامًا وَ رَاَیْنَا کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ فِیْهِ .

ترجمہ: اے بیٹے! ہم نے صورت اور اخلاق میں ان کے جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ سے زیادہ خوب صورت، آپ سے زیادہ پاکیزہ لباس والا اور آپ سے زیادہ نرم گفتگو والا دیکھا ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے مبارک منہ سے نور نکل رہا ہے۔ (المواہب اللدنیۃ، حصہ دوم، ص:۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہر، آپ کے اخلاق و عادات اور آپ کی گفتگو کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ جو بھی آپ کو دیکھتا، آپ کے پاس کچھ وقت گزار لیتا یا آپ سے گفتگو کرتا وہ متاثر ہو کر رہ جاتا تھا۔ خصوصًا آپ کے اخلاق کریمانہ ایسے تھے کہ دنیا میں آپ کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ اس روایت میں خصوصیت کے ساتھ آپ اس بات پر غور کریں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح پاکیزہ لباس بھی کسی کا نہیں ہوتا تھا، آپ صفائی ستھرائی کا بھی مکمل التزام فرماتے تھے۔ آج بہت سے لوگ میلے کچیلے رہنا پسند کرتے ہیں بلکہ (معاذ اللہ) کچھ لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ یہی سنت ہے اور اسے ترکِ دنیا کا نام دیتے ہیں۔ یاد رکھیں! لباس کا میلا کچیلا ہونا تارک الدنیا ہونے کی علامت نہیں ہے۔ اسلام پاکیزہ مذہب ہے اور اس نے پاکیزگی اور نظافت کو پسند بھی کیا ہے۔ اسلام کا تو یہ نظریہ ہے کہ دل بھی ستھرا ہونا چاہیے اور لباس بھی پاکیزہ ہونے چاہیے۔

سرِ اقدس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ضَخْمَ الرَّأْسِ .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سرِ اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا۔

(الخصائص الکبریٰ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت، حصّہ اول، ص:۱۲۶)

اسی طرح حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَظِیْمَ الْهَامَةِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سرِ انور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

(المواہب اللدنیۃ، حصّہ دوم، ص:۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سر کا بہت بڑا ہونا یا نہایت ہی چھوٹا ہونا حسن میں کمی پیدا کرتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک نہ بہت چھوٹا تھا اور نہ ہی بہت بڑا، اس کی ضخامت بھی بڑی مناسب مقدار میں تھی جو کہ آپ کے حسن کو دوبالا کرتی تھی۔ جیسا کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

عَظْمُ الرَّأْسِ یَدُلُّ عَلَی الرَّزَانَةِ وَ الْوَقَارِ .

ترجمہ: سرِ اقدس کا بڑا ہونا سنجیدگی اور وقار کی دلیل ہے۔

(الشمائل الشریفۃ، حصہ اول، ص:۳۵)

اسی طرح عبد اللہ بن سعید حضرمی مکی لکھتے ہیں:

وَ عَظْمُ الرَّأْسِ دَلِیْلٌ عَلٰی کَمَالِ الْقُوَی الدِّمَاغِیَّةِ وَ هُوَ اٰیَةُ النَّجَابَةِ.

ترجمہ: سرِ اقدس کا بڑا ہونا دماغی قوت کے کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ قوم ہونے کی بھی دلیل ہے۔ (منتہی السؤل عن وسائل الوصول الی شمائل الرسول، ص:۱۹۸)

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وَ عَظْمُ الرَّأْسِ مَمْدُوْحٌ لِاَنَّهٗ اَعْوَنُ عَلَی الْاِدْرَاكَاتِ وَ الْكَمَالَاتِ.

ترجمہ: سر کا بڑا ہونا قابلِ ستائش ہوتا ہے کیوں کہ یہ معرفت اور کمالات کے لیے معین ومددگار رہوتا ہے۔ (ایضاً، ص:۲۱۹)

اس سے پتہ چلا سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کا بڑا ہونا سنجیدگی و متانت، وقار اور دماغی قوت کے کمال کی علامت ہے، سرداری کی نشانی ہے اور ادراکات و کمالات کے لیے مددگار ہے۔

• • •

چہرۂ انور

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے محبوب نبیِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا ذکر بڑی محبت اور اپنائیت کے انداز میں فرمایا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تقریباً سترہ ماہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے رہے، اس پر یہود طعنہ زن ہوئے کہ مسلمان اور ان کے نبی یوں تو ہمارے دین کے مخالف ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے ہی قبلے کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہ بات حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعتِ مبارکہ پر گراں گزری اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر میں قبلے کی تبدیلی کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ اتنی شدت اختیار کر گئی کہ اس کو پورا ہوتا دیکھنے کے لیے دورانِ نماز چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے، اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ عین نماز کی حالت میں قبلے کی تبدیلی کا حکم وارد ہوا، جس میں باری تعالیٰ نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. (سورۂ بقرہ، آیت:۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمھارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلے کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے، ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجدِ حرام کی طرف۔

خدا نے قسم یاد فرمائی

ایک اور مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوئے زیبا کا تذکرہ استعارے کی زبان میں انتہائی دل نشیں انداز میں کرتے ہوئے رب تبارک وتعالیٰ نے یوں

ارشاد فرمایا:

وَ الضُّحٰیo وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰیo مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰیo

(سورۂ ضحیٰ، آیت: ۱-۳)

ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب وہ پردہ ڈالے کہ تمھیں تمھارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

ان آیات مبارکہ کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاشت اور رات کی قسم یاد فرمائی ہے مگر مفسرین کرام اور ہمارے اسلاف نے اس کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چاشت کے وقت سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رُخِ زیبا مراد لیا ہے اس لیے کہ آپ کا چہرۂ انور تابناک اور چمکتا دمکتا تھا اور رات سے آپ کی زُلفِ معنبر مراد لی ہے۔ جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ان آیتوں کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

اشارتست بروشنی روے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام و کنایتست از سیاہی موے وے۔

والضحیٰ رمزے ز روے ہمچو ماہِ مصطفیٰ
معنیٔ و اللیل گیسوے سیاہ مصطفیٰ

(تفسیر روح البیان، جلد دہم، ص: ۴۵۲)

ترجمہ: وَ الضُّحٰی سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کی طرف اشارہ ہے اور وَ الَّیۡلِ سے آپ کی زلف معنبر کا کنایہ ہے۔

(شعر کا ترجمہ) وَ الضُّحٰی سے آپ کے چاند جیسے چہرے کی طرف اشارہ ہے اور وَ الَّیۡلِ سے آپ کی سیاہ زلفیں مراد ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وَ الۡاَنۡسَبُ بِھٰذَا الۡمَقَامِ فِیۡ تَحۡقِیۡقِ الۡمَرَامِ اَنۡ یُّقَالَ اَنَّ فِی الضُّحٰی اِیۡمَاءٌ اِلٰی وَجۡھِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ کَمَا اَنَّ فِی اللَّیۡلِ اِشۡعَارًا اِلٰی شَعۡرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: اس سورت کا نزول جس مقصد کے لیے ہوا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کہا جائے: ضُحٰی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور اور لَیل میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زلفوں کی طرف اشارہ ہے۔ (شرح الشفا، حصہ اول، ص: ۹۰)

ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وَ فَسَّرَ بَعۡضُھُمۡ کَمَا حَکَاہُ الۡاِمَامُ فَخۡرُ الدِّیۡنِ الضُّحٰی بِوَجۡھِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ وَ اللَّیۡلَ بِشَعۡرِہٖ وَ قَالَ لَا اسۡتِبۡعَادَ فِیۡہِ.

ترجمہ: بعض مفسرین نے ضُحٰی کی تفسیر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوئے انور اور لَیل کی تفسیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زلفوں سے کی ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی دوری نہیں ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، حصہ ہشتم، ص: ۴۴۴)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے سوال کرتے ہیں:

ھَلۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُذَکِّرِیۡنَ فَسَّرَ الضُّحٰی بِوَجۡہِ مُحَمَّدٍ وَ اللَّیۡلَ بِشَعۡرِہٖ؟

ترجمہ: کیا کسی مفسر نے ضُحٰی کی تفسیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور اور لَیل کی تفسیر آپ کی زلفوں سے کی ہے؟

پھر خود ہی جواب مرحمت فرماتے ہیں:

نَعَمۡ، وَ لَا اسۡتِبۡعَادَ فِیۡہِ. ترجمہ: ہاں، اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر، حصہ: ۳۱، ص: ۱۹۲)

دیگر تفاسیر مثلاً تفسیر نیشاپوری، تفسیر روح المعانی اور تفسیرِ عزیزی وغیرہ میں بھی ضُـحـی سے چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لَیـل سے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوے عنبریں مراد لیے گئے ہیں۔

مذکورہ آیۂ کریمہ اور اس کی تفاسیر سے پتہ چلا کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے چہرۂ انور کو قرآنِ مقدس میں صبح کی روشنی سے تشبیہ دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو دور کر دیتی ہے اسی طرح حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی روشنی کفر کی تاریکیوں کو دور کر دیتی ہے۔

قرآن کے پارے

حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چہرۂ انور کو قرآنِ مقدس کے کھلے ہوئے اوراق سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایامِ وصال میں یارِ غارِ مصطفیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حجرۂ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا: كَـأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ. ترجمہ: گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قرآنِ مقدس ہدایت کی کتاب ہے، اس کا مطالعہ دلوں کو ہدایت کی طرف پھیر دیتا ہے اسی طرح چہرۂ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت سے نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہِ راست ملی۔ اسی لیے آپ کے چہرۂ انور کو صحابۂ کرام نے قرآنِ مقدس کے اوراق سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی وجہیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

علامہ شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَ وَجْهُ التَّشْبِيْهِ رِقَّةُ الْجِلْدِ وَ صَفَاءُ الْبَشْرَةِ وَ الْجَمَالُ الْبَارِعُ.

ترجمہ: آپ کے چہرۂ انور کو قرآن کے ورق سے تشبیہ دینے کی وجہ جلد مبارک کا نرم، ظاہری نظافت و پاکیزگی اور چمک دمک ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، حصہ دوم، ص:۴۴)

امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قَوْلُـهُ كَانَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ عِبَارَةٌ عَنِ الْجَمَالِ الْبَارِعِ وَ حُسْنِ الْبَشَرَةِ وَ صَفَاءِ الْوَجْهِ وَ اسْتِنَارَتِهٖ.

ترجمہ: آپ کے چہرے کو قرآنِ مقدس کے ورق سے تشبیہ دینے کی وجہ آپ کا حسن و جمال، چہرہ انور کی نظافت و پاکیزگی اور تابانی ہے۔

(شرح النووی علی المسلم، حصہ چہارم، ص:۱۴۲)

خواب میں دیدار

رب تعالیٰ نے آپ کا چہرۂ انور اس شان کا بنایا تھا کہ شیطان کی یہ مجال نہیں کہ آپ کی صورت اپنا کر کسی کے خواب میں بھی آجائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ.

ترجمہ: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۳۳)

اسی طرح حضرت یزید فاسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: اِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَتَشَبَّہَ بِیْ فَمَنْ رَاٰنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِیْ.

(ترجمہ: شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا، تو جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا)

کیا جسے تم نے دیکھا ہے اس کی صفت بیان کر سکتے ہو؟ حضرت یزید فرماتے ہیں کہ میں نے دو شخصوں کے درمیان ایک شخص کو دیکھا (پھر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا حلیہ بیان کیا) یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم بیداری کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو اسی کیفیت پر دیکھتے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ پنجم ص: ۳۸۸-۳۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخِ انور کی زیارت ہو جانا بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رُخِ زیبا اس حسین پیرائے میں ڈھلا ہوا ہے کہ شیطان کے اندر یہ مجال ہی نہیں کہ آپ کی صورت اختیار کر کے کسی کے خواب میں بھی آسکے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں بھی خواب میں رُخِ زیبائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔

تجلیٔ مولیٰ

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جمالِ الٰہی کے عکس کا پرتو اور آپ کا چہرۂ اقدس سراپا مظہرِ حق تھا اس لیے اس چہرۂ انور کے دیدار کو عینِ دیدارِ حق قرار دیا گیا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ. ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔ (صحیح بخاری، حصہ نہم ص: ۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، اس لیے کہ ابلیس لعین سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرا یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ رب العزت کو دیکھا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو جمالِ خدا کا آئینہ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اما وجہِ شرف وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرآتِ جمالِ الٰہی است، ومظہرِ انوارِ نامتناہی وے بود۔ (ضیاء النبی، ج پنجم، ص: ۴۴۶)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے منور رب ذو الجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کا جمال جہاں آرا جو محبت سے دیکھ لیتا اسے خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی بلکہ یہ کہا جائے کہ صحابہ کو جو مقام و مرتبہ اور شرف و فضیلت ملی ہے جمالِ مصطفیٰ کی زیارت کے سبب ہی ملی ہے۔ اس لیے کہ صحابی کہتے ہی اسے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی ہو اور دنیا سے

ایمان کے ساتھ کوچ کیا ہو۔

سب سے حسین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ.

ترجمہ: میں نے آج تک کہیں بھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو اللہ کے حبیب سے زیادہ حسین ہو، یوں معلوم ہوتا تھا کہ سورج چہرۂ اقدس میں رواں ہے۔

(سنن ترمذی، حصہ ششم، ص:۴۲)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ اِذَا ضَحِکَ یَتَلَألَأُ فِی الْجُدُرِ.

ترجمہ: میں نے آج تک کہیں بھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو اللہ کے حبیب سے زیادہ حسین ہو، یوں معلوم ہوتا تھا کہ سورج چہرۂ اقدس میں رواں ہے۔ جب آپ ہنستے تو دیواریں بھی چمکنے لگتیں۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۲۰۴)

حضرت بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے بارے میں بیان فرمایا ہے:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا وَ اَحْسَنَھُمْ خُلُقًا. (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۸۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تمام لوگوں سے زیادہ خوب صورت تھا اور آپ کے اخلاق بھی سب سے زیادہ اچھے تھے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! احادیثِ مبارکہ میں جہاں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت "اَحْسَنُ وَجْھًا" (سب سے خوب صورت) بیان کی گئی ہے اسی کے ساتھ "اَحْسَنُ خُلُقًا" (سب سے اچھے اخلاق والے) بھی بیان کی گئی ہے۔ اس سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح حسن و جمال کے اعتبار سے ساری کائنات میں مشہور تھے اسی طرح حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کے معاملے میں بھی دنیا آپ کو سراہتی تھی۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ جہاں ہم ظاہر کی صفائی ستھرائی اور اچھے کپڑوں کا اہتمام کرتے ہیں وہیں اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنے اور اپنی عادتیں درست کرنے کی بھی فکر کریں۔

چمکتا دمکتا سورج

حضرت ابو عُبَیدہ بن محمد بن عمّار بن یاسِر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی:

صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ.

(ترجمہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارکہ بیان کیجیے۔

انھوں نے فرمایا:

لَوْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً.

ترجمہ: اگر تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے سورج طلوع ہے۔ (سنن دارمی، حصہ اول، ص:۲۰۴)

حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے آخری صحابی تھے، آپ کی عمر مبارک سو سال تھی، زندگی کے آخری دنوں میں آپ نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آج میرے ساتھ

روئے زمین پر کوئی شخص ایسا موجود نہیں جس نے رخِ انور کی زیارت کی ہو۔ آپ سے لوگوں نے کہا: رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرمائیں۔ آپ نے ان دو لفظوں میں بیان فرمایا: كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحَ الْوَجْهِ. (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص: ۱۸۲۰)

ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک روشن اور ملیح تھا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ملیح کا مطلب جاذبِ نظر ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ حسین وجمیل اور روشن ہونے کے ساتھ ساتھ جاذبِ نظر بھی ہوتا تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لے بس دیکھتا رہ جائے۔ روشن اتنا کہ ایسا لگے جیسے سورج نکل پڑا ہے۔ یہی تو وہ چہرہ ہے جس کے دنیا میں آتے ہی کفر کی تاریکیاں دور ہوگئیں، ہدایت کے راستے روشن ہوگئے، اسے دیکھ کر لوگ معرفتِ الٰہی حاصل کرنے لگے اور برسوں کے سوئے ہوئے بیدار ہوگئے۔ کاش ہمیں بھی خواب میں آپ کے رخِ زیبا کی زیارت نصیب ہو جائے تو ہماری دنیا بھی روشن ہو جائے۔

چاند کی طرح

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، وہ چاندنی رات تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سرخ پوشاک زیبِ تن فرما رکھی تھی، میں کبھی آپ کا روئے انور دیکھتا اور کبھی چودھویں کے چاند کی طرف، بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودھویں کے چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (سنن ترمذی، حصہ ششم، ص: ۷۰)

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا:

أَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ؟

(ترجمہ: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح تھا؟) آپ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ چاند کی طرح تھا۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص: ۱۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تلوار میں بھی چمک ہوتی ہے اور چاند میں بھی مگر تلوار سے تشبیہ نہ دیتے ہوئے چاند سے تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ چاند میں روشنی بھی ہے اور گولائی بھی ہے جو چہرے کا صحیح حسن ہے۔ چودھویں رات کا چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ہوتا ہے اور کس قدر حسین ہوتا ہے اسے دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ خوب صورت اور چمک دار تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی روایتیں ہیں جن میں صحابہ نے آپ کے چہرۂ انور کو چاند کے مشابہ قرار دیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا۔ آپ کا چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص: ۱۸۹)

چاند سے تشبیہ دینا تو محض بیانِ صفت کے لیے تھا ورنہ آپ کے چہرۂ انور کی چمک دمک کے سامنے ہزاروں چاند کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

چاند سے تشبیہ دینا، یہ بھی کیا انصاف ہے؟
چاند میں تو داغ ہے، حضرت کا چہرہ صاف ہے

راہِ ہدایت

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لانے سے پہلے مدینۂ طیبہ کے یہودیوں کے سرتاج علما میں سے تھے۔ وہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ قطار در قطار حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آپ کی قیام گاہ پر جانے لگے، میں نے دل میں سوچا کہ چلوں دیکھ تو لوں، جب وہاں پہنچا تو صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۶۵۲)

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی تابانی اور آپ کا حسن و جمال یقیناً آپ کی صداقت اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتا تھا۔ صرف حضرت عبداللہ بن سلام ہی نہیں نہ جانے کتنوں نے آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر آپ کی نبوت کا اعتراف کیا اور جس نے بھی کی عینک اتار کر آپ کی زیارت کی وہ آپ ہی کا ہو کر رہ گیا۔

سوئی کی تلاش

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں کپڑا سِل رہی تھی، رات کا وقت تھا، گھر میں کوئی چراغ روشن نہ تھا، اندھیرا چھایا ہوا تھا، اچانک سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی، میں نے بہت ہاتھ مارا کہ وہ سوئی مجھے مل جائے لیکن نہ ملی، اچانک رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حجرے میں تشریف لائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے انوار سے حجرہ روشن ہو گیا اور اس روشنی میں مجھے اپنی سوئی مل گی۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس چہرے کی روشنی اور تابانی تو ایسی تھی کہ اس سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت مل جاتی تھی پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوئی کا مل جانا تو معمولی بات تھی۔ آپ اندازہ کریں کہ کس قدر حسن و جمال اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں بھی کسی دن خواب میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کی زیارت نصیب فرمائے۔

● ● ●

چشمانِ مبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی نہایت ہی خوب صورت اور بڑی ہی پیاری تھیں اور آپ کی آنکھوں میں قدرتی طور پر وہ خوبیاں تھیں جو عام انسانوں کی آنکھوں میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ چند روایتیں ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ کریں۔

آنکھیں کیسی تھیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ اَدْعَجَ الْعَیْنَیْنِ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ اَھْدَبَ اَشْفَارِ الْعَیْنَیْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۱۳)

ہجرت کے دوران جب آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اُمِّ مَعْبَد کے پڑاؤ کے پاس پہنچے تو وہ آپ کو دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئیں۔ آپ کے حسن کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں: فِیْ اَشْفَارِہٖ غَطَفٌ. ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پلکیں دراز ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۳۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: وَ کَانَ اَسْوَدَ الْحَدَقَةِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۱۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔ (سنن الترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۰۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ: اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَ لَيْسَ بِاَكْحَلَ.

ترجمہ: میں جب بھی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو ان میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالاں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔ (سنن الترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۰۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان مختلف روایتوں سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

☆ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔

☆ آپ کی پلکیں بھی کشادہ تھیں۔

☆ آپ کی آنکھوں کی پُتلی نہایت ہی سیاہ تھی، ان میں کسی اور رنگ کی جھلک نہیں تھی۔

☆ آپ کی آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے تھے۔

☆ آپ کی آنکھیں سرگیں تھیں۔

آپ اندازہ کریں کہ کس قدر خوب صورت ہوں گی وہ آنکھیں جن کی یہ صفات ہوں۔ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ساری کائنات میں ممتاز پیدا فرمایا اس لیے آپ کے سارے اعضا اس حسین پیرائے میں ڈھالے کہ ظاہر و باطن کے اعتبار سے آپ کے مثل کوئی نہ ہوسکا ہے نہ ہوسکے گا۔

جب بیدار ہوتے

بچپن میں آپ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں تھے۔ آپ کے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

وَ كَانَ الصِّبْيَانُ يُصْبِحُونَ رُمْصًا شُعْثًا وَ يُصْبِحُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَهِينًا كَحِيلًا.

(البدایۃ والنہایۃ، حصہ دوم، ص:۳۴۴)

ترجمہ: عام طور پر بچے جب نیند سے بیدار ہوتے تو ان کی آنکھیں بوجھل اور سر کے بال الجھے ہوئے ہوتے لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرِ انور میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حقیقت تو یہ ہے کہ معصوم فرشتے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بچپن ہی سے آپ کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اس لیے آپ کی حیات طیبہ قدرتی طور پر بچپن ہی سے سب سے جداگانہ تھی۔

کس طرح دیکھتے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی، جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو تھوڑی اوپر آنکھ اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ آپ کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ میں کیا: خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُهُ اِلَى الْاَرْضِ اَطْوَلُ مِنْ نَظْرِهِ اِلَى السَّمَآءِ. ترجمہ: آپ کی نظریں اکثر جھکی رہتیں اور آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں۔ (الشمائل المحمدیۃ للترمذی، حصہ اول، ص:۳۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ حیا اور وقار کی علامت ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر باحیا اور باوقار تھے کہ ہمہ وقت آپ کی

نگاہیں جھکی رہتی تھیں۔

نظرِ انور

حیا اور وقار سے آپ کی نگاہیں تو جھکی رہتیں مگر آپ انھی جھکی جھکی نگاہوں سے پوری دنیا کا مشاہدہ فرماتے تھے، صرف دن کی روشنی ہی میں نہیں رات کی تاریکی میں بھی یکساں دیکھتے، صرف قریب کو نہیں بعید کو بھی اسی انداز میں دیکھتے۔ چند روایتیں ملاحظہ کریں۔

نگاہ نبوت کا کمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِىْ هَاهُنَا؟ فَوَ اللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَىَّ خُشُوْعُكُمْ وَ لَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّى اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِىْ.

ترجمہ: تم میرا چہرہ قبلے کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم! تمہارا خشوع وخضوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں تمھیں اپنے پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۹۱)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّى اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِىْ بِالرُّكُوْعِ وَ لَا بِالسُّجُوْدِ وَ لَا بِالْقِيَامِ وَ لَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ اَمَامِىْ وَ مِنْ خَلْفِىْ.

ترجمہ: اے لوگو! میں تمھارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔ میں تمھیں اپنے سامنے اور پچھلی طرف (یکساں) دیکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۳۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ نگاہ نبوت کا کمال ہے۔ جس طرح آپ اپنے سامنے موجود چیزیں دیکھتے تھے اسی طرح آپ اپنی پیٹھ پیچھے موجود چیزوں کا بھی مشاہدہ فرماتے تھے، یہی نہیں بلکہ خشوع وخضوع جو کہ دل کی کیفیت کا نام ہے اسے بھی سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے اور ملاحظہ فرماتے تھے۔

روشن نگاہیں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَرٰى بِاللَّيْلِ فِى الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ مِنَ الضَّوْءِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح دن کے اُجالے میں دیکھتے تھے اسی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ ششم، ص:۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دن کی روشنی میں دیکھنا تو ہر کسی کے بس کی بات ہے مگر رات کی تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھنا جس طرح دن کی تاریکی میں نظر آتا ہے یہ کمال کی بات ہے۔ یہ فضیلت ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی کہ آپ جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے تھے اسی طرح آپ رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ آپ ہی کے صدقے میں تو دن بھی روشن ہوا ہے، آپ کے دم قدم سے چاند وسورج میں چمک دمک ہے، دنیا جو روشن ہے آپ ہی کے نور کے پرتو سے روشن ہے۔ یہ تو دنیا کی چیزیں ہوگئیں۔ آپ کے دم قدم سے تو دلوں کو بھی ایمان کی روشنی ملی اور ہزاروں تاریک دل نورِ ایمان سے جگمگانے لگے۔ آپ کی نگاہیں خود بھی روشن تھیں اور جس طرف آپ نے نگاہیں اٹھا دیں وہاں سے تاریکیاں دور ہوگئیں۔ جس پر آپ نے نظرِ رحمت فرما دی اس کی زندگی روشن اور منور ہوگئی۔

وسعتِ نظری

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کوسمیٹ دیا تو میں نے اس کے شرق وغرب پورب وپچھم کو دیکھا۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۲۱۵)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِن اللّٰـہَ قَـدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ.

ترجمہ: بے شک اللہ نے میرے لیے دنیا اٹھا کرمیرے سامنے کردی پس میں دنیا میں جو کچھ واقع ہورہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی یہ ہتھیلی دیکھ رہا ہوں۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ دوم، ص:۱۸۵)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مَـا مِـنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ رَاَیْتُہٗ اِلَّا قَدْ رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتَّی الْجَنَّۃَ وَ الـنَّـارَ. ترجمہ: کوئی ایسی شے نہیں جو میں نے نہیں دیکھی مگر اس مقام پر دیکھ لی یہاں تک کہ جنت و دوزخ (کوبھی)۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعتِ نظری کا اندازہ لگائیں۔ آپ مدینے میں موجود ہیں مگر مشرق سے مغرب تک دیکھ رہے ہیں۔ جو ہو چکا ہے وہ بھی دیکھ رہے ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ

بھی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا آپ کے سامنے ایسی ہے جیسے کوئی اپنی ہتھیلی دیکھ رہا ہو۔ دنیا و مافیہا تو درکنار آپ تو قیامت کے بعد ہونے والی چیزوں کا بھی مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ جو لوگ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا انکار کرتے ہیں اور آپ کی شان گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں انھیں ان احادیث کا مطالعہ کرنا چاہیے اور انھیں پڑھ کر اندازہ کرنا چاہیے کہ آپ کو کس حد تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے وسعتِ نظری عطا فرمائی تھی۔

کلیم وحبیب کی نگاہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَـمَّـا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَـالَ لَـنْ تَـرٰنِـیْ وَ لٰـکِـنِ انْـظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَـکَـانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا. (سورۂ اعراف، آیت:۱۴۳)

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی: اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتی تجلی کو طور پر ڈالی جس کے نتیجے میں کوہِ طور جل کر خاکستر ہو گیا اور آپ غش کھا کر گر گئے۔ یہ بے ہوشی کا عالم آپ پر ۴۰/دنوں تک طاری رہا، جب بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو اس صفاتی تجلی کے انعکاس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کا عالم یہ تھا کہ آپ سیاہ رات میں بھی تیس تیس میل کے فاصلے پر

کالے رنگ کے پتھر پر موجود چلتی ہوئی سیاہ چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

(الشفابتعریف حقوق المصطفیٰ، حصہ اول، ص:۲۰۰)

آپ اندازہ کریں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کی صفاتی تجلّی کے انعکاس سے اس قدر تیز ہوگئی تو وہ ہستی جس نے تجلیاتِ الٰہیہ کا براہِ راست مشاہدہ کیا ان کی مقدس آنکھوں کی بصارت کا کیا عالم ہوگا۔ شبِ معراج میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو نہ صرف دیکھتی رہیں بلکہ انھیں اپنے اندر جذب بھی کرتی رہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ○ ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (سورۂ نجم، آیت:۱۷)

شبِ معراج میں دیدار الٰہی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا:

رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ..... فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ.

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کو اس کی شان کے مطابق خوب صورت شکل میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اپنے سینے میں دست قدرت کی ٹھنڈک محسوس کی تو مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے میں نے سب کچھ جان لیا۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۳۶۷)

اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ وہ دیدار الٰہی کی برکت ہے کہ اس سے نگاہ مصطفیٰ اس قدر تیز ہوگئی کہ آپ ساری کائنات کا مشاہدہ کرنے لگے۔ پھر آپ کی نگاہیں تو اللہ عزوجل نے پہلے ہی سے اس قدر قوی پیدا فرمائیں کہ جلوۂ خدا دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کی نگاہیں خیرہ نہیں ہوئیں اور آپ محو حیرت نہیں ہوئے بلکہ آپ ثابت

قدم رہے اور جی بھر کے خدا کا دیدار فرمایا۔ قابل توجہ بات ہے کہ وہ نگاہ جس سے ذات خدا بھی پوشیدہ نہیں، جس نے خود خدائے تعالیٰ کی زیارت کرلی کیا اس پر کائنات کی کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

دور بینی

مجاہدین کا ایک لشکر موتہ میں قیصر کے لشکر جرار کا مقابلہ کرنے کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ جن دنوں وہاں جنگ جاری تھی ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور جنگ موتہ کے تعلق سے صحابہ کو خبر دینے لگے۔ جو مجاہد، اسلام کا پرچم اٹھاتا اور جس صورت میں شرف شہادت سے مشرف کیا جاتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں بیٹھے وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور حاضرین کو اس سے آگاہ بھی فرمارہے تھے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم اٹھایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اب خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام کا علم اٹھالیا ہے، اب لڑائی کی بھٹی گرم ہوگئی ہے۔

کچھ دنوں بعد حضرت یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ موتہ کی فتح کی خبر سنانے کے لیے مدینۂ طیبہ حاضر ہوئے، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْ شِئْتَ اَخْبِرْنِیْ وَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُکَ.

ترجمہ: اگر تم چاہو تو وہاں کے حالات ہمیں سناؤ اور اگر چاہو تو میں تمھیں وہاں کے حالات سناتا ہوں۔

حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ سنائیے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں کے تفصیلی حالات مسلمانوں کو بتائے۔ سن کر ابویعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جو کچھ میدانِ جنگ میں یہاں سے سیکڑوں میل دور وقوع پذیر ہوا

بِعَینِہٖ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ سب کا سب بیان کر دیا۔ آپ بے ساختہ پکار اٹھے:

وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا تَرَکْتَ مِنْ حَدِیْثِھِمْ حَرْفًا.

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپ نے وہاں کی کوئی بات نہیں چھوڑی۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۴۳۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مدینۂ منورہ میں رہ کر سیکڑوں میل دور کا مشاہدہ کرنا اور جو حالات وہاں پیش آئے حرف بہ حرف بیان کر دینا یقیناً نگاہ نبوت کا اعجاز ہے۔

حوضِ کوثر پر نظر

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنگ اُحد کے آٹھ سال بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداے اُحد کے پاس تشریف لے گئے، ان کے لیے دعائیں فرمائیں اور الوداع فرمایا پھر مسجدِ نبوی تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ وَ اَنَا عَلَیْکُمْ شَھِیْدٌ وَ اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ مِنْ مَقَامِیْ ھٰذَا وَ اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَ لٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْھَا.

(صحیح بخاری، حصہ پنجم، ص:۹۴)

ترجمہ: میں تمھارا پیش رَو ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ تمھاری اور میری ملاقات قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگی، میں آج بیٹھا ہوا یہاں سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے قطعاً اس چیز کا اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کروگے، مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا کی تلاش میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہوگے اور اس کی وجہ سے ہلاک ہوگے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نگاہ نبوت صرف موجودہ

حالات ہی نہیں دیکھتی تھی بلکہ آئندہ جو ہونے والا ہے اس کا بھی مشاہدہ فرماتی تھی اسی لیے تو فرمادیا کہ مجھے تم پر شرک کا خوف نہیں ہے لیکن دنیا کے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے۔ آج حالات ایسے ہی ہوگئے ہیں، مسلمان شرک سے تو دور ہیں، رب کی وحدانیت اور رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور اسے دل و جان سے تسلیم تو کرتے ہیں مگر دنیا کے فتنے میں پڑ کر اپنے معبود اور اپنے خالق کو بھول گئے ہیں، دنیوی لذتوں میں اس طرح ڈوب گئے ہیں کہ اسلامی احکام کو پس پشت ڈالنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے۔ دوسری بات جو اس روایت میں قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی کے منبر شریف پر جلوہ افروز ہیں اور وہیں سے حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اکبر! اللہ عزوجل نے کس قدر کمال عطا فرمایا تھا نگاہ نبوت کو۔

میلوں دور سے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم غزوۂ تبوک کے سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، صبح سورج طلوع ہوا، اس کی روشنی اور چمک دمک بالکل الگ نوعیت کی تھی، پہلے سورج کبھی اس طرح طلوع نہیں ہوا تھا۔ اسی دوران حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: اے جبرئیل! کیا وجہ ہے کہ آج صبح سورج کی ضیا پاشیاں معمول سے بہت زیادہ تھیں؟ حضرت جبرئیل امین نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ کے ایک صحابی حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی مدینے میں وفات پا گئے ہیں، ان کے جنازے میں شرکت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ستر ہزار فرشتے بھیجے ہیں، یہ چمک دمک انھی کی وجہ سے تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: کس عمل کے بدلے میں یہ عزت و شان اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائی ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی:

کَانَ یُکْثِرُ قِرَاءَۃَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ بِاللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ فِیْ مَمْشَاہُ وَ قِیَامِہٖ وَ قُعُوْدِہٖ.

ترجمہ: وہ رات و دن چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے سورۂ اخلاص کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی: کیا میں آپ کے لیے زمین سمیٹ دوں کہ آپ نمازِ جنازہ پڑھ لیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، حصہ چہارم، ص:۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اُس وقت سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینۂ منورہ سے کافی دوری پر تھے، زمین آپ کے لیے اس قدر سمیٹ دی گئی کہ حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ آپ کے سامنے تھا۔ آپ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

اس روایت میں ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ سورۂ اخلاص کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اکثر اوقات سورۂ اخلاص اپنی زبان پر جاری رکھتے تھے۔ اس عمل کی برکت سے اللہ عزوجل نے آپ کو وہ فضل و شرف عطا فرمایا کہ آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے ستّر ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہوئے۔ ہم بھی آسانی سے یہ عمل کر کے اس کی برکت سے اللہ کی بارگاہ میں فضل و شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ عمل تو بہت بھاری نہیں ہے مگر اس کا ثواب اور جزا یقیناً بھاری ہے۔

آسمان پر نظر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ثریا میں گیارہ ستارے دیکھ رہا ہوں۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، حصہ اول، ص:۶۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظروں کی قوت پر قربان جائیے۔ وہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان پر موجود ثریا کے گیارہ ستارے دیکھ رہے ہیں جب کہ علمِ نجوم کے ماہرین نے بڑی بڑی طاقتور دوربینوں سے ثریا کے ستارے گننے کی کوشش کی اور وہ زیادہ سے زیادہ سات ستارے ہی دیکھ سکے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے جو قوتِ بینائی عطا فرمائی اس کا اندازہ ہم مذکورہ روایت سے لگا سکتے ہیں۔

دور دراز تک دیکھ لیتے

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم فرمایا، خندق کھودنے کے دوران ایک مقام پر ایک چٹان حائل ہو گئی جس میں کدال چل ہی نہیں پا رہی تھی۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ چٹان کی طرف اترے، کدال لی اور جیسے ہی آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کدال ماری ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ قُصُوْرَھَا الْحُمْرَ مِنْ مَّکَانِیْ ھٰذَا.

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں اور خدا کی قسم میں شام کے لال محلات یہیں سے دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی اور چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اُعْطِیتُ مَفَاتِیحَ فَارِسَ وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ الْمَدَائِنَ وَ اُبْصِرُ قَصْرَهَا الْاَبْیَضَ مِنْ مَّکَانِیْ هٰذَا.

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، مجھے ملکِ فارس کی کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم میں مدائن اور اس کا قصرِ ابیض (سفید محل) یہیں سے دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور چٹان کا بقیہ ایک تہائی حصہ بھی اکھڑ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ، وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّکَانِیْ هٰذَا.

(ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم میں یہیں سے صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔) (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۳۰، ص:۶۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آپ نے یہ بھی مشاہدہ فرمایا کہ عن قریب ملک شام، ملکِ فارس اور ملکِ یمن فتح ہوگا اور مدینۂ طیبہ میں رہتے ہوئے آپ نے ملکِ شام کے سرخ محلات، ملکِ فارس کا قصرِ ابیض اور ملکِ یمن کے دروازوں کا بھی مشاہدہ فرمالیا۔ یقیناً یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے جو اس نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرمایا۔

حضور کی خصوصیت

حضرتِ عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک

وتعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: میں نے ان سے عرض کی: کیا سچ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نَعَمْ، جَعَلَ الْکَلَامَ لِمُوْسٰی وَ الْخُلَّةَ لِاِبْرَاهِیْمَ وَ النَّظْرَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: ہاں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور اپنے دیدار کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخصوص فرمایا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ نہم، ص:۱۵۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دیگر انبیاے کرام علیہم السلام اپنے اپنے اوصاف کے ساتھ مشہور ہوئے مگر سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر وہ خوبی دی گئی جو دیگر انبیا میں موجود تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ متعدد ایسی خوبیاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں جو دیگر انبیا میں موجود نہیں تھیں۔ انھیں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا دیدار کرایا۔

• • •

رخسارِ مبارک

چہرے کا حسن و جمال کافی حد تک رخساروں کے حسن پر بھی موقوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار بھی اس قدر حسین بنائے تھے کہ وہ آپ کے حسن پر چار چاند لگاتے تھے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسارِ مبارک کے حوالے سے چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

رُخسارِ مبارک کی ہیئت

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سَھْلَ الْخَدَّیْنِ. ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ہموار تھے۔ (الشمائل المحمدیہ للترمذی، حصّہ اول، ص:۳۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اَسْھَلَ الْخَدَّیْنِ کی جگہ اَسْیَلَ الْخَدَّیْنِ مذکور ہے۔ اس لیے ان دونوں الفاظ کے معانی سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اَسْھَلُ ،سَھْلٌ سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے ہموار۔ ''اَسْیَلُ'' کا معنی شیخ محمد بن یوسف صالحی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

لَیْسَ فِیْ خَدَّیْہِ نُتُوْءٌ وَ ارْتِفَاعٌ وَ قِیْلَ: اَرَادَ اَنَّ خَدَّیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَسِیْلَانِ قَلِیْلَا اللَّحْمِ رَقِیْقَا الْجِلْدِ.

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسارِ مبارک میں غیر موزوں بلندی نہ تھی اور کہا جاتا ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ''اَسیلان'' تھے یعنی ان پر گوشت کم اور ان کی جلد نرم تھی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۲۹)

رخسارِ مبارک کا رنگ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم اَبْیَضَ الْخَدِّ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسارِ مبارک نہایت ہی چمک دار تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۲۹)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم اَبْیَضَ الْخَدَّیْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سفید رنگ کے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۲۹)

● ● ●

مبارک بھنویں

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ فِيْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابرو مبارک (کمان کی طرح) خم دار، باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو جلال کی حالت میں ابھر آتی۔ (الشمائل المحمدیہ للترمذی، حصہ اول، ص:۳۴)

دوسری روایت اس طرح ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم دَقِيْقَ الْحَاجِبَيْنِ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابرو مبارک نہایت باریک تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۲۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا، اس کا اندازہ روئے منور کو بہ غور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالات میں یوں لگتا تھا کہ ان کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں، جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَقْرُوْنَ الْحَاجِبَيْنِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس ابرو آپس میں متصل تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۲۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دونوں روایتوں میں بہ ظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے کہ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جب کہ

دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ علامہ ابو الفرج علی بن ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کرتے ہیں: لِاَنَّ الْفُرْجَةَ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ حَاجِبَيْهِ يَسِيْرَةٌ، لَا تَبَيَّنُ اِلَّا لِمَنْ دَقَّقَ النَّظْرَ. ترجمہ: اس لیے کہ دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بہ غور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ، حصہ سوم، ص:۴۶۸)

• • •

گیسوے مبارک

پچھلے صفحات پر اس بات کا ذکر ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفوں کا تذکرہ قرآنِ مقدس میں فرمایا ہے جس سے ان کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم کے دیگر اعضا بڑے حسین پیرائے میں ڈھالے ہیں اسی طرح آپ کی زلفوں کو بھی نہایت حسین بنایا۔ چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

زلفوں کی ہیئت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ شَعْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَجِلًا لَا جَعْدَ وَ لَا سَبِطَ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خم دار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانی نوعیت کی تھیں۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! زلفیں رکھنا یعنی بال مناسب مقدار میں بڑے رکھنا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ کی زلفوں کی لمبائی کتنی تھی اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ مذکورہ روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفیں بھی بڑی حسین تھیں۔ اس لیے کہ بال بالکل سیدھے ہوں تب بھی اتنے حسین نہیں لگتے اور بالکل خم دار اور گھنگھریالے ہوں تب بھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفوں کو درمیانی کیفیت عطا فرمائی، نہ بالکل سیدھی تھیں اور نہ ہی گھنگھریالی تھیں۔

زلفوں کی کیفیت

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، شَعْرُهٗ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ.

ترجمہ: میں نے کانوں کی لو سے نیچے لٹکتی زلفوں والا سرخ جبہ پہنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۸۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوے عنبریں کی مختلف کیفیتیں ان کی لمبائی مدِ نظر رکھتے ہوئے بڑے اچھوتے اور دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے۔ اگر آپ کی زلفیں چھوٹی ہوتیں اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کانوں کی لو چھونے لگتیں تو وہ پیار سے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ذی لُمّۃ" کہہ کر پکارتے یعنی چھوٹی زلفوں والا۔ اسی طرح زلفوں کی لمبائی کے اعتبار سے الگ الگ القاب سے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابۂ کرام یاد کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آئندہ روایتوں میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

بالوں میں مہندی لگاتے

ایک دفعہ حضرت ابو رِمثہ تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدِ گرامی کے ساتھ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے ہم نشینوں سے ان حسین لمحات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفِ عنبریں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا: لَهٗ لِمَّةٌ بِهَا رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ. ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زلفیں آپ کے کانوں کی لو سے نیچے تھیں جن کو

مہندی لگا کر رنگا گیا تھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ ۲۹، ص: ۴۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بالوں میں مہندی لگانا سُنّتِ رسول ہے اور سائنسی نظریے کے اعتبار سے بھی اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ اس لیے بالوں میں مہندی لگانی چاہیے مگر آج کل جو پیکٹ وغیرہ میں ریڈی میڈ مہندی ملتی ہے ان سے پرہیز کرتے ہوئے مہندی کے پودوں سے ان کی تازہ پتیاں لے کر انھیں استعمال کرنا چاہیے کہ اس میں سنت کی ادائیگی بھی ہے اور دیگر فوائد بھی۔

یہاں ایک بات اور عرض کر دوں کہ بہت سے مرد مسئلے سے واقف نہ ہونے کی بنیاد پر اپنے ہاتھوں پر مہندی لگاتے ہیں، خاص کر شادی وغیرہ کے موقع پر رسم ہے کہ دولھے کو مہندی لگائی جاتی ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ مردوں کے لیے صرف سر اور داڑھی کے بالوں میں یا بدن کے کسی حصے پر علاج کی نیت سے مہندی لگانا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

بالوں کی لمبائی

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی زلفِ مشک بار کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ذَا وَفْرَةٍ.

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص: ۱۲۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معنبر زلفیں کچھ بڑھ جاتیں اور کانوں کی لو سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو "ذِیْ وَفْرَۃٍ" (لٹکتی ہوئی زلفوں والے) کہنے لگتے۔

یہاں ایک بات اور بتاتا چلوں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن دنوں زیادہ

مصروف رہتے ان دنوں میں آپ کی زلفیں کچھ بڑھ جایا کرتی تھیں مگر روایتوں میں یہی ملتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ آپ کی زلفیں آپ کے شانوں تک پہنچتی تھیں اس سے زیادہ لمبے بال آپ نہیں رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهٗ مَنْكِبَيْهِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفیں کاندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص: ۱۸۱۹)

گذشتہ روایت اور اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفیں کم سے کم کانوں کی لو تک اور زیادہ سے زیادہ کاندھوں تک ہوا کرتی تھیں۔ لہٰذا سنت یہی ہے کہ عموماً کانوں کی لو تک بال رکھے جائیں اور اگر مصروفیات کی وجہ سے بال کچھ بڑھ جائیں تو کاندھوں تک پہنچنے سے پہلے پہلے ترشوا لیے جائیں۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفوں کی لمبائی زیادہ سے زیادہ کاندھوں تک ہی ملتی ہے۔

بالوں کا رنگ

حضر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَدِيْدَ سَوَادِ الرَّأْسِ وَ اللِّحْيَةِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریشِ مبارک کے بال گہرے سیاہ رنگ کے تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص: ۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! گورے اور حسین چہرے میں کالے بالوں سے جو حسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے وہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں کا رنگ بھی ایسا کیا جو آپ کے حسن کو دوبالا کرے۔

مانگ نکالتے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اَنَا فَرَّقْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَأْسَہٗ، صَدَعْتُ فَرْقَہٗ عَنْ یَافُوْخِہٖ وَ اَرْسَلْتُ نَاصِیَتَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ.

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کی اور درمیان میں مانگ نکال دی، مانگ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان تھی۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۴۳، ص:۳۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بالوں کے درمیان سے مانگ نکالنا سنت ہے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح مانگ نکالا کرتے تھے، آج ہم نے یہ سنت بھی چھوڑ دی ہے۔ اولاً تو ہمارے بال چھوٹے ہیں اور ثانیًا ہم مانگ نکالتے ہیں تو عجیب وغریب انداز میں نکالتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بال رکھیں اور اسی کے مطابق مانگ نکالیں۔

بعض اوقات تو دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے بال بڑے کیے یا بیچ میں سے مانگ نکالی اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسے بال کیوں رکھے اور ایسی مانگ کیوں نکالی تو اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ فلاں ہیرو یا فلاں ایکٹر نے ایسا رکھا ہے اس لیے ہم اس کی اسٹائل اپنا رہے ہیں۔ غور کیجیے! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اپنانے میں ہماری جان جاتی ہے اور اگر کسی ایکٹر کی نقل کرنے کی بات آئے تو ہم بے دریغ کرنے لگتے ہیں جب کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اتباعِ سنت ہمیں جنت کی طرف لے جائے گی اور ایکٹرس کی نقالی ہمیں جہنم کی طرف لے جائے گی۔

جبینِ اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانیِ مبارک کشادہ اور روشن تھی۔ آپ کی پیشانیِ مبارک کی کیفیات وصفات کے تعلق سے متعدد روایتیں ملتی ہیں۔

کشادہ پیشانی

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے آپ کی پیشانی کی صفت ان الفاظ میں بیان فرمائے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔

(شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۲۲)

اسی طرح حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے تو کہتے: کَانَ مُفَاضَ الْجَبِیْنِ. ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جبینِ اقدس کشادہ تھی۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۵)

اللہ رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کی خبر دی اور آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارکہ بیان فرماتے ہوئے آپ کی جبینِ اقدس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا: صَلْتُ الْجَبِیْنِ. ترجمہ: وہ نبی کشادہ پیشانی والے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ، ناشر: دار احیاء التراث العربی، حصہ دوم، ص:۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان روایتوں سے پتہ چلا

کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے بلکہ انبیاے سابقین کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب آپ کے حلیے سے آگاہ فرمایا تو اس میں اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ آپ کشادہ پیشانی والے ہیں۔

روشن پیشانی

حافظ ابن ابی خیثمہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَجْلَى الْجَبِيْنِ، اِذَا طَلَعَ جَبِيْنُهٗ مِنْ بَيْنِ الشَّعْرِ اَوْ طَلَعَ مِنْ فَلَقِ الشَّعْرِ اَوْ عِنْدَ اللَّيْلِ اَوْ طَلَعَ بِوَجْهِهٖ عَلَى النَّاسِ، تُرَائِيْ جَبِيْنُهٗ كَاَنَّهُ السِّرَاجُ الْمُتَوَقِّدُ يَتَلَاْلَاُ، كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی روشن تھی، جب موے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی یا دن کے وقت ظاہر ہوتی یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دل کش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اٹھتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۲۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آپ کی روشن پیشانی کی وصف بیانی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ میں کی ہے:

مَتٰى يَبْدُ فِي اللَّيْلِ الْبَهِيْمِ جَبِيْنُهٗ
يَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ

ترجمہ: جب تاریک رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے تاریکی میں چراغ روشن ہو۔

اس سے پتہ چلا کہ آقاے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانیِ مبارک اس قدر روشن تھی کہ اس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہوئی نظر آتیں۔

نور کی شعاعیں

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

فَجَعَلَ جَبِيْنُهٗ يَعْرَقُ وَ جَعَلَ عَرَقُهٗ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا فَبُهِتُّ فَنَظَرَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: مَا لَكِ يَا عَائِشَةُ بُهِتِّ؟ قُلْتُ: جَعَلَ جَبِيْنُكَ يَعْرَقُ وَ جَعَلَ عَرَقُكَ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا وَ لَوْ رَاٰكَ اَبُوْ كَبِيْرٍ الْهُذَلِيُّ لَعَلِمَ اَنَّكَ اَحَقُّ بِشِعْرِهٖ.

ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا، اس پسینے کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھی۔ میں وہ حسین منظر دیکھ کر مبہوت ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! تمھیں کیا ہوگیا؟ میں نے عرض کیا: آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابو کبیر ہذلی آپ کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کے مصداق حضور ہی ہیں۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ گفتگو سنی تو از راہِ استفسار فرمایا: ابو کبیر ہذلی نے کون سا شعر کہا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

فَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

ترجمہ: جب میں نے اُن کے رخِ روشن کو دیکھا تو اس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، حصہ ہفتم، ص:۶۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کبھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی شیشے پر پانی کے کچھ قطرے پڑے ہوں اور ان پر روشنی پڑتی ہے تو وہ قطرے موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ بس سمجھانے کے لیے یہ مثال پیش کی گئی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی سے نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں تو جب آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آتے تو اس قدر چمکتے کہ محسوس ہوتا جیسے موتیاں بکھری ہوئی ہیں۔

•••

دہنِ مبارک

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دہن مبارک جس سے آپ وحیِ الٰہی کی ترجمانی کرتے تھے اسے بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی انوکھے امتزاج کے ساتھ پیدا فرمایا تھا۔ آپ کے چہرۂ انور سے آپ کا دہن مبارک کس قدر مطابقت رکھتا تھا اس کی مکمل کیفیت در حقیقت وہی حضرات بیان کر سکتے ہیں جنھوں نے بہ چشمِ خود آپ کی زیارت کی ہے۔

دہنِ مبارک کی ہیئت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دہنِ مبارک فراخ تھا۔

(جامع ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۰۳)

اسی طرح حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ماموں حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْنَبَ، مُفَلَّجَ الْاَسْنَانِ.

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دہنِ مبارک وسیع تھا، دانت موتیوں کی طرح چمکتے رہتے تھے اور دندانِ مبارک آپس میں بھنچے ہوئے نہ تھے بلکہ درمیان میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس طرح اللہ عزوجل نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیگر اعضا بڑے خوب صورت بنائے تھے اسی

طرح اس نے آپ کے دہن مبارک اور آپ کے دانتوں کو بھی انتہائی حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ تبھی تو صحابیٔ رسول والہانہ شوق میں بڑے حسین الفاظ میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

نور کی کرن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ، اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ.

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دانت بھنچے ہوئے نہ تھے بلکہ درمیان میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا، جب آپ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ آپ کے دندانِ مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایسا کیوں نہ ہو۔ جب حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے والے الفاظ وحیِ الٰہی ہوا کرتے تھے تو ان الفاظ سے نور کی شعاعیں کیوں نہ پھوٹیں۔ پھر جب دندانِ مبارک خود اتنے حسین کہ موتیوں جیسے معلوم ہوں تو ان کے درمیان سے نور کی کرن پھوٹنا کوئی بعید بات نہیں ہے۔ الحاصل، اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضا بڑے حسین پیرائے میں ڈھال کر بنائے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ حسن و جمال کے ایسے پیکر ہیں کہ آپ کے مثل کوئی نہیں۔

منبعِ حق

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا لکھ لیتا، میں اسے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے قریش نے اس سے منع کیا اور کہا: کیا تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر بات لکھ لیتے ہو جب کہ آپ بھی بشر ہیں، آپ

جلال میں بھی گفتگو کرتے ہیں اور خوشی میں بھی۔

یہ سن کر میں نے لکھنا بند کر دیا۔ ایک مرتبہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے دہنِ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ. ترجمہ: لکھ لیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یقیناً حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والا لفظ لفظ لکھ کر محفوظ کر لینے کے قابل ہے۔ اس لیے کہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے تھے، آپ جو کہتے تھے وحیِ الٰہی ہوا کرتی تھی۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى o

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ (سورۂ نجم، آیت:۳-۴)

یہی وجہ ہے کہ اسی دور سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ہر بات لکھ کر محفوظ کرنے میں کافی محنت کی ہے اور آج احادیث مبارکہ کا ایک بڑا ذخیرہ مشعلِ راہ کی حیثیت سے ہمارے پاس موجود ہے۔

اس روایت میں خصوصیت کے ساتھ ایک بات قابلِ غور ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلال کی حالت میں بھی حق بات ہی ارشاد فرماتے تھے۔ آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ بڑی تعداد میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو غصے کی حالت میں اس قدر بے قابو ہو جاتے ہیں کہ گالی گلوچ شروع کر دیتے ہیں بلکہ ایک بڑا طبقہ

ایسا بھی ہے جو ہر بات میں گالیاں دیتا ہے۔آپ غور کریں کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہماری رہ نمائی کے لیے ارسال فرمایا اور جن کی اتباع میں ہمارے لیے دونوں جہاں کی کامیابی ہے ان کی کیفیت یہ ہے کہ جلال کے عالم میں بھی آپ حق بات ہی فرماتے اور ایک ہم ہیں کہ ہمارا ہر جملہ گالیوں کی آمیزش کے ساتھ نکلتا ہے۔ہمیں اپنے اندر کافی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

• • •

لعابِ دہن بابرکت

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن میں بڑی برکت تھی۔اس لیے کہ یہ بات مسلّم ہے کہ جس چیز کو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے وہ چیز بابرکت ہو جایا کرتی ہے۔لعابِ دہن کے فضائل و برکات کے حوالے سے متعدد روایتیں ملتی ہیں کہ کوئی کھانے یا پینے کی چیز تھوڑی تھی یا کنویں میں تھوڑا پانی تھا اور آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن اس میں ڈال دیا،اس کی برکت سے وہ چیز جو چند لوگوں کے لیے بھی ناکافی تھی اس سے ہزاروں یا لاکھوں لوگ مستفیض ہوئے۔اسی طرح بہت سی روایتیں ایسی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے زخم پر لعابِ دہن لگا دیا اور زخم آناً فاناً اس طرح اچھا ہو گیا کہ ایسا معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کبھی زخم بھی تھا۔

بینائی لوٹ گئی

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد انھیں ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے،اس وقت ان کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئی تھیں اور بینائی ختم ہو گئی تھی۔حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: تمھیں کیا ہوا ہے؟ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ایک دفعہ میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا،اُس وقت سے میری بینائی سلب ہو گئی اور آنکھیں سفید ہو گئیں۔حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھونک ماری جس میں کچھ لعابِ دہن کی بھی آمیزش تھی،اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ کو

اسّی سال کی عمر میں دیکھا کہ اگر چہ آنکھوں کی سفیدی تو باقی تھی لیکن بینائی اتنی تیز تھی کہ اس عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حصہ ششم، ص:۳۲۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس قدر فوائد رکھے ہیں کہ بینائی بالکل ختم ہوگئی تھی اور آنکھوں کی پُتلی بالکل سفید ہو چکی تھی مگر سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بینائی واپس لوٹا دی اور نہ یہ کہ صرف بینائی لوٹ گئی بلکہ آخری عمر تک باقی بھی رہی اور اسی قوت کے ساتھ کہ اسّی سال کی عمر میں بھی بلا تکلف سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔

کٹا ہوا بازو

حضرت خباب عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:
میرے دادا خُبیب کو کسی لڑائی کے دن سخت چوٹ لگی اور ان کا ایک بازو کٹ کر نیچے لٹک گیا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو اپنا کٹا ہوا بازو دکھایا۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر لعابِ دہن لگایا اور دونوں حصے جوڑ دیے، وہ ایسا مل گیا گویا کٹا ہی نہ تھا۔ اسی بازو سے انھوں نے اپنے اس دشمن پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حصہ ششم، ص:۴۰۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کیا آج کے زمانے کے بڑے بڑے طبیبوں اور سرجنوں میں یہ طاقت ہے کہ کٹے ہوئے بازو کو آن کی آن میں اس طرح جوڑ دیں کہ فوراً ہی اسے دشمن پر حملے کے لیے استعمال کیا جانے لگے؟ ہرگز نہیں۔ اگر یہ طاقت کسی میں ہے تو وہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ

اس کی برکت سے آن کی آن میں حضرت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا خُبیب کا کٹا ہوا بازو نہ صرف یہ کہ جُڑ گیا بلکہ فوراً ہی اس لائق بھی ہوگیا کہ اس سے دشمن پر حملہ کیا جا سکے۔

آنکھ کا ڈھیلا

حضرت عبد الرحمٰن بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:
جنگِ اُحد میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک آنکھ کسی دشمن کے تیر سے نکل گئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ڈھیلا اس کے حلقے میں رکھا اور اپنا لعابِ دہن اس پر لگا دیا۔ درد فوراً بند ہو گیا اور آنکھ ایسی درست ہوئی کہ دوسری آنکھ سے بہتر دکھائی دیتی تھی۔
(مسند ابی یعلی، حصہ سوم، ص:۱۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ فضیلت صرف حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کو حاصل ہے۔ زخم پر لگا دیتے، زخم فوراً اچھا ہو جاتا۔ سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ آنکھوں کے ڈھیلوں میں ایک سیّال مادّہ ہوتا ہے کہ اگر آنکھ میں کچھ دھنس گیا اور وہ مادہ بہہ گیا تو آنکھ کی بینائی کبھی واپس نہیں آ سکتی۔ اس روایت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، آنکھ کا ڈھیلا باہر آ گیا مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت سے آنکھ اس طرح اچھی ہوگئی کہ پہلے سے بھی اچھی لگنے لگی۔

لکنت دور ہوگئی

حضرت بشیر بن عقبہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنگِ اُحد میں میرے باپ قتل ہو گئے، میں روتا ہوا بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ میں تمھارا باپ اور عائشہ تمھاری ماں ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جہاں آپ کا دستِ مبارک پھرا وہاں اب تک بڑھاپے

میں بھی بال سیاہ ہیں اور باقی سفید۔ میری زبان میں لُکنت تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا، لکنت ختم ہوگئی۔ آپ نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کی: بُحَیر۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بَلْ اَنْتَ بَشِیْرٌ. (ترجمہ: بلکہ تم بشیر ہو۔) اس وقت سے میں اسی نام سے مشہور ہوگیا۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ دوم، ص:۱۳۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستِ اقدس جہاں پڑ جائے وہ جگہ آباد ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت بشیر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے جس حصے پر آپ نے ہاتھ پھیرا اُس حصے کے بال آپ کے بڑھاپے تک سیاہ رہے، سفید نہیں ہوئے۔ دوم یہ کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لُعابِ دہن کی برکت سے حضرت بشیر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان کی لُکنت دور ہوگئی۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ کے لعابِ دہن میں ان پیدائشی بیماریوں سے بھی شفا ہے جن کا علاج اب تک نہ سائنس ڈھونڈ سکی ہے اور نہ ہی ڈھونڈ سکے گی۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کا نام اچھا نہ ہو تو بڑوں کو چاہیے کہ اس کا نام بدل دیں جیسا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بشیر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بدل دیا تھا۔

خبیث جن سے نجات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

ہم غزوۂ ذات الرِّقاع کے لیے نکلے، جب ہم مقام "حَرۃُ وَاقِم" پر پہنچے تو ایک بَدوی عورت اپنے بچے کو لیے ہوئے حاضرِ خدمت ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ میرا بیٹا ہے اس پر جن غالب ہوگیا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا: اُسے میرے قریب کرو۔ اس نے قریب کیا۔ آپ نے فرمایا: اس کا منہ کھولو۔ اُس عورت نے اُس کا منہ کھولا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور تین مرتبہ فرمایا: اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ. ترجمہ: دور ہو جا اے اللہ کے دشمن، میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر اس بدوی عورت سے فرمایا: اپنے بچے کو لے جاؤ، کوئی جن اسے تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ نہم، ص:۵۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ حقیقت ہے کہ انسانوں پر جنات کی سواری آتی ہے، جو خبیث جن ہیں وہ انسانوں کو بہت پریشان کرتے ہیں اور جب ان کا علاج کیا جاتا ہے تو بڑی مشکل سے ان سے نجات ملتی ہے۔ اس روایت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ بچہ جسے خبیث جن پریشان کیا کرتا تھا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت سے اسے اس جن سے فوراً نجات مل گئی اور پھر دوبارہ وہ پلٹ کر اس کی طرف نہیں آیا۔

جلا ہوا بدن

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بچہ تھا اُبلتی ہوئی ہنڈیا مجھ پر آگری جس سے میرا تمام جسم جل گیا۔ میرے والد فوراً مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، انھوں نے میرے بدن پر اپنا لعاب دہن ڈالا، اپنا دستِ مبارک تمام جلی ہوئی جگہ پر مل دیا اور زبانِ مبارک سے پڑھا: اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ. ترجمہ: اے تمام مخلوق کے پروردگار اس کی یہ تکلیف دور فرما۔ میں اسی وقت تندرست ہو گیا گویا مجھے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ دوم، ص:۱۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بدن کا کوئی حصہ آگ یا اور کسی گرم چیز سے جل جاتا ہے تو علاج و معالجے کے بعد بھی اس کے اثرات باقی رہتے

ہیں، جلد سکڑ جاتی ہے اور چمڑے کا رنگ بدل جاتا ہے مگر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت دیکھیے کہ آپ نے جب حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر مل دیا تو نہ یہ کہ صرف جلا ہوا حصہ صحیح ہو گیا بلکہ اس کا نشان بھی باقی نہیں رہا اور کوئی دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کے بدن کا وہ حصہ کبھی جلا بھی تھا۔

• • •

دندانِ مبارک

دانتوں سے بھی چہرے کے حسن پر کافی نکھار آتا ہے۔ جس کے دانت خوب صورت اور مناسب انداز کے ہوتے ہیں اس کے چہرے پر خاص طور پر مسکراہٹ کے وقت ایک انوکھا نکھار ہوتا ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک بھی اس قدر حسین تھے کہ آپ جب مسکراتے تو آپ کے موتی جیسے دانت آپ کا حسن دوبالا کر دیتے۔ آپ کے دندان مبارک کی صفات ان الفاظ میں احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ، اِذَا تَكَلَّمَ يُرٰى كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنِيَّتَيْهِ.

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں فاصلہ تھا، جب گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ یازدہم، ص: ۴۱۶)

جب مسکراتے

حضرت ابو الفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اِذَا افْتَرَّ ضَاحِكًا افْتَرَّ عَنْ مِّثْلِ سَنَا الْبَرْقِ وَ عَنْ مِّثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ، اِذَا تَكَلَّمَ رُئِىَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ ثَنَايَاهُ.

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبسم فرماتے تو دندانِ مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے، جب گفتگو فرماتے تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندانِ مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، حصہ اول، ص: ۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک بالکل صاف وشفاف اور نہایت چمک دار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ مسکراتے تو آپ کے دندانِ مبارک سے نور کی کرن پھوٹتی اور اور جب گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا گویا آپ کے دہنِ مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کی صفات میں چند مزید روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دندانِ مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَفْتَرُّ عَنْ مِّثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، حصہ ششم، ص:۳۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا، جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ نصب کر دیا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَسَنَ الثَّغْرِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام دانت مبارک نہایت خوب صورت تھے۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۵)

امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دندانِ مبارک کو چمک دار موتی سے تشبیہ دی ہے۔ آپ اپنے قصیدے کے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

كَـاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِىْ صَدَفٍ
مِـنْ مَـعْـدِنَـىْ مُـنْـطِقٍ مِّنْـهُ وَ مُتَبَسِمِ

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دانت مبارک اس خوب صورت چمکدار موتی کی طرح ہیں جو ابھی سیپ سے باہر نہیں نکلا۔

ان روایات اور اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک بھی بڑے حسین بنائے تھے۔ آپ کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے تھے، ان سے نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں اور مسوڑوں میں اس تناسب کے ساتھ جڑے ہوئے تھے گویا انگوٹھی میں نگینے نصب کر دیے گئے ہوں۔

• • •

ناک مبارک

ناک کی وضع بھی انسانی چہرے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ چہرے کی مناسبت سے ناک کا چھوٹی یا لمبی ہونا چہرے کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے حسن و جمال کے اعتبار سے آپ کی بینیِ مبارک بھی بڑی حسین تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ دَقِیْقَ الْعَرْنَیْنِ. ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بینیِ مبارک حسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۸)

نور پھوٹتا

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَقْنَی الْعَرْنَیْنِ، لَہٗ نُوْرٌ یَّعْلُوْہُ، یَحْسَبُہٗ مَنْ لَمْ یَتَاَمَّلْہُ اَشَمَّ.

ترجمہ: حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں۔ جو شخص بینیِ مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلند بینی والا خیال کرتا۔ (حالاں کہ ایسا نہیں تھا)

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناک مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب سے نوازا تھا کہ اس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ ●●●

کانِ مبارک

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان مبارک بھی نہایت ہی حسین و جمیل اور بڑے چمک دار تھے۔ چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

تَخْرُجُ الْاُذُنَانِ بِبَیَاضِہِمَا مِنْ تَحْتِ تِلْکَ الْغَدَآئِرِ، کَاَنَّمَا تُوْقَدُ الْکَوَاکِبُ الدُّرِّیَّۃُ بَیْنَ ذٰلِکَ السَّوَادِ.

ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۳۰۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا گیا تو ایک یہودی عالم نے مجھے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک بیان کرنے کے لیے کہا۔ جب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا مبارک بیان کر چکا تو اس یہودی عالم نے کچھ مزید بیان کرنے کے لیے کہا۔ میں نے کہا: اس وقت مجھے اتنا ہی یاد ہے۔ اس یہودی عالم نے کہا: اگر مجھے اجازت ہو تو مزید حلیۂ مبارک میں بیان کروں۔ اس کے بعد وہ یوں گویا ہوا:

فِیْ عَیْنَیْہِ حُمْرَۃٌ، حَسَنُ اللِّحْیَۃِ، حَسَنُ الْفَمِ، تَآمُّ الْاُذُنَیْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ اقدس میں سرخ ڈورے ہیں، ریش مبارک نہایت خوب صورت، دہنِ اقدس حسین و جمیل اور دونوں کان مبارک (حسن و جمال میں) مکمل ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تآمُّ الاُذنین کا مطلب

یہ ہے کہ کان سر کے بالکل مناسب ہوں۔ سر کے اعتبار سے ان کی لمبائی اور چوڑائی ہو کہ دیکھنے میں بہت بہتر معلوم ہوں۔ اس لیے کہ اگر سر کے اعتبار سے کان بڑا ہو یا چھوٹا ہو تو چہرے کی خوب صورتی درجۂ کمال کو نہیں پہنچ پاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان مبارک بھی انتہائی خوب صورت اور آپ کے چہرۂ مبارکہ کے بالکل مناسب بنائے تھے۔

سماعت

عام انسانوں کے کان مخصوص فاصلے تک سننے کی استطاعت رکھتے ہیں، ہاں جدید آلات کی مدد سے دور کی باتیں بھی سن لیتے ہیں لیکن آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوشِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوتے، اوپر کسی آسمان کا دروازہ کھلتا تو خبر دیتے کہ فلاں آسمان کا دروازہ کھلا ہے۔ آپ اپنی قوتِ سماعت کے بارے میں خود ارشاد فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ.

ترجمہ: میں وہ سب کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سب کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۴۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام انسانوں اور حضور رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غور کریں! جس جماعت سے آپ نے یہ فرمایا کہ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سب کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، وہ صحابہ کی جماعت تھی۔ جب صحابہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمادیا تو پھر آج کے انسانوں کی کیا مجال کہ وہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے برابری اور ہمسری کا دعوی کریں۔

سلام کا جواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اسماء بنت عُمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر تھیں اسی دوران حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کے سلام کا جواب دیا پھر حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

ھٰذَا جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مَعَ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ، سَلَّمُوْا عَلَیْنَا فَرُدِّیْ عَلَیْھِمُ السَّلَامَ.

ترجمہ: یہ جعفر بن ابو طالب ہیں جو حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ گزر رہے تھے، انھوں نے ہمیں سلام کیا، تم بھی ان کے سلام کا جواب دو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ ہفتم، ص:۸۷)

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم ایک روز بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: وَ عَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ کس کے سلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس سے جعفر بن ابو طالب فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ گزرے اور انھوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حصہ سوم، ص:۲۳۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ حضرت جعفر بن ابو

طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف زندوں ہی کی نہیں سنتے بلکہ جو اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں آپ انھیں بھی دیکھتے ہیں، ان کی باتیں بھی سنتے ہیں اور اگر وہ آپ سے کچھ کہیں تو اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

قبر کی آواز

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا اَبَا اَيُّوْبَ أَتَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ، اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْيَهُوْدِ فِيْ قُبُوْرِهِمْ.

ترجمہ: اے ابو ایوب! کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں قبروں میں مدفون یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ چہارم، ص:۱۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت عطا فرمائی تھی کہ قبر میں کئی مَن مٹی تلے دبے مردوں کی آوازیں بھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سننے کی ایسی قوت عطا فرمائی تھی۔ اسی لیے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

• • •

فصاحتِ زبان و کلامِ مقدس

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

(امام احمد رضا بریلوی)

حضرت احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام قسطلانی کے نام سے مشہور ہیں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عالم انسانیت کے لیے ہادی و مرشد بنا کر مبعوث کیا۔ دنیا بھر کی مختلف اقوام کی مختلف زبانیں تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام زبانوں کا ماہر بنا کر بھیجا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر زبان میں اہلِ زبان سے زیادہ فصیح و بلیغ گفتگو فرمایا کرتے یہاں تک کہ اہلِ زبان جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گفتگو کرتے سنتے تو دنگ رہ جاتے۔

(المواہب اللدنیہ، حصہ دوم، ص:۱۶)

حضور کی بلاغت

حضرت محمد بن عبد الرحمٰن زہری نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کیا، فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَدَا لُّكَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا: اِذَا كَانَ مُفْلِجًا. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے، عرض کی: اس نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا: اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آدمی اپنی عورت سے قرض

اٹھا کر ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز ہے؟ میں نے کہا: ہاں، جب کہ مفلس و نادار ہو۔
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں اکثر عرب کے شہروں اور اطراف میں پھرا ہوں، بڑے بڑے فصحا و بلغا سے ملا ہوں لیکن میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے یارِ غار کو جواب دیا:

اَدَّبَنِی رَبِّیْ وَ نَشَأْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ.

ترجمہ: میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بنو سعد قبیلے میں پروان چڑھا ہوں۔
قبیلۂ بنوسعد فصاحت و بلاغت میں تمام قبائل عرب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔
(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا، اپنی زبان دانی پر بڑا فخر تھا اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صاحب زبان اور دیگر اقوام کو عجمی یعنی بے زبان کہتے تھے۔حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان دانی دیکھ کر عرب کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگ بھی حیرت زدہ رہ جایا کرتے تھے۔ یقیناً آپ کی فصاحت و بلاغت آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے بہ طور معجزہ ملی تھی جس کی مثال اس دور میں بھی نہیں مل پاتی تھی۔

فارسی دانی

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:
جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی گفتگو نہیں سمجھ سکے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی ترجمان تلاش کیا، ایک یہودی تاجر حاضر کیا گیا جو فارسی اور عربی دونوں زبانیں جانتا تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مادری زبان فارسی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی مدح و ثنا کی اور یہود کی مذمت کی جس سے یہودی بہت غضب ناک ہو گیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں تحریف کر دی اور کہا کہ سلمان (معاذ اللہ) آپ کو گالی دے رہا ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہم کو کیوں کر برا کہہ سکتا ہے؟ یہ تو ہماری تعریف کر رہا ہے اور یہودیوں کے حق سے انکار کرنے کی شکایت کر رہا ہے۔ترجمان نے کہا: اگر آپ اس کا کلام سمجھ سکتے تھے تو مجھے بلا کر میرا وقت کیوں ضائع کیا؟ فرمایا: ابھی مجھے جبرئیل علیہ السلام نے فارسی سکھائی۔ یہ سن کر یہودی نے کہا: اس سے پہلے میں آپ کو برا جانتا تھا لیکن اب مجھے آپ کے سچے نبی ہونے کا یقین ہو گیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ (شواہد النبوۃ، ص:۱۲۰-۱۲۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صرف عربی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کی ہر زبان سکھائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جس کونے سے بھی آپ کو کوئی پکارتا ہے آپ اس کی بات سمجھتے ہیں اور اس کی فریاد رسی کرتے ہیں۔صرف اہل زبان ہی کی زبان نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بے زبانوں کی زبان بھی سمجھتے ہیں جیسا کہ روایتوں میں ملتا ہے کہ آپ نے اونٹ، ہرنی وغیرہ کی بات سنی، سمجھی اور ان کی فریاد رسی فرمائی۔

بچپن کی فصاحت

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حلیمہ سے روایت کیا ہے: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ماہ کے ہوئے تو گھٹنوں کے بل گھر کے صحن میں ہر طرف پھرتے، تیسرے مہینے میں آپ پیروں پر کھڑے ہونے لگے، چوتھے مہینے میں آپ دیوار پکڑ پکڑ کر چلنے لگے، پانچویں مہینے میں آپ چلتے پھرتے، آٹھویں ماہ میں آپ پوری طرح کلام کرنا سیکھ گئے اور ۹/ ماہ کی عمر میں ایسا فصیح و بلیغ بولتے تھے کہ آپ کی قوم کے فصحا اور بلغا بھی

آپ کا کلام سن کر حیران رہ جاتے تھے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس کا معلم خود خلاقِ کائنات ہو، جسے اللہ تعالیٰ علم لدُنّی عطا فرمائے، خود خلاق کائنات جسے زبان و بیان سکھائے پھر اس کی زبان دانی اور اس کی فصاحت و بلاغت کی مثال کہاں مل سکتی ہے؟

• • •

آوازِ مبارک

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک میں بھی اللہ تعالیٰ نے معجزانہ شان رکھی تھی۔ آپ کی آواز بڑی پیاری، رعب و دبدبے والی، حسین لب و لہجے والی اور اس شان کی مالک تھی کہ بڑے بڑے مجمع میں بھی ہر کوئی آپ کی آواز آسانی کے ساتھ سن لیا کرتا تھا۔ چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

پیاری آواز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ اِلَّا بَعَثَهٗ حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ، حَتّٰى بَعَثَ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَبَعَثَهٗ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ.

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا خوب صورت چہرہ اور اچھی آواز دے کر مبعوث فرمایا حتی کہ تمھارے نبیِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو انھیں بھی خوبصورت چہرے اور اچھی آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ، حصہ اول، ص:۲۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک میں ہر خوبی درجۂ کمال میں رکھی تھی۔ جس کی آواز میں مٹھاس اور نرمی ہو اس کی گفتگو سے سننے والے مسحور ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں پر اس کا اچھا اثر پڑتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک میں بھی مٹھاس اور نرمی رکھی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ سے جو ایک مرتبہ گفتگو کر لیتا آپ کا ہو کر رہ جاتا۔ ایک بات ذہن نشیں کر لیں کہ نرم گفتگو کرنا حضور

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔

سب سے اچھی آواز

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ عشا میں حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقْرَأُ وَ التِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ فِی الْعِشَآءِ وَ مَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ اَوْ قِرَآءَ ةً .

ترجمہ: میں نے حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نمازِ عشا میں سورۂ تین کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا۔ میں نے کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ خوش اِلحان اور اچھی قراءت والا نہیں پایا۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مختلف خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال عطا فرمایا تھا، حضرت داؤد علیہ السلام کو اچھی آواز عطا فرمائی۔ جب محبوب کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر خوبی کا مجموعہ بنا دیا، آپ کو حسن و جمال بھی دیا اور خوش الحانی بھی عطا فرمائی، اس کے علاوہ اور بھی بے شمار خوبیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔

آپ کی آواز مبارک جہاں عمدہ اور نرم تھی وہیں آپ کی آواز میں کافی حد تک رعب و دبدبہ بھی تھا۔ سفرِ ہجرت میں حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمِّ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں قیام فرمایا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز کے بارے میں اُمِّ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے: فِیْ صَوْتِہٖ صَہَلٌ. ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز میں دبدبہ تھا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ چہارم، ص:۴۸)

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے اسی لیے اس نے آپ کی اچھی اور نرم آواز میں بھی دبدبہ رکھا تاکہ آپ سے گفتگو کرنے والا آپ سے مرعوب ہو کر رہ جائے۔

پھر گفتگو کا لہجہ بھی بڑا پیارا تھا اور آپ کی آواز نغمگی اور حسنِ صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حَسَنَ النَّغْمَةِ.

ترجمہ: حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لب و لہجہ نہایت حسین تھا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ دوم، ص:۱۱۵)

دور تک سنائی دیتی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس منفرد وصفِ جمیل سے نواز رکھا تھا کہ آپ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی، ہزاروں کا مجمع بھی ہوتا تو کسی کو آپ کی آواز سننے میں بالکل دشواری نہیں ہوتی بلکہ جس طرح پہلی دوسری صف کے لوگ بآسانی آپ کی آواز سنتے اسی طرح آخری صفوں کے لوگ بھی بلا تکلف آپ کی آواز اور آپ کی زبان سے ادا شدہ کلمات بآسانی سن لیا کرتے تھے۔

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حَتّٰی اَسْمَعَ الْعَوَاتِقَ فِیْ خُدُوْرِھِنَّ.

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۱۳)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محلّہ بنی غنم میں تھے، انھوں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۱۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسجد نبوی کی لمبائی چوڑائی اس دور میں بھی کافی تھی پھر بھی آس پاس کے گھروں میں پردہ نشین خواتین حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد نبوی میں ہونے والا خطاب سن لیا کرتی تھیں۔ یہ پیغمبرانہ شان اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔

لاکھوں نے سنا

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی۔ اس اجتماعِ عظیم سے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا تو اجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ وَ نَحْنُ فِيْ مَنَازِلِنَا، فَطَفِقَ يُعَلِّمُهُمْ مَّنَاسِكَهُمْ.

ترجمہ: ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص:۱۹۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج کے مشینی دور میں لاؤڈ اسپیکر اور ساؤنڈ سسٹم کے ذریعے اپنی بات بیک وقت ہزاروں یا لاکھوں تک پہنچانا کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے تو ایک ہی وقت میں پوری دنیا

ایک آواز سن سکتی ہے مگر آج سے چودہ سو سال پہلے اس کا تصور کہاں تھا۔ ایسے میں اگر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطاب سوا لاکھ لوگ بیک وقت بہ آسانی سن لے رہے ہیں تو یقیناً یہ معجزہ اور غیبی طاقت ہی کہلائے گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔

•••

تبسم مبارک

مسکراہٹ کے ساتھ گفتگو کرنا اور لوگوں سے مسکراتے ہوئے ملنا حسنِ اخلاق کی دلیل ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسنِ اخلاق کا پیکر بنایا تھا۔ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ آپ جب بھی کسی سے ملتے تو خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے اور جب بھی کسی سے گفتگو فرماتے تھے آپ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ہوتی۔

ہمیشہ مسکرانے والے

حضرت حارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِن رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ فِی رِوَایَۃٍ مَا کَانَ ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہنسی تبسم تھی۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ مسکرانا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ اسی کے ساتھ یہ بھی پتہ چلا کہ آپ قہقہہ اور ٹھٹھا نہیں لگاتے تھے بلکہ محض مسکراتے تھے۔ سنت یہی ہے کہ مسکرایا جائے اور قہقہہ اور ٹھٹھا لگانا خلافِ سنت ہے۔ آج ہم اپنے معاشرے میں دیکھیں تو لوگ عجیب عجیب انداز میں قہقہے اور ٹھٹھے لگا کر ہنستے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض جگہوں پر تو دیکھا گیا ہے کہ آپس میں تالی مار مار کر ہنسنے اور قہقہے لگانے کا رواج ہے۔ یاد رکھیں! ٹھٹھے لگانا اللہ تبارک و

تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ مسکرا کر گفتگو کرنے کی عادت بنائیں کہ یہ سنت بھی ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی پسند ہے۔

جیسا کہ حضرت عَمرہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو آپ کا طریقۂ کار کیا ہوتا؟ آپ نے فرمایا: آپ کا طریقۂ کار عام لوگوں ہی کی طرح تھا مگر یہ کہ آپ سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، ہنستے بھی تھے اور مسکراتے بھی تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ ہفتم، ص:۱۲۱)

قہقہے سے پرہیز

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: **مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِکًا، اَیْ ضَاحِکًا تَامًّا۔**

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی قہقہہ لگاتے نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ پورا کھل جائے اور حلق کا گوشت نظر آنے لگے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۲۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسکرانا اور خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے ملنا یقیناً حُسنِ اخلاق کی دلیل ہے مگر قہقہہ لگانا اور ٹھٹھے مار کر ہنسنا ناپسندیدہ ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ کی رفیقۂ حیات تھیں وہ کہتی ہیں کہ پوری زندگی کبھی بھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ نے قہقہہ لگاتے ہوئے یا ٹھٹھا مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ مسکرا کر لوگوں سے ملتے تھے، خندہ پیشانی کے ساتھ سب سے گفتگو فرماتے تھے مگر قہقہے سے گریز فرماتے تھے۔

ہنسی کا انداز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مبارک نظر آنے لگے اور یہ کبھی کبھی ہوا کرتا تھا جسے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا۔ (الطبقات الکبریٰ، حصہ ہشتم، ص:۳۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے بیشتر اوقات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے۔ ان دونوں حضرات نے کبھی کبھی ہی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس انداز میں ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ کے دندان مبارک نظر آجائیں ورنہ آپ محض تبسم فرمایا کرتے تھے۔

●●●

دستِ اقدس

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ یقیناً بڑے ہی بابرکت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ''یَـدُ الـلّٰـہِ'' (اللہ کا ہاتھ) فرمایا۔ آپ اپنے ہاتھوں سے جس چیز کو چھو دیا کرتے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ برکت رکھ دیا کرتا تھا۔

اللہ کا ہاتھ

۶ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ اسی دوران جب آپ بیعتِ رضوان لینے لگے تو اللہ رب العزت نے آپ کے دستِ اقدس کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا٥

ترجمہ: وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔ (سورۂ فتح، آیت:۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دنیا دیکھ رہی تھی کہ صحابۂ کرام کے ہاتھوں پر رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستِ اقدس ہے اور صحابۂ کرام حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کر رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان ہاتھوں کو اپنا ہاتھ قرار دے کر یہ اعلان فرما دیا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے: وَ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ○ ترجمہ: اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (سورۂ انفال، آیت: ۱۷)

نرم و نازک

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستہائے اقدس نہایت نرم و گداز تھے، حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدِ گرامی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

اَتَیۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ فَاَخَذۡتُ بِیَدِهٖ فَاِذَا هِیَ اَلۡیَنُ مِنَ الۡحَرِیۡرِ وَ اَبۡرَدُ مِنَ الثَّلۡجِ.

ترجمہ: میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس ریشم سے زیادہ نرم و گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ نہم، ص: ۹۷)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

مَا مَسِسۡتُ حَرِیۡرًا وَّ لَا دِیۡبَاجًا اَلۡیَنَ مِنۡ کَفِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: میں نے آج تک کسی ایسے ریشم اور دیباج کو نہیں چھوا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص: ۱۸۹)

دستِ اقدس کی برکتیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں بے شمار برکتیں رکھی ہیں۔ آپ اپنے ہاتھوں سے جس چیز کو چھو دیتے خود وہ چیز بابرکت ہو جایا

کرتی۔ اگر اپنے ہاتھ سے کسی کو کوئی چیز عطا فرما دیتے تو وہ چیز اس کے لیے باعث خیر و برکت ثابت ہوتی، بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تو وہ شفایاب ہو جاتا وغیرہ وغیرہ۔ چند روایتیں ذکر کی جارہی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

وَرم سے نجات

حضرت ذیال بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے حق میں دعائے خیر کے لیے عرض کیا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹا! میرے پاس آؤ۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آ گئے، آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے سر پر رکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔

حضرت ذیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَلَقَدۡ رَاَیۡتُ حَنۡظَلَةَ یُؤۡتٰی بِالۡاِنۡسَانِ الۡوَارِمِ وَجۡهُهٗ اَوِ بِالۡبَهِیۡمَةِ الۡوَارِمَةِ الضَّرۡعُ فَیَتۡفُلُ عَلٰی یَدَیۡهِ وَ یَقُوۡلُ: بِسۡمِ اللّٰهِ وَ یَضَعُ یَدَهٗ عَلٰی رَاۡسِهٖ وَ یَقُوۡلُ عَلٰی مَوۡضِعِ کَفِّ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ فَیَمۡسَحُهٗ عَلَیۡهِ فَیَذۡهَبُ الۡوَرَمُ.

ترجمہ: میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے پر یا کسی جانور کے تھنوں پر ورم ہو جاتا تو لوگ اسے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ اپنے سر پر اس جگہ رکھ لیتے جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس رکھا تھا پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اتر جاتا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ: ۳۴، ص: ۲۶۲)

سبحان اللہ! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر برکت کی دعا فرمادی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھوں کو اس مقام پر لگا کر ورم زدہ کے ورم پر پھیر دیتے تو اسے ورم سے نجات مل جاتی۔ یہ یقیناً حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے تھا۔

سیاہ بال

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو اس کی برکت سے ۱۰۰؍سال سے زائد عمر پانے کے باوجود ان کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا۔ یہ آپ بیتی وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اُدْنُ مِنِّی، فَمَسَحَ بِیَدِہٖ عَلٰی رَأْسِہٖ وَ لِحْیَتِہٖ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: اللّٰھُمَّ جَمِّلْہُ وَ اَدِمْ جَمَالَہٗ، قَالَ: فَلَقَدْ بَلَغَ بِضْعًا وَّ مِائَۃَ سَنَۃٍ وَ مَا فِیْ رَأْسِہٖ وَ لِحْیَتِہٖ بَیَاضٌ، اِلَّا نَبْذٌ یَسِیْرٌ وَ لَقَدْ کَانَ مُنْبَسِطَ الْوَجْہِ وَ لَمْ یَنْقَبِضْ وَجْھُہٗ حَتّٰی مَاتَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے قریب ہو جاؤ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی: الٰہی! اسے زینت بخش اور اس کے حسن و جمال کو ہمیشہ باقی رکھ۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ۱۰۰؍سال سے زیادہ عمر پائی لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے۔ ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور آخری دم تک ایک ذرہ بھر شکن بھی ان کے چہرے پر نمودار نہ ہوئی۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ: ۳۴، ص: ۳۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ساٹھ یا ستر سال کی عمر تک سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بھنوؤں اور ابروؤں کے بال بھی سیاہ نہیں رہ جاتے بلکہ سفید ہو جاتے ہیں۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت دیکھیے کہ آپ نے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اور داڑھی پر دستِ مبارک پھیر دیا تو اس کی برکت سے سو سال سے زیادہ عمر ہونے کے باوجود آپ کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ رہے، سفید نہیں ہوئے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے حسن و جمال کی دعا فرمائی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخری دم تک آپ کے چہرے کی بشاشت اور حسن و جمال باقی رہا۔

بکری کا دودھ

سفرِ ہجرت کے دوران جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں پہنچے اور ان سے کھانے کے لیے گوشت یا کچھ کھجوریں خریدنا چاہیں تو ان کے پاس یہ دونوں چیزیں نہ تھیں۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ ان کے خیمے میں کھڑی ایک کمزور دُبلی سوکھی ہوئی بکری پر پڑی، آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ بکری یہاں کیوں ہے؟ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے یہ ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہے اور یہ چل پھر بھی نہیں سکتی۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اجازت ہو تو دودھ دوہ لوں؟ عرض کیا: دودھ تو یہ دیتی نہیں، اگر آپ دوہ سکتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دوہا۔ آگے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فَدَعَا بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، فَمَسَحَ بِیَدِہٖ

ضَرْعَهَا وَ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَ دَعَا لَهَا فِي شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ عَلَيْهِ وَ دَرَّتْ فَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ يَرْبِضُ الرَّهْطُ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَ سَقٰى اَصْحَابَهٗ حَتّٰى رَوَوْا وَ شَرِبَ اٰخِرَهُمْ حَتّٰى اَرَاضُوْا ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ الثَّانِيَةَ عَلٰى هَدَّةٍ حَتّٰى مَلَأَ الْاِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهٗ عِنْدَهَا ثُمَّ بَايَعَهَا وَ ارْتَحَلُوْا عَنْهَا.

ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منگوا کر بسم اللہ کہہ کر اس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اُم معبد کے لیے ان کی بکریوں میں برکت کی دعا دی۔ اس بکری نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں، کثرت سے دودھ دیا اور تابع فرمان ہوگئی۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا برتن طلب فرمایا جو سب لوگوں کو سیراب کردے اور اس میں دودھ دوہ کر بھر دیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی۔ اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پلایا، وہ سیر ہوگئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے۔ سب کے بعد آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوش فرمایا پھر دوسری بار دودھ دوہا یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اسے بطورِ نشانی اُمّ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چھوڑا اور انھیں اسلام میں بیعت کیا، پھر سب وہاں سے چل دیے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند آئے، انھوں نے دودھ دیکھا تو حیران ہوکر کہنے لگے کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت اُمّ مَعبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ شریف اور سارا واقعہ بیان کیا، جس کا ذکر پیچھے گزر چکا۔ وہ بولے وہی تو ہیں جن کا چرچا قریش کے سرداروں میں ہو رہا ہے۔ میں نے بھی قصد کرلیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں۔ چناں چہ دونوں میاں بیوی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہوگئے۔

حضرت اُمِ مَعبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا قسم کھا کر بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیاتِ مبارکہ کے دس برس گزارے پھر ڈھائی سالہ خلافتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور گزرا اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دورِ خلافت آیا، ان کے دورِ خلافت کے اواخر میں شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ جانوروں کے لیے گھاس پوس کا ایک تنکا بھی میسر نہ آتا، وہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کے چھونے کی برکت سے میری بکری اس قحط سالی کے زمانے میں بھی صبح وشام اسی طرح دودھ دیتی رہی۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حصہ سوم، ص:۱۰)

سبحان اللہ! سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کا لگنا تھا کہ حضرت اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لاغر اور کمزور بکری بھی دودھ دینے لگی اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ وہاں موجود سارے لوگ سیراب ہوگئے پھر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا ہی مزید دودھ دوہ کر حضرت ام معبد کے حوالے فرما دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے بعد سالوں تک وہ بکری اسی طرح دودھ دیتی رہی یہاں تک کہ قحط کے زمانے میں جب اس کی خوراک کے لیے کچھ بھی نہیں رہ گیا تب بھی وہ بکری اسی طرح دودھ دیتی رہی۔ یہ محض حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک لگنے کی برکت سے ہوا۔

لکڑی کی تلوار

غزوۂ بدر میں جب حضرت عُکاشہ بن مِحصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک سوکھی لکڑی عطا کی جوان کے ہاتھوں میں آکر شمشیرِ آبدار بن گئی۔ راوی فرماتے ہیں:

فَعَادَ سَيْفًا فِيْ يَدِهٖ طَوِيْلَ الْقَامَةِ شَدِيْدَ الْمَتَنِ اَبْيَضَ الْحَدِيْدَةِ

فَقَاتَلَ بِهٖ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ كَانَ ذٰلِكَ السَّيْفُ يُسَمَّى الْعَوْنَ.

ترجمہ: جب وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ نہایت شان دار لمبی چمک دار مضبوط تلوار بن گئی۔ انھوں نے اسی سے جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور وہ تلوار عَوْن (یعنی مددگار) کے نام سے موسوم ہوئی۔

(سیرۃ ابن الہشام، حصہ اول، ص:۶۳۷)

اسی طرح جنگِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں: فَرَجَعَ فِيْ يَدِ عَبْدِ اللّٰهِ سَيْفًا. ترجمہ: جب وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں گئی تو وہ (نہایت عمدہ) تلوار بن گئی۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۳۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کمال اس لکڑی یا اس شاخ میں نہیں تھا بلکہ کمال تو اُن ہاتھوں میں تھا جن ہاتھوں نے اسے چھولیا تھا۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ برکت رکھی ہے کہ آپ لکڑی یا شاخ اپنے ہاتھوں سے کسی کو عطا فرمادیں تو وہ تیز دھار والی مضبوط تلوار بن جائے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے کافی ثابت ہو۔

پیر کا علاج

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عتیک دشمنِ رسول ابورافع یہودی کو جہنم رسید کرکے واپس آرہے تھے کہ اس کے مکان کے زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پیر پھیلاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ.

ترجمہ: میں نے اپنا پیر پھیلا دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دستِ شفا پھیرا۔ آپ کے دستِ کرم کے پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی درست ہوگئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔ (صحیح بخاری، حصہ پنجم، ص:۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر پیر فیکچر ہو جائے تو اس کے علاج میں کافی وقت درکار ہوتا ہے اور بسا اوقات آپریشن کی نوبت آجاتی ہے اور اگر صحیح ہو بھی گیا تو زخم کے آثار بہت دنوں تک باقی رہتے ہیں مگر حضور رحمتِ عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ آپ محض اپنا ہاتھ کسی کے جسم کے ٹوٹے ہوئے حصے پر پھیر دیں تو وہ حصہ اس طرح صحیح ہو جاتا ہے گویا کبھی اس میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

یادداشت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ؟ میں نے پھیلا دی۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لَپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیے اور فرمایا: اسے سینے سے لگالو، میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔

(بخاری شریف، حصہ اول، ص:۳۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اتنا دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں کچھ لے کر ان کی چادر میں ڈالا اور ان سے فرمایا کہ اسے سینے سے لگالو۔ ہاتھوں میں کیا لیا تھا یہ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں مگر اس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ آپ ظاہری و باطنی بیماریوں کو دفع فرما سکتے ہیں۔

• • •

دستِ پاک کی انگلیاں

حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی انگلیاں خوبصورت، سیدھی اور دراز تھیں۔

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَائِلَ الْاَطْرَافِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیاں لمبی اور خوب صورت تھیں۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ سوم، ص: ۲۴)

ایک روایت میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوب صورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كَاَنَّ اَصَابِعَهُ قُضْبَانُ فِضَّةٍ.

ترجمہ: حضور نبیِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیاں چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔ (دلائل النبوۃ، حصہ اول، ص: ۶۴۰)

انگلیوں کی لمبائی

حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجْتُ فِيْ حَجَّةٍ حَجَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ طُوْلُ اِصْبِعِهِ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ اَطْوَلُ عَلٰى سَائِرِ اَصَابِعِهٖ وَ قَالَ فِيْ مَوْضَعٍ اٰخَرَ رُوِيَ عَنْ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّ الْمُشِيْرَةَ كَانَتْ اَطْوَلَ مِنَ الْوُسْطٰى ثُمَّ الْوُسْطٰى

اَقْصَرَ مِنْهَا ثُمَّ الْبِنْصَرَ مِنَ الْوُسْطٰی.

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر گئی تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انگوٹھے کے ساتھ شہادت والی انگلی کی لمبائی دیکھا کہ وہ باقی سب انگلیوں سے دراز ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کے بارے میں دوسری جگہ روایت ہے کہ شہادت والی انگلی درمیانی انگلی سے لمبی تھی، درمیانی انگلی شہادت والی سے چھوٹی اور چھنگلیا اور بیچ کی انگلی کے درمیان والی انگلی درمیانی انگلی سے چھوٹی تھی۔ (فیض القدیر، حصہ پنجم، ص: ۱۹۵)

● ● ●

بازوے مبارک

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازوے مبارک کی ساخت کے حوالے سے امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

وَ كَانَ اَعْبَلَ الْعَضُدَيْنِ وَ الذِّرَاعَيْنِ طَوِيْلَ الزَّنْدَيْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازو سفید اور چمک دار اور کلائیاں لمبی تھیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص: ۳۰۵)

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَشْعَرَ الذِّرَاعَيْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص: ۱۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَظِيْمَ السَّاعِدَيْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، حصہ ششم، ص: ۲۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان روایات سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازوے مبارک کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی حسین پیرائے میں ڈھالا تھا۔ آپ کے بازو سفید رنگت کے چمک دار اور آپ کی کلائیاں لمبی تھیں اور ان پر بال بھی موجود تھے۔

بہادری

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مکۂ مکرمہ میں ایک شخص تھا جس کا نام رُکانہ تھا، اس کا شمار سب سے زیادہ طاقتور لوگوں میں ہوتا تھا لیکن وہ مشرک تھا اور وادیِ اَضم میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور اس وادی کی طرف تشریف لے گئے، راستے میں رکانہ سے ملاقات ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تنہا تھے، رُکانہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا، کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ وہ ہیں جو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہمیں ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو عزیز و حکیم ہے؟ پھر اس نے کہا: اگر میرے اور آپ کے درمیان رشتے داری نہ ہوتی تو میں آپ سے اس وقت تک بات نہ کرتا جب تک کہ آپ کو قتل نہ کر دیتا۔ اب آپ میرے قابو میں ہیں، اپنے خدا کو جو عزیز و حکیم ہے اُسے بلائیے کہ وہ آپ کو مجھ سے نجات دلائے۔ پھر رُکانہ نے کہا: میں آج آپ کے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں کہ میں آپ سے کشتی لڑوں اور آپ اپنے اللہ کو جو عزیز و حکیم ہے پکاریں کہ میرے مقابلے میں آپ کی اِمداد کرے اور میں اپنے خداؤں لات و عزیٰ کو پکاروں گا۔ اگر آپ مجھے گرا دیں تو میری بکریوں سے دس بکریاں چن لیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھ سے کشتی لڑنے کے لیے تیار ہوں۔ چناں چہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جھٹکا دیا۔ چشمِ زدن میں وہ چاروں شانے چت زمین پر آ گرا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ رُکانہ نے کہا: میرے سینے سے اٹھیے، یہ آپ کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے خدا جو عزیز و حکیم ہے، کا کمال ہے۔ میرے خداؤں لات و عزیٰ نے میری مدد نہیں کی۔ آج تک کسی نے میری پشت نہیں لگائی تھی۔ پھر رکانہ بولا: ایک مرتبہ اور آپ مجھ سے کشتی لڑیں، اگر آپ

پھر بھی مجھے گرا دیں تو میرے ریوڑ سے دس بکریاں چن لیں۔ دونوں کشتی کے لیے تیار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خداوندِ عزیز و حکیم کو مدد کے لیے پکارا، اس نے اپنے لات و عزیٰ کو مدد کے لیے پکارا، لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر سوار ہوگئے۔ رکانہ پھر کہنے لگا: اٹھیے یہ آپ کا کمال نہیں ہے، آپ کے رب کا کمال ہے۔ اس نے آپ کی مدد کی لیکن میرے خداؤں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ رکانہ پھر کہنے لگا کہ ایک مرتبہ پھر آئیے، اگر اس دفعہ آپ پھر گرا لیں تو میرے ریوڑ سے دس مزید بکریاں چن لیں۔ تیسری بار بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھٹکا دیا اور وہ زمین پر چت گر پڑا، کہنے لگا: یہ آپ کا کمال نہیں بلکہ آپ کے رب کا کمال ہے جو عزیز و حکیم ہے، مجھے میرے خداؤں لات و عزیٰ نے رُسوا کیا ہے۔ حسب وعدہ آپ میرے ریوڑ سے تیس بکریاں چن لیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رکانہ مجھے تیری بکریوں کی ضرورت نہیں، انھیں اپنے پاس رکھ، میں تجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ تجھے آتشِ جہنم میں جھونک دیا جائے۔ رکانہ اسلام قبول کر لے عذابِ جہنم سے بچ جائے گا۔ کہنے لگا: جب تک آپ مجھے کوئی نشانی نہ دکھائیں میں آپ کی دعوت قبول نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تجھے نشانی دکھا دوں تو کیا تو میری دعوت قبول کر لے گا؟ اس نے کہا بے شک۔ نزدیک ہی ایک بیری کا درخت تھا جس کی شاخیں اور ٹہنیاں دور دور تک پھیلی تھیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اسے فرمایا: اَقْبِلِیْ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اذن سے میرے پاس آ جا۔) اسی وقت اس کے دو حصے ہوگئے، ایک نصف اپنی ٹہنیوں اور شاخوں سمیت زمین کو چیرتا ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوگیا۔ رکانہ کہنے لگا: بے شک آپ نے

بہت بڑی نشانی دکھائی ہے لیکن اب آپ اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے تب مانوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، وہ درخت اپنی شاخوں سمیت واپس چلا گیا اور جو نصف وہاں نصب تھا اس کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رکانہ حسبِ وعدہ اسلام قبول کرو اور عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ۔ لیکن رکانہ نے کہا: مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا خدا سچا ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے لیکن اسلام قبول کرنے سے میرا نفس جھجک رہا ہے کیوں کہ مجھے خوف ہے اگر میں نے اسلام قبول کرلیا تو مکہ کی عورتیں اور بچے جہاں جہاں سنیں گے، کہیں گے کہ رکانہ نے کشتی میں ہار کر اسلام قبول کیا ہے۔ وہ کہنے لگا: آپ میرے ریوڑ سے تیس بکریاں لے جائیں جن کا میں وعدہ کر چکا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میری خواہش ہے کہ لوگ اپنے خالقِ حقیقی پر ایمان لائیں اور تمام باطل خداؤں کی عبادت ترک کر کے اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے سربسجود ہوں۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ کسی نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادیِ اَضم تشریف لے گئے ہیں، ادھر روانہ ہوئے اور جنگل کے کنارے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ جب ناگہاں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، دونوں دوڑ کر اپنے آقا کی پیشوائی کے لیے بڑھے، عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ تنہا اس جنگل کی طرف کیوں چلے گئے؟ آپ جانتے ہیں کہ یہاں ایک مشہور پہلوان رکانہ کا قبضہ ہے، بڑا طاقتور بھی ہے اور آپ کا دشمن بھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ان خدشات کو سن کر مسکرانے لگے اور فرمایا: اللہ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور اس کا وعدہ ہے: وَ اللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (ترجمہ: اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرماتا

ہے۔) وہ خود میری حفاظت کا ذمے دار ہے۔ رکانہ کی کیا مجال تھی کہ میرے سامنے اُف بھی کر سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رُکانہ سے کشتی کا ماجرا بیان فرمایا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں جاں نثاروں کی خوشی کی حد نہ رہی۔

(البدایۃ والنہایۃ، حصہ اول، ص: ۲۱۶-۲۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہر خوبی رکھی تھی۔ کسی بھی طبقے کے انسان سے آپ ملاقات کرتے تو ان میں آپ کی ایک امتیازی شان ہوا کرتی تھی۔ رکانہ اپنی بہادری اور پہلوانی میں بہت مشہور تھا مگر جب اس سے مقابلے کی بات آئی تو آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر بھی غالب آئے اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین تین مرتبہ اسے ہرایا۔ دوسری بات یہ کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کے مال و دولت کی فکر نہیں تھی بلکہ آپ کو لوگوں کی اصلاح اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی فکر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رکانہ نے یہ شرط رکھی تھی کہ اگر آپ مجھے ہرا دیں گے تو میرے ریوڑ سے دس بکریاں آپ لے لیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ ہرایا جس کے نتیجے میں تیس بکریاں آپ لے سکتے تھے مگر آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور رُکانہ سے فرمایا کہ مجھے اگر کسی چیز کی خواہش ہے تو اس بات کی کہ تو ایمان لا کر جہنم سے محفوظ ہو جائے۔

• • •

گردن مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كَاَنَّ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمِيَتٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی طرح صاف تھی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ:۲۲، ص:۱۵۵)

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: وَ فِيْ عُنُقِهٖ سَطْعٌ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردنِ اقدس قدرے لمبی تھی۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۳۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

وَ كَانَ اَحْسَنَ عِبَادِ اللّٰهِ عُنُقًا لَا يُنْسَبُ اِلَى الطُّوْلِ وَ لَا اِلَى الْقَصَرِ.

ترجمہ: اور اللہ کے بندوں میں سے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن سب سے بڑھ کر حسین وجمیل تھی۔ نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، حصہ اول، ص:۶۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین امتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردنِ اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی ہے، حضرت حافظ ابوبکر بن ابی خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا، مَا ظَهَرَ مِنْ عُنُقِهٖ لِلشَّمْسِ وَ الرِّيَاحِ فَكَاَنَّهٗ اِبْرِيْقُ فِضَّةٍ مُشَرَّبٌ ذَهَبًا يَتَلَأْلَأُ فِيْ بَيَاضِ الْفِضَّةِ وَ حُمْرَةِ الذَّهَبِ وَ مَا

غِيْبَتِ الثِّيَابُ مِنْ عُنُقِهٖ فَمَا تَحْتَهَا فَكَاَنَّهُ الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردنِ مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی، دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کی جھلک نظر آتی ہو اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، حصہ دوم، ص:۴۳)

• • •

مبارک مونڈھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَظِيْمَ مَشَاشِ الْمَنْكِبَيْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۶)

کتب سیر و احادیث میں جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ہند بن ابو ہالہ اور حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ. ترجمہ: حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میانہ قد کے تھے اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۸۸)

حضرت مُلّا علی قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس صفتِ عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: كَانَ اِذَا جَلَسَ يَكُوْنُ كَتِفُهٗ اَعْلٰى مِنَ الْجَالِسِ.
ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ کے کندھے تمام اہلِ مجلس سے بلند نظر آتے۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل، حصہ اول، ص:۱۱)

●●●

بطنِ اقدس

حضور رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شکمِ اطہر سینۂ انور کے برابر تھا، ریشم کی طرح نرم اور ملائم، چاندی کی طرح سفید، چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمک دار۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنھیں دورانِ ہجرت آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا، فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَوَآءَ الْبَطَنِ وَ الصَّدْرِ.

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔

(دلائل النبوۃ، حصہ اول، ص:۶۲۷)

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکمِ اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

مَا رَاَيْتُ بَطْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَطُّ اِلَّا ذَكَرْتُ الْقَرَاطِيْسَ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ.

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ رکھے ہوں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ:۲۴، ص:۴۱۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکمِ اقدس پر بال نہ تھے، ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہو کر ناف پر ختم ہو جاتی تھی۔ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَیْسَ فِیْ بَطْنِہٖ وَ لَاصَدْرِہٖ شَعْرٌ غَیْرُہٗ.

ترجمہ: اس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطنِ اقدس پر بال نہ تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، ص:۳۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار ہا حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے:

حَدَّثَنِیْہِ اَھْدَبُ الشُّفْرَیْنِ اَبْیَضُ الْکَشْحَیْنِ.

ترجمہ: مجھ سے یہ بات پلکوں کے لمبے بالوں والے، اُجلے پہلو والے نے بیان کی ہے۔ (صحیح الادب المفرد، حصہ اول، ص:۱۱۳)

•••

مہرِ نبوت

حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَنَظَرْتُ اِلٰی خَاتَمِ النُّبُوَّۃِ بَیْنَ کَتِفَیْہِ عِنْدَ نَاغِضِ کَتِفِہِ الْیُسْرٰی.

ترجمہ: میں نے مہرِ نبوت کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۸۲۳)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ وَ قَالَ: بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ وَ ھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۵۹۹)

مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَالْتَقَمْتُ خَاتَمَ النُّبُوَّۃِ بِفِیَّ فَکَانَ یَنُمُّ عَلَیَّ مِسْکًا.

ترجمہ: میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اس کی دل نواز مہک مجھ پر غالب آرہی تھی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ دوم، ص:۵۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَعْنِی الَّذِیْ بَیْنَ کَتِفَیْہِ غُدَّۃً حَمْرَآءَ مِثْلَ بَیْضَۃِ الْحَمَامَۃِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

(سنن ترمذی، حصہ ششم، ص:۴۰)

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنے پشتِ مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اس موقع پر انھوں نے مہرِ اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیا (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اس مہرِ نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا: شَعْرٌ مُجْتَمِعٌ عَلٰی کَتِفِہٖ. ترجمہ: آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۳۷، ص:۵۲۶)

حضرت ابونضرہ عوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سَاَلْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَعْنِیْ خَاتَمَ النُّبُوَّۃِ فَقَالَ: کَانَ فِیْ ظَھْرِہٖ بُضْعَۃٌ نَّاشِزَۃٌ.

ترجمہ: میں نے حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہر یعنی مہرِ نبوت سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: وہ (مہرِ نبوت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس میں ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

(الشمائل المحمدیہ للترمذی، حصہ اول، ص:۳۲)

• • •

سینۂ اقدس

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس فراخ، کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حسنِ تناسب اور اعتدال و توازن کا نادر نمونہ تھا۔ سینۂ انور سے نافِ مبارک تک بالوں کی ایک خوش نما لکیر تھی، اس کے علاوہ آپ کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا۔ یہی وہ سینۂ انور تھا جسے بعض حکمتوں کے پیشِ نظر آپ کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف مرحلوں میں کئی بار چاک کر کے انوار و تجلیات کا خزینہ بنایا گیا اور اسے پاکیزگی اور لطافت و طہارت کا گہوارہ بنا دیا گیا۔ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ فراخی، کشادگی، وسعت اور حسنِ تناسب میں اپنی مثال آپ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کی خود تعریف فرمائی ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ (سورۂ انشراح، آیت:۱)

علامہ راغب اصفہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لفظ "الشرح" کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَصْلُ الشَّرْحِ بَسْطُ اللَّحْمِ وَ نَحْوِہٖ. یُقَالُ شَرَحْتُ اللَّحْمَ وَ شَرَحْتُہٗ وَ مِنْہُ شَرْحُ الصَّدْرِ اَیْ بَسْطُہٗ بِنُوْرٍ اِلٰھِیٍّ وَّ سَکِیْنَۃٍ مِّنْ وِّجْھَۃِ اللّٰہِ وَ رُوْحٍ مِّنْہُ.

ترجمہ: گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو "الشرح" کہتے ہیں، اسی

سے شرحِ صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم ہے نورِ الٰہی سے سینے کا کشادہ ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین وطمانیت کا حاصل ہو جانا اور اس کی طرف سے دل میں مسرت وراحت کا شعور پیدا ہو جانا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ دوم، ص:۵۸)

علامہ سید محمود آلوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"الشـــرح" اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی کے لیے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:

قَدْ یُرَادُ بِہٖ تَائِیْدُ النَّفْسِ بِقُوَّۃٍ قُدْسِیَّۃٍ وَّ اَنْوَارٍ اِلٰھِیَّۃٍ بِحَیْثُ تَکُوْنُ مَیْدَانًا لِّمَوَاکِبِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَ سَمَآءٍ لِّکَوَاکِبِ الْمَلَکَاتِ وَ عَرْشًا لِّاَنْوَاعِ التَّجَلِّیَاتِ وَ فَرْشًا لِّسَوَائِمِ الْوَارِدَاتِ اَ فَلَا یُشْغِلُہٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ وَّ یَسْتَوِیْ لَدَیْہِ یَکُوْنُ وَ کَائِنٌ وَّ مَا کَانَ۔

ترجمہ: شرحِ صدر کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوارِ الٰہیہ سے اس طرح مؤید کرنا کہ وہ معلومات کے قافلوں کے لیے میدان بن جائے، ملکات کے ستاروں کے لیے آسمان بن جائے اور گوناگوں تجلیات کے لیے عرش بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو ایک حالت سے دوسری حالت میں مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل، حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

وَ الْاَنْسَبُ بِمَقَامِ الْاِمْتِنَانِ ھُنَا اِرَادَۃُ ھٰذَا الْمَعْنٰی الْاَخِیْرِ۔

ترجمہ: اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر احسانات کا ذکر فرما رہا ہے، اس لیے یہاں شرحِ صدر کا یہی آخری معنی مناسب ہے۔

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں:

فَالْمَعْنٰی اَ لَمْ نَفْسَحْ صَدْرَکَ حَتّٰی حَوٰی عَالَمِی الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ وَ جَمَعَ بَیْنَ مَمْلِکَتَیِ الْاِسْتِفَادَۃِ وَ الْاِفَادَۃِ فَمَا صَدَّکَ الْمُلَابَسَۃَ بِالْعَلَائِقِ الْجِسْمَانِیَّۃِ عَنِ اقْتِبَاسِ اَنْوَارِ الْمَلَکَاتِ الرُّوْحَانِیَّۃِ وَ مَا عَاقَکَ التَّعَلُّقُ بِمَصَالِحِ الْخَلْقِ عَنِ الْاِسْتِغْرَاقِ فِیْ شُئُوْنِ الْحَقِّ۔

ترجمہ: آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کر دیا کہ غیب و شہادت کے دونوں جہاں اس میں سما گئے ہیں، استفادہ اور افادہ کی دونوں مملکتیں جمع ہو گئی ہیں، علائق جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی ملکات روحانیہ کے انوار کے حصول میں رکاوٹ نہیں۔ خلق کی بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق معرفت الٰہی میں استغراق سے رکاوٹ نہیں۔

(تفسیر الآلوسی، حصہ:۱۵، ص:۳۸۶)

اس حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے:

وَ کَانَ عَرِیْضَ الصَّدْرِ مَمْسُوْحَۃً کَاَنَّہُ الْمَرَایَا فِیْ شِدَّتِھَا وَ اسْتِوَآئِھَا لَا یَعْدُوْ بَعْضُ لَحْمِہٖ بَعْضًا عَلٰی بَیَاضِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ، آئینے کی طرح سخت اور ہموار تھا۔ کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۹۸)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَسِیْحَ الصَّدْرِ۔ ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس سینے میں وُسعت پائی جاتی تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۸۵)

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَرِيْضَ الصَّدْرِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا۔

(دلائل النبوۃ، حصہ اول، ص:۲۸۵)

• • •

قلبِ اطہر

نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر علوم و معارف کا گنجینہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا خزینہ تھا۔ اس بے مثال قلبِ انور پر قرآنِ حکیم کا نزول ہونا تھا اس لیے اسے شرحِ صدر کے بعد منبعِ رُشد و ہدایت بنا دیا گیا تا کہ تمام کائناتِ جن و انس ہمیشہ اس سے ایمان و ایقان کی روشنی حاصل کرتی رہیں۔ خود قرآنِ مجید کی بعض آیات اور آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین آپ کے قلبِ اطہر سے منسوب ہیں۔ مفسرین نے ایسے مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى. ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔ (سورۂ نجم، آیت:۱)

علامہ قاضی عیاض حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تفسیر نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اَلنَّجْمُ هُوَ قَلْبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ. ترجمہ: نجم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلبِ انور ہے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، حصہ اول، ص:۹۴)

دوسرے مقام پر قرآنِ مجید نے قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى. ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(سورۂ نجم، آیت:۱۱)

اللہ رب العزت نے قرآنِ حکیم میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر اور سینۂ اقدس کا ایک ہی مقام پر تمثیلی پیرائے اور استعارتی انداز میں یوں ذکر فرمایا:

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡھَا مِصۡبَاحٌ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ.

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ (سورۂ نور، آیت:۳۵)

امام علی بن محمد خازن (امام خازن) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا:

اَخۡبِرۡنِیۡ عَنۡ قَوۡلِہٖ تَعَالٰی: مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ.

(ترجمہ: مجھے باری تعالیٰ کے ارشاد: ''اس کے نور کی مثال اس طاق جیسی ہے'' کے بارے میں بتائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟)

حضرت کعب نے جواب دیا:

ھٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَہُ اللّٰہُ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ فَالۡمِشۡکٰوۃُ صَدۡرُہٗ وَ الزُّجَاجَۃُ قَلۡبُہٗ وَ الۡمِصۡبَاحُ فِیۡہِ النُّبُوَّۃُ تُوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ ھِیَ شَجَرَۃُ النُّبُوَّۃِ.

ترجمہ: (آیۂ مذکورہ میں) باری تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ مِشکوٰۃ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس مراد ہے، زُجاجۃ سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر ہے، جبکہ مِصباح سے مراد وہ صفتِ نبوت ہے جو شجرۂ نبوت سے روشن ہے۔ (تفسیر الخازن، حصہ سوم، ص:۲۹۷)

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک سینے کو انوار و معارفِ الٰہیہ کا خزینہ بنایا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلبِ منور سوز و گداز اور محبت و شفقت کا مخزن تھا۔ انسان تو انسان آپ کسی جانور پر بھی تشدد برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی رقیق القلب تھے، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، ان کا غم بانٹتے اور ان کے زخموں پر شفا کا مرہم رکھتے۔ ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے، بیماروں کی عیادت فرماتے، حرفِ تسلی سے ان کا حوصلہ بڑھاتے اور انھیں اعتماد کی دولت سے نوازتے۔ قرآنِ مجید کا فرمان ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نرم دل اور رقیق القلب نہ ہوتے تو پروانوں کا ہجوم شمعِ رسالت کے گرد اس طرح جمع نہ ہوتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَھُمۡ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ.

ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے اِرد گرد سے پریشان ہو جاتے۔

(سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۵۹)

ابو نعیم نے حضرت یونس بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ اَتَانِیۡ مَلَکٌ بِطَسۡتٍ مِّنۡ ذَھَبٍ فَشَقَّ بَطۡنِیۡ فَاسۡتَخۡرَجَ حَشۡوَۃَ جَوۡفِیۡ فَغَسَلَھَا ثُمَّ ذَرَّ عَلَیۡھَا ذُرُوۡرًا ثُمَّ قَالَ قَلۡبٌ وَکِیۡعٌ یَعِیۡ مَا وَقَعَ فِیۡہِ عَیۡنَاکَ بَصِیۡرَتَانِ وَ اُذُنَاکَ تَسۡمَعَانِ وَ اَنۡتَ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ الۡمُقَفّٰی الۡحَاشِرُ قَلۡبُکَ سَلِیۡمٌ وَّ لِسَانُکَ صَادِقٌ وَّ نَفۡسُکَ مُطۡمَئِنَّۃٌ وَّ خُلُقُکَ قَیِّمٌ اَنۡتَ قُثَمٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک روز میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے پاس سونے کا ایک طشت تھا۔ اس نے میرا پیٹ چاک کر کے میرے پیٹ میں جو چیز زائد تھی اسے نکالا پھر اسے دھو کر اس پر کوئی چیز چھڑکی اور فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ کا دل ایسا ہے جو بات اس میں ڈالی جاتی ہے آپ اسے سمجھتے ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ آپ کے دو کان ہیں جو خوب سنتے ہیں، آپ کا نامِ مبارک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے، آپ اللہ کے رسول ہیں، ساری دنیا آپ کی پیروی کرے گی، میدانِ حشر میں سب لوگ آپ کے پیچھے ہوں گے، آپ کا دل قلبِ سلیم ہے، آپ کی زبان سچی ہے، آپ کا نفس مطمئن ہے، آپ کے اخلاق مضبوط ہیں، آپ تمام اخلاقِ حمیدہ کے جامع ہیں۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۱۱)

حضرت ابن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ ایک لمبی حدیث ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَاُنْزِلَ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَشَقَّ بَطْنَهٗ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِیْلُ قَلْبٌ وَّکِیْعٌ فِیْهِ اُذُنَانِ سَمِیْعَتَانِ وَ عَیْنَانِ بَصِیْرَتَانِ وَ اَنْتَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الْمُقَفّٰی الْحَاشِرُ خُلُقُکَ قَیِّمٌ وَّ لِسَانُکَ صَادِقٌ وَّ نَفْسُکَ مُطْمَئِنَّةٌ.

ترجمہ: جبرئیل امین سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو شق کیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ کے قلبِ مبارک میں جو چیز ڈالی جاتی ہے وہ اس کو سمجھتا بھی ہے اور یاد بھی رکھتا ہے۔ اس قلب کے دو کان ہیں جو خوب سننے والے ہیں، دو آنکھیں ہیں جو خوب دیکھنے والی ہیں۔ آپ کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے، ساری مخلوق قیامت کے روز آپ کے پیچھے

ہوگی، آپ کے اخلاق مستحکم ہیں، آپ کی زبان سچی ہے اور آپ کا نفس مطمئن ہے۔

(سنن الدارمی، حصہ اول، ص:۱۹۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شق صدر ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار ہوا۔ سب سے پہلے اس وقت جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایام رضاعت میں تھے، دوسری مرتبہ بعثت سے پہلے اور تیسری مرتبہ واقعۂ معراج سے پہلے۔

اللہ ربُّ العزت نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قلبِ بیدار عطا فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَ لَا یَنَامُ قَلْبِی. ترجمہ: بے شک میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری، حصہ دوم، ص:۵۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْاَنْبِیَآءُ تَنَامُ اَعْیُنُهُمْ وَ لَا یَنَامُ قَلْبُهُمْ.

ترجمہ: انبیاے کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں مگر ان کے دل بیدار ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۹۱)

● ● ●

بغلِ مبارک

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک بغلیں سفید، صاف و شفاف اور نہایت خوش بودار تھیں جس کے بارے میں کتبِ احادیث وسیر میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعدد احادیث مروی ہیں:

ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی پیش کیا، آپ نے خوش ہو کر انھیں دعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: وَ رَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ۔

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

(صحیح بخاری حصہ پنجم، ص: ۱۵۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک بغلوں کے خوش بودار ہونے کے حوالے سے بنی حریش کے ایک شخص اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں اپنے والدِ گرامی کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اقرارِ جرم پر سنگ سار کیا جارہا تھا۔ مجھ پر خوف سا طاری ہو گیا اور ممکن تھا کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ پس رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا (گویا گرتے دیکھ کر مجھے تھام لیا) اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک بغلوں کا پسینہ مجھ پر گرا جو کستوری کی خوش بو کی مانند تھا۔ (سنن دارمی، حصہ اول، ص: ۲۰۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دعا مانگتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دست مبارک اٹھائے ہوئے دیکھا مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۶۱۲)

داڑھی مبارک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَ اللِّحْيَةِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ سوم، ص: ۱۶۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَسْوَدَ اللِّحْيَةِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص: ۲۱۷)

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنھیں سفرِ ہجرت میں شاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، اپنے تأثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَثِيْفَ اللِّحْيَةِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریشِ اقدس گھنی تھی۔

(الشمائل الشریفۃ للسیوطی، حصہ اول، ص: ۳۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَثَّ اللِّحْيَةِ. ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص: ۱۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

كَانَ اَسْوَدَ اللِّحْيَةِ حَسَنَ الثَّغْرِ.

ترجمہ: حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک سیاہ اور اگلے دانت خوب تھے۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۵)

حضرت وہب بن ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ رَاَيْتُ بَيَاضًا مِّنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلَى الْعَنْفَقَةَ.

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ کے لبِ اقدس کے نیچے کچھ بال تھے۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۸۷)

عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریشِ مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کی جزئیات (چھوٹی چھوٹی باتوں) تک کا ریکارڈ رکھا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَ لَيْسَ فِيْ رَاْسِهِ وَ لِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک اور سرِ مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۸۷)

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک میں لبِ اقدس کے نیچے اور گوشِ مبارک کے ساتھ کنپٹی کے چند بال سفید تھے جنھیں سیاہ کرنے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خضاب وغیرہ استعمال

نہیں کیا۔ اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

وَ لَمْ يَخْتَضِبْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِيْ عَنْفَقَتِهِ وَ فِي الصُّدْغَيْنِ وَ فِي الرَّاْسِ نَبْذٌ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہیں لگایا کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سرِ مبارک میں چند بال سفید تھے۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۸۲۱)

ریشِ اقدس طویل تھی نہ چھوٹی بلکہ اعتدال، توازن اور تناسب کا انتہائی دل کش نمونہ اور موزونیت لیے ہوئے تھی۔ جیسا کہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَ طُوْلِهَا. ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ریشِ مبارک کے طول و عرض کو برابر تراشا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف، حصہ پنجم، ص:۹۴)

• • •

قدمِ مبارک

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ اَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدَمًا.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمین شریفین تمام انسانوں سے بڑھ کر خوب صورت تھے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۲)

حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ہند بن ابو ہالہ اور دیگر متعدد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روایت کرتے ہیں:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ شَثْنَ الْقَدَمَیْنِ وَ الْکَفَّیْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۲)

حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ضَخْمَ الْقَدَمَیْنِ.

ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمینِ پاک اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۲)

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمین شریفین دیکھنے میں ہموار دکھائی دیتے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَسِیْحَ الْقَدَمَیْنِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمینِ شریفین ہموار اور نرم تھے۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ سوم، ص:۲۴)

قدمِ پاک کی انگلیاں

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں کی انگلیاں حسنِ اعتدال اور حسنِ تناسب کے ساتھ قدرے لمبی تھیں۔ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے اپنے والدِ گرامی کے ساتھ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور دستِ اقدس میں چھڑی تھی۔ میرے والدِ گرامی نے آپ کے مبارک پاؤں تھام کر آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ اس وقت مجھے آپ کے قدمینِ شریفین کی انگلیوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ فَمَا نَسِیْتُ فِیْمَا نَسِیْتُ طُوْلَ اِصْبَعِ قَدَمِہِ السَّبَّابَۃِ عَلٰی سَائِرِ اَصَابِعِہٖ.

ترجمہ: میں آج تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کی سبّابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) کا دوسری انگلیوں کے مقابلے میں حسنِ طوالت نہیں بھولی۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۴۴، ص:۶۲۰)

پنڈلی اور ایڑیاں

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آقائے محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے تو مجھے آپ کی مبارک پنڈلیوں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چشمِ تصور میں آج بھی اس منظر کی یاد اس طرح تازہ کرتے ہیں: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ سَاقَیْہِ. ترجمہ: گویا میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔

(صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۹۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ فِیْ سَاقَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حُمُوْشَۃٌ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں پتلی تھیں۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۰۳)

سو اونٹوں کی لالچ نے سراقہ کو قافلۂ ہجرت کے تعاقب پر اُکسایا۔ اس تعاقب کے دوران انھیں تاج دارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت ہوئی۔ وہ اپنے احساسات یوں بیان کرتے ہیں:

فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ وَ هُوَ عَلٰى نَاقَتِهٖ جَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰى سَاقِهٖ كَاَنَّهَا جُمَارَةٌ.

ترجمہ: جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچا اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پنڈلی کی زیارت ہوئی، یوں لگا جیسے کھجور کا خوشہ پردے سے باہر نکل آیا ہو۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ سوم، ص:۲۴۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْهُوْسَ الْعَقِبَيْنِ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۸۲۰)

تلوا مبارک

آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک تلوے قدرے گہرے تھے، زمین پر نہیں لگتے تھے۔ حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ خَمْصَانُ الْاَخْمَصَيْنِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمین مقدسہ پُر گوشت تھے اور تلوے قدرے گہرے تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ دوم، ص:۸۷)

ایک دوسری روایت میں تلووں کے برابر ہونے کا ذکر بھی ہے:

كَانَ يَطَأُ بِقَدَمِهٖ جَمِيْعًا لَيْسَ لَهَا اَخْمَصُ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلتے وقت پورا پاؤں زمین پر لگاتے، کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا جو زمین پر نہ لگتا۔ (الادب المفرد، حصہ اول، ص:۶۵۲)

ان دونوں روایات کی محدثین نے جو تطبیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوں کہ تلووں کی گولائی معمولی سی تھی اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرامِ ناز سے آہستہ قدم اٹھاتے تو پاؤں کے تلوے زمین پر نہ لگتے لیکن جب زور سے قدم اٹھاتے اور قدرے سختی سے پاؤں زمین پر رکھتے تو تلوے بھی نقوشِ پا میں شامل ہو جاتے۔

• • •

مبارک رنگت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ اَنْوَرُھُمْ لَوْنًا.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رنگ و روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ پُرنور تھے۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ لَوْنًا.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ دوم، ص:۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَزْھَرَ اللَّوْنِ.

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ سفید چمک دار تھا۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۸۱۵)

حضرت جریری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ کہتے سنا:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ مَا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ رَجُلٌ رَاٰہُ غَیْرِیْ.

(ترجمہ: میں نے رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آج میرے سوا پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا

شرف نصیب ہوا ہو۔) تو میں نے عرض کی: آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسا دیکھا؟ آپ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا: کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُّقَصَّدًا.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگِ مبارک سفید، جاذبِ نظر اور قد میانہ تھا۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۸۲۰)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَبْیَضَ مُشْرَّبًا بِحُمْرَۃٍ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سرخی کا حسین امتزاج تھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ دوم، ص:۲۵۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کَانَ لَوْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَسْمَرَ.

ترجمہ: حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رنگت گندم گوں تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ دوم، ص:۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَبْیَضُ کَاَنَّمَا صِیْغَ مِنْ فِضَّۃٍ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفید رنگت والے تھے گویا آپ کا جسمِ مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۲۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک رنگ خوب روشن اور چمک دار تھا۔

تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس پر متفق ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ سفید تھا، اسی چیز کی تعبیر احادیثِ نبوی میں

لفظ "اَبْيَضُ" سے کی گئی ہے۔بعض روایات میں "کَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا"
اوربعض روایات میں "اَبْيَضُ مَلِيْحُ الْوَجْهِ" جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔
ان سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ کی سفیدی بیان کرنا مقصود
ہے۔باقی ملاحت کا ذکر بطورِ صفتِ زائدہ ہے اور اس لیے اس کا ذکر کیا گیا
ہے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے جو لذت اور تسکینِ روح
وجاں حاصل ہوتی ہے اس پر دلالت کرے۔

(مدارج النبوۃ للعلامۃ عبد الحق الدہلوی (اردو)، جلد اول، ص:۴۲، ادبی دُنیا)

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسن و جمال بے مثال تھا۔آپ کے حسن و جمال
کی تشبیہ کائنات کی کسی مخلوق سے نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی کسی لفظ کے ذریعے آپ کے حسن و
جمال کا نقشہ کھینچا جاسکتا ہے۔اس لیے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
شانِ اقدس سے کم تر ہے۔

روایات میں تطبیق

امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ تمام روایات بیان فرمانے کے بعد رقم
طراز ہیں:

فَثَبَتَ بِمَجْمُوْعِ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ اَنَّ الْمُرَادَ بِالسُّمْرَةِ حُمْرَةٌ
تُخَالِطُ الْبَيَاضَ وَ بِالْبَيَاضِ الْمُثْبَتِ مَا يُخَالِطُ الْحُمْرَةَ وَ اَمَّا
وَصْفُ لَوْنِهٖ فِيْ اَخْبَارٍ بِشِدَّةِ الْبَيَاضِ فَمَحْمُوْلٌ عَلَى الْبَرِيْقِ وَ
اللَّمْعَانِ كَمَا يُشِيْرُ اِلَيْهِ حَدِيْثُ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ.

ترجمہ: ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جن میں لفظ سُمرہ کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد وہ
سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو اور جن میں سفیدی کا ذکر ہے اس سے مراد

وہ سفید رنگ ہے جس میں سرخی ہو اور بعض روایات میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
مبارک رنگ کو بہت زیادہ سفید بیان کیا گیا ہے اس سے مراد اس کی چمک دمک ہے جس طرح
حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں آفتاب محوِ خرام رہتا ہے۔

(منتہی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول، حصہ اول، ص:۱۹۴)

حضرت ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

قَالَ الْعَسْقَلَانِيُّ: تَبَيَّنَ مِنْ مَّجْمُوْعِ الرِّوَايَاتِ اَنَّ الْمُرَادَ
بِالْبَيَاضِ الْمَنْفِيِّ مَا لَا يُخَالِطُهُ الْحُمْرَةُ وَ الْمُرَادُ بِالسُّمْرَةِ
الْحُمْرَةُ الَّتِيْ يُخَالِطُهَا الْبَيَاضُ.

ترجمہ: حضرت امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ
صرف سفیدی سے مراد وہ سفید رنگت ہے جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو اور "سُمرہ" سے
مراد وہ سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو۔

(جمع الوسائل لملا علی القاری، حصہ اول، ص:۱۲)

• • •

بے سایہ پیکرِ نور

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: كَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِهٖ فِيْ شَمْسٍ وَّ لَا قَمَرٍ لِاَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا.

ترجمہ: سورج اور چاند (کی روشنی میں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا کیوں کہ آپ سراپا نور رہتے۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، حصہ اول، ص:۷۳۱)

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں:

اِنَّ ظِلَّهٗ كَانَ لَا يَقَعُ عَلَى الْاَرْضِ وَ اِنَّهٗ كَانَ نُوْرًا فَكَانَ اِذَا مَشٰى فِي الشَّمْسِ اَوِ الْقَمَرِ لَا يُنْظَرُ لَهٗ ظِلٌّ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیوں کہ آپ سراپا نور رہتے۔ جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔

(الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۱۶)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ لَهٗ ظِلٌّ فِيْ شَمْسٍ وَّ لَا قَمَرٍ.

ترجمہ: چاند و سورج (کی روشنی) میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں ہوتا۔ (المواہب اللدنیۃ، حصہ دوم، ص:۸۵)

● ● ●

لبِ اقدس

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس لب کی لطافت وشگفتگی کے حوالے سے روایت ہے: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَحْسَنَ عِبَادِ اللّٰهِ شَفَتَيْنِ وَ اَلْطَفَهُمْ خَتْمَ فَمٍ. ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس لب اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوب صورت تھے اور بہ وقتِ سکوت نہایت ہی شگفتہ اور لطیف محسوس ہوتے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۹۸)

آپ کے لب مبارک کھلتے تو منہ سے پھول برستے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مفہوم کی ادائیگی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كَانَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَرْتِيْلٌ اَوْ تَرْسِيْلٌ.

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو میں ایک نظم اور ٹھہراؤ ہوتا۔

(سنن ابو داؤد، حصہ سوم، ص:۱۶۲۰)

آقائے محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، کلام بڑا واضح ہوتا جس میں کوئی ابہام اور الجھاؤ نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی الفاظ شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۹۰)

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حُلْوُ الْمَنْطِقِ فَصْلًا لَا نَزْرٌ وَّ لَا هَذْرٌ. ترجمہ: گفتگو نہایت فصیح و بلیغ اور میٹھی ہوتی، اس میں کمی بیشی نہ ہوتی۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حصہ سوم، ص:۱۰)

زبانِ مبارک

حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زبان حق وصداقت کی آئینہ دار تھی۔ آپ کی زبان حق ترجمان کا بھی اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ جب نزولِ وحی ہوتا تو آپ اسے جلدی جلدی محفوظ کرنے کے آرزومند ہوتے اسی لیے آپ اپنی زبان سے وحی کے الفاظ تیزی کے ساتھ دہرانے لگتے۔ اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ.

ترجمہ: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

(سورۂ قیامہ، آیت:۱۶)

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زبان فضول اور لایعنی باتوں سے پاک تھی۔ اس لیے کہ زبانِ اقدس سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ وحیِ الٰہی تھا جس میں سرے سے غلطی اور خطا کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ (سورۂ نجم، آیت:۳-۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَخْزَنُ لِسَانَهٗ اِلَّا فِیْمَا یَعْنِیْهِ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زبانِ اقدس کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے۔ (الشمائل المحمدیہ للترمذی، حصہ اول، ص:۱۹۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مالک کے ساتھ مکاتبت کرو، چناں چہ چالیس اوقیہ سونا زرِ کتابت مقرر ہوا، ایک روز سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سونے کا انڈا عطا فرمایا کہ اس سے اپنا زرِ کتابت ادا کرو۔ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ ایک چھوٹا سا انڈا ہے، اس سے کیسے چالیس اوقیہ سونا ادا کیا جاسکتا ہے؟ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انڈا ان سے لے کر اپنی زبان اس پر پھیری اور فرمایا جاؤ ادا کرو۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے لگنے سے اس میں اتنی برکت ہوگئی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس اوقیہ سونا اپنے مالک کو ادا کردیا اور پھر بھی چالیس اوقیہ ان کے لیے باقی رہا۔ (ملتقطًا من سیرۃ المصطفیٰ، حصہ اول، ص:۸۱)

• • •

ہتھیلی مبارک

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَحْبَ الرَّاحَةِ.

ترجمہ: حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ سوم، ص:۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَ كَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ.

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۲)

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ، خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ آپ جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو اسے ٹھنڈک اور سکون کا یوں احساس ہوتا جیسے برف جسم کو مس کر رہی ہو۔

حضرت عبد اللہ بن بلال انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ان کے والدِ گرامی دعا کے لیے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا دے کر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ اس کیفیت کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فَمَا اَنْسٰى وَضْعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَدَهُ

عَلٰى رَأْسِىْ حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَهَا.

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا اس وقت مجھے جو ٹھنڈک اور حلاوت محسوس ہوئی وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

(مجمع الزوائد، حصہ نہم، ص:۳۹۹)

• • •

بابِ سوم

ذاتی زندگی سے متعلق آداب وسنن

ذاتی زندگی سے متعلق آداب وسنن

سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے۔ خود خالقِ کائنات عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. ترجمہ: بے شک تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔ (سورۂ احزاب، آیت: ۲۱)

جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا رسول عطا فرما دیا جس کی حیات طیبہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے تو ہمیں ہر حال میں ان کی اتباع اور ہر کام میں انھی کی پیروی اپنے لیے لازم وضروری سمجھنی چاہیے تاکہ ان کے نقش قدم پر چل کر ہماری زندگی کا ہر گوشہ سنور جائے اور ہمیں دارین کی ابدی سعادتیں میسر آجائیں۔

ایسا نہیں ہے کہ صرف حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرز پر عبادتیں کرنا ہی سنت پر عمل پیرا ہونا کہلائے گا بلکہ اپنے تمام کاموں میں اس بات کا خیال رکھنا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کام کس انداز میں فرمایا ہے، اتباعِ سنت کہلائے گا۔ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، تجارت، بیع وشرا اور اس جیسے ڈھیروں ذاتی زندگی سے متعلق معاملات ہیں جن میں ہمارے لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مشعلِ راہ ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دل میں سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا کریں اور اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ سنتوں کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتے رہیں، اسی میں ہمارے لیے دارین کی سعادت مندی ہے۔

نیند سے بیداری

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سونے اور بیدار ہونے کے حوالے سے متعدد روایتیں ملتی ہیں ان میں سے چند روایتیں ذکر کی جارہی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سنت سمجھ کر اسی کے مطابق سونے اور بیدار ہونے کی کوشش کریں۔

بیدار ہوتے ہی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور آنکھیں ملتے۔ (صحیح مسلم، ص:۵۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! فطری طور پر ایسا ہوتا ہے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد آنکھوں میں نیند کا کچھ اثر باقی رہتا ہے اور بار ہا مزید سونے کی خواہش ہوتی ہے۔ اگر اس سُنّتِ مبارکہ پر عمل کر لیا جائے تو جہاں سنت پر عمل کا ثواب ملے گا وہیں دنیوی فائدہ یہ ہوگا کہ آنکھوں سے نیند کا خمار ختم ہو جائے گا اور طبیعت میں کچھ چستی اور نشاط پیدا ہو جائے گی۔

احتیاط ضروری ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جس میں مُنڈیر نہ ہو۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۱۴۱)

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گھر کی ایسی چھت پر سوئے جس پر پردہ اور رکاوٹ کی دیوار ہو تو اس کی ذمے داری ختم ہوگئی۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس زمانے میں تو عمومًا چھت کے کنارے اینٹ وغیرہ سے گھیرے ہوئے ہوتے ہیں، پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا اور عمومًا چھت کھجور کے تنے وغیرہ سے بنی ہوئی ہوتی تھی جس کے کنارے کھلے ہوتے تھے اور گھر آپس میں قریب قریب ہوتے۔ چوں کہ سونے میں اکثر ستر وغیرہ کے کھلنے کا خوف ہوتا ہے اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چھتوں پر سونے سے منع فرمایا جن کے کنارے کھلے ہوئے ہوں تاکہ ستر وغیرہ کے معاملے میں بے احتیاطی نہ ہو۔ یا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چھت کے کنارے دیوار وغیرہ سے گھیرے ہوئے نہیں ہوتے ان سے سونے والے کے گرنے کا خوف ہوتا ہے اس لیے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا۔

پَیر پر پَیر

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی چت لیٹنے کی حالت میں اپنی ایک ٹانگ اٹھا کر دوسری ٹانگ پر رکھے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ شرعًا جائز ہے۔ احتیاط بایں معنی کہ چت لیٹ کر پیر پر پیر رکھنے میں ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسے کپڑے پہن کر سوئے جن میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے مگر پھر بھی چوں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا ہے لہٰذا ہمیں بلا چوں و چرا اسے مانتے ہوئے ہر حال میں اس سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص تہبند پہنے ہوئے چت لیٹ کر ایک پیر کھڑا کر کے دوسرا پیر اس پر رکھے تو اسے اس کام سے سختی سے منع کیا جائے کہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ قوی ہے۔

پیٹ کے بَل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بَل اوندھا لیٹا ہوا دیکھا تو آپ نے فرمایا: لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ کو ناپسند ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۹۴)

حضرت ابو ذَر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، آپ نے قدمِ مبارک سے مجھے ہلایا اور فرمایا: یہ دوزخیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۲۲۷)

پیٹ کے بَل لیٹنے میں کئی دینی و دنیوی نقصانات ہیں۔ اولاً تو یہ خود اللہ عزوجل کو ناپسند ہے اور ثانیًا یہ کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔ اس کا دنیوی نقصان یہ ہے کہ پیٹ کے بَل لیٹنے سے پیٹ دَب جاتا ہے اور بدہضمی وغیرہ پیٹ کے امراض کا خوف ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں پیٹ کے بل لیٹنے اور سونے سے بچنا چاہیے کہ یہ عمل خلافِ سنت بھی ہے اور اس میں دینی و دنیوی نقصانات بھی ہیں۔

سفر میں حضور کا معمول

حضرت ابو قَتَادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اور دستور تھا کہ جب آپ رات میں کہیں پڑاؤ کرتے تو دائیں کروٹ پر آرام فرماتے اور صبح سے کچھ پہلے پڑاؤ کرتے تو اپنی کلائی کھڑی کر لیتے اور سر مبارک اپنی ہتھیلی پر رکھ کر کچھ آرام فرمالیتے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۷۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ سفر میں حضور رحمتِ

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس طرح سونے میں غفلت کی نیند نہیں آتی اور سونے والا صحیح وقت پر بآسانی بیدار ہوسکتا ہے۔ سفر میں وقت پر بیدار رہنا اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس لیے سفر میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح آرام فرماتے۔

سونے سے پہلے دعا

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو جب بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار (گال) مبارک کے نیچے رکھ لیتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی. اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۱۷)

پہلی دعا کا مطلب ہے ''اے اللہ! میں تیرے نام سے جیتا اور مرتا ہوں۔'' اور دوسری دعا کا مطلب ہے ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی جانب پلٹنا ہے۔''

یقیناً ایک مومن کامل کی زندگی اور اس کی موت اللہ کے نام پر ہونی چاہیے، زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کی رضا جوئی کے لیے گزرنا چاہیے، جب آنکھ بند ہو تو اللہ کا نام لے کر اور جب آنکھ کھلے تب بھی زبان پر اللہ کی حمد و ثنا ہونی چاہیے۔

مسواک کا التزام

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو مسواک اپنے سرہانے رکھ لیتے، پھر جب بیدار ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ دہم، ص:۱۸۷)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور نماز مکمل

کرنے کے بعد مسواک کیا کرتے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۱۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسواک حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی پسندیدہ سنت ہے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اپنی اُمت کے مشقت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انھیں ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ مذکورہ دونوں روایتوں سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس عظیم سنت کا التزام کریں کہ جہاں یہ ہمارے لیے ثواب کا باعث ہے وہیں اس میں ہمارے منہ کی صفائی بھی ہے۔ صبح بیدار ہونے کے وقت لمبے وقفے تک منہ میں کچھ حرکت نہ ہونے کی وجہ سے دانتوں اور مسوڑوں پر میل جم جاتی ہے، مسواک سے اس کی اچھی طرح صفائی ہو جاتی ہے اور وہ میل پیٹ میں نہیں پہنچتی جس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے۔

سونے اور جاگنے کا طریقہ

☆ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے شروع کے حصے میں آرام فرماتے اور آدھی رات کے بعد اٹھ جاتے۔

☆ رات کے شروع حصے میں جب گہری نیند میں ہوتے تو دائیں کروٹ پر اس طرح سوتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں گال کے نیچے رکھ لیتے۔

☆ کسی شخص کو پیٹ کے بل یا اوندھا لیٹا ہوا یا سوتا ہوا دیکھتے تو بہت ناراض ہوتے اور پیر سے اس کو اٹھا دیتے۔

☆ آپ کھجور کی چھال بھرے چمڑے کے گدے یا چٹائی یا ٹاٹ یا بان کی بنی ہوئی چارپائی پر اور کبھی کبھی صرف چمڑے یا سیاہ کپڑے پر اور کبھی زمین ہی پر آرام فرما لیا

کرتے تھے۔

☆ جس ٹاٹ پر آپ آرام فرماتے اس کو صرف دو بار تہہ کر کے بچھانے کا حکم دیتے اور آپ سونے میں خراٹے لیتے تھے۔

☆ آپ کبھی چت لیٹتے اور پیر پر پیر رکھ کر آرام فرماتے مگر اس طرح کہ ستر نہ کھلتا اور اگر ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا تو ایسے لیٹنے سے آپ منع فرماتے۔

☆ آپ عشا سے پہلے نہیں سوتے تھے۔

☆ آپ رات میں ایسے گھر میں آرام نہیں کرتے تھے جس میں چراغ نہ جلایا گیا ہو۔

☆ آپ جنابت کی حالت میں آرام کرنا چاہتے تو پہلے ناپاک جگہ دھو لیتے پھر آرام فرماتے۔

☆ آپ عام طور پر وضو کر کے سوتے تھے۔

☆ اگر رات میں آنکھ کھلتی تو قضاے حاجت کے بعد صرف چہرہ اور ہاتھ دھو کر سو جاتے۔

☆ سونے سے پہلے دوسرے کپڑے کی تہبند باندھتے اور کرتا اُتارنے کے بعد آرام کرتے۔

☆ رات کو آپ کے سرہانے ایک سرمے دانی رکھی رہتی جس میں سے آپ لگا کر سوتے۔ اس سرمے دانی کا رنگ کالا ہوتا تھا۔

☆ آپ سرمہ لگاتے تو دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگاتے اور کبھی ہر آنکھ میں دو دو بار اور آخری ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔

☆ آپ کے استنجا کرنے کے لیے آپ کی چارپائی کے نیچے ایک لکڑی کا برتن رکھا رہتا جسے آپ کبھی کبھی رات میں استنجا کے لیے استعمال فرماتے۔

☆ آپ سوتے وقت اپنے گھر والوں کے سامنے کچھ باتیں کیا کرتے تھے، کبھی گھر کے

بارے میں اور کبھی مسلمانوں کے بارے میں۔

☆ آپ ہر رات تکیے پر سر رکھ کر سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس ایک ایک بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں پھونک لیتے، پھر انھیں کھول کر پورے بدن پر جہاں تک ہاتھ جا تا مل لیتے اور ہاتھوں کو سر اور چہرے سے نیچے کی طرف تین بار پھیرتے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمیں بھی چاہیے کہ نماز عشا اور رات کے کھانے سے فراغت کے بعد کچھ دیر اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر گھریلو معاملات یا دینی گفتگو کریں، پھر آرام دہ کپڑے یعنی تہبند وغیرہ پہن لیں۔ اگر استنجا وغیرہ کی حاجت ہو تو اس سے فراغت حاصل کر کے وضو کر لیں، آنکھوں میں سرمہ لگا لیں، اپنے کمرے کا نائٹ بلب جلا لیں اور اپنے بستر پر دائیں کروٹ پر اس طرح لیٹ جائیں کہ دایاں ہاتھ دائیں گال کے نیچے ہو اور چہرہ قبلے کی طرف ہو۔ ایک ایک مرتبہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر اپنی مٹھیوں میں پھوک لیں پھر مٹھی کھول کر پورے بدن پر ہاتھ پھیر لیں، سونے کی دعا پڑھیں اور سنت کے مطابق آرام کریں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو جہاں نیند کی وجہ سے ہمارے بدن کو آرام ملے گا وہیں ہمیں کئی سنتوں پر عمل کا بہت سارا ثواب بھی ملے گا۔

سونے اور جاگنے کے بارے میں نصیحتیں

☆ گھر کے دروازے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر بند کریں اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر کنڈی لگائیں۔ جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر ڈھانک دیں۔

☆ آگ جل یا سلگ رہی ہو تو اسے بجھا دیں۔

☆ جس روشنی سے آگ لگنے کا خطرہ ہو اسے بجھا دیں۔

☆ بیوی بچوں سے اچھی اچھی باتیں کریں۔

☆ جب بچے نو دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو بہن بھائی کے بستر الگ الگ کر دیں۔

☆ سونے سے پہلے مسواک کر لیں۔

☆ خود بستر بچھائیں۔

☆ تکیہ لگائیں۔

☆ دائیں کروٹ قبلہ رُو ہو کر سوئیں۔

☆ داہنے ہاتھ کے اوپر سر رکھ کر سوئیں۔

☆ تہجد کی نماز کے لیے نیت کر کے سوئیں۔

☆ صبح سویرے نیند سے بیدار ہونے کے بعد چہرے پر ہاتھ ملیں تا کہ نیند کا خمار جاتا رہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! احادیث مبارکہ کی روشنی میں سونے اور بیدار ہونے سے متعلق یہ چند نصیحتیں نہایت قابل عمل ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم انھیں عملی جامہ پہنائیں اور اپنی زندگی کے ہر گوشے میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو جگہ دیں۔

● ● ●

قضاے حاجت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشریت کا لبادہ اڑھا کر اس لیے دنیا میں مبعوث فرمایا تا کہ آپ اپنے ماننے والوں کے لیے عملی نمونہ پیش کر سکیں اور آپ کی زندگی کے روز وشب دیکھ کر انسانوں کو زندگی گزارنے کا سلیقہ ملے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ہر عمل کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا ہے، عبادات سے لے کر معاملات تک اور جاگنے سے لے کر سونے تک ہر ہر عمل کے لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو نمونۂ عمل بنایا ہے۔ یہاں تک کہ قضاے حاجت کے لیے بھی اسلام میں مخصوص طریقہ ہے۔ اس سے مذہبِ اسلام کی عظمت اور ہمہ گیریت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کعبہ کی طرف منہ نہ کرو

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جب پاخانہ کے لیے جاؤ تو کعبہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ ہی اس کی طرف پیٹھ کرو۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۲۲۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کعبۂ مقدسہ عظمت و جلال والا گھر ہے اور ہمارے لیے نماز کا قبلہ ہے۔ اسی لیے ہمیں حکم ہے کہ ہم کعبہ کی تعظیم و توقیر کریں۔ قضاے حاجت کے وقت بھی ہمیں قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کرنے میں بھی یہی حکمت ہے کہ ہم کعبے کی عزت اور اس کی تعظیم وتوقیر ملحوظ رکھیں۔

خیال رکھیں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ ہم پاخانہ یا پیشاب کے وقت کعبہ کی جانب منہ کریں یا

داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا تین پتھروں سے کم میں استنجا کریں یا ہڈی سے یا نجس چیز سے استنجا کریں۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پیشاب یا پاخانے کی جگہ دھلنے کے وقت اپنا داہنا ہاتھ اس جگہ کو ملنے کے لیے استعمال کریں، اس سے حدیث پاک میں منع فرمایا گیا ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے داہنے ہاتھ میں پانی کا لوٹا پکڑ کر استنجا کے مقام پر پانی ڈالیں اور اپنے بائیں ہاتھ سے استنجا کی جگہ ملیں۔ تین پتھروں سے کم سے استنجا کرنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ اس میں استنجا کی جگہ کے مکمل طور پر صاف و پاک نہ ہونے کا اندیشہ باقی رہ جاتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ استنجا کے لیے کم از کم تین پتھر استعمال کریں۔ ہڈی سے استنجا کرنے سے منع کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور علماے کرام فرماتے ہیں کہ جب جنات ہڈی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ کی قدرت سے اس پر گوشت آجاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہڈی میں نجاست جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے ہڈی سے استنجا کرنے میں نجاست کے پھیلنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ نجس چیزوں سے استنجا کرنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ وہ خود نجس ہیں تو نجاست کیسے دور کر سکتی ہیں؟

پیشاب کے چھینٹے

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرنے لگے تو فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ ان دونوں میں سے ایک شخص تو وہ ہے جو پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا شخص وہ ہے جو چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی لے کر اس کو آدھی آدھی کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: آپ نے یہ کس لیے کیا؟ آپ نے فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی اس وقت تک دونوں کے عذاب میں کمی ہوتی رہے گی۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا عذابِ قبر کا باعث ہے۔ (۲) چغل خوری بھی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ (۳) حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے تبھی تو آپ نے یہ دیکھ لیا کہ دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی جان لیا کہ وہ عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ (۴) قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا جائز ہے اس لیے کہ تر پودے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور جہاں اللہ کی تسبیح کی جائے وہاں عذاب نازل نہیں ہوتا جیسا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں قبروں پر کھجور کی تر شاخ نصب فرمائی تھی۔

یہاں ایک بات خصوصیت کے ساتھ قابلِ غور ہے کہ پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا یعنی اس انداز میں پیشاب کرنا کہ بدن یا کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے اڑیں، یہ عذابِ قبر کا باعث ہے۔ آج خاص طور پر نوجوانوں کا یہ معمول ہے کہ بالکل چست پینٹ پہنتے ہیں اور کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں۔ اگر بیٹھ کر بھی کریں تو ان کے کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ضرور پیشاب کے قطرے ان کے بدن اور کپڑوں پر لگ جاتے ہیں۔ اس روایت سے عبرت حاصل کیجیے اور پیشاب کے چھینٹوں سے ہر حال میں بچنے کی کوشش کیجیے۔

لعنت کا ذریعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں چیزوں سے بچو جو لعنت کا ذریعہ ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ ارشاد ہوا: لوگوں کے راستے میں اور ان کے سایہ لینے کی جگہ میں پاخانہ کرنا۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راستوں پر اور سایہ دار جگہوں پر رفع حاجت سے منع فرمایا۔ اس لیے کہ راستوں پر رفع حاجت کرنے میں گزرنے والوں کے پیروں کے ملوث ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور سایہ دار جگہوں پر لوگ آرام کرنے کے لیے ٹھہرتے ہیں تو ایسی جگہوں پر رفع حاجت کرنا ان کے لیے تکلیف کا باعث بنے گا۔ اب تو شہروں میں اس کے امکانات بہت کم ہیں اس لیے کہ زیادہ تر ٹوائلیٹ وغیرہ کی سہولت ہوتی ہے مگر دیہاتوں میں اس کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کبھی دیہات وغیرہ میں رفع حاجت کے لیے میدان وغیرہ میں جانے کی ضرورت در پیش ہو تو اس بات کا خیال رکھیں کہ راستے اور سائے میں رفع حاجت نہ کریں۔

پانی سے استنجا کریں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پاخانہ کے لیے جاتے تو میں اور ایک دوسرا خادم پانی کا برتن اور نیزہ لے کر جاتے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانی سے استنجا کرتے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ڈھیلے سے استنجا کرنا جائز ہے مگر پانی سے استنجا پسندیدہ ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اہلِ قُبا کی اس بات پر تعریف وتوصیف کی ہے کہ وہ حضرات پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پتھر وغیرہ کے مقابلے میں پانی سے استنجا کرنے میں زیادہ نظافت اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور

اسلام نظافت و پاکیزگی پسند کرتا ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ڈھیلے کا بھی استعمال کیا جائے اور پانی کا بھی کہ اس طرح مبالغے کے ساتھ پاکی حاصل ہوگی اور یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں جو استنجا کے لیے پانی کا استعمال نہیں کرتے اور پیشاب کے قطرے اپنے کپڑوں میں سکھا لیتے ہیں انھیں اس سے لازمًا احتراز کرنا چاہیے اور جب بھی استنجا کی حاجت ہو تو پانی ضرور استعمال کر لینا چاہیے۔

کوئی دیکھے نہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی رفعِ حاجت کا ارادہ فرماتے اتنی دور تک جاتے جہاں آپ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

(سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مرد ہو یا عورت کسی کو بھی بلا ضرورت کسی کا ستر دیکھنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایسے مقام پر ستر کھولنا جائز ہے جہاں کسی کی نظر پڑنے کا اندیشہ ہو۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے ہمیں یہی سکھایا۔ دوسری بات یہ کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر باحیا اور باوقار تھے کہ رفعِ حاجت کے لیے اتنی دور چلے جاتے کہ آپ کی ستر تو درکنار آپ ہی کو کوئی دیکھ نہیں پاتا۔ ہمارے معاشرے میں یہ بُرائی بھی بہت عام ہے کہ خصوصًا گھروں میں ہمارے نوجوان ہاف نیکر پہن کر رہتے ہیں اور بارہا اسی طرح باہر ٹہلتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں جب کہ بلا ضرورت ستر کھولنا ناجائز اور گناہ کا باعث ہے۔

تین پتھروں کا استعمال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب پاخانے کو جائے تو اس کو اپنے ساتھ تین پتھر لے

جانا چاہیے جس کے ذریعے وہ استنجا کرے۔ وہ تین پتھر اس کے لیے کافی ہوں گے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عرب میں پانی کی بڑی قلت ہوا کرتی تھی اس لیے انھیں استنجا کے لیے پتھر استعمال کرنے کا حکم تھا۔ اگر کبھی پتھر سے استنجا کرنے کی ضرورت درپیش ہو تو تین پتھر سے پاخانہ یا پیشاب کی جگہ صاف کر لینا پاکی حاصل کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے واضح ہوا۔

سوراخ میں نہ کریں

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۱۱۵)

سوراخ میں عام طور پر موذی جانور یعنی سانپ، بچھو، چوہے، نیولے وغیرہ رہتے ہیں۔ جب کوئی کسی سوراخ میں پیشاب کرے گا تو اس کی وجہ سے ان جانوروں کے باہر نکل کر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ قوی ہے اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

غسل خانے میں نہ کریں

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يَبُولَنَّ اَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ (قَالَ اَحْمَدُ: ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ) فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اپنے غسل خانے میں پیشاب نہ کرے، پھر وہیں نہائے اور وضو کرے کیوں کہ اس سے اکثر وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! غسل خانے میں پیشاب کرنے میں ظاہری نقصان تو یہ ہے کہ جب اس میں غسل یا وضو کیا جائے گا تو پیشاب کے وہ چھینٹے جو ادھر ادھر رہ گئے ہیں پانی پڑنے سے ان کے پھیل کر بدن پر آنے کا خدشہ ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس سے وسوسے کی بیماری ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں غسل خانے میں پیشاب کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

کھڑے ہو کر منع ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو۔ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(سنن ترمذی، حصہ اول، ص: ۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کئی نقصانات ہیں۔ جسم کے اعضا خوب ڈھیلے نہیں ہوتے جس کی وجہ سے پیشاب کے کچھ قطرے نکلنے سے رہ جاتے ہیں جو یا تو بعد میں نکل کر کپڑے ناپاک کر دیتے ہیں یا پیشاب کی نلی میں رہ کر بیماری کا باعث بن سکتے ہیں۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں خاص کر اس وقت میں جب ہوا چل رہی ہو پیشاب کے چھینٹے جسم پر پڑتے ہیں جو کہ عذابِ قبر کا باعث ہے۔ حیا کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حال میں ستر اس قدر چھپایا جائے کہ رفعِ حاجت کے وقت بھی بہ قدرِ ضرورت ہی کھولا جائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں حیا کی یہ کیفیت حاصل نہیں ہو پاتی۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث میں ایک بات اور قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف ایک بار حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے اس عمل سے منع فرمایا اور آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی میں نے ایسا کام نہیں کیا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کس قدر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات ماننے اور آپ کی اطاعت کا جذبہ رکھتے تھے۔

بیت الخلاء جانے کا طریقہ

☆ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو جوتا پہن کر اور سر ڈھانک کر جاتے۔

☆ داخل ہوتے وقت بایاں پیر پہلے اندر رکھتے اور باہر نکلتے وقت دایاں پیر پہلے نکالتے۔

☆ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھتے:

بِسۡمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡخُبُثِ وَ الۡخَبَآئِثِ.

ترجمہ: اللہ کے نام سے، اے اللہ میں خبیث جنوں اور خبیثہ جنّیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

☆ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھتے اور قدمچے (بیت الخلاء میں بنی ہوئی پیر رکھنے کی جگہ) پر سیدھا پیر رکھتے اور اترنے میں پہلے بایاں پیر قدمچے سے نیچے رکھتے۔

☆ جب کپڑے اتاریں تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچے ہو کر کھول سکیں اتنا ہی بہتر ہے۔

☆ انگوٹھی یا کسی اور چیز پر قرآن شریف کی آیت یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک نام لکھا ہو تو بیت الخلاء جانے سے پہلے اسے اُتار کر باہر ہی چھوڑ دیں، فراغت کے بعد باہر آ کر پہن لیں۔ تعویذ جس کو موم جامہ کر لیا گیا ہو یا کپڑے میں سی لیا گیا ہو اسے پہن کر جانا جائز ہے۔

☆ رفعِ حاجت کے وقت قبلے کی طرف نہ چہرہ کریں اور نہ ہی اس کی طرف پیٹھ کریں۔

☆ رفعِ حاجت کے وقت بلا ضرورت بات نہ کریں اور نہ ہی اللہ کا ذکر کریں۔

☆ پیشاب کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت عضوِ خاص کو دایاں ہاتھ نہ لگائیں بلکہ بایاں ہاتھ لگائیں۔

☆ پیشاب، پاخانہ کی چھینٹوں سے بچیں کیوں کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

☆ کہیں کہیں بیت الخلاء نہیں ہوتا، اس وقت ایسی آڑ کی جگہ کرنا چاہیے جہاں دوسرے آدمی کی نگاہ نہ پڑے۔

☆ پیشاب کرنے کے لیے نرم زمین تلاش کریں تاکہ پیشاب کے چھینٹے نہ اڑیں۔

☆ بیٹھ کر پیشاب کریں، کھڑے ہوکر پیشاب نہ کریں۔

☆ پیشاب کرنے کے لیے اکڑوں بیٹھیں اور رانوں کے درمیان کافی فاصلہ رکھیں۔

☆ استنجا کے بعد اپنا بایاں ہاتھ مٹی یا صابون سے رگڑ کر صاف کرلیں پھر دھولیں۔

☆ قضاے حاجت کے لیے بیٹھنے کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ریت یا مٹی کے ڈھیر یا پتھر یا کھجور وغیرہ کی آڑ پسند فرماتے۔

☆ جب رفعِ حاجت کے لیے بیٹھتے تو قبلے کی طرف نہ منہ کرتے اور نہ پشت۔

☆ قضاے حاجت کے بعد صفائی کے لیے مٹی کے ڈھیلے ضرور لے کر جاتے اور وہ تعداد میں ہمیشہ طاق ہوتے۔

☆ بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پیر باہر نکالتے۔

☆ بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے: غُفْرَانَکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ.

ترجمہ: میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھ سے ایذا دینے والی چیز دوری کیا اور مجھے عافیت بخشی۔

جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جوتا پہننا ہر انسان کے لیے روز و شب کی اہم ضروریات میں سے ہے، اس لیے کہ ہموار اور نرم زمین پر جوتا پہن کر پر چلنا آسان ہوتا ہے، جنگلوں اور بیابان میں جوتا کانٹے اور موذی چیزوں سے پیروں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتے استعمال کیے ہیں اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو بھی جوتے استعمال کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جہاں جوتے استعمال کرنا سُنّتِ رسول ہے وہیں اسلام نے ہمیں جوتے استعمال کرنے کا طریقہ اور سلیقہ بھی سکھایا ہے۔

جوتا پہننے اور اتارنے کا سنت طریقہ

جوتوں کو پہننے سے پہلے جھاڑ پونچھ لیں اور اگر جوتا بند قسم کا ہے تو اسے الٹا کر کے دیکھیں کہ اس میں کوئی تکلیف دہ جانور یا کوئی تکلیف دہ چیز نہ ہو، اس کے بعد بیٹھ کر پہلے دایاں جوتا پہنیں پھر بایاں اور اتارتے وقت پہلے بایاں اتاریں پھر دایاں۔ اگر جوتا تسمے والا ہو تو تسمہ باندھ لینا چاہیے۔

جوتے خود اپنے پیروں میں ڈالیں اور خود ہی اتاریں۔ ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر دوسرے سے ڈلوا سکتے ہیں۔ بعض مغرور اور نواب طبع لوگ خود جوتا پہننا اور اتارنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور نوکروں سے جوتا ڈلواتے ہیں۔ ایسا کرنے میں دوسرے انسان کا مقام گرتا ہے، اسلام میں ایسا کرنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى وَ اِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَ اٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی جوتے پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں طرف سے ابتدا کرے یعنی پہنتے وقت داہنا پہلے اور اتارتے وقت آخر میں رہے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۵۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ہر کام کا صحیح اور اسلامی طریقہ سکھایا ہے یہاں تک کہ آپ نے جوتے پہن کر بھی بتائے کہ اس طرح جوتے پہننے اور اتارنے چاہیے۔ جوتا پہننا ہماری روزمرہ کی ضرورت ہے، اگر ہم اسے سنت طریقے پر پہنیں اور اتاریں گے تو ہمارا جوتا پہننا اور اتارنا بھی ہمارے لیے باعثِ ثواب ہوگا۔ یہاں ایک بات اور عرض کر دوں کہ ہندوستان میں عموماً چپل یا سینڈل استعمال کی جاتی ہے، ان کے پہننے اور اتارنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ پہلے دائیں پیر میں پہنیں پھر بائیں پیر میں اور اتارتے وقت پہلے بائیں پیر سے اتاریں پھر دائیں پیر سے۔

جوتا پہننے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک غزوے کے دوران فرماتے ہوئے سنا:

اِسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ.

ترجمہ: جوتے زیادہ پہنا کرو کیوں کہ جب تک آدمی جوتے پہنے رہتا ہے سوار کی طرح رہتا ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث پاک میں

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ یہ کہ صرف جوتے پہننے کی بلکہ کثرت سے جوتے پہننے کی ترغیب وتلقین فرمائی ہے لہٰذا ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ جس قدر ممکن ہو دن کے اکثر حصے میں جوتے استعمال کریں۔

کھڑے ہو کر جوتا پہننا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا. ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا۔ (سنن ابو داوٗد، حصہ چہارم، ص:۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ جوتے کھڑے ہو کر پہننے سے منع فرمایا جن کے کھڑے ہو کر پہننے میں دشواری ہوتی ہے جیسے کہ بوٹ وغیرہ کہ ان کے تسمے باندھنے ہوتے ہیں جو بیٹھے بغیر بہت مشکل ہے۔ اسی طرح کے سینڈل وغیرہ کو بھی بغیر بیٹھے صحیح طور پر پہننا مشکل ہے۔ البتہ موجڑی، چپل وغیرہ چوں کہ کھڑے ہو کر بھی آسانی کے ساتھ پہنے جاسکتے ہیں اس لیے علما نے فرمایا ہے کہ ان کے کھڑے ہو کر پہننے میں کوئی حرج اور قباحت نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس منع کے تحت آتے ہیں۔

جوتوں کی حفاظت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: مِنَ السُّنَّةِ اِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ اَنْ يَّخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بَجَنْبِهٖ. ترجمہ: سنت یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو اپنے جوتے اتار لے اور انھیں اپنے پہلو میں رکھ لے۔ (سنن ابو داوٗد، حصہ چہارم، ص:۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسجد یا کسی محفل میں جائیں تو جوتے اتار لیں اور ضرورت بھر ان کی حفاظت بھی کریں۔ خصوصاً اب جب کہ مسجد وغیرہ سے

جوتے چوری ہونے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے ایسی صورت میں جوتوں کی خصوصی حفاظت کرنی چاہیے کہ یہ بھی سنت ہے۔ اگر مسجد کے اندر یا باہر جوتے رکھنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص کی گئی ہے تو وہاں رکھیں، اگر وہاں رکھنے میں جوتوں کے محفوظ نہ ہونے کا ڈر ہو تو اپنے ساتھ بھی رکھ سکتے ہیں۔ بعض مساجد کے باہر لوگ (فقرا وغیرہ) جوتوں کی حفاظت کے لیے اجرت لیتے ہیں، اگر چاہیں تو اجرت دے کر ان کے پاس بھی رکھ سکتے ہیں تاکہ جوتے محفوظ رہیں۔

خانۂ کعبہ میں اور اسی طرح حج کے دنوں میں مسجد نبوی میں جوتوں کی حفاظت کا بڑا مسئلہ رہتا ہے اس لیے کہ مسجدِ حرام کے بہت سے دروازے ہیں، اگر آپ کسی دروازے کے باہر جوتا اتار کر رکھیں تو واپسی پر جوتا گُم ہو جاتا ہے، اگر جوتا اندر لے جائیں اور کہیں رکھ دیں تو حرم کی صفائی کے موقع پر جوتوں کو باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بہتر تو یہی ہے کہ اپنے جوتے قیام گاہ ہی پر چھوڑ کر ننگے پاؤں مسجد جائیں تاکہ جوتوں کی حفاظت کا بوجھ ہی نہ رہے اور اگر ایسا نہیں کرتے ہیں اور حرم میں جوتے گُم ہو جاتے ہیں تو علما اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے باہر جو جوتے پھینکے ہوئے رہتے ہیں ان میں سے کوئی پہن لیں، اس میں کوئی حرج اور گناہ بھی نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی نے قصداً چوری کی نیت سے کسی کا جوتا اٹھالیا تو وہ یقیناً گنہ گار ہوگا۔

جوتے اتاریں تو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور اس کے بغل کی انگلی سے پکڑ کر اٹھائیں۔ اگر کسی کا جوتا الٹا پڑا ہوا دیکھیں تو سیدھا کر دیں ورنہ تنگ دستی کا اندیشہ ہے کیوں کہ بزرگوں کا کہنا ہے کہ الٹے جوتے رکھنا تنگ دستی کی علامت ہے۔

حضور کی نعلین مبارک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ

لَیْسَ فِیْھَا شَعْرٌ.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے نعلین مبارک پہنتے دیکھا جن میں بال نہیں تھے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۵۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّی شِرَاکُھُمَا.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر نعل مبارک کے دو تسمے ہوتے تھے اور ہر تسمہ دوہرا ہوتا۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۱۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل سادہ قسم کے جوتے استعمال فرماتے، بہت بیش قیمت جوتے نہیں استعمال فرماتے تھے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جوتوں اور چپلوں کے پیچھے ہزاروں روپے خرچ کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور جوتے وغیرہ خریدنے کے لیے بڑے بڑے شوروم اور شاپنگ مال کا رخ کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! ہر کام میں میانہ روی پسندیدہ ہے اور فضول خرچی ہر کام میں ناپسند ہے۔ جوتے خریدنے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں اس قدر بیش قیمت نہ ہوں کہ ان کی خریداری فضول خرچی اور گناہ میں شمار ہونے لگے۔

• • •

لباس سے متعلق سنتیں اور آداب

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کپڑے پہننا ہمارے روز و شب کے معمولات میں سے ہے۔ اولاً تو یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ اتنا کپڑا پہننا فرض ہے جس سے جسم کا اُتنا حصہ چھپ جائے جس کا چھپانا ضروری ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لباس کے آداب خود ہمیں اپنی زبان سے بتائے اور لباس پہن کر عملی طور پر بھی لباس پہننے کا طریقہ ہمیں سکھایا۔

منع فرمایا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھانے، صرف ایک پیر میں جوتا پہن کر چلنے، ایک چادر اپنے اوپر لپیٹ کر ہر طرف سے بند ہو جانے اور ایک کپڑے میں لپٹ کر اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا کہ ستر کھلا ہو۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام ہمیں شرم و حیا سکھاتا ہے اور ستر کا کھلا رہنا اسے ہر حال میں ناپسند ہے۔ ویسے تو نماز کے لیے سترِ عورت یعنی مرد کا کم از کم اپنی ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کا حصہ چھپانا اور عورت کا چہرے، ہتھیلی اور پنجے کے علاوہ پورا بدن چھپانا شرط ہے، اگر ان میں سے کچھ حصہ بھی کھلا رہ گیا یا دورانِ نماز کُھل گیا تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ نماز کے علاوہ عام حالات میں ایسے مقام پر بھی ستر کھولنا حرام ہے جہاں لوگوں کے دیکھنے کا اندیشہ ہو۔ البتہ اگر بند کمرے میں کسی کا ستر کُھل جائے تو اگرچہ شرعاً گناہ نہیں مگر پھر بھی شریعتِ مطہرہ نے اسے ناپسند فرمایا ہے اور اس سے بھی مسلمانوں کو منع فرمایا گیا ہے۔

نمائش کے کپڑے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی دنیا میں نمائش اور شہرت کے کپڑے پہنے گا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت و رسوائی کے کپڑے پہنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۱۹۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہم میں یہ عام رواج چل پڑا ہے کہ ہم اپنے کپڑوں میں غیر ضروری زیب و زینت اور نمائش کا خاص خیال رکھتے ہیں اور سنت کا تو کبھی خیال بھی ہمارے دل سے نہیں گزرتا۔ ہمارے نوجوانوں کو صرف پتہ چل جائے کہ کسی ایکٹر اور فلمی ہیرو نے فلاں قسم کے کپڑے پہنے ہیں تو اسے حاصل کرنے کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرنے لگتے ہیں۔ اس روایت سے ہمیں اندازہ کر لینا چاہیے کہ دنیا میں نمائش، شہرت اور فیشن والے لباس پہن کر تو ہم نے بڑی مسرت اور خوشی حاصل کر لی اب قیامت کے دن جب ذلت و رسوائی ہمارے ہاتھ آئے گی تو کیا ہم برداشت کر سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم لباس میں اپنے نبی کا طریقہ اپنائیں تاکہ قیامت کے دن ہمیں سرخ روئی حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں عزت کا لباس پہنائے۔

باریک لباس

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا: اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔

(سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۶۲)

اس روایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورتوں کا اتنے باریک کپڑے پہننا جن

سے جسم کی ساخت اور ہیئت نظر آئے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس قدر ناگوار ہے کہ آپ نے ایسے کپڑے پہننے والیوں کی طرف سے نظرِ رحمت پھیر لی۔ یاد رکھیں! جس کی طرف سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نگاہ پھیر لیں کیا پھر اسے اللہ عزوجل کے قہر و غضب سے کوئی بچا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہمیں اپنے گھروں کی خواتین کو سختی کے ساتھ اس بات کی تاکید کرنی چاہیے کہ وہ ایسے لباس پہنیں جن سے ان کے جسم کی ہیئت اور رنگت ظاہر نہ ہو ورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خود خدائے تعالیٰ کے رحم و کرم سے محروم ہو جائیں گی۔

نظرِ رحمت سے محروم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی اپنا کپڑا گھمنڈ اور فخر سے زیادہ نیچے کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر نہ فرمائے گا۔ (صحیح بخاری، حصہ پنجم، ص:۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تکبر اور غرور تو یوں ہی عظیم گناہ ہیں پھر تکبر کے ساتھ اس قدر لمبے کپڑے پہننا کہ زمین پر گھسیٹتے چلیں، گناہ بالائے گناہ ہے۔ قیامت کے دن جب ہر کسی کو اپنی نیکیوں سے زیادہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے رحم و کرم پر بھروسہ ہوگا ایسے وقت میں اگر اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہ فرمائے تو پھر کون پُرسانِ حال ہوگا؟ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح لباس پہننے کا حکم دیا ہے ہم اسی کے مطابق پہنیں اور جس انداز کے لباس سے منع فرمایا ہے اس سے ہم لازماً احتراز اور پرہیز کریں اسی میں ہماری دنیوی اور اخروی بھلائی ہے۔

وہ جہنم میں ہے

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن بندے کے لیے ازار یا تہبند

باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدھی پنڈلی سے ٹخنوں کے درمیان تک ہو، یہ گناہ نہیں ہے، یعنی جائز ہے اور جو اس سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے۔ راوی کہتے ہیں: یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی۔ اللہ اس آدمی کی جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو فخر اور گھمنڈ میں اپنا ازار (لنگی، پاجامہ یا پینٹ) گھسیٹ کر چلے گا۔ (مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۴۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہم میں عام رواج ہے کہ چاہے تہبند ہو یا پاجامہ یا پینٹ ہم اس قدر نیچا پہنتے ہیں کہ زمین سے گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں جب کہ اس حدیث میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ ارشاد فرما دیا کہ یہ عمل جہنم میں لے جانے والا ہے اور اگر یہ عمل تکبر اور گھمنڈ کی وجہ سے ہے تب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے دوری کا بھی باعث ہوگا۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا پینٹ رکھنے میں نہ ہی کوئی دنیوی فائدہ ہمیں میسر آتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی اجر و ثواب ملنے والا ہے بلکہ یہ دنیوی اعتبار سے بھی بایں طور مُضر ہے کہ اس سے پاجامے یا پینٹ کا نچلا حصہ بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اور گر پڑنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور آخرت میں تو یہ اللہ کی رحمتوں سے دوری کا باعث ہے ہی۔ لہٰذا ہمیں اس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

مشابہت پر لعنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں والا لباس پہنیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں والا لباس پہنیں۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مرد تو بہت کم ہیں جو لباس میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں مگر ایسی عورتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جو

مردوں کی طرح کپڑے، جوتے وغیرہ استعمال کرنے میں اپنے لیے فخر محسوس کرتی ہیں۔ پہلے تو یہ غیر مسلموں میں رائج تھا مگر اب ہمارے معاشرے میں بھی اس کا ناسور تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ ایسی عورتوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب وہ ایسے لباس پہن کر گلیوں اور بازاروں میں نکلتی ہیں تو ہزاروں نظریں ان کی جانب اٹھتی ہیں اور سیکڑوں مرد ان کے نشیب و فراز پر نگاہیں جمائے رہتے ہیں۔ اس طرح خود گنہ گار ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی گنہ گار بناتی ہیں۔

معمولی کپڑے

حضرت ابوالاہوس کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ میں بہت معمولی اور گھٹیا قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھا، آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمھارے پاس کچھ مال و دولت ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے پوچھا: کس طرح کا مال ہے؟ میں نے عرض کی: مجھے اللہ نے ہر قسم کا مال دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں، گائے بیل بھی ہیں، بھیڑ بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں، غلام باندیاں بھی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے تمھیں مال اور دولت سے نوازا ہے تو پھر اللہ کے انعام و احسان اور اس کے فضل و کرم کا اثر تمھارے اوپر نظر آنا چاہیے۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۱۸۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے پتہ چلا کہ کوئی ضروری نہیں کہ بالکل گھٹیا اور سستے قسم کے کپڑے ہی پہنے جائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو اعلیٰ اور عمدہ قسم کے لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں بس شرط یہ ہے کہ اظہار فخر و گھمنڈ اور تکبر دل میں نہیں آنا چاہیے۔ خود خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ. ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے

جس قدر مال و دولت عطا فرمایا ہے اس کے مطابق قیمتی کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر وہ بھی شریعت کے دائرے میں رہ کر ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے لباس پہن رہے ہیں اور ہمارے پڑوسی یا ہمارے بھائی کے پاس تن چھپانے کے لیے بھی کپڑے نہ ہوں۔

اجازت ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے خوب کھاؤ، خوب پیو، دوسروں پر صدقہ کرو اور کپڑے بنا کر پہنو لیکن اسراف اور نیت میں فخر و گھمنڈ نہ ہو۔ (سنن نسائی، حصہ پنجم، ص:۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ نے اگر مال و دولت عطا فرمائی ہے تو اسے تین کاموں میں جس قدر چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ (۱) کھانے پینے میں (۲) پہننے اوڑھنے میں (۳) غربا اور فقرا کو کھلانے پلانے میں۔ جس نے ان تین کاموں میں خرچ کیا اس نے مال و دولت کا صحیح استعمال کیا اور اس سے فائدہ اٹھا لیا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا اور غربا و فقرا کو کھلانا پلانا تکبر یا فخر کی نیت سے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس حیثیت کا بنایا ہے ہم اپنی حیثیت کے مطابق کھا، پی سکتے ہیں، پہن اوڑھ سکتے ہیں اس میں شرعاً کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے۔

گویا وہ شیطان ہو

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا، اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل بکھرے ہوئے تھے، آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے اشارہ فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ

وہ اپنے سر اور داڑھی کے بال ٹھیک کرائے، اس نے ایسا ہی کیا اور پھر واپس آ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی بال بکھرے ہوئے ایسے حال میں آئے کہ گویا وہ شیطان ہو۔ (مؤطا امام مالک روایۃ ابی مصعب الزہری، حصہ دوم، ص: ۱۲۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام پاکیزہ مذہب ہے اور اسے پاکیزگی پسند ہے۔ کپڑے میلے کچیلے رکھنا، داڑھی اور سر کے بال بکھرے ہوئے ہونا وغیرہ اسلام میں ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ. ترجمہ: اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ اسی طرح حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ. ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے تمام اعضا کی صفائی و ستھرائی کا بے حد خیال رکھنا چاہیے۔

عمدہ لباس کی اجازت ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک اچھی ہری چادر اور ایک موٹے کپڑے کا تہبند نکال کر دکھایا اور ہمیں بتایا کہ انھی دونوں کپڑوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص: ۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اچھے قسم کی چادر اور تہبند استعمال فرمایا کرتے تھے۔ عمدہ قسم کے کپڑے استعمال کرنے میں اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس لائق بنایا ہے اس کے اعتبار سے اچھے اور عمدہ قسم کے کپڑے استعمال کر سکتے ہیں۔

دائیں جانب سے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کرتا پہنتے تو دائیں جانب سے شروع فرماتے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص: ۲۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا لَبِسْتُمْ وَ اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُوْا بِاَیَامِنِکُمْ.

ترجمہ: لباس پہنتے وقت نیز وضو کرتے وقت دائیں جانب سے ابتدا کرو۔

(سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص: ۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ویسے تو ہر کام کا آغاز دائیں جانب سے کرنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ بھی ہے اور اللہ عزوجل کا بھی پسندیدہ عمل ہے۔ اسی طرح کپڑے پہننے میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بات کا التزام فرماتے کہ کرتے کی آستین میں پہلے دایاں ہاتھ ڈالتے پھر بایاں ہاتھ۔ ہمیں بھی اس عظیم سنت پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو اجر و ثواب کا مستحق بنانا چاہیے۔ ایسے ہی جب شلوار یا پاجامہ وغیرہ پہننا ہو تو پہلے دایاں پیر ڈالنا چاہیے پھر بایاں۔ قمیص یا شلوار اُتارتے وقت پہلے بایاں ہاتھ یا بایاں پیر باہر نکالنا چاہیے پھر دایاں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔

کپڑے جھاڑنا

حضرت ابو سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَوٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلْیَنْفُضْ فِرَاشَہٗ بِدَاخِلَۃِ اِزَارِہٖ فَاِنَّہٗ لَا

یَدْرِیْ مَا خَلَفَهٗ عَلَیْهِ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے بستر کو اپنی ازار کے اگلے زائد حصے سے صاف کرے کیوں کہ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد کیا چیز اندر آ گئی۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس طرح بستر میں کسی موذی چیز کے گھس جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح کپڑوں میں بھی ان کے گھس جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے کپڑے پہننے سے پہلے جھاڑنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ جو کپڑے پہنتے اسے پہلے جھاڑ لیتے، لہٰذا ہمیں کپڑے استعمال کرنے سے پہلے اسے جھاڑ لینا چاہیے۔ جھاڑنے کی مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی تکلیف دہ چیز یا موذی جانور ہوگا تو وہ نکل جائے گا اور کپڑا پہننے والا آنے والی پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے بستر جھاڑنے کی تاکید فرمائی ہے جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو کپڑا ابھی استعمال میں لایا جائے اسے جھاڑ لینا بہتر ہے۔

تہبند ٹخنوں کے اوپر رکھنا

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِزَارَةُ الْمُسْلِمِ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ وَ لَا حَرَجَ اَوْ لَا جُنَاحَ فِیْمَا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْكَعْبَیْنِ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ فَهُوَ فِی النَّارِ وَ مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ.

ترجمہ: مسلمان کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے، ٹخنوں تک ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہوگا اور جو شخص تکبر سے تہبند نیچے گھسیٹے گا

اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شلوار یا تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھنا سنت ہے، اس کی مصلحت اور حکمت تواضع یعنی عاجزی ہے۔ آج ہمارا حال اس سے بہت مختلف ہے، ایک تو ہم خود اپنی شلوار، تہبند اور پینٹ اتنی نیچے رکھتے ہیں کہ زمین سے گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں پھر اگر ہمارا کوئی ساتھ ٹخنوں سے اوپر پہنتا ہے تو ہم اس پر جملے کستے ہیں اور اسے نہ جانے کون کون سے القاب سے نوازنے لگتے ہیں۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں خود اپنے آپ کو اس بات کا عادی بنانا چاہیے کہ ہمارے کپڑے ٹخنوں سے اوپر ہی تک رہیں اس لیے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مسلم کا لباس قرار دیا ہے اور دوسروں کو بھی اس بات کی تاکید اور تلقین کرنی چاہیے۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص تکبر اور گھمنڈ کی وجہ سے کپڑے ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے تو یہ عمل اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کا باعث ہوگا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محرومی کا سبب بنے گا۔ اگر پیٹ بڑا ہو جس کی وجہ سے تہبند یا پاجامہ ٹخنے سے نیچے ہو جاتا ہے تو ایسا شخص اس وعید میں شامل نہیں ہے۔

فضلِ خدا سے محروم

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین (قسم کے) لوگوں سے نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ راوی

فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ میں نے عرض کیا: خَابُوْا وَ خَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

ترجمہ: وہ لوگ ذلیل اور ناکام ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! وہ لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اَلْمُسْبِلُ وَ الْمَنَّانُ وَ الْمُنَفِّقُ سَلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ.

ترجمہ: تہبند لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کے ساتھ سودا بیچنے والا۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۱۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قیامت کے دن مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا اور جس میں گناہوں کا کچھ میل وکچیل باقی رہ گیا ہے انھیں پاک وصاف کر کے جنت میں داخل فرمائے گا لیکن مذکورہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ہی انھیں ستھرا فرمائے گا۔ یہی نہیں بلکہ ان پر دردناک عذاب بھی فرمائے گا۔ غور کیجیے، آج یہ تینوں خصلتیں ہمارے اندر کس حد تک موجود ہیں، آج شلوار اور پینٹ زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنا بھی ہماری خصلتوں میں سے ہے، ہم اگر کسی پر احسان کر دیتے ہیں تو اس قدر جتانے لگتے ہیں کہ وہ ہم سے نظریں نہیں ملا سکتا اور کاروبار میں جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا تو ہمیں غلط بھی نہیں لگتا بلکہ بہت سے لوگوں کی زبان سے یہ بات سنی گئی ہے کہ اگر جھوٹ نہ بولا جائے تو کاروبار چل ہی نہیں سکتا۔ (معاذ اللہ) ہمیں اپنے اندر کافی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے اور اپنی زندگی سُنّتِ رسول کے سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ قیامت کے دن ہم رحمتِ الٰہی کے حق دار ہوسکیں۔

شلوار یا تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں میں جو شخص امیر اور مغرور ہوتا وہ اپنا تہبند زمین پر لٹکا کر چلتا کہ اس کا غرور اور امارت

ظاہر ہو۔ یعنی تہبند لٹکانا تکبر اور غرور کی علامت تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس غرور و تکبر کو ختم کرنے کے لیے شلوار یا تہبند لٹکانے سے منع فرما دیا۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: پائچوں کا کَعْبَیْن سے نیچا ہونا جسے عربی میں "اِسْبَالُ" کہتے ہیں اگر براہِ عُجب وتکبر ہے تو قطعًا ممنوع وحرام ہے اور اُس پر وعیدِ شدید وارِد اور اگر بوجہِ تکبر نہیں تو بحکمِ ظاہرِ احادیث مَردوں کو بھی جائز ہے۔ مگر علما درصورتِ عدمِ تکبُّر، حکمِ کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ بالجملہ اِسْبَال اگر براہِ عُجب وتکبر ہے حرام، ورنہ مکروہ اور خلافِ اَولیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد:۲۲، ص:۱۶۷)

نماز قبول نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: وضو کرو۔ وہ گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: جاؤ پھر وضو کرو۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا بات ہے، آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا، پھر خاموش ہو گئے؟ آپ نے فرمایا: وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والوں کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۱۷۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے پتہ چلا کہ ازار لٹکانا اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اس قدر ناپسندیدہ عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ازار لٹکانے والے کی نماز ہی قبول نہیں فرماتا۔ یاد رکھیں! تہبند ٹخنوں سے نیچے کرنے میں نہ کوئی دینی فائدہ ہے اور نہ ہی دنیوی بلکہ یہ عمل اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے اس لیے ہمیں اس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

ریشمی کپڑے کی ممانعت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَخَذَ حَرِیْرًا فَجَعَلَہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَ ذَھَبًا فَجَعَلَہٗ فِیْ شِمَالِہٖ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ ھٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ.

ترجمہ: میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے ریشمی کپڑا اٹھا کر داہنے ہاتھ میں رکھا اور بائیں ہاتھ میں سونا رکھا پھر فرمایا: یہ دونوں میری اُمت کے مَردوں پر حرام ہیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا حرام ہے کیوں کہ ریشم پہننے سے زیب وزینت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے بچے کو ریشم کے کپڑے پہنائے تو اس کا گناہ بچے پر نہیں بلکہ پہنانے والے پر ہوگا۔ اسی طرح بہت سے مسلمان سونے کے زیورات مثلاً انگوٹھی، گلے کا چین، بریسلیٹ وغیرہ پہنتے ہیں، ان کا پہننا بھی حرام اور گناہ ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے ہمارے لیے جو حدیں متعین کی ہیں ہمیں ان سے ہرگز تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور جن چیزوں کو اسلام نے ہم پر حرام کیا ہے ہمیں ان سے لازماً بچنا چاہیے۔

البتہ جب جسم پر بہت زیادہ خارش ہو یا کوئی اور تکلیف ہو کہ عام کپڑے تکلیف دیں اس صورت میں ریشمی کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن عوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی تھی کیوں کہ وہ دونوں حضرات خارش میں مبتلا تھے۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۵۲)

جب شرعاً ضرورت اور حاجت ثابت ہو جائے تو ناجائز چیزیں بھی بہ قدرِ ضرورت جائز ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے خارش وغیرہ ہو جائے تو ریشمی لباس کے استعمال کی شریعتِ مطہرہ اجازت دیتی ہے۔

آخرت میں حصہ نہیں

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَہٗ. ترجمہ: ریشم وہی شخص پہنتا ہے جس کے لیے (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۴۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! در اصل ریشمی کپڑا جنتیوں کا لباس ہوگا جیسا کہ خود فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وَ لِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ. (ترجمہ: اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔) حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اگر کوئی شخص دنیا میں ریشمی کپڑے استعمال کرتا ہے تو آخرت میں اسے محرومی کا سامنا کرنا ہوگا۔ یاد رکھیں! اُخروی نعمتوں کے سامنے دُنیوی مال واسباب کچھ نہیں ہیں اور آخرت کے اجر وثواب کے سامنے دنیا کی زیب وزینت ہیچ ہے۔ اس لیے دنیا میں ریشمی لباس سے پرہیز کر لینا آخرت میں بڑے ثواب کا باعث ہوگا۔

عورتوں کے لیے جائز

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَ الذَّھَبُ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَ اُحِلَّ لِاِنَاثِھِمْ. ترجمہ: ریشمی لباس اور سونا میری اُمت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کے لیے حلال کیا گیا۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۱۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے کیوں کہ ریشمی کپڑے ملائم ہوتے ہیں اور ان کے پہننے سے عورتوں کی زیبائش میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے عورتوں کے لیے ان کا استعمال درست ہے۔ چوں کہ مردوں کے لیے زیب وزینت جائز نہیں ہے اس لیے انھیں ریشمی کپڑوں کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

نئے کپڑے پہننے کے آداب

نئے لباس پہنتے وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے لٰہذا نئے کپڑے پہنتے وقت مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا ضرور پڑھنی چاہیے۔ کپڑے پہنتے وقت کی دعا ایک طرح کی اللہ سے توفیق مانگنے کی التجا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے توفیق دے کہ جو لباس تو نے مجھے مہیا کیا ہے میں اسے پہن کر تیری عبادت کروں اور اپنا باطن اسی طرح پاک وصاف کرلوں جس طرح یہ لباس ہے، اس سے مجھے ستر پوشی کی توفیق دے تاکہ بے حیائی سے اپنے ظاہر و باطن کو بچاؤں، شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اس کے ذریعے اپنے جسم کی حفاظت کرسکوں اور شرعی حدود تک اسے زینت و جمال کا ذریعہ بناسکوں۔ اس لباس کو پہن کر مجھ سے غرور اور تکبر کا اظہار نہ ہو اور نہ ہی وہ شرعی حدود توڑوں جو تو نے مقرر کی ہیں۔ گویا لباس پہنتے وقت دعائیں پڑھنا اللہ سے راہِ راست پر قائم رہنے کی توفیق طلب کرنا ہے۔

نئے لباس پہننے کی دعائیں

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا، عمامہ، قمیص یا چادر پہنتے تو اس طرح دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْهِ. اَسْاَلُکَ خَیْرَهٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ.

ترجمہ: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں جیسے تو نے مجھے یہ پہنایا۔ میں تجھ سے اس کی

بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی جس کے لیے یہ بنایا گیا۔ میں اس کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لیے یہ بنایا گیا۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۳۹)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے اس کے پہلے کیے ہوئے تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہوجائیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَ رَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَ لَا قُوَّةٍ.

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۴۱)

لباسِ شہرت کی مذمت

کپڑوں کی بعض قسمیں مشہور ہوجاتی ہیں جو اپنی عمدگی اور قیمت میں شہرت پا جاتی ہیں، ایسے کپڑوں کو شہرت کا ذریعہ یا بہت قیمتی سمجھتے ہوئے خرید کر پہننا اچھا نہیں، اس لیے کہ اس کا مقصد ریا اور غرور کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہرت حاصل کرنے کے لیے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔ بعض لوگ چمکیلا اور بھڑکیلا لباس پہنتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں میں مشہور ہوجائیں اور ان کا نام ہو۔ شریعت کی رو سے ایسا کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ ایسے ہی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے ایسے لباس پہننا کہ صوفی یا شیخِ طریقت محسوس ہوں، درست نہیں۔

تصویروں والے لباس

ایسے لباس کا استعمال بھی منع ہے جن پر جانداروں کی تصویریں بنی ہوں، کپڑے خریدتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ان پر جانداروں کی تصویریں نہ چھپی ہوں کیوں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصاویر سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میرے گھر میں ایک ایسا کپڑا تھا جس پر چڑیوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں، جب کوئی شخص اندر آتا تو اس پر نظر پڑتی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اسے الٹا کر دو کیوں کہ جب میں داخل ہوتا ہوں تو دنیا یاد آتی ہے اور ہمارے پاس ایک ایسی چادر تھی جس پر (بیل بوٹوں کے) نقش و نگار تھے، ہم اسے پہنتے تھے اور اسے کاٹا نہیں۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۲۱۳)

مطلب یہ ہوا کہ عام بیل بوٹے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن کسی کپڑے پر اگر جانداروں کی تصاویر ہوں تو اسے بالکل استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

دردناک عذاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: قیامت کے روز دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں دیکھنے والی ہوں گی، دو سننے والے کان ہوں گے اور ایک بولنے والی زبان ہوگی۔ وہ کہے گا: مجھے تین شخصوں پر مقرر کیا گیا ہے، ہر اس شخص پر جو سرکش اور ظالم ہے، ہر اس شخص پر جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرے اور ہر تصویریں بنانے والے پر۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۱۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج فیشن کے اس دور میں فیشن کے نام پر ہمارے نوجوان نہ جانے کیا کیا پہننے لگے ہیں۔ پھر فیشن میں اپنے کپڑوں پر تصویریں اور ٹیٹو بنوانے کا رواج بھی دھیرے دھیرے عام ہوتا چلا جارہا ہے، خاص کر ریڈی میڈ کپڑوں پر عجیب وغریب تصاویر بنی رہتی ہیں جنھیں ہمارے نوجوان فیشن اور اسٹائل کے نام پر پہنتے اور استعمال کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت سے اندازہ کیجیے کہ تصویر بنانے والوں کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنا لباس سنت کے مطابق بنوائیں اور جن لباسوں سے شریعتِ مطہرہ نے

منع فرمایا ہے ان سے لازمًا احتراز کریں۔

اسراف سے بچیں

کپڑے بنانے اور خریدنے میں اِسراف اور فضول خرچی سے بچنا نہایت ضروری ہے اس لیے کہ اسراف اللہ کو پسند نہیں۔ قرآنِ پاک میں فضول خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ کپڑوں کے سلسلے میں اِسراف دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ قیمتی سے قیمتی کپڑے خریدنے کی لگن میں رہنا اور دوسرا یہ کہ ضرورت سے زائد کپڑے بنانا۔ لہٰذا لباس خریدتے وقت میانہ روی اختیار کرنی چاہیے اور ضرورت سے بہت زائد کپڑے بھی نہیں بنوانے چاہیے، ضرورت کے لیے کپڑوں کے چند جوڑے بنا کر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مال ہونے کے باوجود کنجوسی کرنا بھی درست نہیں اس لیے کہ ایسا کرنے سے اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں ہوگا۔ لہٰذا جب بھی ضرورت ہو حیثیت کے مطابق کپڑے بنانے میں رقم خرچ کریں۔ بعض امیر لوگ شادی کے موقع پر درجنوں کی تعداد میں جوڑے بنا لیتے ہیں جنھیں میانہ روی سے استعمال کیا جائے تو سالہا سال کے لیے کافی ہو سکتے ہیں، ایسا کرنا خلافِ شرع ہے اور بعض لوگ عید وغیرہ کے موقع پر بھی کنجوسی کی وجہ سے پیسے ہونے کے باوجود کپڑے نہیں بنواتے، یہ بھی درست نہیں ہے۔

جو چاہو پہنو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

كُلْ مَا شِئْتَ وَ الْبَسْ مَا شِئْتَ مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ.

ترجمہ: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو جب تک کہ دو چیزیں تم سے دور رہیں، فضول خرچی اور شیخی۔ (بخاری شریف، حصہ ہفتم، ص:۱۴۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عمومًا ایسا ہوتا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کسی کو وافر مقدار میں مال و اسباب عطا فرماتا ہے تو اس کے اندر یا تو فضول خرچی آجاتی ہے یا وہ شیخیاں مارنے لگتا ہے۔ اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان دونوں باتوں سے منع فرمایا اور فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حیثیت عطا فرمائی ہے اس کے مطابق کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور زندگی کے اسباب مہیا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت بنایا ہے تو عمدہ سے عمدہ کھانا کھا سکتے ہیں اور قیمتی لباس بھی پہن سکتے ہیں مگر یا در ہے کہ کہیں یہ عمدہ کھانا اور قیمتی لباس تمھارے دل میں شیخی اور تکبر نہ ڈال دے یا کہیں مال و دولت کی فراوانی تمھیں فضول خرچی کی طرف نہ ابھارنے لگے۔

غیروں کی مشابہت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. ترجمہ: جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۴۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسلمانوں کے لیے شکل، لباس اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں۔ مسلمانوں کی اپنی الگ تہذیب ہے جس میں زندگی کے ہر گوشے کے لیے اصول وضوابط ہیں۔ اسلام نے لباس کی جو خاص وضع قطع رکھی ہے اس سے انسانی ستر اچھی طرح چھپ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی لباس ہر لحاظ سے غیر مسلموں کے لباس سے بہتر ہے۔ اس بہتر اسلامی لباس کو چھوڑ کر غیر مسلموں کا لباس پہننا درست نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔

مثال کے طور پر ٹائی عیسائیوں کی علامت ہے، بعض مسلمان اسے بڑے شوق سے پہنتے ہیں اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ ایسے مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ ٹائی اور

عیسائیوں کا لباس ترک کر دیں اور اسلامی لباس اختیار کریں اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔

پُرانے کپڑوں کا استعمال

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا تَسْمَعُونَ أَلَا تَسْمَعُونَ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيمَانِ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيمَانِ.

ترجمہ: کیا تم سنتے نہیں؟ کیا تم سنتے نہیں؟ بے شک پرانے کپڑے پہننا ایمان کی نشانی ہے، بے شک پرانے کپڑے پہننا ایمان کی نشانی ہے۔

(سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو لوگ صاحب حیثیت ہیں انھیں چاہیے کہ جب ان کے کپڑے پرانے ہو جائیں تو وہ غریبوں کو دے دیں۔ متوسط اور غریب لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پرانے لباس بھی استعمال میں رکھیں اور جب پہننے کے قابل نہ رہیں تبھی ان کا پہننا ترک کریں۔ پرانے اور پھٹے ہوئے لباس پیوند لگا کر استعمال کرنا بھی سنت ہے۔ اس حدیث میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پُرانے کپڑے پہننے کو ایمان کی علامت فرمایا ہے۔

کپڑے کو پیوند لگانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

اِذَا اَرَدْتِ اللُّحُوقَ بِیْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَ اِيَّاكِ وَ مُجَالَسَةَ الاَغْنِيَاءِ وَ لاَ تَسْتَخْلِقِى ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيهِ.

ترجمہ: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے مسافر سوار کے برابر ہی زاد راہ لینا اور امیروں کے پاس بیٹھنے سے بچنا اور کپڑے کو پرانا نہ سمجھنا جب تک اس میں پیوند نہ لگالو۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص: ۲۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بعض اوقات نئے کپڑے بھی کسی وجہ سے اچانک پھٹ جاتے ہیں، انھیں ضائع نہیں کر دینا چاہیے بلکہ پیوند لگا کر یا رفو کرا کے استعمال کر لینا چاہیے۔ اہلِ تقویٰ نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان کی خوب اتباع کی اور ایک ایک کپڑا چالیس چالیس سال پیوند در پیوند لگا استعمال کیا۔

پسندیدہ رنگ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِلْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَ اَطْيَبُ وَ كَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ.

ترجمہ: سفید کپڑے پہنا کرو کیوں کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہیں اور اپنے مُردوں کو ان ہی کا کفن دیا کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص: ۱۲۴۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید رنگ کے کپڑے پسند تھے اور آپ نے اکثر سفید رنگ کے کپڑے ہی پہنے ہیں اس لیے سفید کپڑے پہننا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سفید کپڑے پہننے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس طرح سفید کپڑا ہمارے ظاہر کو پاک و صاف اور حسین وجمیل بناتا ہے اسی طرح ہمیں اپنا باطن بھی بالکل پاک و صاف رکھنا چاہیے۔ اکثر بزرگانِ دین نے سفید لباس اختیار فرمایا ہے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر سفید لباس پہنا کرتے تھے، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لباس بھی

سفید تھا، غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی کے بیشتر حصے میں سفید لباس استعمال کیا ہے۔ سفید لباس میں جہاں صفائی اور ستھرائی ہے وہیں سُنّتِ رسول ہونے کی وجہ سے یہ مفت کی نیکی کا ذریعہ ہے، اس لیے ہمیں سفید لباس کثرت سے پہن کر یہ نیکی ضرور حاصل کرنی چاہیے۔

لباس میں تواضع

حضرت سعید بن وہب نے کسی صحابی کے بیٹے سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ (قَالَ بِشْرٌ: اَحْسِبُهُ قَالَ تَوَاضُعًا) كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ.

ترجمہ: جو طاقت رکھنے کے باوجود خوب صورت کپڑے پہننا چھوڑ دے، (بشر کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: تواضع کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اسے بزرگی کا جوڑا پہنائے گا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص: ۲۴۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تواضع اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، جو شخص عاجزی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں نے ہمیشہ یہی راستہ اختیار کیا اور لباس کے سلسلے میں بھی ہمیشہ تواضع اور عاجزی اختیار کی، ہمیشہ سادہ لباس پہنے اور اسے پاک صاف رکھنے کی کوشش کی۔ زیادہ رقم ہوتے ہوئے بھی کم قیمت کے عام کپڑے لے کر پہنے اور جو رقم قیمتی لباس میں خرچ کر سکتے تھے اسے اللہ کی راہ میں کسی نیک کام میں خرچ کیا۔ لہٰذا جو شخص لباس کے استعمال میں عاجزی اختیار کرے گا اللہ اسے بہت بہتر اجر عطا کرے گا۔

سرخ اور شوخ رنگ کے کپڑے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

مَرَّ رَجُلٌ وَّ عَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ.

ترجمہ: ایک آدمی سرخ رنگ کے لباس پہنے ہوئے گزرا، اس نے سلام کیا تو نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۱۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس شخص کے سلام کا جواب نہ دینا اظہارِ ناراضی کے لیے تھا۔ آپ نے مردوں کو شوخ اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ رنگ کی تیزی اور شوخی مزاج میں شوخی اور ضد کے اسباب پیدا کرتی ہے جو مردوں کے لیے عملی زندگی میں بہتر اور اچھی نہیں۔ البتہ ایسے کپڑے جن میں کہیں کہیں سرخ رنگ ملا ہو انھیں پہن سکتے ہیں، اسی طرح اگر سرخ رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی ہوں تو پہن سکتے ہیں۔

پاک صاف رکھیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَرَاٰی رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ فَقَالَ: أَ مَا كَانَ یَجِدُ هٰذَا مَا یُسَكِّنُ بِهٖ شَعْرَهٗ وَ رَاٰی رَجُلًا اٰخَرَ وَ عَلَیْهِ ثِیَابٌ وَّسِخَةٌ فَقَالَ أَ مَا كَانَ هٰذَا یَجِدُ مَاءً یَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ فرمایا: کیا اسے ایسی کوئی چیز نہیں ملتی جس سے اپنا سر

درست کر لے۔ پھر ایک آدمی کو دیکھا جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے، فرمایا: کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے کپڑے دھو لے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۵۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! لباس صاف ستھرا رکھنا چاہیے، میلے کچیلے لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہیے، پریس بھی کر لینا چاہیے، اس لیے کہ سلیقے اور طریقے سے استعمال کرنا بھی آدابِ لباس کا ایک حصہ ہے۔ لباس صاف ستھرا ہو تو اگر چہ سادہ ہو مگر بھلا معلوم ہوتا ہے اور پہننے والا باوقار اور مہذب نظر آتا ہے۔

ایک کپڑا پہننا

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَ اَنْ یَحْتَبِیَ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَیْسَ عَلٰی فَرْجِهٖ مِنْهُ شَیْءٌ.** ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارے بدن پر کپڑا لپیٹنے سے منع فرمایا اور یہ کہ آدمی ایک کپڑے میں گوٹ لگا کر (کتے کی طرح) بیٹھے اور اس کپڑے سے اس کی شرم گاہ پر کچھ نہ ہو۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۲۱۰)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارے جسم کو ایک کپڑے میں لپیٹنے اور ایک کپڑے میں گوٹ مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۲۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام نے لباس کے استعمال میں ایک بڑا اہم اصول اور ادب یہ سکھلایا ہے کہ لباس دو حصوں میں ہو یعنی جسم کے اوپری حصے میں ایک کپڑا اور جسم کے نچلے حصے میں دوسرا کپڑا۔ اس سے اولاً تو لباس پہننے میں آسانی رہتی ہے اور دوسرے یہ کہ پہننے والا مہذب اور خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسم کو صرف ایک کپڑے میں ڈھانپنے سے منع

فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جسم کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ لینے سے آسانی سے کام کاج بھی نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ظاہری طور پر لباس کی شائستگی معلوم ہوتی ہے۔ البتہ مجبوری کی حالت میں یعنی کپڑے نہ ہونے کی صورت میں اپنا ستر ایک کپڑے میں چھپانا بھی درست ہے مگر لباس ہوتے ہوئے بھی عام حالات میں صرف ایک ہی کپڑے میں بدن کو لپیٹ لینے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

مشابہت مت اختیار کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَۃِ وَ الْمَرْاَۃَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۶۰)

حضرت ابن ابی مُلیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا: اِنَّ امْرَاَۃً تَلْبَسُ النَّعْلَ. ترجمہ: ایک عورت مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے۔ آپ نے فرمایا: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَآءِ. ترجمہ: مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مردوں کو عورتوں کی طرح لباس پہننا منع ہے اسی طرح عورتوں کو مردوں جیسا لباس پہننا منع ہے۔ اس لیے کہ مرد اور عورت کے لباس میں وضع قطع اور ڈیزائن کا بڑا فرق ہوتا ہے اس لیے ایک دوسرے کے لباس پہننے سے مرد عورت معلوم ہونے لگے گا اور عورت مرد نظر آنے لگے گی جس سے جنس کی

پہچان میں دھوکے کا احتمال ہونے لگے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اسی طرح ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔

عورتوں کا لباس

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

اِنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَیْہَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ قَالَ: یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ یُرٰی مِنْہَا اِلَّا ھٰذَا وَ ھٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَ کَفَّیْہِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوئیں، آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جائے تو اس کے لیے درست نہیں ہے کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ نظر آئے ماسوا اس کے اور اس کے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنے چہرے پر اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۱۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے پتہ چلا کہ عورتوں کو باریک لباس پہننا جائز نہیں اور بالغہ ہونے کے بعد ان کے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ ان کے بدن کا کوئی حصہ کھلا رہنا ان کے لیے گناہ کا باعث ہوگا۔

عورت کا مطلب ہی ہے چھپی ہوئی چیز، یعنی اصل میں عورت وہی ہے جو اپنے

آپ کو چھپائے۔ لہٰذا عورتوں کو ایسے لباس پہننے چاہیے جن سے وہ اپنا پورا بدن اچھی طرح چھپالیں۔ اس زمانے میں جسم کو ننگا کرنے کا جو فیشن چل پڑا ہے اس نے عورتوں کو تباہی کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ جو عورتیں اپنے گمان میں صحیح کپڑے پہنتی ہیں عموماً ان کے کپڑوں کی آستینیں بھی آدھی ہوتی ہیں جن سے ان کے بازو چھپ نہیں سکتے۔ آپ اندازہ کریں کہ عورتیں اگر ایسا لباس پہنتی ہیں تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت سے محروم ہوسکتی ہیں جیسا کہ آپ نے اس حدیث میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ عورتوں کو چاہیے کہ ایسی قمیص پہنیں جس سے ان کے ہاتھ کلائی کے نچلے حصے تک چھپے رہیں اور ایسی شلوار پہنیں جس سے ان کے پیر ٹخنوں کے نیچے تک چھپے رہیں۔ صرف چہرہ، ہتھیلی اور پیروں کے نیچے کھلے رکھنے کی اجازت ہے مگر ان کا بھی ڈھانک لینا بہتر ہے۔ اسی طرح دوپٹے عموماً بہت باریک ہوتے ہیں جن سے بالوں کی سیاہی ظاہر ہوتی ہے، عورتوں کے لیے ایسے دوپٹوں کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ یاد رکھیں! کہیں ایسا نہ ہو کہ فیشن کا یہ زمانہ آپ کو تباہی کے راستے پر ڈال دے اور آپ مغربی تہذیب کی اتباع میں کہیں جنت کے راستے سے دور نہ ہو جائیں۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لباس استعمال کریں کہ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

باریک دوپٹہ

حضرت علقمہ بن ابو علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے فرمایا: دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى عَائِشَةَ وَ عَلَيْهَا خِمَارٌ رَقِيْقٌ فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ وَ كَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيْفًا.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن حاضر ہوئیں، اس وقت ان پر باریک دوپٹہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

اسے پھاڑ کر انھیں موٹا دوپٹہ اڑھا دیا۔ (مؤطا امام مالک، حصہ دوم، ص:۹۱۳)

اس روایت سے پتہ چلا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی خلاف شرع کام کرے تو قدرت ہونے کی صورت میں ہمیں اسے فوراً منع کرنا چاہیے اور ہم سے جس قدر ممکن ہو اسے اس کام سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوپٹہ پھاڑ دیا اس سے آپ اندازہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بات کس قدر ناپسند تھی کہ کوئی عورت ایسا دوپٹہ اوڑھے جس سے اس کے بال اور گردن صاف نظر آئیں۔

عورتوں کے لیے ایسے لباس پہننا بھی ناجائز ہے جس میں عریانیت اور ننگے پن کا اظہار ہوتا ہے۔ فیشن کے طور پر اکثر عورتیں ایسی قمیص پہنتی ہیں جن کے گلے کھلے ہوتے ہیں، جسم کے بہت سے حصے نظر آتے ہیں اور آستین بھی آدھی ہوتی ہے یا ہوتی ہی نہیں جس سے پورا بازو یا اس کا اکثر حصہ نظر آتا ہے۔ شلوار کی جگہ پر اسکرٹ پہننے کا رواج بڑھ رہا ہے جس سے پنڈلیاں ننگی رہتی ہیں۔ یاد رکھیں! ایسا ہر لباس جس سے عورت کے جسم کا کوئی حصہ جسے چھپانا ضروری ہے، ننگا رہے اس کا پہننا حرام ہے۔ ایسے ہی چست اور ٹائٹ لباس جس سے جسم کے اعضا ظاہر ہوتے ہوں ان کا پہننا بھی درست نہیں۔

کپڑا پہننے اور اتارنے کے آداب ایک نظر میں

☆ سفید لباس پہننا۔ ☆ بسم اللہ پڑھنا۔ ☆ کپڑے پہننے کی دعا پڑھنا۔ ☆ پہنتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا۔ ☆ پہلے کرتا پھر پاجامہ پہننا۔ ☆ بیٹھ کر کپڑے پہننا اور اُتارنا۔

• • •

کھانا کھانے کے سنن و آداب

کھانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اس لیے کہ اس سے انسانی زندگی کی بقا وابستہ ہے اور اس کے بغیر زندہ رہنا مشکل ہے لہٰذا اسے اسلامی آداب کی روشنی میں استعمال میں لانا ہماری ذمے داری بنتی ہے۔ جو شخص کھانے کی قدر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ کھانا تو بہر حال کھانا ہی ہے، اگر اسے اس نیت سے کھایا جائے کہ اس کے کھانے سے جسمانی قوت پیدا ہوگی، توانائی بحال رہے گی، حکم خدا اور رسول پر عمل ہوگا اور ہم بخوبی اللہ کی عبادت سرانجام دے سکیں گے تو ہمارا کھانا بھی عبادت بن جائے گا۔

کھانے کا سنت طریقہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح کھانا تناول فرماتے تھے ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اسی طرح کھانا کھائیں۔ اگر ہم سنت کے مطابق کھانا کھاتے ہیں تو ہمارا کھانا کھانا بھی ہمارے لیے عبادت بن جائے گا، ہمارا پیٹ بھی بھر جائے گا اور مفت میں ہمیں ثواب بھی مل جائے گا۔

کھانے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتایا ہوا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوئیں (اگر باوضو ہوں تو زیادہ بہتر ہے) اور ہاتھ دھوتے وقت کلی بھی کرلیں، پھر کھانے کے لیے بیٹھ جائیں۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے اگر پانی پینا چاہیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تین سانس میں پی لیں اس لیے کہ کھانے کے شروع میں پانی پینا بہتر ہے۔ اب اپنی پلیٹ میں سالن (یا دال یا سبزی جو بھی موجود ہو) ڈالیں، دائیں ہاتھ سے روٹی کا نوالہ توڑیں اور سالن سے لگا کر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے منہ میں ڈالیں، لقمہ خوب چبا کر کھائیں، لقمہ چھوٹا لیں تو اچھا ہے اور اگر درمیانہ ہو تب بھی صحیح

ہے، پلیٹ کے اُس حصے سے کھائیں جو آپ کے زیادہ قریب ہے۔

☆ اگر ایک برتن میں دو تین آدمی مل کر کھا رہے ہوں تو اپنے سامنے سے کھائیں، دوسرے کے سامنے سے سالن وغیرہ نہیں اٹھانا چاہیے۔

☆ کھانا مناسب مقدار میں کھانا چاہیے، نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم۔

☆ کھانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔

☆ کھانا نمکین سے شروع کریں، پھر میٹھی چیز کھائیں، پھر آخر میں نمکین چیز پر کھانے کا اختتام کریں۔

☆ کھانے میں تین انگلیاں (انگوٹھا، انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی) استعمال کریں۔

☆ روٹی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر داہنے ہاتھ سے توڑیں۔

☆ دسترخوان پر اگر روٹی کے ٹکڑے یا چاول گرے ہوں تو انھیں اٹھا کر کھالیں۔

☆ برتن صاف کریں یعنی برتن میں سالن نہ رہنے دیں۔

☆ کھانا ختم ہونے پر انگلیاں چاٹ لیں۔ پہلے درمیانی انگلی چاٹیں پھر پہلی اور سب سے آخر میں انگوٹھا چاٹیں۔

☆ کھانے کے بعد دانتوں سے بچی ہوئی خوراک کسی لکڑی کے باریک ٹکڑے وغیرہ سے نکال لیں یعنی دانتوں کا خلال کریں۔

☆ ہاتھ دھوئیں اور دونوں ہاتھ سر اور چہرے پر پھیر لیں۔ اگر اس کے باوجود ہاتھوں میں پانی کے اثرات رہ جائیں تو تولیے وغیرہ سے خشک کرلیں۔

☆ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مسنون دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

کھانے کے آداب اور سنتیں احادیث کی روشنی میں

متعدد احادیث مبارکہ میں کھانا کھانے کے سنن وآداب مذکور ہیں اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقۂ کار پر کھانا کھانے کے فوائد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ چند روایتیں بیان کی جاتی ہیں ملاحظہ کریں۔

کھانے کی برکت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کی برکت کا باعث اس کے بعد ہاتھ دھونا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ.

ترجمہ: کھانے کی برکت کا باعث اس سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھوں کے دھونے میں ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۸۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی یہ پسند کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گھر میں خیر و برکت زیادہ کرے اسے چاہیے کہ جب کھانا حاضر کیا جائے تب بھی اور جب کھانا اٹھایا جائے تب بھی وضو کرے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۰۸۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان دونوں روایتوں میں وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں ہے بلکہ وضو کا لغوی معنی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔ ہاں اگر کوئی نماز کی طرح وضو کر لے تب بھی درست ہے کہ اس میں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا پالیا جاتا ہے۔ اگر کوئی پہلے سے باوضو ہو تو اس کے لیے بھی مسنون ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھولے۔ اگر ہاتھ اور منہ دونوں نہیں دھو سکتا تو کم سے کم ہاتھ تو ضرور

دھولینا چاہیے، ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کبھی نہیں کھانا چاہیے۔

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھلنے کی صورت میں ہاتھ تولیے وغیرہ سے نہیں پوچھنا چاہیے اس لیے کہ ایسا کرنے سے تولیے میں موجود گرد وغبار یا جراثیم ہاتھوں میں لگ جائیں گے جو کہ کھانے کے ساتھ پیٹ میں جائیں گے اور بیماری کا باعث بنیں گے۔

حضور کا معمول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

مَا أَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّ لَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام عمر نہ تو میز پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی میدے کا نان کھایا۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۱۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سرخ رنگ کے دسترخوان پر رکھ کر کھانا کھانا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ بعض لوگ میز پر رکھ کر کرسی پہ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں، ایسا کرنا خلافِ سُنّت ہے۔ آپ نے اس روایت سے یہ اندازہ کیا ہوگا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی میز پر رکھ کر کھانا تناول فرمانا پسند نہیں فرمایا اور نہ ہی آپ نے کبھی اس طرح تناول فرمایا ہے۔

بیٹھ کر کھانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا.

ترجمہ: میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دونوں گھٹنے اٹھائے ہوئے بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا بیٹھ کر کھانا چاہیے، کھڑے ہوکر کھانا اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ راستے اور بازار میں کھانا مکروہ ہے۔ کھاتے وقت بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں گھٹنا کھڑا کریں، بائیں پاؤں پر بیٹھ جائیں اور جسم کا وزن اسی پر ڈال لیں، کسی چیز سے ٹیک لگا کر کھانا اچھا نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اسی طرح بیٹھ کر کھاتے تھے۔

ٹیک لگانے کی ممانعت

حضرت ابو جُحَیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۰۷)

معلوم ہوا کہ کھاتے وقت ٹیک لگانا خلافِ سُنّت ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھاتے وقت ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔ ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانے سے غذا اچھی طرح بآسانی معدے میں پہنچ نہیں پاتی اور صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے لہٰذا اس طبی نقصان کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

جوتے اتار دیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَکُمْ فَاِنَّہٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِکُمْ.

ترجمہ: جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو کیوں کہ یہ تمھارے پیروں کے لیے راحت بخش ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے وقت جوتے اُتار دینا چاہیے کیوں کہ دسترخوان پر جوتے سمیت بیٹھنا خلافِ سنت اور انگریزوں کا طریقہ ہے۔ اکثر بزرگانِ دین کا یہ معمول رہا ہے کہ کھانے سے پہلے زمین پر چٹائی بچھاتے، جوتے اتار کر قبلہ رو ہو کر سنت کے مطابق بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے۔ جوتے اتار کر کھانے سے اللہ سے مراد قربت کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے اور اس سے سکون بھی میسر آتا ہے اور اس کی نعمتوں کا صحیح معنوں میں اعتراف بھی ہوتا ہے۔

آغاز میں بسم اللہ پڑھنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنْ نَّسِیَ اَنْ یَّذْکُرَ اسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ اَوَّلِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ اٰخِرَہٗ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کہے: بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ اٰخِرَہٗ۔ (ترجمہ: اول وآخر اللہ ہی کے نام سے ہے۔) (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۴۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَیْتَہٗ فَذَکَرَ اللّٰہَ عِنْدَ دُخُوْلِہٖ وَ عِنْدَ طَعَامِہٖ قَالَ الشَّیْطَانُ: لَا مَبِیْتَ لَکُمْ وَ لَا عَشَاءَ وَ اِذَا دَخَلَ فَلَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ عِنْدَ دُخُوْلِہٖ قَالَ الشَّیْطَانُ: اَدْرَکْتُمُ الْمَبِیْتَ وَ اِذَا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ عِنْدَ طَعَامِہٖ قَالَ: اَدْرَکْتُمُ الْمَبِیْتَ وَ الْعَشَاءَ.

ترجمہ: جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے (بسم اللہ پڑھتا ہے) تو شیطان اپنے دوستوں سے کہتا ہے یہاں نہ تو تمھارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ ہی کھانا ہے اور جب کوئی آدمی داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کا ٹھکانہ پالیا اور اگر کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے: تم نے ٹھکانہ بھی حاصل کرلیا اور تمھیں کھانا بھی مل گیا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان دونوں روایتوں سے پتہ چلا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا شروع کرنے سے پہلے **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** ضرور پڑھنا چاہیے۔ جس طرح ہر کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا باعث برکت ہے اسی طرح گھر میں داخل ہونے اور کھانے کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا باعث برکت ہے۔ ہاں اگر کبھی اتفاق سے بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں اور درمیان میں یاد آئے تو بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ اٰخِرَہٗ پڑھ لینا چاہیے۔ اگر کئی لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں تو بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیے تاکہ جو لوگ بھول گئے ہوں انھیں یاد آجائے۔

اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ جب ہم بسم اللہ پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے ہیں اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے ہیں تو ہمارے گھر میں شیطان کو پناہ نہیں ملتی اور ہمارے کھانے میں وہ شریک نہیں ہو پاتا اور اگر ہم بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں تو ہمارے گھر میں شیطان کو پناہ بھی مل جاتی ہے اور وہ ہمارے کھانے میں بھی شریک ہو جاتا ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَأْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَ اِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے۔ اسلام نے اچھے کاموں کے لیے دایاں ہاتھ مخصوص کیا ہے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ خود بھی ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا التزام کریں اور اپنے بچوں کو بھی بچپن ہی سے دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید کریں تاکہ انھیں اس کی عادت پڑ جائے۔

کھانے کے آداب

☆ کھانا کھاتے وقت لقمہ مناسب لینا چاہیے۔

☆ لقمے کو اچھی طرح چبائیں اور جب اچھی طرح منہ میں لقمہ گھل جائے تبھی اسے نگلیں اس کے بعد دوسرا لقمہ ڈالیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالتے، اسے اچھی طرح چباتے پھر اسے پیٹ میں داخل کرتے۔ اس طرح ایک تو کھانا اچھی طرح کھایا جاتا ہے اور دوسرے کھاتے وقت ہر طرح آسانی رہتی ہے اور کسی قسم کی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ یوں ہی کھانے کے بعد ہاضمے میں کسی قسم کی شکایت بھی پیدا نہیں ہوتی اور کھانا بہ آسانی ہضم ہو جاتا ہے۔

☆ ثابت روٹی دونوں ہاتھوں سے توڑنی چاہیے۔

☆ جب تک ٹوٹی ہوئی روٹی ختم نہ کرلیں دوسری ثابت روٹی نہ توڑیں۔

☆ جب تک پہلا لقمہ کھا نہ لیا جائے دوسرا لقمہ منہ میں نہ ڈالیں اور نہ ہی لقمہ ڈالتے وقت سارا منہ کھولیں بلکہ مناسب لحاظ سے منہ کھولیں۔

☆ ہر لقمے کے شروع میں بسم اللہ کہیں، یہ صوفیا کا طریقہ رہا ہے۔

کھانے میں عیب نکالنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، اِنِ اشْتَھَاہُ اَکَلَہٗ وَ اِنْ کَرِھَہٗ تَرَکَہٗ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، ناپسند کرتے تو چھوڑ دیتے۔

(صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہیے کہ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بھی بہت عام ہو گئی ہے، خاص کر شادی بیاہ میں یا دعوتوں میں پکائے گئے کھانوں میں لوگ ہزاروں قسم کے نقص اور عیب نکالنے میں نہیں تھکتے۔ خصوصًا خواتین میں یہ عادت زیادہ پائی جاتی ہے۔ ہمیں لازمًا اس سے بچنا چاہیے کہ یہ عمل حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے اور آپ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا ہے۔ اگر ہم کسی دعوت میں گئے اور وہاں ہمارے من کے موافق کھانا نہیں ہے تو نہ کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر ہم اس میں نقص نکال نکال کر لوگوں سے بیان کرنے لگیں تو یہ نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے اور شریعتِ مطہرہ کے خلاف ہے۔

اس سے منع کرنے میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ جب کوئی کھانے میں عیب نکالے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کھانا پکانے والے میں نقص اور عیب نکالا جس سے پکانے والوں کی دل آزاری ہوگی اور ان کے دلوں میں اس نقص نکالنے والے کے خلاف

بغض اور نفرت پیدا ہوگی کہ ایک تو اسے پکا کر دیا گیا اوپر سے وہ اس میں عیب نکالنے لگا۔ لہٰذا اگر کھانا مزاج کے موافق نہ ہو تو جتنا دل چاہے کھا لیں ورنہ اسے چھوڑ دیں مگر اسے بُرا نہ کہیں اور نہ ہی پکانے والے کو بُرا بھلا کہیں۔

اپنے سامنے سے کھانا

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

کُنْتُ غُلَامًا فِی حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ کَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ وَ کُلْ بِیَمِیْنِکَ وَ کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ فَمَا زَالَتْ تِلْکَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ.

ترجمہ: میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور ابھی بچہ تھا، میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا، یہ دیکھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اس کے بعد سے میری یہی عادت رہی۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۶۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دستر خوان پر جب دوسرے لوگ بھی کھا رہے ہوں اس وقت چاہیے کہ اپنے سامنے سے کھایا جائے، دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کا سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا خلاف ادب ہے۔ ہاں اگر مختلف قسم کے پھل وغیرہ کسی دستر خوان پر الگ الگ پلیٹوں میں رکھے ہوں یا مختلف قسم کے کھانے الگ الگ رکابیوں میں چنے گئے ہوں تو مختلف جگہوں سے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کئی لوگ مل کر ایک برتن میں کھا رہے ہوں اس وقت برتن کا جو حصہ آپ کے سامنے ہے اس سے کھائیں۔ ایسے ہی جب بڑے برتن میں کوئی چیز پڑی ہو جو سب کے لیے ہو تو اس کے اوپر سے نہ لیں بلکہ ایک کنارے سے ضرورت کے مطابق نکالیں۔

تین انگلیوں سے کھانا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَأْکُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَھَا.

ترجمہ: میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے پر انھیں چاٹ لیتے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تین انگلیوں سے کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ پورے ہاتھ کو سالن نہیں لگے گا اور اس طرح کھانا کھانے والا دیکھنے میں شائستہ معلوم ہوگا اور تین انگلیوں سے مناسب مقدار میں لقمہ اٹھے گا جس سے اسے چبانے میں دشواری نہیں محسوس ہوگی۔ لہٰذا کھانے کے لیے انگوٹھا، اس کے بعد کی انگلی اور درمیانی انگلی استعمال کرنی چاہیے۔ اگر چوتھی انگلی بھی ملالیں تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ پانچوں انگلیوں سے کھانے میں غیر شائستگی ظاہر ہوتی ہے۔ صرف انگوٹھے اور ایک انگلی سے کھانے سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ اس طرح تکبر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح لقمہ اٹھاتے وقت شہادت کی انگلی اٹھا دینا بھی درست نہیں۔

اس زمانے میں چمچے سے کھانے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے اور گھر گھر میں یہ بدعت پھیلتی جارہی ہے۔ اگر انگلیوں میں یا ہاتھ میں کوئی تکلیف ہے تو چمچے سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ یہ عمل خلافِ سُنّت ہے اور ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔ اسی طرح عمومًا دیکھا جاتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد پلیٹ میں اور انگلیوں پر سالن اور چاول کے اثرات باقی رہ جاتے ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ کھانا کھانے کے بعد پلیٹ اور انگلیاں اچھی طرح چاٹ لیں۔

کنارے سے کھاؤ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْبَرَکَۃُ تَنْزِلُ وَسْطَ الطَّعَامِ فَکُلُوْا مِنْ حَافَتَیْہِ وَ لَا تَأْکُلُوْا مِنْ وَسْطِہٖ.

ترجمہ: برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا برتن کے کناروں سے کھانا چاہیے، درمیان سے نہیں۔ اس طرح بچا ہوا سالن صاف رہے گا اور برتن بھی زیادہ گندہ نہیں ہوگا۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن کے بیچ سے کھانے سے منع فرمایا۔ اسی طرح روٹی بھی کنارے ہی سے کھانا شروع کریں، بیچ سے نہ کھائیں۔ روٹی کو چھری سے نہیں کاٹنا چاہیے۔ برتن یا کوئی چیز جو کھانے کی نہ ہو اسے روٹی پر رکھنا نہیں چاہیے۔ ایسے ہی اپنے ہاتھوں کو روٹی سے نہیں پونچھنا چاہیے۔

گری ہوئی روٹی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیَاْخُذْھَا فَلْیُمِطْ مَا کَانَ بِھَا مِنْ اَذًی وَّ لْیَاْکُلْھَا وَ لَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطَانِ وَ لَا یَمْسَحْ یَدَہٗ بِالْمِنْدِیْلِ حَتّٰی یَلْعَقَ اَصَابِعَہٗ فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ فِیْ اَیِّ طَعَامِہِ الْبَرَکَۃُ.

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہیے کہ اسے اٹھالے، جو گرد وغبار لگی ہو صاف کرکے کھالے، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور انگلیاں چاٹنے سے پہلے

رومال سے صاف نہ کرے کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے از خود گر کر پھیل جاتے ہیں کھانا ختم کرتے وقت انھیں چُن کر کھالیں ورنہ انھیں اکٹھا کر کے کہیں رکھ دیں جہاں سے کوئی جانور یا پرندہ کھالے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص روٹی کے ٹکڑے چن لے اس کی روزی میں اضافہ ہوگا اور اس کے بچے صحیح وسلامت اور بے عیب ہوں گے۔

ایسے ہی کھانا کھاتے وقت اگر روٹی کا کوئی لقمہ یا نوالہ ہاتھ سے دسترخوان پر گر جائے اسے بھی اٹھا کر صاف کر کے کھالینا چاہیے۔ اگر وہ زیادہ خاک آلود ہو جائے اور کھانے میں کراہت آئے تو پھر نہ کھائیں بلکہ اسے کسی صاف جگہ ڈال دیں۔ گرا ہوا نوالہ اٹھا کر صاف کر کے کھالینے کا حکم اس لیے ہے تاکہ خوراک ضائع نہ ہو۔

انگلیاں اور برتن چاٹنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَ الصَّحْفَةِ وَ قَالَ: اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّہِ الْبَرَکَةُ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم فرمایا اور فرمایا: تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا ختم کرنے پر برتن انگلی سے صاف کر کے انگلی چاٹ لینا چاہیے اور اگر دوسری انگلیوں پر بھی سالن لگا ہو تو انھیں بھی چاٹ لیں۔ اگر کھانا ختم کرنے پر پلیٹ میں بچا ہوا سالن زیادہ ہو تو اسے محفوظ طریقے

سے رکھ لینا چاہیے اور اگر اسے گرانا ہی ہو تو ایسی جگہ پر رکھ دیں جہاں سے جانور یا پرندے وغیرہ کھا جائیں۔ حضرت نُبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کھانے کے بعد برتن چاٹ لے برتن اس کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ سے محفوظ کرے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے نجات دی ہے۔

کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَاتَ وَ فِیْ یَدِہٖ رِیْحُ غَمَرٍ لَمْ یَغْسِلْهُ فَاَصَابَهٗ شَیْءٌ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ.

ترجمہ: جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کے ہاتھ میں بُو دار چکنائی لگی ہوئی ہو جسے دھویا نہ ہو اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

(سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۳۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانے سے فارغ ہونے پر اپنے دونوں ہاتھ دھو کر تولیے وغیرہ سے خشک کر لینا چاہیے۔ ہاتھ دھوتے وقت اپنے دانتوں سے بچی ہوئی غذا بھی نکال دیں۔ اگر کوئی ریزہ یا غذا زبان سے لگی ہو تو اسے نگلنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے دھونا بہتر ہے تاکہ چکنائی اچھی طرح اتر جائے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی شخص صحیح سے ہاتھ نہیں دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں باقی ماندہ کھانے کے اثرات کی وجہ سے رات میں شیطان اس سے قریب رہتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے اسے بیماری وغیرہ لاحق ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر ایسا کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیے کہ اس نے خود ہی اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔

مجلس میں کھانے کا ادب

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهٗ وَ اِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَ تْ جَارِيَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدِهَا.

ترجمہ: جب ہم نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تو آپ سے پہلے ہاتھ نہ ڈالتے اور شروع نہ کرتے۔ ایک دفعہ ہم ایک کھانے میں آپ کے ہمراہ تھے اتنے میں ایک لڑکی آ گئی، گویا کہ اسے زبردستی بھیجا جارہا تھا، وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا ہی چاہتی تھی کہ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا گویا کہ اسے ڈھکیلا جا رہا ہے۔ آپ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر فرمایا: شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال کر دیتا ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ وہ اس لڑکی کو لایا تا کہ اس کے ذریعے (اپنے لیے) کھانا حلال کرے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس دیہاتی کو لایا تا کہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے۔ بے شک اس (شیطان) کا ہاتھ اِس (لڑکی) کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص: ۱۵۹۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مجلس کے ساتھ کھانے بیٹھیں تو اس امر کا خیال رکھیں کہ کھانا سب کے سامنے پہنچ جائے تب بھی اس وقت تک ابتدا نہ کریں جب تک میرِ محفل یا شیخِ طریقت ابتدا نہ کریں کیوں کہ محفل میں بزرگ کے ہوتے ہوئے پہلے خود ہی کھانا شروع کر دینا اچھا نہیں۔ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے تناول کرنا شروع نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مل کر کھانے کے بھی چند آداب ہیں جو سب مجلس والوں کے لیے یکساں ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ حسبِ ذیل سات ہیں:

(۱) کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالے جب تک کوئی ایسا شخص پہل نہ کر ڈالے (جس کو پیش دستی کا حق پہنچتا ہے یعنی) جو عمر میں یا علم و فضل میں یا پرہیزگاری میں یا کسی بھی دوسری وجہ سے اس پر مقدم ہو اور وہ خود ہی دوسروں سے مقدم ہو تو دوسروں کو انتظار میں رکھنے کی ضرورت نہیں، پھر بلا تکلف خود ہی ابتدا کر دے۔

(۲) (کھاتے وقت) خاموش نہ رہے کہ یہ عادت اہلِ عجم کی ہے تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیہودہ گوئی میں پڑ جائے بلکہ عمدہ و شستہ قسم کی پاکیزہ باتیں مثلاً پارساؤں کی کوئی حکایت بیان کرسکتا ہے یا حکمت و دانائی کی کوئی بات سنا سکتا ہے۔

(۳) اپنے ہم کاسہ (ہم نوالہ و ہم پیالہ جس کے ساتھ وہ کھانے میں براہ راست شریک ہے) کا خاص طور پر خیال رکھے، کسی صورت میں بھی اس سے زیادہ نہ کھائے کہ جب کھانا مشترک ہو تو ایسا کرنا حرام ہے بلکہ چاہیے کہ یہ ایثار (قربانی) سے کام لے اور جو چیز سارے کھانے میں عمدہ ترین ہو وہ اس کے آگے رکھے اور ساتھی اگر آہستہ آہستہ کھا رہا ہو تو اس سے اصرار کرے کہ وہ بلا تکلف کھائے (ممکن ہے کہ وہ

شرمارہا ہو) لیکن تین مرتبہ سے زیادہ نہ کہے کہ بہت زیادہ کہنا بھی خواہ مخواہ کا تکلف اور زیادتی ہے اور قسم تو اسے ہرگز نہ دے کہ کھانا بہر حال سوگند اور قسم سے حقیر تر ہے۔

(۴) یہ خیال رہے کہ اس کے ساتھی کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑے کہ ''کھائیے نا'' (یعنی وہ یہ کہنے پر مجبور نہ ہو جائے کہ ''بھائی کھائیے نا'' یا ''کھاتے کیوں نہیں ہو؟'' وغیرہ۔) بلکہ اس کے ساتھ پوری موافقت کرتے ہوئے جو کچھ وہ کھا رہا ہو اس کے ساتھ ساتھ کھاتا جائے اور اپنی عادت اور معمول سے کم کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اسے ریا کہتے ہیں۔ نیز تنہا بھی کھائے تو آداب ملحوظ رکھے جیسے کہ لوگوں کے سامنے رکھتا ہے تا کہ جب واقعی لوگوں کے ساتھ کھانا پڑے تو باادب ہو کر کھا سکے اور اگر (ساتھی کی خاطر) ایثار کی نیت سے کم کھائے تو بڑی پسندیدہ بات ہے اور اگر زیادہ کھانے سے دوسروں کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو ان کی خاطر ایسا کرنا بھی اچھی بات ہے۔

(۵) نظریں سامنے رکھے اور دوسروں کے لقمے نہ دیکھتا رہے۔ اگر لوگ اسے احترام اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں (اور اس کے ساتھ کھانا اپنے لیے باعث عزت تصور کرتے ہیں) تو چاہیے کہ دوسروں سے پہلے کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور اگر یہ کم کھانے والا ہے تو چاہیے کہ ابتدا میں ہاتھ ذرا کھینچے رکھے (اور تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے) تا کہ آخر میں خوب بے تکلفی سے کھا پی سکے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی طرف سے جو عذر ہو پیش کر دے تا کہ دوسروں کو شرمندہ نہ ہونا پڑے کہ وہ ختم بھی کر چکا اور ہم ہیں کہ کھائے جا رہے ہیں۔

(۶) ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے دوسروں کی طبیعت میں کراہت اور نفرت پیدا

ہو مثلاً ہاتھوں کو برتن میں نہ جھٹکتا رہے اور منہ کو برتن کے اوپر اس قدر نہ جھکائے کہ جو کھایا پیا، منہ سے گر پڑے وہ سیدھا اس برتن میں جا گرے۔ (اگر کوئی چیز منہ سے گر جائے تو منہ دوسری طرف پھیر لے تا کہ دیکھنے والوں کو کراہت نہ محسوس ہو۔) روغن آلودہ لقمے سِر کے میں نہ ڈالے اور دانتوں سے کاٹے ہوئے لقمے برتن میں نہ ڈالے کہ لوگوں کو اس سے خواہ مخواہ نفرت ہوگی اور نہ ہی ایسی چیزوں کے بارے میں گفتگو کرے جو مکروہ اور بیزار کن ہیں۔

(۷) جب طشت (لگن یا چلمچی وغیرہ) میں ہاتھ دھوئے تو منہ کا پانی لوگوں کے روبرو ہی اس میں نہ ڈالتا جائے اور خیال رکھے کہ اپنے سے زیادہ باحشمت شخص کو ہاتھ دھونے میں ترجیح دینا چاہیے اور اگر کوئی دوسرا از راہ ادب واحترام اسے مقدم کرتا ہے تو اسے قبول کر لے۔ طشت کو دائیں طرف سے گردش میں لائے یعنی جو اگلا شخص دائیں ہاتھ پر کھڑا ہو اس کی طرف کر دے۔ تمام ہاتھوں کا دھوون ایک ہی جگہ پڑنے دے، ہر بار (یعنی ایک ایک آدمی کے ہاتھ دھویا کر ہر بار) پانی پھینکا نہ جائے (ہاں طشت تو اکٹھا ہی پھینک دے۔) کہ اہل عجم کی عادت تھی۔ سب سے بہتر تو یہی ہے کہ سب کے سب بیک بار طشت میں ہاتھ دھولیا کریں کہ یہ عاجزی کے بھی نزدیک تر ہے۔ اگر پانی منہ سے باہر پھینکنا ہو یعنی کلی کرنا مقصود ہو تو پانی طشت میں بہت آہستگی سے گرائے تا کہ اس کے چھینٹے نہ کسی دوسرے پر گریں اور نہ فرش پر پڑیں۔ ہاتھ دھلانے والا اگر کھڑا ہو کر ہاتھ دھوائے تو زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ بیٹھ کر دُھلائے۔

(ملخصًا از کیمیائے سعادت، ص: ۲۴۴-۲۴۵، ادبی دنیا، مٹیا محل دہلی)

● ● ●

پینے کے آداب

پانی یا کوئی اور چیز پینے کی سنت اور اسلامی طریقہ یہ ہے:

☆ بیٹھ کر پئیں۔

☆ پینے والی چیز کا گلاس یا برتن دائیں ہاتھ میں پکڑیں۔

☆ اسے منہ سے قریب لا کر بسم اللہ شریف پڑھیں۔

☆ برتن منہ سے لگا کر چسکی سے پینا شروع کریں۔

☆ پینے کے دوران تین مرتبہ برتن اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لیں۔

☆ پینے کے اختتام پر اللہ کا شکر ادا کریں اور الحمد للہ کہیں۔

ہم سب کے آقا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح پیتے تھے لہٰذا ہمیں بھی پیتے وقت آپ کی سنت اپنانی چاہیے کہ اس سے جہاں سیرابی حاصل ہوگی وہیں ہمیں سنت پر عمل پیرا ہونے کا ثواب بھی ملے گا۔

دائیں ہاتھ سے پینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پانی پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے کیوں کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۸)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَجْعَلُ یَمِیْنَہٗ لِطَعَامِہٖ وَ شَرَابِہٖ وَ ثِیَابِہٖ وَ یَجْعَلُ یَسَارَہٗ لِمَا سِوٰی ذٰلِکَ.

ترجمہ: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داہنا ہاتھ مبارک کھانے، پینے اور لباس کے

لیے استعمال فرماتے اور دیگر اُمور کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔

(سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شریعت نے کھانے پینے کے لیے دایاں ہاتھ مقرر فرمایا ہے اس لیے ہمیشہ دائیں ہاتھ سے برتن پکڑ کر کھانا پینا چاہیے۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو بایاں ہاتھ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ آج کل تو لوگ فیشن میں بائیں ہاتھ سے پانی وغیرہ کا برتن پکڑ کر پینا اپنے لیے فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ افسوس! نہ جانے ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم ہر کام میں خلافِ سُنّت ہی کرنا پسند کرتے ہیں جب کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ہم سُنّتِ مبارکہ کی روشنی میں کام کریں تو ہمارے شب و روز کے معمولات، ہمارا کھانا پینا اور دیگر معاملات بھی ہمارے لیے عبادت میں شمار ہوں گے اور ہم اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے پر بھی ثواب کے مستحق ہوں گے۔

بیٹھ کر پینا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کھانے سے بھی (منع فرمایا ہے؟) انھوں نے فرمایا: یہ بدترین یا زیادہ خبیث کام ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پانی بیٹھ کر پینا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں لوگ چلتے پھرتے کھا لیا کرتے تھے اور کھڑے ہو کر پی بھی لیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر کھانے پینے کی تلقین فرمائی اور صحابہ کو کھڑے ہو کر پانی یا کوئی اور مشروب پینے سے منع فرما دیا۔ طبی نقطۂ نظر سے بھی کھڑے ہو کر کھانا یا پینا صحت کے لیے مضر ہے اور متعدد

بیماریوں کا باعث ہے اس لیے ہمیں ہر حال میں بیٹھ ہی کر کھانا پینا چاہیے تا کہ سنت پر عمل کا ثواب بھی مل جائے اور ہم کئی بیماریوں سے محفوظ بھی ہو جائیں۔

قے کر دے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَّسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پیے اور جو بھول کر پی لے
وہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے پتہ چلا کہ کھڑے ہو کر پینے میں جو گھونٹ پیٹ کے اندر جائیں گے وہ ضرور مُضر اثرات پیدا کریں گے، یہی وجہ ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے اتنی سختی سے منع فرمایا کہ اگر کوئی شخص بھولے سے پی لیتا ہے تو اسے حکم ہے کہ وہ قے کر دے تا کہ وہ گھونٹ باہر نکل آئے اور یہ اس کے نقصان دہ اثرات سے محفوظ رہے۔ آج ہمارا دستور تو یہ ہے کہ ہم نے کھڑے ہو کر اور چلتے پھرتے کھانا پینا اپنی عادت بنا لی ہے، نہ جانے کیوں ترکِ سنت کا ہمارے دل میں اس قدر جذبہ پیدا ہو گیا ہے جب کہ ہم اس کے دینی اور دنیوی نقصانات سے بخوبی واقف بھی ہیں اور علما و مبلغین کی زبان سے سنتے بھی رہتے ہیں۔

بسم اللہ پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَ لٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَ ثُلَاثَ وَ

سَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَ احْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ.

ترجمہ: اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیو، پیتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھو اور فراغت پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہو۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام نے ہمیں سب سے پہلا درس یہی دیا ہے کہ جو کام بھی کریں اس کے شروع میں اللہ کا نام لیا کریں، حتی کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی کے بھی یہی الفاظ تھے کہ اے محبوب! آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے۔ جو کام اللہ کے نام سے شروع کیا جائے اس میں اللہ کی مدد شامل ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب بھی پانی یا کوئی اور مشروب پئیں تو پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں اور فراغت پر الحمد للہ کہیں اس لیے کہ پانی اللہ کی وہ عظیم نعمت ہے جس سے انسان کا جگر سیراب ہو جاتا ہے اور اسے پی کر روح کو تسکین ملتی ہے تو کیوں نہ بندہ پانی پی کر اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرے اور اس کی حمد کرے۔

تین سانسوں میں پینا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا، اِنَّهٗ اَرْوٰى وَ اَبْرَءُ وَ اَمْرَءُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔
یہ زیادہ سیر کرنے والا، زیادہ صحت بخش اور زود ہضم ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پیتے وقت تین بار سانس لینے کا مطلب یہ ہے کہ ایک یا دو گھونٹ پی کر گلاس منہ سے ہٹا لیا جائے، پھر ایک یا دو گھونٹ پیا جائے اور گلاس منہ سے ہٹا لیا جائے، پھر ایک یا دو گھونٹ پیا جائے اور گلاس منہ سے ہٹا لیا

جائے، پھر جتنی خواہش ہے اتنا پی لیا جائے۔ یاد رکھیں کہ یہ تین سانس کم سے کم ہے، اس سے زیادہ سانس میں بھی اگر پیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسے گرم چائے یا ٹھنڈا پانی کہ یک بارگی کئی گھونٹ نہیں پیا جا سکتا اس لیے اگر انھیں تین سے زائد سانسوں میں پیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پانی وغیرہ تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پینے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے پانی ضرورت کے مطابق پیا جاتا ہے اور پیٹ پر یک دم بوجھ نہیں پڑتا۔ جب سانس لینی ہو تو گلاس یا برتن منہ سے ہٹا کر ایک طرف کر لیں تاکہ گندی سانس پانی کو نہ لگے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب پانی پینے لگتے تو بسم اللہ کہتے۔ پھر کم از کم دو یا تین وقفوں میں پیتے اور آخر میں الحمد للہ کہتے۔ ہر وقفے پر بسم اللہ سے شروع کرتے اور الحمد للہ پر ختم کرتے اس طرح دو یا تین مرتبہ بسم اللہ پڑھتے۔

پھونک مارنے کی ممانعت

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشُّرْبِ فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاۃُ اَرَاھَا فِی الْاِنَاءِ؟ قَالَ: اَھْرِقْھَا قَالَ: فَاِنِّیْ لَا اَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَّاحِدٍ؟ قَالَ: فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذَنْ عَنْ فِیْکَ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اگر برتن میں تنکا وغیرہ دکھائی دے؟ فرمایا: اسے بہا دو۔ اس نے عرض کی: میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا۔ فرمایا: پھر پیالہ منہ سے دور کر لیا کرو۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۰۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنی چاہیے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک

مارنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھونک مارنے سے اندر کی گندی سانس کے جراثیم پینے والی چیز میں مل جائیں گے چوں کہ جو سانس اندر سے باہر آتی ہے وہ جسم کی گندی کثافتیں لے کر باہر آتی ہے، پھونک مارنے سے وہی کثافت پانی یا پینے والی چیز میں شامل ہو کر دوبارہ اندر چلی جائے گی اور صحت کے لیے نقصان دِہ ثابت ہوگی۔ اس کے علاوہ پھونک مارنے سے منہ سے تھوک وغیرہ بھی گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے پینے کی چیز میں پھونک مارنا منع ہے۔

آبِ زمزم پینے کے آداب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

سَقَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ ھُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ: میں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آبِ زمزم کا ایک ڈول پیش کیا، آپ نے اسے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہیے کیوں کہ اس کا کھڑے ہو کر پینا سُنّت ہے۔ آبِ زمزم اپنی عزت اور شرف کی بنیاد پر عام پانیوں سے ممتاز ہے، اسی طرح وضو کے لیے لوٹے میں جو پانی لیا جاتا ہے اگر وضو کے بعد اس میں سے کچھ بچ جائے تو اسے بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے کہ وہ بھی عام پانیوں سے ممتاز ہو گیا۔ البتہ اگر کہیں بیٹھ کر پینا پڑ جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

• • •

سونے کے آداب

نیند اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔سونے سے جسم کو راحت ملتی ہے، نقاہت اور تھکان دور ہو جاتی ہے اور نیند انسان کو تازہ دم بنا دیتی ہے۔ دن بھر کی محنت اور مشقت کو راحت میں بدل دیتی ہے۔ اگر یہ سونا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو تو جہاں اس سے مذکورہ فوائد حاصل ہوں گے وہیں یہ نیند بھی ہمارے لیے عبادت بن جائے گی اور سنت کے مطابق سونے کی وجہ سے ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

حضور کے سونے کا طریقہ

حضرت بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو دائیں پہلو پر آرام فرما ہوتے، پھر یہ کلمات پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَ وَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَ اَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَةً وَّ رَھْبَةً اِلَیْکَ لاَ مَلْجَأَ وَ لاَ مَنْجَأَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ. اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.

ترجمہ: یا اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کیا، اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا، اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا، رغبت اور خوف دونوں صورتوں میں تیرا سہارا لیا۔ تیرے عذاب سے تیرے دامنِ رحمت ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ میں تیری اتاری ہوئی کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لایا۔

راوی آگے بیان کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: جو یہ کلمات پڑھ کر سو جائے اور اسی رات انتقال کر جائے تو فطرتِ اسلام پر مرے گا۔

(صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سونا نہ زیادہ تھا اور نہ ہی بہت کم بلکہ اعتدال کے ساتھ تھا۔ آپ عشا کی نماز کے بعد وضو کی حالت ہی میں سونے کے لیے اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے، بستر مبارک جھاڑتے، جوتے اتار کر بستر مبارک پر لیٹتے، اللہ کا ذکر کرتے، قرآن پاک کی چند سورتیں پڑھتے اور پھر محوِ خواب ہو جاتے۔ رات کو پچھلے پہر جاگتے تو وضو فرما کر نماز تہجد ادا کرتے۔ اس کے بعد اگر نیند آ جاتی تو دوبارہ آرام فرماتے ورنہ بیدار رہتے۔ صبح کی اذان ہوتی تو نماز صبح کی تیاری فرماتے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ تمام رات بیدار رہ کر عبادت میں گزارتے۔ رمضان المبارک میں اکثر شب بیداری فرماتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکثر یہی معمول تھا کہ نہ زیادہ سوتے اور نہ زیادہ جاگتے، عبادت کا حق بھی ادا کرتے اور جسم کا حق بھی یعنی اسے بھی آرام پہنچاتے۔ آپ کے سونے کا انداز یہ تھا کہ آپ چت نہ لیٹتے تھے بلکہ دائیں رخسار کے نیچے دایاں ہاتھ رکھ کر چہرۂ مبارک ایک طرف کر کے پہلو کی جانب آرام فرماتے اور جب دل چاہتا کروٹ بدل لیتے۔

اس روایت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جو دعا تعلیم فرمائی ہے اس کی فضیلت خود آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص یہ دعا پڑھ کر سو جائے اور اسی رات انتقال کر جائے تو وہ فطرتِ اسلام پر مرے گا۔ خود یہ دعا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات میں سے تھی اس لیے ہمیں بھی اسے ہر رات سونے سے پہلے پڑھنا چاہیے۔

سونے سے پہلے وضو

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ وَضُوْئَکَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ وَ قُلْ. وَ ذَکَرَ نَحْوَہٗ وَ فِیْہِ: وَ اجْعَلْھُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ.

ترجمہ: جب اپنے بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو نماز جیسا وضو کر لو، پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ اور آخر میں یہ کلمات کہو۔ یہ وہ کلمات ہیں جو اوپر والی حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ان کلمات کے کہنے کے فوراً بعد سو جاؤ۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سونا چاہیے کیوں کہ پہلے سونے سے عشا کی نماز قضا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی بھی عشا کی نماز سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ آپ اس بات کی تاکید بھی فرماتے کہ اگر پہلے ہی سے وضو ہے تو کوئی بات نہیں ورنہ سونے سے پہلے وضو کر لو کیوں کہ وضو سے انسان میں طہارت آ جائے گی جس کے باعث سونے سے پہلے ذکرِ الٰہی کی طرف رغبت پیدا ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ پاکیزہ رہنے کی وجہ سے اس سے شیطان بھی دور رہے گا۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے وضو کی تاکید فرمائی۔

چہار دیواری کے بغیر چھت پر سونا

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے مکان کی

چھت پر سوئے جس کی چہار دیواری نہ ہو وہ میری ذمے داری سے باہر ہے۔

(سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنْ یَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰی سَطْحٍ لَیْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَیْہِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس کے اوپر پردہ تعمیر نہ کیا گیا ہو۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۱۴۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایسا مکان جس کی چھت پر پردے کے لیے چہار دیواری نہ ہو اس پر سونے سے گریز کرنا چاہیے کیوں کہ چہار دیواری نہ ہونے سے ایک تو پردہ نہیں ہوتا، دوسرے رات کو جب کوئی اچانک اٹھے تو اس کے گرنے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھلی چھتوں پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

بستر جھاڑنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیے کہ اپنے تہبند کے اندرونی کونے سے بستر جھاڑے کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد بستر پر کیا چیز آئی ہے۔ پھر کہے:

بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَ بِکَ اَرْفَعُہٗ، اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ.

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تیرے

نام سے ہی اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری سانس روکے تو اس پر رحم فرما اور اگر اسے چھوڑ دے تو
اس کی اس چیز کے ذریعے حفاظت فرما جس کے ذریعے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت
فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سونے سے پہلے بستر
اچھی طرح جھاڑ لینا چاہیے، خاص کر برسات کے موسم میں تا کہ اگر کوئی موذی کیڑا مکوڑہ بستر
پر ہو تو وہ بستر سے دور ہو جائے۔ اگر سونے سے پہلے اس نے خود بستر نہ جھاڑا بلکہ کسی اور نے
جھاڑ کر بچھا دیا ہو تب بھی درست ہے۔ بستر جھاڑنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے
اور اس میں فوائد بھی ہیں اس لیے ہمیں سونے سے پہلے اپنا بستر جھاڑ لینا چاہیے تا کہ سنت پر
عمل کا ثواب بھی مل جائے اور موذی کیڑے مکوڑوں سے نجات بھی مل جائے گی۔

گھر کا دروازہ بند کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: برتن ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، دروازے بند کر دیا کرو اور
چراغ بجھا دیا کرو کیوں کہ شیطان بند مشکیزہ نہیں کھولتا، نہ بند دروازہ کھولتا ہے اور نہ ہی
(ڈھانپا ہوا) برتن کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی لکڑی کے سوا کوئی چیز نہ پائے جس کو اس
برتن پر رکھے یا صرف اللہ کا نام لینا ممکن ہو تو ایسا ہی کرے کیوں کہ چوہا گھر والوں پر ان کے
گھر کو جلا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سونے سے پہلے گھر کا
دروازہ بند کر لینا چاہیے، اگر باہر سے آنے والے دروازے زیادہ ہوں تو ہر ایک اچھی طرح
چیک کر لینا چاہیے، اگر کوئی کھلا ہو تو اسے ضرور بند کر لیں۔ دروازہ کھلا رہنے سے چور وغیرہ
کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے دروازہ بند کرنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے سونے سے پہلے دروازے بند
کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ کا ذکر کرنا

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی سونے کے لیے اپنے
بستر پر پہنچتا ہے اسی وقت ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس آ پہنچتے ہیں۔ فرشتہ اس
سے کہتا ہے: اپنے اعمال کا خاتمہ بھلائی پر کرو اور شیطان کہتا ہے: اپنے اعمال کا خاتمہ برائی پر
کرو۔ پھر اگر وہ آدمی خدا کا ذکر کر کے سویا تو فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔
(الادب المفرد، حصہ اول، ص:۴۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَ مَنْ
اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ.

ترجمہ: جو شخص کسی جگہ بیٹھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا اللہ کی طرف سے اس پر گناہ
ہے اور جو شخص کسی جگہ لیٹا اور ذکرِ الٰہی سے غافل رہا اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے
نقصان ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۲۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سوتے وقت کسی نہ کسی
صورت میں اللہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کیوں کہ ذکرِ الٰہی سے ایک تو گناہ معاف ہوتے ہیں
اور دوسرے اللہ کے ذکر سے رات بھر انسان اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت
رہتی ہے۔ اب خواہ سوتے وقت قرآنِ مقدس کی تلاوت کی جائے یا ذکر و وظائف کیے
جائیں یا درود پاک پڑھا جائے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے ہم سے جس قدر

ممکن ہو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کریں تا کہ ہم نقصان سے بچ سکیں۔

سوتے وقت کی دعا

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ رات کو لیٹتے وقت دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے پھر فرماتے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیَا.

ترجمہ: یا اللہ! میں تیرے نام پر مروں اور تیرے نام پر زندہ رہوں۔

جب بیدار ہوتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ساری تعریفیں ہیں جس نے ہمیں مرنے (سونے) کے بعد زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نیند ایک طرح سے عارضی موت ہے، جب انسان سو کر اٹھ جائے تو گویا اسے نئی زندگی مل گئی۔ اسی لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعائیں تعلیم فرمائیں تا کہ ہم اپنی آنکھ کھلتے ہی اپنے معبود کو یاد کریں اور آنکھ بند ہونے سے پہلے بھی اپنے معبود کو یاد کریں۔ اس سے ہمیں درس ملتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اور ہمیشہ اس کی یاد اپنے دل میں بسائے رکھنا چاہیے۔

تینوں قل پڑھنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شب جب بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں ہاتھ ملا کر سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر ان میں پھونکتے، پھر جس قدر ممکن ہوتا اپنے جسم

اقدس پر پھیرتے، سر انور، چہرۂ اقدس اور جسم اطہر کے سامنے سے شروع فرماتے۔ یہ عمل آپ تین مرتبہ دہراتے۔ (صحیح بخاری، حصہ ششم، ص:۱۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سونے سے پہلے بستر پر بیٹھ کر یا لیٹ کر قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھنا مسنون ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے سے قبل قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور تلاوت فرماتے۔ آپ سونے سے پہلے اکثر سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھا کرتے تھے جن کے پڑھنے سے انسان شیطانی شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے بستر پر پہنچ کر تینوں قل شریف کی تلاوت کرنا چاہیے۔

پیٹ کے بل سونا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

مَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰی بَطْنِیْ فَرَکَضَنِیْ بِرِجْلِہٖ وَ قَالَ: یَا جُنَیْدِبُ اِنَّمَا ھِیَ ضَجْعَۃُ اَھْلِ النَّارِ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، آپ نے پائے اقدس سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: اے جندب! یہ جہنمیوں کا لیٹنا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۲۷)

لہٰذا سوتے وقت اس امر کا خیال رکھیں کہ پیٹ کے بل یعنی الٹے ہو کر نہ سوئیں۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیٹ کے بل لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ پیٹ کے بل لیٹنا اخلاقی اقدار کے خلاف ہے اور اس میں شیطانی شر کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے بھی اس میں نقصان یہ ہے کہ پیٹ کے بل لیٹنے سے کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا۔ اسی طرح پیٹ کے بل لیٹنے والا غیر مہذب بھی معلوم ہوتا ہے اور پیٹ کے بل لیٹنے سے ستر کھلنے کا ڈر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے پیٹ کے بل سونے سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے منع فرمایا ہے۔

پَیر پر پَیر رکھنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى وَ هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ. ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے ایک پیر کو اٹھا کر دوسرے پر رکھے جب کہ وہ چت لیٹا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! چت لیٹ کر پیر پر پیر رکھنے سے سونے والے کا ستر کھلنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں فخر اور تکبر کا بھی شائبہ پایا جاتا ہے اور اسلام کی نظر میں دونوں خصلتیں مذموم ہیں۔ اسی لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چت لیٹ کر پیر پر پیر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اولاً تو چت لیٹنا ہی سنت طریقے کے خلاف ہے پھر پیر پر پیر رکھ کر لیٹنے میں مزید خرابی۔ اس لیے ہمیں اس سے بچنا چاہیے اور سنت کے مطابق سونا چاہیے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

• • •

انگوٹھی اور زیور کے آداب

اہلِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کے لیے سونے کی انگوٹھی جائز ہے اور مردوں کے لیے حرام ہے۔ مردوں کے لیے صرف چاندی کی ایک انگوٹھی پہننا جائز ہے جس کا وزن ایک مِثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم ہو۔ اس زمانے میں ساڑھے چار ماشے کا وزن تقریباً چار گرام چھ سو پینسٹھ ملی گرام کے برابر ہوتا ہے۔ اس سے کم وزن کی چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لیے جائز ہے۔ مردوں کے لیے سونے کے زیورات کا استعمال حرام ہے، اس لیے کہ مردوں کو محنت و مشقت کے کام کرنے ہوتے ہیں اس لیے انھیں اپنے آپ کو زیور سے آراستہ کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

حضور کی انگوٹھی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلٰى كِسْرٰى وَ قَيْصَرَ وَ النَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ: اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةَ فِضَّةٍ نُقِشَ فِيْهِ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ اَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّ رَسُوْلُ سَطْرٌ وَّ اللّٰهِ سَطْرٌ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے پاس خط لکھیں۔ آپ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں محمد رسول اللہ نقش کروایا۔ (صحیح مسلم) اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں تھا۔ ایک

سطر میں لفظ محمد، دوسری میں رسول اور تیسری میں لفظ اللہ تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضورنبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے جس پر آپ کا نام مبارک کندہ تھا اور آپ اسے مہر کے طور پر استعمال فرماتے تھے، جب کسی کو خط لکھتے تو اس پر یہ مہر ثبت کرتے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں انگوٹھی پر اپنا نام کندہ کروانا جائز ہے۔ اگر انگوٹھی پر اللہ کا نام کندہ کروایا جائے تو زیادہ بہتر ہے مگر ایسی صورت میں بیت الخلاء وغیرہ میں جانے سے پہلے وہ انگوٹھی اتار کر باہر رکھنی ہوگی۔

حضور کی انگوٹھی کی خصوصیات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

اِتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَ فِي رِوَايَةٍ: وَ جَعَلَهُ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَلْقَاهُ ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنَ الْوَرَقِ نُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ قَالَ: لَا يَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِيْ هٰذَا. وَ كَانَ اِذَا لَبِسَهُ جَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِيْ بَطْنَ كَفِّهِ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی (اور ایک روایت میں ہے کہ) اسے دائیں دست مبارک میں پہنا، پھر اسے پھینک کر چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" نقش کروایا اور فرمایا: کوئی شخص میری اس انگوٹھی کی طرح نقش نہ کرائے۔ جب آپ اسے پہنتے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی، سونے کی نہ تھی بلکہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اسے دائیں ہاتھ میں پہنا، پھر اسے فوراً اتار کر پھینک دیا۔ آپ چاندی کی جو انگوٹھی پہنا کرتے تھے اس پر آپ کا نام (محمدٌ رسول اللّٰہ) کندہ تھا مگر آپ نے لوگوں کو یہ نام کندہ کروانے سے منع فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے عجمی بادشاہوں کی طرف لکھے ہوئے خطوط پر مہر لگانے کے لیے انگوٹھی پر نقش کرایا تھا، اگر دوسرے لوگ بھی یہ نقش کرالیتے تو پھر آپ کی مہر کا امتیاز نہ رہتا۔ اگر کوئی انگوٹھی پر اپنا نام کندہ کروانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مگر بہتر ہے کہ اپنا نام بھی کندہ نہ کروائے۔

انگوٹھی کا نگینہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِي يَمِيْنِهٖ فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائیں دست مبارک میں چاندی کی انگوٹھی پہنی جس میں حبشی نگینہ تھا۔ آپ نگینہ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضورنبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ حبشہ سے آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ لگانا درست اور جائز ہے اس لیے یاقوت، نیلم، زمرد، عقیق وغیرہ کا نگینہ لگانا جائز ہے مگر یہ پتھر سنت خیال کرتے ہوئے انگوٹھی میں ڈالے جائیں، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں کہ اس سے قسمت بدلتی ہے۔ قسمت بدلنا اللہ کے دست قدرت میں ہے کسی انگوٹھی یا زیور یا نگینے کے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک سے زائد انگوٹھیاں

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایۂ ناز تصنیف بہارِ شریعت میں تحریر فرماتے ہیں:

مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ:۱۶، ص:۴۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک انگوٹھی پہنی ہے اس لیے ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننا خلاف شرع ہیں۔ بعض لوگ اپنی فقیری کے اظہار کے لیے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں پہن لیتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ کوئی اللہ کا محبوب بندہ ہے۔ ایسا کرنا خلاف شرع اور حرام ہے، صرف ایک انگوٹھی پہننا مسنون ہے۔ انگوٹھی میں نگینے کی جگہ پر اگر ٹھوس چاندی ہی لگ جائے تب بھی درست ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی انگوٹھی بھی استعمال کی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ درگاہوں سے پیتل وغیرہ کے چھلے یا انگوٹھیاں لاکر پہنتے ہیں اور انھیں منع کیا جائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اجمیر کی درگاہ کی یا فلاں درگاہ کی انگوٹھی ہے۔ یاد رکھیں! انگوٹھی چاہے کسی بھی درگاہ کی ہو، خواہ مکۂ معظّمہ یا مدینۂ منورہ ہی سے لی گئی ہو اسی مقدار میں پہننا جائز ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اس کے برخلاف ہے تو اس کا استعمال بہرحال حرام ہے۔

کس ہاتھ میں پہنیں

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَسَارِهٖ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بائیں دست مبارک میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں لکھا ہے کہ دائیں یا بائیں ہاتھ میں جس میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں لیکن میرے نزدیک بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا زیادہ بہتر ہے۔ اگر چہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے مگر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ میں کثرت سے انگوٹھی پہنی ہے اس لیے اسے ترجیح دینا زیادہ اچھا ہے۔ ہاں رفع حاجت کے وقت انگوٹھی اتارنا ضروری ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۴۷)

کس انگلی میں پہنی جائے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ هٰذِهٖ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگشتری اس (انگلی) میں ہوا کرتی تھی۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے تھے۔ فقہاے کرام نے اس سے مراد چھنگلی لی ہے یعنی سب سے چھوٹی انگلی۔ لہٰذا جو حضرات انگوٹھی پہننے کی سنت پر عمل کرنا چاہیں انھیں چاہیے کہ سب سے چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنیں کیوں کہ ایسا کرنا سنت ہے اور سنت کے مطابق عمل کرنے میں ثواب ہے۔ مگر جب بائیں ہاتھ میں انگوٹھی استعمال کریں تو

اس بات کا خاص خیال رہے کہ رفع حاجت کے وقت انگوٹھی اتار دیا کریں کہ کہیں اس کے کسی گوشے میں نجاست کا کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے۔

انگشت شہادت اور بڑی انگلی میں پہننے کی ممانعت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِيْ اِصْبَعِيْ هٰذِهٖ اَوْ هٰذِهٖ، قَالَ فَاَوْمٰى اِلَى الْوُسْطٰى وَ الَّتِيْ تَلِيْهَا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا کہ اپنی اس انگلی اور اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں۔ راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی درمیانی اور اس کے نزدیک والی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت اور بڑی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ یہ دونوں انگلیاں کام کاج میں زیادہ استعمال ہوتی ہیں، اگر ان میں انگوٹھی ہوگی تو کارکردگی میں فرق پڑے گا، اس بنا پر ان دونوں انگلیوں میں انگوٹھی نہیں پہننی چاہیے۔

ہاتھ میں انگارہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اُسے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا: کیا کوئی اپنے ہاتھ میں انگارہ رکھتا ہے؟ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے، کسی نے ان سے کہا: اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور کسی کام میں لانا۔ انھوں نے کہا: خدا کی قسم! میں اُسے کبھی نہ لوں گا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے پھینک دیا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۵۹)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ سونے کی انگوٹھی پہننا اتنا سخت گناہ ہے اور اس پر اتنا شدید عذاب ہے گویا کوئی شخص اپنے ہاتھ میں انگارہ لے رکھے، جس طرح کوئی اپنے ہاتھوں میں انگارہ رکھنا برداشت نہیں کر سکتا اسی طرح سونے کی انگوٹھی پہننے پر اسے جو عذاب ہوگا اسے بھی وہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننے والوں کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بطور عذاب آگ کا انگارہ رکھ دے گا جسے وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکے گا۔ اس لیے ہمیں سونے کی انگوٹھی کے استعمال سے لازمًا بچنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے دلوں میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کا اس قدر جذبہ تھا کہ جو چیز آپ نے پھینک دی اسے اٹھانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

• • •

خوش بولگانا

خوش بولگانا نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے۔ خوش بو اچھے تاثرات پیدا کرتی ہے اس لیے اس کا استعمال درست قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود خوش بولگایا کرتے تھے اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ آپ کے اتباع میں خوش بولگایا کریں۔ خوش بولگانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب چاہیں خوش بولگا سکتے ہیں مگر ہر وقت خوش بولگانے کی طرف متوجہ رہنا بھی اچھا نہیں کیوں کہ اس کی وجہ سے عبادت اور حقوق العباد وغیرہ سے غفلت پیدا ہوسکتی ہے۔ لہٰذا خاص مواقع پر خوش بو استعمال کرنا چاہیے۔

خوشبو کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سِكَّةٌ يَّتَطَيَّبُ مِنْهَا. ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک کُپّی تھی جس سے آپ خوش بولگایا کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص: ٦٧)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش بو استعمال کیا کرتے تھے۔ بعض صوفیا کا کہنا ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے معطر بنایا تھا اس لیے آپ کے جسم میں قدرتی طور پر خوش بو رہتی تھی اور آپ کے پسینۂ مبارک سے بھی خوش بو آتی تھی۔ آپ جس راستے سے گزر جاتے وہاں خوش بو ہی خوش بو پھیل جاتی۔ اس کے باوجود آپ نے اپنی اُمت کی تعلیم کے لیے کبھی کبھی خوش بو استعمال فرمائی ہے۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی نیت سے ہمیں بھی کبھی کبھی خوش بو استعمال کرنا چاہیے۔

مشک وعنبر کی خوش بو

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَطَيَّبُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، بِذِكَارَةِ الطِّيْبِ الْمِسْكِ وَ الْعَنْبَرِ.

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا: کیا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش بو لگاتے تھے؟ آپ نے بتایا: ہاں، آپ مردانہ مشک اور عنبر کا عطر لگاتے تھے۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص: ۱۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ تر مشک اور عنبر کی خوش بو استعمال فرمائی ہے لہٰذا مشک اور عنبر کی خوش بو استعمال کرنا مسنون ہے۔ یہ خوش بوئیں قدرتی طور پر پیدا شدہ ہیں، انھیں سونگھنے سے دماغ معطر اور تازہ ہوتا ہے اور ذہن کو فرحت اور تقویت پہنچتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ خاص خاص مواقع پر مشک یا عنبر استعمال کیا کریں۔

بہترین خوش بو

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ امْرَاَةً مِنْ بَنِى اِسْرَائِيلَ اتَّخَذَتْ خَاتِمًا مِنْ ذَهَبٍ وَ حَشَتْهُ مِسْكًا.

ترجمہ: بنی اسرائیل کی ایک خاتون نے انگوٹھی بنائی اور اس میں کستوری بھری۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: هُوَ اَطْيَبُ الطِّيْبِ. ترجمہ: یہ عمدہ ترین خوش بو ہے۔

(سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص: ۱۵۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور تاجدارِ مدینہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کستوری کو بہترین خوش بو قرار دیا ہے۔ کستوری جسے مشک بھی کہا جاتا ہے، ہرن کا نافہ ہے جو اکثر دیسی اَدوِیات میں طاقت کے لیے استعمال ہوتی ہے اور یہ عمدہ ترین خوش بوؤں میں شمار کی جاتی ہے۔

مرد اور عورت کی خوش بو میں فرق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَ خَفِيَ لَوْنُهُ وَ طِيْبُ النِّسَآءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَ خَفِيَ رِيْحُهُ.

ترجمہ: مردوں کی خوش بو وہ ہے جس سے خوش بو معلوم ہو لیکن رنگ دار نہ ہو اور عورتوں کی خوش بو وہ ہے جس کا رنگ معلوم ہو لیکن خوش بو نہ پھیلے۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۱۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ مرد اور عورت دونوں کو یکساں خوش بو استعمال نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسلام نے ان کے لیے جو حد متعین کی ہے اس کے مطابق انھیں خوش بو استعمال کرنی چاہیے۔ عورتوں کو ایسی خوش بو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے جو دور تک پھیلے اس لیے کہ اس کی وجہ سے وہ غیروں کی توجہ کا مرکز بنے گی اور اسلام نے ہر اس کام پر پابندی لگائی ہے جس کی بنیاد پر کوئی عورت کسی مرد کی توجہ کا مرکز بنے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں نہایت ہی بھڑکیلی پرفیوم لگا کر بازاروں میں نکل پڑتی ہیں۔ ہندوستان میں ملنے والے پرفیوم میں عموماً الکحل کی آمیزش ہوتی ہے جو کہ نجس مادّہ ہے اور کپڑے یا بدن پر لگانے سے وہ بھی نجس ہو جاتا ہے اس لیے نہ ہی مردوں کے لیے ان کا استعمال جائز ہے اور نہ عورتوں کے لیے، پھر عورتوں کے لیے تو بدرجۂ اولیٰ

ناجائز ہے کہ اس میں سے پھوٹنے والی بھڑکیلی خوش بو کافی دور تک پھیلتی ہے۔

خوش بو کا اظہار

حضور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا مِنْ رِيْحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ.

ترجمہ: جو عورت خوش بو لگا کر لوگوں کے پاس اس غرض سے جائے کہ وہ اس کی خوش بو سونگھیں وہ زانیہ ہے۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص: ۱۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کو خوش بو کے اظہار سے منع فرمایا ہے اور جو عورتیں بھڑکیلی خوش بوئیں لگا کر گلیوں اور بازاروں میں نکلتی ہیں انھیں زانیہ فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ خوش بو مرد کو عورت کی طرف مائل کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے، پھر نتیجہ زنا تک پہنچتا ہے اسی لیے آپ نے ایسی خوش بو کے استعمال ہی سے منع فرما دیا ہے جو کسی عورت کو مردوں کی توجہ کا مرکز بنائے۔ عورت اگر اپنے خاوند کی خوشی کے لیے خوش بو لگائے تو اچھی بات ہے بلکہ امید ہے کہ اس کا یہ کام اسے اجر کا مستحق بنائے گا مگر خوش بو لگا کر باہر نکلنے کی شریعتِ مطہرہ ہرگز اجازت نہیں دے گی۔ عورتوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے ان پر پابندی عائد کی ہے بلکہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام نے عورتوں کے تحفظ کی راہیں ہموار کی ہیں۔ اس لیے اسلام کے بیان کردہ احکام دل و جان سے قبول کرنا چاہیے اور اپنی زندگی اسلامی طرز ہی پر گزارنی چاہیے۔

• • •

سُرمہ لگانا

سرمہ لگانا آنکھ کی خوب صورتی اور نظر کی تیزی کا ذریعہ ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور تاج دار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ بعض پتھروں میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے لیے عمدہ اور بہتر تاثیر رکھی ہے انھیں بالکل باریک پیس کر آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے اور دیگر متعدد فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اس پتھر میں کوئی اور چیز ملانا جو آنکھوں کے لیے مفید ہو، درست ہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے وقت دونوں آنکھوں میں سرمے کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم سونے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کریں۔

اِثمد کا سرمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ وَ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مُکْحُلَۃٌ یَکْتَحِلُ بِھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ ثَلَاثَۃً فِی ھٰذِہٖ وَ ثَلَاثَۃً فِی ھٰذِہٖ.** ترجمہ: اِثمد کا سرمہ لگایا کرو کیوں کہ وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے (راوی کہتے ہیں کہ) نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سرمے دانی ہوتی جس سے روز رات میں تین سلائی اس آنکھ میں اور تین دوسری آنکھ میں لگایا کرتے۔

(سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۳۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَکْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ

ثَلَاثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ. قَالَ: وَ قَالَ: اِنَّ خَیْرَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ اللَّدُوْدُ وَ السَّعُوْطُ وَ الْحِجَامَۃُ وَ الْمَشِیُّ وَ خَیْرَ مَا اکْتَحَلْتُمْ بِہِ الْاِثْمِدُ فَاِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ وَ اِنَّ خَیْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِیْہِ یَوْمُ سَبْعَ عَشْرَۃَ وَ یَوْمُ تِسْعَ عَشْرَۃَ وَ یَوْمُ اِحْدٰی وَ عِشْرِیْنَ وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حَیْثُ عُرِجَ بِہٖ مَا مَرَّ عَلٰی مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ اِلَّا قَالُوْا: عَلَیْکَ بِالْحِجَامَۃِ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں اِثمد سرمہ تین تین سلائی لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو تم علاج کرتے ہو ان میں بہترین لیپ کرنا، نسوار لینا، پچھنے لگوانا اور جلاب لینا ہے اور جو تم سرمے لگاتے ہو ان میں بہتر اثمد ہے کیوں کہ وہ بینائی کو روشن کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے اور جن میں تم پچھنے لگواتے ہو ان میں ستر ہواں، انیسواں اور اکیسواں روز بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے آپ گزرے انھوں نے کہا: پچھنے لگوانا لازمی طور پر اختیار کرو۔

(مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اِثمد ایک طرح کا سرمہ ہے جو اثرات میں دوسرے عام سرموں سے بہتر ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ نظر کو تیز کرتا ہے، آنکھوں کے اوپری پپوٹوں پر بال اگاتا ہے اور جو بال گر جاتے ہیں انھیں گرنے سے روکتا ہے۔ ہندوستان میں عموماً جو سرمے ملتے ہیں ان کے لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ ان میں کیمیکلس کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ہاں اگر اِثمد مل جائے تو بات ہی کچھ اور ہے کہ جہاں اس سے سنت کی ادائیگی ہے وہیں دنیوی متعدد فوائد بھی ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جو سرمہ بھی میسر ہو رات میں سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگالیں۔

تیل اور کنگھی

سر کے بالوں میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا بھی حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ تیل لگانے کا ظاہری فائدہ تو یہ ہے کہ تیل بالوں کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے اور انھیں ملائم رکھتا ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے بالوں کی جڑیں تر رہتی ہیں جس سے بال دیر سے سفید ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنے سر میں تیل نہیں لگاتے یا کم لگاتے ہیں ان کے بالوں میں وقت سے پہلے سفیدی آجاتی ہے۔

☆ تیل لگانے کا بہتر وقت تو صبح کا وقت ہے، چاہیں تو نہانے سے پہلے تیل لگالیں یا نہانے کے بعد۔

☆ اگر غسل نہ کرنا ہو تو منہ ہاتھ دھوتے وقت تیل استعمال کریں۔

☆ تیل روزانہ استعمال کریں یا ایک دن چھوڑ کر لگائیں۔

☆ سر میں لگانے کے لیے عام طور پر سرسوں کا تیل استعمال کیا جاتا ہے جو ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے تیل جو بالوں کے لیے بہتر ہوں ان کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

روغن بنفشہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: روغن بنفشہ کو تمام تیلوں میں ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے اسلام کو دیگر تمام اَدیان میں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ سوم، ص:۱۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سر اور بالوں میں تیل لگانے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں روغن بنفشہ کو خصوصی مقام حاصل ہے اسی لیے تو

اسے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیلوں کا بادشاہ قرار دیا اور خود استعمال فرما کر اس کا مرتبہ سب سے بلند فرما دیا۔

حضور کا معمول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهٖ وَ تَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر مبارک میں اکثر تیل لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھی کرتے۔ اکثر سر اقدس پر کپڑا رکھتے جو تیلی کے کپڑوں کی طرح معلوم ہوتا۔

(شرح السنۃ للبغوی، حصہ دوازدہم، ص:۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بالوں میں کنگھا کرنا اور مانگ نکالنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ داڑھی میں کنگھا کرنا بھی حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے ثابت ہے۔ عورتوں کو چاہیے کہ بالوں میں روزانہ کنگھا کریں اور مردوں کو چاہیے کہ ایک دن چھوڑ کر کریں تاکہ زینت میں زیادہ وقت صرف نہ ہو۔ البتہ بالوں کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے روزانہ کنگھا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کنگھا کرتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان میں مانگ نکالا کرتے تھے، یہی صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی معمول رہا ہے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کو سنت پر عمل کی نیت سے سر کے درمیان مانگ نکالنی چاہیے۔

بالوں کا احترام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ. ترجمہ: جس نے بال رکھے ہوئے ہوں اسے

چاہیے کہ ان کا احترام کرے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۷۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بال بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظیم نعمت ہے، اس سے انسان کے چہرے پر بشاشت رہتی ہے اور اس کی خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے بال عطا فرمائے ہیں تو ان کی عزت کرنی چاہیے۔ بالوں کی عزت یہ ہے کہ انھیں صاف ستھرا رکھا جائے، ان میں تیل لگایا جائے اور کنگھا کیا جائے۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بال جیسی نعمت جس سے چھین لیتا ہے پھر وہ حکیموں کے پاس چکر لگانا شروع کرتا ہے اور ہزاروں روپے خرچ کرنے کے باوجود اسے یہ نعمت دوبارہ نہیں مل پاتی۔ اگر ہم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سُنّتِ مبارکہ پر عمل پیرا ہوجائیں اور پابندی سے بالوں میں تیل لگائیں اور کنگھا کریں تو جہاں ہمیں ثواب ملے گا وہیں ہمارے بال جھڑنے سے بچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ

مانگ نکالنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ، وَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ اَشْعَارَهُمْ وَ كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کام میں (خدا کی جانب سے) حکم نہ فرمادیا جاتا اس میں آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو چھوڑتے تھے جب کہ مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیشانیِ مبارک کے بال چھوڑے رکھتے پھر بعد میں مانگ نکالنے لگے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا تھا لہٰذا آپ کا مانگ نکالنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا اور سنت ٹھہرا۔ آپ کی یہ سنت چھوڑ کر جو شخص نصاریٰ اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرے یا ٹیڑھی مانگ نکالے وہ ایک بہت بڑی سعادت سے محروم ہوگا۔

بڑی عجیب سی بات ہے کہ ہمیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ بیچ کی مانگ نکالنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے اور سنت پر عمل کرنے میں حد درجہ ثواب ہے مگر ہم اس پر عمل پیرا ہونے میں پس و پیش کرتے رہے۔ ابھی کچھ سالوں پہلے کسی فلمی ایکٹر نے بیچ کی مانگ نکال کر بال کاڑھ لیے تو ہمارے نوجوان بلکہ ادھیڑ عمر کے لوگ بھی اس کا طریقہ اپنانے میں اپنے لیے فخر محسوس کرنے لگے۔ جب کہ اگر سنت سمجھ کر بیچ کی مانگ نکالتے تو یقیناً یہ مانگ نکالنا بھی ثواب کا کام ہوتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر اجر عطا فرماتا مگر فلمی ایکٹر کی اسٹائل اپنانے کی وجہ سے یہی مانگ نکالنا گناہ میں شمار ہوگا اور اس پر اللہ کی نافرمانی ہاتھ آئے گی۔

بال سنوارنے کا حکم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

اَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَرَاٰى رَجُلًا ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ أَمَا يَجِدُ هٰذَا مَا يُسْكِنُ بِهِ شَعْرَهُ.

ترجمہ: سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے ایک شخص کے بکھرے ہوئے بال دیکھ کر ارشاد فرمایا: کیا یہ اتنا بھی نہیں کرسکتا کہ اپنے بالوں کو

برابر کردے۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۱۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام ظاہر و باطن دونوں کی صفائی محبوب رکھتا ہے اور اعتدال پسند فرماتا ہے۔ بال وغیرہ نہ ہی بالکل میلے کچیلے رکھنے چاہیے کہ لوگ گھن کرنے لگیں اور ہمارے قریب بیٹھنا پسند نہ کریں اور نہ ہی ان کی آرائش و زیبائش میں بہت زیادہ وقت صرف کرنا چاہیے۔ ایک دو دن میں قدرے تیل ڈال کر بالوں میں کنگھا کر لینا اور صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔

سجا کر رکھو

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ آپ کے سر پر بہت زیادہ بال تھے، آپ نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا: ان بالوں کو اچھی طرح سجا کر رکھو اور روزانہ کنگھی کرو۔

(سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۱۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کچھ لوگوں کے بال بالکل نرم اور ملائم ہوتے ہیں کہ ایک بار سنوار دیے جائیں تو ایک یا دو دن تک بالکل صحیح رہتے ہیں اور کچھ لوگوں کے بال اس سے مختلف ہوتے ہیں۔ بہر حال بالوں کو اس حد تک سنوار کر رکھنا چاہیے کہ بھلے معلوم ہوں مگر ان کو سنوارنے میں بہت زیادہ وقت بھی نہیں صرف کرنا چاہیے۔ بال سنوارنے میں نیت یہ ہو کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے، زینت اور دکھاوے کی نیت نہ ہو کہ اس نیت سے بال سنوارنا درست نہیں ہے۔

دائیں جانب سے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ ارشاد فرماتی ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُحِبُّ التَّیَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ طُھُوْرِہٖ وَ تَنَعُّلِہٖ وَ تَرَجُّلِہٖ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کرنے، جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں حتی المقدور دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے۔ (سنن نسائی، حصہ اول، ص:۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہر کام میں دائیں جانب سے شروع کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

خود آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّیَامُنَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی التَّنَعُّلِ وَ التَّرَجُّلِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز میں دائیں جانب سے شروع کرنا پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتے پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔ (فتح القدیر، حصہ اول، ص:۵۳)

ان دونوں روایتوں سے پتہ چلا کہ دائیں جانب سے کاموں کا آغاز خود اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر کام کی ابتدا دائیں جانب ہی سے کرنی چاہیے۔ تیل لگانے اور کنگھا کرنے میں بھی ہمیں چاہیے کہ پہلے سر کے دائیں حصے پر کریں پھر بائیں حصے پر۔

• • •

ناخن تراشنا

ناخن قدرتی طور پر آہستہ آہستہ بڑھتے رہتے ہیں۔ اسلام نے ان بڑھے ہوئے ناخنوں کو تراشنے کا حکم دیا ہے۔ ناخن ہفتے میں ایک بار ضرور تراش لینے چاہیے اور اگر ہر ہفتہ تراشنے میں دشواری ہو تو زیادہ سے زیادہ پندرہ دنوں کے اندر اندر تراش لینے چاہیے۔ اگر کسی نے چالیس دن تک ناخن چھوڑے رکھے اور نہیں تراشے تو شریعت کی نظر میں یہ عمل ناپسندیدہ اور مکروہ گردانا جائے گا۔

حضرت خلیل کی آزمائش

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ. ترجمہ: اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے پوری کر دکھائیں۔ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ دس چیزیں یہ ہیں:

(۱) مونچھیں کتروانا۔ (۲) کلی کرنا۔ (۳) ناک میں صفائی کے لیے پانی استعمال کرنا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۴) سر میں مانگ نکالنا۔ (۵) ناخن ترشوانا۔ (۶) بغل کے بال دور کرنا۔ (۷) موئے زیرِ ناف کی صفائی۔ (۸) ختنہ (۱۰) پانی سے استنجا کرنا۔

(تفسیر خزائن العرفان، ذیل آیۂ مذکورہ)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واجب فرما کر ان کی آزمائش فرمائی تھی تاکہ لوگوں کے سامنے یہ ظاہر ہو سکے کہ آپ کس حد تک اللہ کے حکم کی تابع داری کرتے ہیں۔ ہم پر ان میں سے بعض باتیں واجب ہیں اور بعض سنت۔ انھی میں سے ناخن ترشوانا بھی ہے۔ آپ اندازہ

کریں کہ ناخن تراشنے اور اس کے علاوہ مذکورہ باتوں کی اسلام میں کس قدر اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم فرما کر معزز و محترم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا تھا۔

ہم میں سے بہت سے لوگ ہیں جو یا تو سستی کی وجہ سے یا فیشن میں ناخن بڑے رکھتے ہیں اور تراشنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہر ہفتے ناخن تراشا کریں تاکہ اس سنت پر عمل پیرا ہونے کی برکت بھی ہمیں حاصل ہو سکے۔

دائمی سنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَ الْاِسْتِحْدَادُ وَ قَصُّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَ نَتْفُ الْاِبْطِ.

ترجمہ: دائمی سنتیں پانچ ہیں۔ ختنہ کرنا، موئے زیرِ ناف صاف کرنا، مونچھیں پست کرنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص: ۱۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث میں جن پانچ باتوں کو دائمی سنت قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک ناخن تراشنا بھی ہے۔ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا مقصد ان باتوں کی طرف ترغیب دلانا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم یہ دائمی سنتیں ہمیشہ اپنا کر اجر وثواب کے مستحق ہو جائیں۔

دس سنتیں

حضرت ابو البشر (جعفر بن ایاس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے حضرت طلق بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

عَشْرَةٌ مِنَ السُّنَّةِ، السِّوَاكُ وَ قَصُّ الشَّارِبِ وَ الْمَضْمَضَةُ وَ

اِلاِسْتِنْشَاقُ وَ تَوْفِیرُ اللِّحْیَۃِ وَ قَصُّ الْاَظْفَارِ وَ نَتْفُ الْاِبْطِ وَ الْخِتَانُ وَ حَلْقُ الْعَانَۃِ وَ غَسْلُ الدُّبُرِ.

ترجمہ: دس باتیں سنت ہیں۔ مسواک کرنا، مونچھیں کترنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، داڑھی بڑھانا، ناخن کترنا، بغل کے بال اکھیڑنا، ختنہ کرانا، زیرناف کے بال مونڈنا اور شرم گاہ دھونا۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۱۲۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے۔ ہاں اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کریں کہ ناخن بڑا ہونا اچھا نہیں اور رزق کی تنگی کا سبب بھی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ اسے دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ (نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، حصہ اول، ص:۱۳۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو ہفتے کے دن ناخن ترشوائے اس سے بیماری نکل جائے گی اور شفا داخل ہوگی، جو اتوار کے دن ترشوائے اس سے فاقہ نکلے گا اور تونگری آئے گی، جو پیر کے دن ترشوائے اس سے جنون جائے گا اور صحت آئے گی، جو منگل کے دن تراشوائے اس سے مرض جائے گا اور شفا آئے گی، جو بدھ کے دن ترشوائے اس سے وسوسے اور خوف نکلیں گے اور امن و شفا آئے گی، جو جمعرات کے دن ترشوائے اس سے جذام جائے گا اور عافیت آئے گی اور جو جمعہ کے دن ترشوائے اس سے گناہ جائیں گے اور رحمت آئے گی۔ (نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، حصہ دوم، ص:۱۸۹)

اس سے پتہ چلا کہ ہفتے کے کسی دن بھی ناخن تراشنا درست ہے، مگر بہتر جمعہ کا دن ہے کہ یہی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی معمول تھا۔

ناخن تراشنے کا طریقہ

ہاتھوں کے ناخن تراشنے کے دو طریقے ہیں ان دونوں میں سے جس کے مطابق بھی ناخن تراشے جائیں سنت پر عمل کا ثواب ملے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کبھی ایک پر عمل کرلیں اور کبھی دوسرے پر، اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔

(۱) مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناخن کاٹنے کی یہ سنت منقول ہے کہ سب سے پہلے سیدھے ہاتھ کی چھنگلی، پھر بیچ والی، پھر انگوٹھا، پھر منجھلی (یعنی چھنگلی کے برابر والی) پھر شہادت کی انگلی۔ اب بائیں ہاتھ میں پہلے انگوٹھا، پھر بیچ والی، پھر چھنگلی، پھر شہادت کی انگلی، پھر منجھلی۔ یعنی سیدھے ہاتھ کے ناخن چھنگلی سے کاٹنا شروع کریں اور الٹے ہاتھ کے ناخن انگوٹھے سے۔

(۲) دوسرا طریقہ آسان ہے اور یہ بھی ہمارے آقا و مولیٰ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کرکے ترتیب وار چھنگلی سمیت ناخن تراشیں مگر انگوٹھا چھوڑ دیں۔ اب الٹے ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرکے ترتیب وار انگوٹھے سمیت ناخن تراش لیں۔ اب آخر میں سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا جو باقی تھا اس کا ناخن بھی کاٹ لیں۔ اس طرح سیدھے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور سیدھے ہی ہاتھ پر ختم۔

پاؤں کے ناخن تراشنے کی کوئی ترتیب منقول نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ وضو میں پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کی جو ترتیب ہے اُسی ترتیب کے مطابق پاؤں کے ناخن کاٹ لیں۔ یعنی سیدھے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرکے ترتیب وار انگوٹھے سمیت ناخن تراش لیں پھر الٹے پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلی سمیت ناخن کاٹ لیں۔

(ملخصًا از بہارِ شریعت)

متفرق مسائل

☆ دانتوں سے ناخن نہیں کاٹنا چاہیے کہ مکروہ ہے اوراس سے برص (سفید داغ) کی بیماری پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

☆ لمبے ناخن شیطان کی نشست گاہ ہیں۔یعنی ان پر شیطان بیٹھتا ہے۔

☆ ناخن یا بال وغیرہ کاٹنے کے بعد دفن کردینا چاہیے۔بیت الخلا یا غسل خانے میں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔

☆ ناخن تراش لینے کے بعد انگلیوں کے پورے دھولینے چاہیے۔

•••

داڑھی کی سنت

داڑھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لیے داڑھی رکھنا ضروری ہے۔صرف آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی نہیں بلکہ تمام انبیا علیٰ سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی سنت ہے۔روایتوں میں ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اُتارا گیا تھا اور آپ توبہ کے سلسلے میں کچھ پشیمانی کے عالم میں پھرتے رہے، اس عرصے میں آپ کی داڑھیِ مبارک بڑھ گئی جو اللہ کو پسند آئی۔اسی وقت سے حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کے لیے داڑھی بڑھانا محبوب قرار دیا گیا۔

داڑھی رکھنا سنت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَ اَحِفُّوا الشَّوَارِبَ.
ترجمہ: مشرکوں کی مخالفت کرو یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! داڑھی مسلمانوں کا امتیازی نشان ہے اس لیے حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ داڑھی رکھیں۔داڑھی بڑھانا فطرت میں داخل ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن دس چیزوں کو فطرت میں شمار فرمایا ہے ان میں سے داڑھی بڑھانا بھی ہے۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ داڑھی بڑھانا مسلمانوں کا شعار ہے اور حدِ شرعی سے کم کر دینا مشرکین کا طریقہ ہے۔ہمیں ہر کام میں غیر قوموں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے اسی طرح داڑھی کاٹنے سے بھی اسی لیے منع فرمایا گیا کہ وہ مشرکین کا طریقہ ہے۔

رب کا حکم

طبقاتِ ابنِ سعد میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط جب کسریٰ کے دربار میں پڑھا گیا تو باذان نے میر منشی بابویہ اور خرخسہ کے ہاتھوں آپ کے خط کا جواب لکھ کر ان دونوں کو سفیر بنایا اور مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ بابویہ نے جب باذان کا خط پیش کیا تو آپ نے خط کا مضمون معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ ابھی تم قیام کرو، سوچ کر جواب دیا جائے گا۔ سفیروں نے پندرہ روز مدینے میں قیام کیا۔ بعض اربابِ سِیَر نے بیان کیا ہے کہ آپ نے جب بابویہ اور خرخسہ کے چہرے دیکھے تو طبعِ مبارک مکدر ہوگئی۔ بابویہ اور اس کا ساتھی ایرانی رسم و رواج کے مطابق داڑھی منڈائے اور مونچھوں کو متکبرانہ انداز میں بل دیے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا: اس متکبرانہ انداز کی تعلیم تم نے کہاں سے حاصل کی؟ بابویہ نے عرض کی: حضور! ہمارے سلطان کا یہی طرز ہے اور ہم اسی لیے یہ طرز محبوب رکھتے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کٹاؤں۔

(تاریخ الطبری، حصہ دوم، ص: ۶۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ داڑھی منڈانا اور مونچھیں بڑی رکھنا آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس قدر ناگوار اور ناپسند ہے کہ سفیروں کو اس حلیے میں دیکھ کر آپ کی طبعِ مبارک مکدر ہوگئی۔ دوسری بات یہ کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے داڑھی بڑی کرنے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آج یقیناً حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی امت کے مردوں کو داڑھی منڈاتے ہوئے ملاحظہ فرماتے ہوں گے تو ضرور آپ کو دلی تکلیف ہوتی ہوگی۔ اس لیے ہمیں داڑھی منڈانے اور کاٹ کر حدِ شرع سے کم کرنے سے لازماً پرہیز کرنا چاہیے۔

مردوں کی زینت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: داڑھی مَردوں کی زینت ہے۔ اللہ کے کچھ فرشتے ان الفاظ میں قسم کھاتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو داڑھی سے زینت بخشی۔ (احیاءعلوم الدین، حصہ اول، ص: ۱۴۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی ہے اور مردوں کا حقیقی چہرہ اور حقیقی حسن و جمال داڑھی ہی میں ہے، داڑھی کے بغیر مرد کا چہرہ ادھورا ہے اور عورتوں کی زینت ان کی زلفوں اور لمبے بالوں میں ہے اسی لیے عورتوں کو بال ترشوانے یا منڈوانے کی اجازت نہیں ہے اور مردوں کو داڑھی تراش کر حدِ شرع سے کم کرنے یا منڈوانے کی اجازت نہیں ہے۔ آج ہمارا حال تو یہ ہے کہ جس چیز میں ہماری حقیقی زینت ہے اسے ہم چھوڑ کر اس چیز میں اپنی زینت تلاش کر رہے ہیں جو ہمارے لیے ہے ہی نہیں۔ ہم داڑھیاں تو منڈوا دیتے ہیں مگر بال بڑھا کر عورتوں کی طرح رکھنا ہمیں پسند ہے۔ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ سوچ کر صحیح فیصلہ لینا چاہیے۔

داڑھی کی مقدار

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَ طُوْلِهَا.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول و عرض سے کچھ لیا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سنت کے مطابق داڑھی

کی مقدار ایک مشت ہے، اس سے کم کرنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر اس سے زائد ہوجائے تو اسے کتر کر ایک مشت کے برابر کردینا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ لہٰذا جب داڑھی ایک مشت سے زیادہ ہوجائے تو اسے مٹھی بھر چھوڑ کر باقی کتر دیں تاکہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ یہی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول رہا ہے۔

حضرت ابوزُرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑتے تھے پھر مُٹھی سے جتنا زائد ہوتا اسے تراش دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حصہ پنجم، ص:۲۲۵)

احناف کے نزدیک یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ خشخشی داڑھی یعنی ایک مشت سے کم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے داڑھی بڑھانے کے حکم پر عمل ہوجاتا ہے۔ ان کی یہ سوچ اتباعِ سنت سے دور ہے کیوں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی اس بات میں ہے کہ داڑھی ایک مشت تک رکھی جائے کیوں کہ اسی سے سنت پر عمل کرنے کا مقصد پورا ہوگا۔ اس لیے خشخشی داڑھی نہ رکھتے ہوئے سنت کی مقررہ مقدار تک داڑھی بڑھانی چاہیے، ہاں اگر ایک مشت سے زیادہ ہوجائے تو اسے کترنا بھی درست ہے اور اگر نہ کتری جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

مونچھیں کتروانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُصُّ اَوْ يَاْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ يَفْعَلُهٗ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مبارک مونچھیں کترتے تھے اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مونچھیں کتروانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مونچھیں اتنی کم کرنی چاہیے کہ ابرو کی مثل ہوجائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصے سے نہ لٹکیں۔ البتہ مونچھوں کے کناروں پر بڑے بال رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

آج اکثر مسلمانوں کا معمول اس کے برخلاف ہے، داڑھی بڑی رکھنے کا حکم ہے مگر بالکل منڈا دیتے ہیں یا کاٹ کر بالکل چھوٹی کردیتے ہیں اور مونچھیں باریک رکھنے کا حکم ہے مگر بڑی رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! دنیا میں نام ونمود حاصل کرلینے میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بھلائی تو اس میں ہے کہ سُنّتِ رسول پر عمل پیرا ہوکر ہم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں میں محبوب ہوجائیں۔

مسلم کی پہچان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللِّحٰى وَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ. ترجمہ: مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَّمْ يَتَّخِذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا. ترجمہ: جو اپنی مونچھوں سے ذرا نہ کترے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان دونوں روایتوں سے

پتہ چلا کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھیں پست کرانا مسلمانوں کا شعار اور اہل ایمان کا طریقہ ہے اور اس کے برخلاف کفار و مشرکین کا طریقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح ہر کام میں کفار و مشرکین کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے، داڑھی اور مونچھوں کے معاملے میں بھی آپ نے ان کی مخالفت ہی کی تعلیم فرمائی ہے۔ چناں چہ آپ نے فرمادیا کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی داڑھی بڑی کرے گا اور اپنی مونچھیں پست کرے گا۔

صاف ستھری داڑھی

داڑھی کے بال صاف ستھرے رکھنا بھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ داڑھی دھویا بھی کرتے تھے، اس میں تیل بھی لگایا کرتے اور کنگھی بھی کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ اس میں خوش بو بھی لگاتے۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع میں غسل کرتے وقت داڑھی کے بال اچھی طرح دھونا چاہیے تا کہ اگر ان پر گرد وغبار ہو تو دور ہو جائے، کبھی کبھی داڑھی پر تیل بھی لگانا چاہیے اور جب سر میں کنگھا کریں تو ڈاڑھی کے بالوں میں بھی کنگھی کرنی چاہیے۔ چوں کہ اس زمانے میں ملنے والی خوش بوؤں میں عموماً کیمیکل وغیرہ کی آمیزش ہوتی ہے اس لیے داڑھی کے بالوں پر ان کا لگانا بالوں کے جلد پکنے یا کمزور ہونے کا باعث ہوگا اس لیے داڑھی کے بالوں پر خوش بو نہیں لگانی چاہیے۔

داڑھی منڈوانا خلافِ سُنّت ہے

داڑھی منڈوانا خلافِ سنت ہے اور علما نے اسے مُثلہ کے احکام میں شامل کر کے داڑھی مونڈنا اور منڈوانا ناجائز قرار دیا ہے۔

فقہ کی اصطلاح میں چہرہ بگاڑنے کو مُثلہ کہا جاتا ہے۔ یہ دو طرح کا ہے ایک تو اپنا

چہرہ خود بگاڑنا ہے اور دوسرا جہاد یا لڑائی وغیرہ میں کسی دوسرے کا چہرہ بگاڑنا ہے۔ اہل فقہ نے داڑھی مونڈنے یا سنت کی مقدار سے چھوٹی رکھنے کو مثلہ قرار دیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ عورتوں کا سر کے بال کتروانا اور مردوں کا داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔

(الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، حصہ اول، ص:۱۴۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! داڑھی منڈوانے کا رواج قوم لوط سے شروع ہوا جس کی سزا میں ان کی بستیاں پلٹ دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جس ہیئت پر پیدا فرمایا ہے اس میں تغیر وتبدیلی شرعاً ناجائز ہے۔ داڑھی رکھنا اور مونچھیں پست کرنا مردوں کا شعار ہے، انھیں اس میں تبدیلی کرنا یعنی داڑھی حد شرعی سے کم کرنا یا مونچھیں بڑھانا جائز نہیں ہے۔

داڑھی سے متعلق مکروہ اعمال

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ داڑھی سے متعلق مندرجہ ذیل دس باتیں مکروہ ہیں:

(۱) سیاہ خضاب لگانا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ دوزخیوں اور کافروں کا خضاب ہے اور سب سے پہلے جس شخص نے خضاب لگایا وہ فرعون تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم ایسی ہوگی جو سیاہ خضاب استعمال کرے گی، ان لوگوں کو بہشت کی بو تک نصیب نہ ہوگی۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ بدترین بوڑھے وہ ہیں جو اپنے آپ کو جوانوں کی مانند بنانا چاہتے ہیں اور بہترین جوان وہ ہیں جو خود کو بوڑھوں کی مانند بناتے ہیں۔ اسی لیے اس کی نہی (ممانعت) کی گئی ہے کہ یہ اغراضِ فاسد کے لیے ہے اور شیطانی مکر وفریب کی مانند ہے۔

(۲) سرخ یا زرد خضاب۔

اس کا استعمال اگر غازی کریں تا کہ کافر اُن پر (بوڑھے سمجھ کر) دلیر نہ ہو بیٹھیں اور انھیں کمزوری اور بڑھاپے کی گٹھری ہی نہ سمجھ بیٹھیں تو یہ سنت ہے۔ اسی وجہ سے بعض علما نے سیاہ خضاب بھی استعمال کیا ہے لیکن اگر غرض یہ نہ ہو جو بیان کی گئی ہے تو محض مکروفریب ہے اور جائز نہیں۔

(۳) گندھک سے سفید کرنا۔

داڑھی کو گندھک سے سفید کرنا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بوڑھا ہے اور یوں اس کی تعظیم میں اضافہ ہو جائے، یہ فقط حماقت ہے۔ احترام و تعظیم علم و عقل سے ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے اور جوانی سے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا آپ کے تمام بالوں میں سے بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

(۴) داڑھی سے سفید بال نوچ پھینکنا۔

بڑھاپے کو باعث ننگ وعار تصور کرتے ہوئے داڑھی کے سفید بال نوچ پھینکنا محض جہالت ہے اور ایسا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے نور کو باعثِ ننگ تصور کیا جائے۔

(۵) ابتدا ہی سے بال نوچنا۔

ابتدا ہی سے بالوں کو اس غرض سے نوچ ڈالنا کہ صورت سے بغیر داڑھی کے دکھائی دے، یہ بھی جہالت کے باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتوں کی تسبیح ہی یہ ہے: پاک ہے وہ پروردگار جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے آراستہ فرمایا۔

(۶) ناخنوں سے نوچنا۔

داڑھی کو ناخنوں سے یوں تراشتے رہنا کہ وہ کبوتر کی دُم کی طرح ہو جائے اور

دیکھنے میں عورتوں کو بھلی معلوم ہو اور وہ اس کی طرف زیادہ رغبت ظاہر کریں۔

(۷) سر کے بال بڑھانا۔

سر کے بالوں کو داڑھی سے بھی بڑھا دیا جائے کہ زلفوں کی طرح بن کر کانوں کی لوؤں سے بھی نیچے لٹکتی رہیں اور اسے اہلِ صلاح کی عادت قرار دی جائے۔

(۸) تعجب کی نگاہ سے دیکھنا۔

داڑھی کی سفیدی یا سیاہی کو تعجب کی نگاہ سے دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی دوست نہیں رکھتا جو استعجاب کی نظر سے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

(۹) دکھاوا کرنا۔

سنت کی بجا آوری کے بجائے محض لوگوں کو دکھانے کی نیت سے داڑھی میں کنگھی کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۰) الجھے ہوئے چھوڑ دینا۔

داڑھی کے بال یوں ہی الجھے ہوئے چھوڑ دینا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس مردِ حق کو کنگھی کرنے کی بھی فرصت یا پروا نہیں ہے اور اسے یادِ الٰہی سے فرصت ہی کہاں؟

(احیاء علوم الدین، حصہ اول، ص:۱۴۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس کے علاوہ ہم داڑھی کی برکت رات اور دن ملاحظہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر کوئی داڑھی والا شخص کسی محفل یا مجلس میں آجائے تو لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اسے اپنے سے بہتر مقام پر بٹھاتے ہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ داڑھی رکھنے والوں پر جملے کستے ہیں، انھیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، انھیں مُلا اور نہ جانے کون کون سے نام سے یاد کرنے لگتے ہیں۔ یاد رکھیں! داڑھی حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے اور کسی بھی سنت کی توہین کفر کی حد

تک پہنچا سکتی ہے۔ ہمیں تو خود یہ عظیم سنت اپنانی چاہیے اور اپنے ماتحتوں، اپنے چھوٹے بھائیوں اور بیٹوں کو بھی اس کی تاکید کرنی چاہیے۔ اگر خدانہ خواستہ ہمیں اس کی توفیق نہیں ہوتی تو کم از کم اتنا تو ضرور کرنا چاہیے کہ ہم کسی داڑھی والے شخص کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور نہ ہی اُسے ایسے القاب سے نوازیں جن سے اس کی دل شکنی ہو کیوں کہ بارہا دیکھا گیا کہ کوئی شخص سنت پر عمل کی نیت سے داڑھی رکھ لیتا ہے مگر لوگوں کے چڑھانے اور طعن و تشنیع کی وجہ سے پھر وہ تراشنا شروع کر دیتا ہے۔ یاد رکھیں! اگر ہماری وجہ سے کوئی شخص گناہ میں مبتلا ہوگا تو یقیناً جتنا عتاب اسے ہوگا ہم بھی اسی قدر عتاب سے مستحق ہوں گے۔

• • •

آدابِ سفر

کسی دور یا نزدیک مقام پر جانے کا نام سفر ہے اور جانے والے کو مسافر کہا جاتا ہے۔ سفر زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے، ہر شخص کو کبھی نہ کبھی ضرور سفر کرنا پڑتا ہے، کسی نہ کسی مقصد کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہی پڑتا ہے۔ حضور رحمتِ عالم تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے بھی سفر فرمایا ہے اور ہمیں سفر کے ضوابط اور طریقے بھی سکھائے ہیں۔ اگر ہم ان کے مطابق اپنا سفر کریں تو جہاں ہمارا سفر ہمارے مقصد کی حصول یابی کا ذریعہ بنے گا وہیں ہمارے لیے ثواب کا کام بھی شمار کیا جائے گا۔

سفر کا دن

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکٍ وَ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّخْرُجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن تشریف لے گئے اور آپ جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۴۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یوں تو جب ضرورت پیش ہو اسی وقت سفر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اگر سفر میں جلدی نہ ہو تو سفر جمعرات کو شروع کیا جائے کہ یہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ آپ جمعرات کو سفر پر روانہ ہوتے اور اگر کسی دوسرے کو بھی سفر پر بھیجنا ہوتا تو جمعرات کو بھیجتے۔ ہمیں بھی جمعرات کو آغازِ سفر کرتے ہوئے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سُنّتِ مبارکہ اپنانی چاہیے۔

آغازِ سفر کا بہتر وقت

حضرت صخر بن وداعہ غامدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا.

ترجمہ: یا اللہ! میری امت کے لیے دن کے آغاز میں برکت عطا فرما۔

آپ جب بھی چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو دن کے شروع میں بھیجتے۔ حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راویِ حدیث) تاجر تھے اور اپنا تجارتی سامان دن کے پہلے حصے میں بھیجتے تھے، آپ کے مال میں نفع ہوا اور آپ غنی ہو گئے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص: ۵۲۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر شروع کرنے کا بہترین وقت صبح سویرے کا ہے۔ سفر کے لیے صبح سویرے نکلنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس کا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اگر مسافر پیدل یا کسی سواری پر سفر کر رہا ہے تو دھوپ تیز ہونے تک اس کا سفر کافی ختم ہو چکا ہوگا اور وہ دوپہر میں کسی مقام پر پہنچ کر آرام بھی کر سکتا ہے۔ اگر ریل، بس یا جہاز کا سفر ہو تو بھی سویرے نکلنے سے وہ جلدی کسی مقام یا منزل پر پہنچ جائے گا جو اس کے لیے آسانی کا باعث ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تجارت یعنی خرید و فروخت کے لیے بھی صبح جلدی نکلنا چاہیے کہ یہ باعث برکت ثابت ہوتا ہے۔

مل جل کر سفر کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنَّ النَّاسَ یَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاکِبٌ بِلَیْلٍ وَحْدَهٗ.

ترجمہ: تنہا سفر کرنے کے نقصان کا جیسے مجھے علم ہے اگر لوگوں کو بھی معلوم ہوتا تو کوئی شخص رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص: ۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تنہا سفر کرنا بہتر نہیں بلکہ کم از کم دو لوگ ایک ساتھ ہونے چاہیے۔ اس لیے کہ اکیلے چلنے میں بہت سے خطرات ہوتے ہیں اور مل کر دوسروں کے ساتھ سفر کرنے میں بہت سی باتوں کی سہولت اور آسانی رہتی ہے۔ اس میں سامان وغیرہ کی حفاظت میں ایک دوسرے کی مدد بھی شاملِ حال رہتی ہے اور خدا نہ خواستہ اگر طبیعت وغیرہ ناساز ہو جائے یا کوئی ناگہانی حادثہ پیش آ جائے تو ایک دوسرے کی مدد کی جا سکتی ہے۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکیلے سفر کرنے سے بچنے کی خوب تاکید فرمائی ہے۔

سفر میں امیر بنانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ.

ترجمہ: جب تین آدمی سفر پر روانہ ہوں تو وہ ایک کو امیر بنا لیں۔

(سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص: ۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر تین آدمی مل کر سفر کریں تو انھیں چاہیے کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو امیر بنا لیں۔ یہ سنت بھی ہے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب سفر امیر کی رائے سے کیا جائے گا تو اختلاف پیدا نہیں ہوگا ورنہ ایک کی رائے کچھ ہوگی اور دوسرے کی کچھ اور اس طرح سفر میں بدمزگی پیدا ہوگی۔ امیر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بات مانی جائے اور امیر ایسے ہی کو بنایا جائے جس کی باتیں دوسرے مانتے ہوں۔

دوسروں کی مدد کرنا

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ہم ایک سفر میں تھے کہ ایک شخص سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد سامان ہو، وہ اس کے حوالے کرے جس کے پاس زادراہ نہیں۔ آپ نے مال کی دیگر اقسام بھی بیان فرمائیں یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۳۵۴)

اس روایت سے پتہ چلا کہ سفر میں دوسرے ساتھیوں کی مدد کرنی چاہیے یعنی اگر کسی شخص کے پاس ایک چیز زائد ہو اور دوسرے کو اس کی ضرورت ہو تو اسے دے دینی چاہیے۔ سفر میں ذاتی ضرورت کے لیے پانی کا برتن اور جاے نماز وغیرہ لازماً ساتھ رکھنا چاہیے تاکہ استنجا، وضو، نماز اور پینے کے لیے تکلیف نہ ہو۔ سردیوں کے موسم میں اگر ضرورت کے مطابق ہلکا سا بستر بھی ساتھ رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ راستے میں دوسروں کی سہولت اور آرام کا بھی خیال رکھیں۔ اگر اپنی گاڑی پر سفر کر رہے ہوں اور کسی ضرورت کے لیے کہیں رکیں تو راستے سے ایک طرف کر کے گاڑی کھڑی کریں تاکہ دوسرے مسافروں کو تکلیف نہ ہو۔ رفیق سفر کے ساتھ عمدہ گفتگو اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ اگر اسے کسی چیز کی ضرورت ہے اور آپ کے پاس وہ چیز موجود ہے تو آپ اسے اپنی طرف سے پیش کریں۔ اس سے جہاں آپ کا سفر خوش گوار ہوگا وہیں اس عظیم سنت پر عمل کر کے آپ ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

آغازِ سفر کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر کے لیے جب سواری پر تشریف فرما ہوتے تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَ التَّقْوٰی وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی. اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَ اطْوِ لَنَا بُعْدَهٗ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَ الْمَالِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَ الْاَهْلِ.

ترجمہ: پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا حالاں کہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے، یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ خدایا! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کی توفیق چاہتے ہیں اور ایسے کاموں کی توفیق جن میں تیری خوشنودی ہو۔ خدایا! ہم پر یہ سفر آسان فرما دے اور اس کا فاصلہ ہمارے لیے مختصر کر دے۔ خدایا تو ہی اس سفر میں رفیق ہے اور تو ہی گھر والوں میں خلیفہ اور نگراں ہے۔ خدایا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقتوں سے، ناگوار منظر سے اور اپنے مال اور اپنی اولاد میں بری واپسی سے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۴۷۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر کے لیے روانہ ہوتے وقت جب سوار ہو جائیں اور سواری چل پڑے تو یہ دعا ضرور پڑھ لیا کریں۔ ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے سفر آسان ہوگا، آپ کی واپسی تک آپ کا مال اور آپ کی اولاد اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں ہوگی اور اللہ خود آپ کی بھی حفاظت فرمائے گا۔

سفر سے واپسی کی دعا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِظَهْرِ

الْـمَـدِيْـنَـةِ قَـالَ : اٰئِبُـوْنَ تَـائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ.

ترجمہ: ہم نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر سے) واپس آئے۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے سامنے پہنچے تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ آپ مسلسل یہ کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۹۸۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج کے زمانے میں تو سفر بالکل آسان ہو گیا ہے، اپنے گھر کے دروازے سے ہم آرام سے نکلتے ہیں اور بڑی آسانی سے اپنا سفر طے کر کے لوٹ آتے ہیں مگر پھر بھی حادثات اور ایکسیڈنٹ وغیرہ کا ڈر باقی رہتا ہے۔ پچھلے زمانے میں سفر انتہائی مشکل کام تھا اور سفر سے صحیح سلامت لوٹ آنا آسان نہیں تھا، جس پر اللہ کا کرم ہوتا وہی صحیح سلامت اپنے گھر لوٹ پاتا۔ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اپنے گھر سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس سے اپنے سفر کی کامیابی کی دعا مانگیں تاکہ وہ ہمارے سفر میں آسانی پیدا فرمائے اور گھر پہنچ کر ہمیں اللہ کا شکر اور اس کی حمد بجالانے کی تعلیم دی کہ اس کے کرم ہی کا صدقہ ہے جو ہمارا سفر آسان ہوا اور ہم اپنے وطن صحیح سلامت لوٹے ہیں۔

اونچے اور نیچے مقام کی دعا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کا لشکر جب بلندی پر چڑھتا تو اللہ اکبر کہتا اور جب اترتا تو سبحان اللہ کہتا۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ

سے لوٹتے وقت بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے، وہی لائقِ ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر کے دوران جب اونچی جگہ آئے تو اللہ اکبر کہنا چاہیے اور جب کوئی نیچا مقام آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے خواہ کسی جانور پر سفر کر رہے ہوں یا بس یا گاڑی پر۔

منزل پر پہنچتے وقت کی دعا

حضرت خولہ بنت حکیم فرماتی ہیں: میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی منزل پر اتر کر کہے: اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. (ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ ہر مخلوق کی شر سے پناہ چاہتا ہوں۔) وہ اس منزل سے کوچ کرنے تک ہر چیز کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۰۸۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر کے دوران جب کسی مقام پر ٹھہراؤ کریں یا کسی مسافر خانے میں جائیں یا کسی اسٹیشن پر گاڑی رکے اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے حفاظت کرے گا۔

سفر سے جلد واپسی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ وَ نَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ سَفَرِهٖ فَلْيُعَجِّلِ الرُّجُوْعَ اِلٰى اَهْلِهٖ.

ترجمہ: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، تمھیں کھانے پینے اور نیند سے باز رکھتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنے مقاصد سفر کو پورا کرلے تو گھر کی طرف جلد واپس آجائے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۹۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر کی ضرورت اور مقصد پورا ہونے پر گھر کو جلدی واپس آنا مستحب ہے۔ بلاضرورت سفر میں رہنا شرعًا ناپسندیدہ ہے۔ سفر چاہے کتنی بھی آرام دہ سواری سے کیا جائے اس میں بہرحال تکلیف اور بے اطمینانی ہوتی ہے اس لیے اس سے جلد سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا ہی صحت کے لیے بہتر ہے۔ سفر سے واپسی پر گھر والوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور لے کر آنا چاہیے کہ اس سے ان کی دل جوئی ہوگی۔

واپسی کا ممنوع وقت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا طَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ اَهْلَهٗ لَيْلًا. ترجمہ: جب تم میں سے کوئی زیادہ دیر گھر سے باہر رہے تو رات کے وقت گھر واپس نہ لوٹے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۳۹)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نبیِ اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو گھر واپس نہیں لوٹتے تھے بلکہ صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۲۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر سے واپسی کی اطلاع دینا بہتر ہے اور کوشش یہی ہونی چاہیے کہ سفر سے واپسی میں ایسے وقت پر گھر نہ پہنچیں جس سے گھر والوں کو تکلیف ہو، خاص طور پر رات کو دیر سے سفر سے واپس آنا اہل خانہ کے لیے اور خود مسافر کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کو سفر سے واپس آنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں اگر مجبوری ہو جائے، گاڑی لیٹ ہو جائے تو اس صورت میں بہرحال آنا ہی ہے۔ آج کے زمانے میں چوں کہ ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ کے چھوٹنے اور پہنچنے کا وقت متعین ہوتا ہے اس لیے کسی بھی وقت گھر سے نکلنے اور گھر واپس لوٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ایسی ٹرین یا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بک کریں جس کے نکلنے کا وقت صبح کا ہو اور دن ہی کے وقت میں واپس پہنچا دے۔

آدابِ سفر ایک نظر میں

☆ سفر کا آغاز جمعرات کے دن صبح سویرے کیا جائے۔
☆ تنہا سفر نہ کیا جائے بلکہ چند لوگ ایک ساتھ نکلیں۔
☆ سفر میں کسی کو امیر مقرر کرلیا جائے کہ پورا قافلہ اس کی پیروی کرے۔
☆ سفر میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے۔
☆ سفر کی ابتدا اور اختتام پر نیز مخصوص مقامات پر دعائیں پڑھی جائیں۔
☆ سفر کا مقصد پورا ہوتے ہی جلد از جلد وطن واپس لوٹ آیا جائے۔

• • •

چلنے پھرنے کے آداب

جس طرح اسلام نے ہر کام کے لیے آداب مقرر کیے ہیں اسی طرح چلنے پھرنے کے بھی چند آداب ہیں جن کا ہمیں لحاظ رکھنا چاہیے۔ ان آداب کو ملحوظ رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے راستے پر اس طرح چلے کہ کسی دوسرے چلنے والے کا حق تلف نہ ہو۔ ہر شخص اپنی راہ پر عاجزی، متانت اور وقار کے ساتھ چلتا جائے تا کہ کسی کی شرافت اور انسانیت مجروح نہ ہو۔ چلنے پھرنے کے آداب پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود عمل فرمایا اور پھر اپنے صحابہ اور متبعین کو ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا جو شخص چلنے پھرنے کے اس طریقے پر عمل کرے گا اسے سنت پر عمل کا اجر وثواب ملے گا۔

متانت اور عاجزی سے چلنا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا○ (سورۂ فرقان، آیت:۶۳)

ترجمہ: اور خدا کے وہ بندے جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چلتے تو ذرا آگے جھک کر چلتے، ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے ادب اور وقار سے چلتے، اپنی نگاہیں راستے پر رکھتے اور اِدھر اُدھر بہت کم

دیکھتے۔ چلنے کا سب سے پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ خاکساری اور عاجزی سے دبے پاؤں چلا جائے۔ نہ زیادہ تیز چلنا چاہیے اور نہ ہی زیادہ آہستہ بلکہ اپنی جسمانی طاقت اور قوت کے مطابق درمیانی چال سے چلنا چاہیے۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کی یہ علامت بتائی کہ وہ زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں، ان کی چال میں انتہائی متانت اور وقار ہوتا ہے۔

اکڑ کر چلنے کی ممانعت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ.

ترجمہ: اور لوگوں کی طرف سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ کو شیخی مارنے والے اور فخر کرنے والے پسند نہیں۔ (سورۂ لقمان، آیت:۱۸)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا.

ترجمہ: اور زمین پر اکڑ کر مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جائے گا۔ (سورۂ اسرا، آیت:۳۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان دونوں آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ اکڑ کر چلنا غرور اور تکبر کی علامت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم بالکل متانت وسنجیدگی کے ساتھ چلا کریں۔

جماعت کے ساتھ چلنا

چند لوگوں یا کسی جماعت کے ساتھ چلیں تو ان سے آگے نہ بڑھیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ چلیں اور نہ ہی کسی طرح اپنی امتیازی شان بنائیں۔حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صحابۂ کرام کے ساتھ چلتے تو اپنی امتیازی شان ظاہر نہ ہونے دیتے۔اللہ کی طرف سے آپ کے چہرۂ انور پر انوارِ الٰہیہ کی ایسی تجلیات رہتی تھیں کہ آپ صحابہ میں نمایاں معلوم ہوتے۔بعض اوقات آپ چلتے چلتے بے تکلفی میں کسی صحابی کا ہاتھ بھی پکڑ لیتے۔

مردوں اور عورتوں کو علاحدہ چلنا چاہیے

حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد سے باہر تھے اور راستے میں مرد وعورت مخلوط ہو گئے تھے، اس وقت آپ نے عورتوں سے فرمایا:

اِسْتَأْخِرْنَ، فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ.

ترجمہ: تم پیچھے ہٹ جاؤ کیوں کہ تمھارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں بلکہ راستے کے ایک جانب چلا کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں:

فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى اِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ.

ترجمہ: پس عورتیں دیواروں سے لگ کر چلنے لگیں یہاں تک کہ بعض اوقات ان کے کپڑے دیوار میں اٹک جاتے۔ (مشکوۃ المصابیح، حصہ سوم، ص:۱۳۳۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اولاً تو عورتوں کو بلا ضرورت گھر سے باہر ہی نہیں نکلنا چاہیے۔اگر کسی اہم ضرورت کے لیے نکلتی بھی ہیں تو

بازار، سڑک یا گلی کوچے میں ان کا مردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا فتنے کا سبب بن سکتا ہے اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اِس سے انھیں منع فرمایا ہے۔عورتوں کو چاہیے کہ راستے کے ایک طرف ہو کر چلیں اور مردوں کو بھی چاہیے کہ عورتوں میں گھسنے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ اب تو عموماً عورتوں کو سڑکوں اور بازاروں میں اس شان کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا جاتا ہے کہ بارہا مردوں کو اپنا راستہ چھوڑ کر ہٹنا پڑ جاتا ہے۔(نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) یاد رکھیں! عورتوں کا بازاروں اور سڑکوں پر نکلنا بہر حال اچھا نہیں ہے۔اگر اشد ضرورت کے تحت جائیں بھی تو انھیں چاہیے کہ اچھے انداز میں پردہ کر کے جائیں اور راستے کے کناروں سے چلیں۔

عورتوں کو حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ.

ترجمہ: اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔

(سورۂ نور، آیت:۳۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔اسی لیے عورتوں کو چاہیے کہ وہ باجے دار جھانجھن نہ پہنیں۔حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔اس سے سمجھنا چاہیے کہ جب زیور کی آواز دعا نہ قبول ہونے کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کس قدر اللہ کے غضب کا سبب ہوگی۔ پردے کی طرف سے بے پروائی بہر حال تباہی کا سبب ہے۔

جوتا پہن کر چلنا

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح کا جوتا پہنا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: حضور ایسا جوتا پہنتے تھے کہ اس میں دو تسمے لگے رہتے تھے۔

(شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۶۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانے اور ایک جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

(شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۶۶)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت گرمی کے دن میں بقیع غرقد (مدینۂ منورہ کا مشہور و معروف قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے اور آپ کے پیچھے دوسرے لوگ آتے۔ جب آپ ان کے جوتوں کی آواز سنتے تو یہ بات آپ کو بہت ناگوار معلوم ہوتی۔ آپ بیٹھ جاتے حتیٰ کہ وہ لوگ آگے نکل جاتے اور آپ اس لیے یہ عمل فرماتے تاکہ دل میں فخر پیدا نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! چلنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ چلتے وقت جوتے یا چپل پہنیں۔ جوتے پہننے سے پاؤں کنکر، کانٹے اور دوسری تکلیف دہ چیزوں سے محفوظ رہتا ہے اور موذی جانوروں سے بھی بچا رہتا ہے۔ جوتے پہن کر چلنے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ یا تو دونوں جوتے پہن کر چلیں یا دونوں اتار کر۔ ایک پاؤں ننگا اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا درست نہیں۔ اگر صرف ایک جوتا پہننے میں مجبوری ہو تو پھر پہن سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ پیر زمین پر اس قدر تیزی سے پٹک پٹک کر چلنا کہ جوتوں سے آواز آئے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالکل پسند نہیں۔ یوں ہی ایسے جوتے استعمال کرنا جن کے تلووں میں کوئی ایسی چیز لگی ہو جس سے تیز آواز پیدا ہوتی ہو یہ بھی درست نہیں ہے کہ اس سے فخر اور غرور کا اظہار ہوتا ہے جو کہ اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔

• • •

سلام کی سنتیں اور آداب

اسلام کی سب سے بنیادی اخلاقی تعلیم ملاقات کے وقت سلام کہنا ہے۔ یہ سلامتی، امن اور مسرت کا پیغام ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملاقات کے وقت دیتا ہے۔ اپنے والدین، اولاد، عزیز و اقارب اور دیگر مسلمان بھائیوں سے ملتے وقت سلام کرنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے محبت اور بھائی چارگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

سلام کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی کے ساتھ اسے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہیں۔ جواب میں دوسرا مسلمان وَ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ کہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ آپ جب کسی سے ملتے تو اسے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے اور اگر کوئی آپ کو سلام کرتا تو آپ جواب میں وَ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ فرماتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور پناہ میں آجائیں اور ہر دکھ درد، رنج و غم، فکر و پریشانی اور تمام آفات و مصائب سے بچے رہیں۔

آج کے زمانے میں یہ عام رواج ہو گیا ہے کہ والدین اپنی اولاد کو ٹاٹا، بائے بائے وغیرہ سکھانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور جب بچہ کہیں جاتے وقت ٹاٹا، بائے بائے کرتا ہے تو خوشی سے مچل جاتے ہیں۔ جب کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو بچپن ہی سے سنت کے پیرائے میں ان کی زندگی ڈھالنے کی کوشش کریں اور انھیں اسلامی طرز پر سلام کرنا سکھائیں۔

واقف اور ناواقف کو سلام کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں:

اِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

ترجمہ: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام کی کون سی عادت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور واقف و ناواقف کو سلام کرنا۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہر واقف و ناواقف کو سلام کرنا چاہیے۔ اس سے آپس میں محبت و خلوص، خیر خواہی اور وفاداری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ بڑے شہروں کے اکثر بازاروں میں آنے جانے والوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے اور وہاں ہر ایک کو سلام کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے، اس لیے کم از کم وہاں جس سے خرید و فروخت کرنا ہو اگر وہ مسلمان ہے تو اسے ضرور سلام کرنا چاہیے۔ راستے پر آتا جاتا ہوا جو مل جائے اسے بھی سلام کرنا چاہیے اس لیے کہ ہر واقف اور ناواقف کو سلام کرنا سنت ہے۔

سلام کو فروغ دو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَ لَا تُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تَحَابُّوْا. أَ وَ لَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.

ترجمہ: تم جب تک مومن نہ بن جاؤ گے جنت میں داخل نہ ہو گے اور تم مومن نہ بن سکو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جب تم اُسے عمل میں لاؤ تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ تم آپس میں سلام کو رواج دو۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسلمانوں کی ذمے داری ہے کہ سلام کو فروغ دیں اور آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی عادت ڈالیں۔

خود بھی سلام عام کریں، دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں اور اپنے بچوں کو بھی بچپن ہی سے سلام کا عادی بنائیں۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص جنت میں جانا چاہتا ہے تو اسے ایمان کی ضرورت ہے، ایمان کے لیے مسلمانوں کے حق میں اپنے دل میں محبت رکھنے کی ضرورت ہے اور محبت سلام ہی کے ذریعے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی عادت بنائیں تاکہ اس سے ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی محبت پیدا ہو، اس محبت سے ہمارا ایمان پختہ ہو اور وہ ایمان ہمارے لیے جنت میں جانے کا سبب بن جائے۔

مسلمان کا حق

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتَّةٌ بِالْمَعْرُوفِ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَ يُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَ يُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَ يَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ وَ يَتْبَعُ جِنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ وَ يُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.

ترجمہ: مسلمان کے مسلمان پر بھلائی کے چھ حقوق ہیں، جب کوئی مسلمان ملے تو اسے سلام کرے، دعوت دے تو اسے قبول کرے، اسے چھینک آئے تو اس کا جواب دے، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے اور اس کے لیے وہی پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص: ۴۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم پر ہمارے مسلمان بھائیوں کا یہ حق ہے کہ جہاں کہیں ان سے ملیں انھیں سلام کریں۔ ہمیں اس حق کی ادائیگی میں بالکل کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

سب سے بڑا بخیل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے باغیچے میں فلاں شخص کا ایک کھجور کا درخت ہے اور اس کا درخت میرے باغیچے میں ہونے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے وہ درخت بیچ دو۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ہبہ کر دو۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: جنت کے ایک درخت کے بدلے بیچ دو۔ اس نے کہا: نہیں۔ اس پر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا رَأَيْتُ الَّذِيْ هُوَ أَبْخَلُ مِنْكَ إِلَّا الَّذِيْ يَبْخَلُ بِالسَّلَامِ. ترجمہ: میں نے تجھ سے زیادہ بخیل کسی کو نہیں دیکھا مگر اس کو جو سلام میں بخل کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ سوم، ص: ۱۳۲۲)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہو۔ سلام میں بخل کا مطلب یہ ہے کہ جلدی کسی کو سلام نہ کرے۔ یاد رکھیں! سلام میں پہل کرنا جہاں حسنِ اخلاق اور اچھی فطرت کی طرف اشارہ کرتا ہے وہیں یہ عاجزی اور انکساری کی بھی علامت ہے اور سلام نہ کرنا غرور اور تکبر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب بھی کسی مسلمان بھائی سے ملیں سلام میں پہل کریں۔

گفتگو سے پہلے سلام

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ. ترجمہ: گفتگو سے پہلے سلام ہونا چاہیے۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اچھے اخلاق کا تقاضا یہ

ہے کہ گفتگو کے آغاز سے پہلے مخاطَب کو سلام کیا جائے۔ ہم میں سے اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ کہیں راستہ پوچھنا ہو یا کسی چیز کا بھاؤ پوچھنا ہو تو سلام کیے بغیر ہی اپنا مقصد ظاہر کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنا اسلامی آدابِ گفتگو کے خلاف ہے لہٰذا ہمیں اپنی عادت بنانی چاہیے کہ جب بھی کسی چھوٹے یا بڑے سے کوئی بات دریافت کرنی ہو یا کسی مسلم دکاندار سے کوئی معلومات لینی ہو یا کسی چیز کا بھاؤ پوچھنا ہو تو پہلے اسے السلام علیکم کہیں اس کے بعد ادب کے ساتھ مخاطب ہو کر اپنا مدعا بیان کریں۔

سلام کے الفاظ

حضرت عمران بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

اِنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ.

ترجمہ: ایک شخص نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: السلام علیکم۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا، اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بھی بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا، اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بھی بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔

(سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص: ۳۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ سلام کے الفاظ میں اضافہ کرنے سے ہماری نیکیوں میں بھی اضافہ ہوگا۔ صرف السلام علیکم پر دس نیکیاں، اس کے ساتھ ورحمۃ اللہ بڑھانے سے دس مزید نیکیاں اور اس کے ساتھ وبرکاتہ بڑھانے سے کل تیس نیکیاں ملیں گی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ مکمل سلام ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب کسی کو سلام کریں تو پورا سلام کریں تا کہ ہم پوری تیس نیکیوں کے مستحق ہوں۔ آدھا سلام کر کے آدھی نیکیاں حاصل کرنے سے تو بہتر ہی ہے کہ پورا سلام کر کے پوری پوری نیکیاں حاصل کی جائیں۔

سلام کا جواب

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا۝

ترجمہ: اور جب تمھیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ (سورۂ نسا، آیت: ۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے۔ جواب میں افضل ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھایا جائے مثلاً پہلا شخص السلام علیکم کہے تو دوسرا شخص وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے اور اگر پہلے نے ورحمۃ اللہ بھی کہا تھا تو یہ وبرکاتہ کا بھی اضافہ کرے۔ سلام یا جواب میں اس سے زیادہ کوئی اضافہ نہیں ہے۔ بعض لوگ وَ مَغْفِرَتُهٗ وَ جَنَّتُهٗ وغیرہ کے الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مرد جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کرے۔ ہندوستان میں یہ بڑی غلط

رسم ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اتنے گہرے تعلقات ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو سلام سے محروم رکھتے ہیں۔

آیت کے دوسرے حصے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ سلام کا جواب جتنے الفاظ میں دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق ثواب بھی عطا فرمائے گا۔ جب کوئی السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں صرف وعلیکم السلام پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے کہ اس سے زیادہ نیکیاں ملتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وبرکاتہ کا بھی اضافہ کرنا چاہیے۔

کون کسے سلام کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَ الْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَ الْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ.

ترجمہ: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَ الْمَاشِيُ عَلَى الْقَاعِدِ وَ الْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ.

ترجمہ: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے آدمی بہت سے آدمیوں کو سلام کریں۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۷۰۳)

اسلام میں اخلاقی لحاظ سے سلام کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑے کو سلام کہے، آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، جو سواری پر ہو وہ پیدل چلنے والے اور بیٹھے ہوئے

کو سلام کرے، کم آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ اولاد اپنے والدین کو سلام کرے، شاگرد اپنے استاد کو سلام کرے اور مقتدی اپنے امام کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ پھر سلام میں نیکی اور اجر وثواب ہے جو چاہے پہل کر کے حاصل کرلے چاہے بڑا ہو یا چھوٹا۔

چھوٹے بچوں کو سلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوٹے بچوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو آپ نے انھیں سلام کیا۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۷۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سلام کرنے کا ایک ضابطہ تو یہ ہے کہ چھوٹے بچے بڑوں کو سلام کریں لیکن بڑا بھی بچوں کو سلام کرسکتا ہے بلکہ کرنا ہی چاہیے کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بچوں کو سلام کا طریقہ سکھانے اور انھیں سلام کی طرف راغب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اسکول کی کلاس میں یا درس گاہ میں بچے بیٹھے ہوں اور کوئی بڑا وہاں پہنچے تو اسے چاہیے کہ بچوں کی اس جماعت کو سلام کرے۔ ایسے ہی بچے گھر میں ہوں اور کوئی بڑا آدمی باپ یا بھائی یا ماں وغیرہ باہر سے آئیں تو انھیں اپنے بچوں کو سلام کرنا چاہیے۔ اس طرح بچے سلام کرنے کا طریقہ سیکھ جائیں گے اور خود سلام کی طرف راغب ہونے لگیں گے۔

سلام میں پہل

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ.** ترجمہ: اللہ سے نزدیک تر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۵۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سلام میں ہمیشہ پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیوں کہ سلام میں پہل کرنا اللہ کو بہت پسند ہے۔ پہل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ انسانی نفس میں عجز پیدا ہوتا ہے۔ اگر دو مسلمانوں میں ناراضی پیدا ہو جائے تو ان دونوں میں بھی بہتر اور اچھا شخص وہ ہوگا جو دل سے ناراضی ختم کر کے سلام کرنے میں پہل کرے گا۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیے رہے کہ جب دونوں ملیں تو ایک آنکھیں چرا لے اور دوسرا دوسری طرف آنکھیں چرا لے۔ ان میں سے وہ افضل ہے جو سلام میں پہل کرے۔

گھر والوں کو سلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَھْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرَکَۃً عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ.

ترجمہ: بیٹا! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو اس سے تم پر اور تمھارے گھر والوں پر برکت نازل ہوگی۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اپنے گھر میں داخل ہو کر گھر والوں کو سلام کرنا چاہیے کیوں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے سلام کرتے۔ اس حدیث میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاکید فرمائی کہ جب کبھی اپنے گھر جایا

کرو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو کہ یہ عمل تمھارے لیے بھی باعث برکت ہوگا اور تمھارے گھر والوں کے لیے بھی اس میں برکت ہے۔ آج ہمارے گھروں میں جو بے برکتی اور انتشار و اختلاف کا دور دورہ ہے اس کی ایک وجہ سلام نہ کرنا بھی ہے۔

اہلِ مجلس کو سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا انْتَھٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی مَجْلِسٍ فَلْیُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ یَّجْلِسَ فَلْیَجْلِسْ ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَۃِ.

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے، اگر اسے بیٹھنے کی ضرورت ہو تو بیٹھ جائے اور پھر جب چلنے لگے تو دوبارہ سلام کرے اس لیے کہ پہلی مرتبہ کا سلام کرنا دوسرا سلام کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سلام کے آداب میں سے ہے کہ جب آپ کسی ایسی جگہ پہنچیں جہاں متعدد لوگ بیٹھے ہوں تو آپ انھیں سلام کریں۔ جتنی دیر اُن کے ساتھ بیٹھنا ہے، بیٹھیں پھر جب واپس لوٹنے لگیں تو پھر انھیں سلام کریں۔ اگر مجلس سے کسی کام کے لیے اٹھ کر چلے گئے پھر دوبارہ وہاں آئے تو دوبارہ سلام کریں۔ سلام تو نیکی اور اجر وثواب کا کام ہے جتنی بار کیا جائے اتنا ثواب ملے گا اس لیے ہمیں سلام کرنے میں بخیلی نہیں کرنی چاہیے بلکہ جہاں بھی موقع میسر آئے سلام کرنا چاہیے۔

سلام کی اہمیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ فَاِنْ حَالَتْ بَیْنَھُمَا شَجَرَۃٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرَۃٌ ثُمَّ لَقِیَہٗ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو چاہیے کہ اسے سلام کرے پھر اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو پھر سلام کرنا چاہیے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۵۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے سلام کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیان کوئی بھی چیز حائل ہو جائے پھر دوبارہ ملیں تو دوبارہ سلام کرنا چاہیے۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر دو مسلمانوں کے درمیان چند لمحوں کے لیے بھی جدائی ہو جائے تو دوبارہ ملنے پر ایک دوسرے کو ضرور سلام کریں۔ آج ہمارا حال بالکل جداگانہ ہے، ہم آپس میں ملتے ہیں تو ہائے اور ہیلو کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور جب جدا ہوتے ہیں تو ٹاٹا اور بائے بائے کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ خود تو خود ہم اپنے بچوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے ہیں اور انھیں ایسا کرتا دیکھ کر ہمیں بڑی مسرت اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب نے ہمیں نہ جانے کس راستے پر لے جا کر چھوڑ دیا ہے، فیشن نے ہمیں دین سے نہ جانے کتنا دور کر دیا ہے۔ ہمیں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جس میں ہماری اپنی بھی بھلائی ہو اور ہماری آنے والی نسلوں کی بھی۔

جب کسی کے گھر جائیں

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً.

ترجمہ: پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو، ملتے وقت کی اچھی دعا، اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔ (سورۂ نور، آیت:۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کسی دوست یا رشتے دار کے گھر جانے کے ادب سکھا رہا ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اہل خانہ کو سلام کیا جائے۔ خود اپنے گھر میں داخل ہونے پر بھی یہی حکم ہے کہ داخل ہونے والا اہل خانہ کو سلام کرے۔ اگر جس گھر میں داخل ہو رہے ہیں اس میں کوئی نہیں ہے تو ’’اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ بَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ بَرَکَاتُہٗ‘‘ (ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو اور اس گھر والوں پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔) کہنا چاہیے۔

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ’’شرح شفا‘‘ میں لکھا ہے کہ خالی مکان میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

غیروں کے طریقے سے اجتناب

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّہَ بِغَیْرِنَا، لَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ وَ بِالنَّصَارٰی فَاِنَّ تَسْلِیْمَ الْیَھُوْدِ الْاِشَارَۃُ بِالْاَصَابِعِ وَ تَسْلِیْمَ النَّصَارٰی الْاِشَارَۃُ بِالْاَکُفِّ.

ترجمہ: وہ ہماری جماعت میں سے نہیں جس نے دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کی۔ تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت اختیار کرو کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہوتا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۵۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! غیر مسلم قوموں میں بھی ملاقات کے وقت سلام کا کوئی نہ کوئی طریقہ ہے جیسے کہ عیسائی اور یہودی صبح بخیر اور شب بخیر، Good Morning، Good Night وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایسے طریقے اختیار کرنا اسلام میں منع ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں میں بھی سلام کے متعدد نئے الفاظ ایجاد ہو گئے ہیں جیسے ''آداب عرض ہے'' وغیرہ۔ اگر چہ یہ الفاظ معنے کے لحاظ سے برے نہیں ہیں مگر سنت کے خلاف ہیں اس لیے ہمیں یہ الفاظ نہ استعمال کرتے ہوئے سلام کے وہی الفاظ استعمال کرنے چاہیے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمائے ہیں۔

انگلی یا ہتھیلی سے اشارہ کر کے سلام کرنا درست نہیں کیوں کہ یہ یہود و نصاریٰ کے سلام کے طریقے ہیں۔ بعض مسلمان سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دیتے ہیں بلکہ بعض تو صرف آنکھوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ اس طرح نہیں کرنا چاہیے بلکہ سلام کا جواب زبان ہی سے دینا چاہیے اور سلام کرنے والے نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اسے اس سے بہتر الفاظ میں جواب دینا چاہیے۔

سلام بھیجنے والے کا جواب

حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

اِنَّا لَجُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَدَّثَنِی اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ: بَعَثَنِی اَبِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: ائْتِہٖ فَأَقْرِئْہُ السَّلَامَ، قَالَ: فَأَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ: اِنَّ اَبِیْ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ، فَقَالَ: عَلَیْکَ السَّلَامُ وَ عَلٰی اَبِیْکَ السَّلَامُ.

ترجمہ: ہم حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے

کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ہے، ان سے میرے دادا نے کہا کہ میرے والد نے مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور میرا اسلام عرض کرنا۔ میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے والد آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَبِیْکَ السَّلَامُ۔ (تم پر اور تمھارے والد پر سلام ہو۔) (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص ہمارے کسی قریبی یا رشتے دار کے پاس جا رہا ہو تو ہم اس کے ذریعے اپنے دوست یا رشتے دار کو سلام بھیج سکتے ہیں بلکہ بھیجنا ہی چاہیے کہ اس سے غائبانہ طور پر بھی آپس میں محبت اور ربط باقی رہے گا۔ اگر کوئی شخص کسی کے ذریعے سلام بھیجے تو اس کے جواب میں ہمیں ''وَعَلَیْکُمْ وَ عَلَیْہِ السَّلَامُ'' کہنا چاہیے۔

مجلس میں سلام کا ادب

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: جماعت کہیں سے گزری اور اس میں سے ایک نے سلام کر لیا یہ کافی ہے اور جو لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے ایک نے جواب دے دیا یہ کافی ہے۔ (الآداب للبیہقی، حصہ اول، ص:۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے اور یہ بھی کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو اس پر اس مسلمان کا حق بنتا ہے کہ وہ اسے سلام کرے۔ اگر چند لوگ ایک ساتھ کہیں جا رہے ہیں اور ان کی کسی مسلمان سے ملاقات ہوئی تو یہ چاہیے کہ ان میں سے کم از کم کوئی ایک ضرور اسے سلام کرے۔ اسی طرح اگر چند لوگ کہیں بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی نے انھیں سلام کیا تو اب سلام کا جواب دینا واجب ہوا، اگر ان میں

سے کسی ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب بریٔ الذمہ ہو گئے ورنہ سب کی گرفت ہوگی۔ بہتر اور افضل یہی ہے کہ ہر کوئی سلام کرے اور ہر کوئی سلام کا جواب بھی دے۔

کسی مجلس یا جماعت کو سلام کرتے وقت ایک مرتبہ السلام علیکم کہنا کافی ہے، ہر کسی کا نام لے لے کر سب کو الگ الگ سلام کرنا ضروری نہیں۔ اگر کسی نے کسی شخص کا نام لے کر سلام کیا کہ فلاں صاحب! السلام علیکم تو خاص اس شخص کو جواب دینا ہوگا دوسرے کا جواب اس کے جواب کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

ان صورتوں میں سلام مت کرو

ان صورتوں میں سلام کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے:

(۱) جب حاضرینِ مسجد تلاوتِ قرآن یا تسبیح، درود وغیرہ میں مشغول ہوں یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوں تو انھیں سلام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ایسے میں کسی نے سلام کیا تو ان لوگوں پر جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس لیے بیٹھا ہے کہ لوگ اس کے پاس ملاقات کے لیے آئیں تو آنے والے سلام کریں۔

(۲) جب کوئی شخص تلاوت یا درس و تدریس یا علمی گفتگو یا سبق وغیرہ کی تکرار میں مشغول ہو تو اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح اذان، اقامت، خطبۂ جمعہ اور خطبۂ عیدین کے وقت بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔ سب لوگ علمی گفتگو کر رہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں، دونوں صورتوں میں سلام نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی عالم وعظ کر رہے ہوں یا دینی مسئلے پر تقریر کر رہے ہوں اور حاضرین سن رہے ہوں تو آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے، سلام نہ کرے۔

(۳) جب عالم دین تعلیم میں مصروف ہوں اور طالب علم آئے تو سلام نہ کرے۔ اگر اس نے سلام کیا تو ان پر جواب دینا واجب نہیں ہوگا۔

(۴) جو شخص ذکر میں مشغول ہو اس کے پاس کوئی شخص آئے تو سلام نہ کرے اور کیا تو ذکر کرنے والے پر جواب دینا واجب نہیں۔

(۵) جب کوئی قضائے حاجت کے لیے بیٹھا ہو یا حمام یا غسل خانے میں ننگا نہا رہا ہو تو اس کو سلام نہ کیا جائے۔ اگر کوئی سلام کرے تو اس پر جواب دینا بھی واجب نہیں۔

ان صورتوں کے علاوہ کچھ مزید صورتیں ہیں جن میں سلام کرنے کی بالکل اجازت نہیں بلکہ بعض اوقات سلام کرنا گناہ شمار کیا جائے گا۔

(۱) جو شخص علانیہ فسق کرتا ہو اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی کے پڑوس میں فُسّاق رہتے ہیں اور یہ ان سے سختی برتے گا تو وہ لوگ اسے زیادہ پریشان کریں گے اور اگر نرمی کرتا ہے اور ان سے سلام کلام جاری رکھتا ہے تو ایذا پہنچانے سے باز رہیں گے تو ان کے ساتھ ظاہری طور پر میل جول رکھنے میں کوئی حرج نہیں مگر دل میں ان کے لیے تعظیم نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ فاسقِ معلن کی تعظیم کرنا ان کو فسق پر ابھارنا ہے۔

(۲) جو شخص شطرنج کھیل رہا ہو اسے سلام کرنے کے بارے میں علما کے دو اقوال ہیں۔ جو علما سلام کرنے کو جائز فرماتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ سلام اس مقصد سے کرے کہ جتنی دیر میں وہ سلام کا جواب دے گا اتنی دیر تک وہ کھیل سے باز رہیں گے۔ یہ سلام انھیں معصیت سے بچانے کے لیے ہے اگر چہ اتنی دیر تک ہی سہی۔ جو علما فرماتے ہیں کہ سلام کرنا جائز نہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ حرام کام کر رہے ہیں تو سلام نہ کر کے ان کی تذلیل ہونی چاہیے۔

اللہ رب العزت ہم تمام مسلمانوں کو سلام عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

● ● ●

چھینک اور جمائی

چھینک اور جمائی بے اختیاری چیزیں ہیں، ہر چھوٹے بڑے کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے چھینک اور جمائی کے چند آداب مقرر فرمائے ہیں جنھیں چھینکتے وقت مدّ نظر رکھنا ثواب کا کام ہے۔ چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک طرح کی نعمت ہے کیوں کہ اس سے دماغ سے غیر ضروری مواد خارج ہوتا ہے اور ذہن تر و تازہ ہو جاتا ہے جس سے سمجھنے بوجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے اس لیے چھینک اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اس کے برعکس جمائی نفس کے بھاری پن اور حواس کی کدورت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ غفلت اور سستی پیدا کرتی ہے جس کے باعث اطاعت و عبادت میں چستی پیدا نہیں ہوتی جس کی وجہ سے شیطان کو خوشی محسوس ہوتی ہے۔ چوں کہ وہ شیطانی اثر ہے اس وجہ سے جمائی اللہ کو ناپسند ہے۔

اللہ کا شکر ادا کریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعِطَاسَ وَ یَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ وَ حَمِدَ اللّٰہَ کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَہٗ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ، فَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِمَّا ھُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَائَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّہٗ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَثَائَبَ ضَحِکَ مِنْہُ الشَّیْطَانُ.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو ہر سننے والے مسلمان پر حق ہے کہ

اسے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے۔ اگر جمائی آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے کیوں کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان اسے دیکھ کر ہنستا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۴۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو یاد کیا جائے اور کام کے ہونے پر اس کا شکر ادا کیا جائے۔ جب چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہنا چاہیے۔

چھینک کا جواب دو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لْیَقُلْ لَہٗ اَخُوْہُ اَوْ صَاحِبُہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ، فَاِذَا قَالَ لَہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَلْیَقُلْ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ.

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی اس سے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (ترجمہ: اللہ تم پر رحم فرمائے۔) کہے۔ جب وہ اس سے سنے تو چھینکنے والا کہے: یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ. (ترجمہ: اللہ تمھیں صحیح راستہ چلائے اور تمھارے دل کی اصلاح فرمائے۔) (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۴۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! چھینک کا جواب دینا واجب ہے۔ جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو اس کا جواب فوراً دینا چاہیے اور اتنی آواز سے دینا چاہیے کہ چھینکنے والا سن لے۔ جواب صرف ایک مرتبہ واجب ہے اور اس کے بعد مستحب ہے۔ اگر کسی شخص کو کچھ فاصلے پر یا دوسرے کمرے میں جہاں بیچ میں دیوار حائل ہو چھینک

آئے اور وہ الحمدللہ کہے اور آپ سن لیں تو آپ کو اس کے جواب میں یَرحَمُکَ اللّٰہ کہنا
لازم ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ چھینک سننے والا جب یَرحَمُکَ اللّٰہُ کہے تو پھر
چھینکنے والا یَغفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ کہے۔

جواب مت دو

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ یَحْمِدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمدللہ کہے تو اسے جواب دو اور جو الحمدللہ نہ
کہے اسے جواب نہ دو۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۲۹۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص چھینکنے کے وقت
بلند آواز سے الحمدللہ نہ کہے اس کا جواب دینا واجب نہیں۔ اگر اس نے بلند آواز سے الحمدللہ
کہا ہے تو اس کی چھینک کا جواب دینا واجب ہوگا۔ چھینکنے والے کو چاہیے کہ بلند آواز سے الحمد
للہ کہے تاکہ اس کے آس پاس موجود لوگ اسے سن کر اس کا جواب دے سکیں۔ اس طرح وہ
بھی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کے ساتھی بھی۔ اگر کوئی شخص کسی محفل میں بیٹھا ہو، وہاں
کسی کو چھینک آئی، اس نے الحمدللہ کہا اور محفل میں سے چند نے جواب دے دیا تو سب کی
طرف سے کافی ہوگا۔ اگر ہر کوئی جواب دے تو زیادہ بہتر ہے۔

حضور کا طریقۂ کار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ اِذَا عَطَسَ غَطّٰی وَجْهَهٗ
بِیَدِهٖ اَوْ ثَوْبِهٖ وَ غَضَّ بِهَا صَوْتَهٗ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چھینکتے تو اپنے پرنور چہرے کو دست
اقدس یا کپڑے سے چھپا لیتے اور اس میں آواز پست رکھتے۔
(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا چہرہ اپنے ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز
پست رکھنے کی کوشش کرتے۔ چھینکنے والا جب چھینکتا ہے تو اس کی ناک اور منہ سے رطوبت
کے کچھ ذرات باہر نکلتے ہیں جن سے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔
اس لیے اسلام نے چھینک کے آداب میں یہ رکھا ہے کہ چھینکنے والا جب چھینکے تو اپنے چہرے
پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لے تاکہ رطوبت کے ان باریک ذرات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

تین مرتبہ جواب

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَاِنْ زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ
وَ اِنْ شِئْتَ فَلَا. ترجمہ: چھینکنے والے کا جواب تین دفعہ تک ہے، اگر اس سے بڑھے تو
چاہے اسے جواب دو چاہے نہ دو۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: شَمِّتْ
اَخَاکَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ زُکَامٌ. ترجمہ: اپنے بھائی کو تین دفعہ تک چھینکنے پر جواب دو۔
اگر اس سے بڑھے تو وہ زکام ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایک محفل میں کسی کو کئی
مرتبہ چھینک آئی تو صرف تین مرتبہ تک جواب دینا ضروری ہے اس کے بعد یہ سمجھا جائے گا
کہ اسے زکام یا کسی بیماری کی وجہ سے بار بار چھینکیں آرہی ہیں اور اس کا جواب دینا ضروری

نہیں ہوگا۔ پھر بھی جواب دینا چاہیے کہ اس میں اجر وثواب ہے اور مومن کو اجر وثواب کے کام میں سستی اور تساہلی نہیں برتنی چاہیے بلکہ جہاں کہیں موقع ملے نیکیاں کر کے اپنے نامۂ اعمال میں اجر وثواب کا اضافہ کرتے رہنا چاہیے۔

زور سے نہ چھینکیں

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز بلند کی جائے۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ یازدہم، ص:۵۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بڑی تیز آواز میں ڈکار لیتے ہیں یا چھینکتے ہیں انھیں جان لینا چاہیے کہ ان کا یہ عمل شیطان کا پسندیدہ ہے۔ اسلام میں چھینک اور ڈکار وغیرہ کی آواز جس حد تک ممکن ہو پست کرنے کا حکم ہے۔ ڈکار یا چھینک میں آواز کا بہت بلند کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس سے حتی المقدور بچیں۔

منہ پر ہاتھ رکھنا

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا تَثَائَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْہِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ۔

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے روکے کیوں کہ شیطان اندر داخل ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۲۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! چھینک اور جمائی کا عام اخلاقی ادب یہ ہے کہ جب چھینک یا جمائی آئے تو لوگوں کے سامنے نہ منہ کھولا جائے اور نہ

ہی زیادہ آواز بلند کی جائے بلکہ منہ پر ہاتھ رکھا جائے اور آواز پست کی جائے تاکہ پاس بیٹھنے والے چھینک اور جمائی سے طبیعت پر بُرا اثر نہ لیں۔

جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب کوئی شخص جمائی میں منہ کھولتا ہے تو شیطان منہ کے اندر گھس جاتا ہے۔ جب کوئی ''ہاہا'' اور ''قاہ قاہ'' کی آواز نکالتا ہے تو شیطان قہقہہ مار کر ہنستا ہے۔ اس لیے جمائی کو روکنا چاہیے۔ جب جمائی آنے لگے تو اوپر کے دانتوں سے نچلا ہونٹ دبائیں یا الٹے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ دیں۔ اگر نماز میں قیام کی حالت میں جمائی آئے تو سیدھے ہاتھ کی پشت پر منہ پر رکھیں اور باقی ارکان میں الٹے ہاتھ کی پشت۔

جمائی روکنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کبھی جمائی آنا شروع ہو تو فوراً دل میں یہ خیال پیدا کریں کہ انبیاے کرام علیہم السلام کو جمائی کبھی نہیں آئی یا یہ تصور کر لیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی، ان شاء اللہ جمائی فوراً رُک جائے گی۔

چھینک کے آداب ایک نظر میں

☆ چھینکنے والا اپنی ناک پر کوئی کپڑا یا ہاتھ رکھ لے تاکہ اس کی ناک سے نکلنے والے باریک ذرات سے سامنے بیٹھے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

☆ چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ الحمد للہ سننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے۔ اس کے جواب میں چھینکنے والا یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ کہے اور دوسرا شخص یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ کہے۔

☆ چھینک میں حتی المقدور آواز پست کرنے کی کوشش کرے۔

☆ جمائی کے وقت بھی منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیے اور اوپر کے دانتوں سے نیچے کے ہونٹ دبا کر جمائی روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

• • •

آدابِ حجامت

سر کے بال رکھنا اور منڈوا لینا دونوں سنت ہیں۔ بال رکھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بالوں کو کانوں کی لو کے نچلے حصے تک بڑھائیں اس سے زائد بالوں کی حجامت کرائیں اور کٹوا ڈالیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے زائد بال رکھنا پسند نہیں فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ چالیس دن کے اندر اندر بال کٹوا لینا بہتر ہے، اس سے زیادہ تاخیر اچھی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سر کے بال شرعی آداب کے مطابق نہ رکھ سکے تو اسے پورے سر کے بال منڈوانا بھی جائز ہے۔ سر کے کچھ حصے پر بال رکھنا اور کچھ حصے کے منڈوا لینا جائز نہیں ہے۔

کانوں کی نصف لَو تک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: **كَانَ شَعْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلٰى نِصْفِ اُذُنَيْهِ.** ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔ (سنن نسائی، حصہ ہشتم، ص:۱۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عموماً حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوے مبارک کانوں کے نصف حصے تک رہا کرتے تھے، کبھی کبھی مصروف رہنے کی وجہ سے کچھ بڑھ بھی جاتے تھے مگر کانوں کی لو سے نیچے نہیں لٹکتے تھے اس سے پہلے پہلے آپ انھیں ترشوا دیا کرتے تھے۔ ہمارے نو جوانوں میں ان دنوں بڑے بال رکھنے کا فیشن عام ہو رہا ہے اور نہ جانے کیسے عجیب عجیب قسم کے بال رکھنے لگے ہیں۔ یاد رکھیں! دنیاداروں اور فلمی شخصیتوں کی اتباع جہنم میں لے جانے والا عمل ہے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع جنت کے راستے پر گام زن کرنے والا عمل ہے۔

کان کے نیچے تک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ، كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ.

ترجمہ: میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کر لیا کرتے تھے۔ آپ کے گیسوے مبارک کانوں سے کچھ نیچے مگر کاندھوں سے اوپر تک تھے۔

(سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کبھی کبھی عدیم الفرصتی کی وجہ سے گیسوے مبارک کافی بڑھ جایا کرتے تھے مگر یہ آخری حد ہے اس سے بڑے آپ کے گیسو نہیں ہوئے۔ عموماً آپ نصف کان تک رکھتے اس لیے عام حالات میں ہمارے لیے کان کے نصف حصے تک بال رکھنا سنت ہے اور زیادہ مصروفیت کے دنوں میں آپ کے گیسو بڑھ کر کاندھوں کے کچھ اوپر تک پہنچ جاتے تھے اس لیے ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ اس حد تک بال رکھنے کی اجازت ہوگی مگر بہتر یہی ہے کہ جب بھی بال بڑے ہوں انھیں تراش کر کانوں کے نصف حصے تک کر دیا جائے۔

کانوں تک کا مطلب

حضرت ابن الحنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خُرَیم اَسَدی بہت اچھا آدمی ہے سوائے اس کے کہ اس کے بال بہت لمبے اور ازار بہت نیچی رہتی ہے۔ جب یہ بات حضرت خریم تک پہنچی تو انھوں نے سر کے بال چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیے اور اپنی ازار نصف پنڈلیوں تک اونچی کر لی۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۵۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ بال کانوں سے نیچے تک لمبے کرنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔ اسی طرح ازار ٹخنوں سے نیچے تک لٹکانا بھی ناپسند ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اگر ہم سنت کی نیت سے زلفیں رکھیں تو اسی مقدار میں رکھیں جہاں تک حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام طور پر رکھی ہیں۔ اسی طرح پاجامہ، پینٹ اور لنگی وغیرہ جو بھی پہنیں اس میں اس بات کا خیال رہے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ رہیں بلکہ ٹخنے کھلے رہنے چاہیے۔

کندھوں تک بال رکھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَضْرِبُ شَعْرُہٗ اِلٰی مَنْکِبَیْہِ.

ترجمہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال کندھوں تک پہنچے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۶۱)

حضرت بَراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

مَا رَأَیْتُ مِنْ ذِیْ لُمَّۃٍ اَحْسَنَ فِیْ حُلَّۃٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ لَہٗ شَعْرٌ یَضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ.

ترجمہ: میں نے کسی جوڑا پہنے ہوئے بالوں والے شخص کو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک کندھوں کے قریب ہوتے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض اوقات کندھوں سے اوپر تک بال رکھے مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ جن دنوں میں از حد تبلیغی سرگرمیوں یا مسلسل سفر کی وجہ سے آپ کو فرصت نہ ہوتی انھی دنوں میں

گیسوے مبارک دراز ہو کر کاندھوں کے کچھ اوپر تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ عام حالات میں آپ کے بال مبارک کانوں کے نصف حصے تک ہوا کرتے تھے۔

سر منڈوانے کی اجازت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَاٰی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَأْسِہٖ وَ تُرِکَ بَعْضُہٗ فَنَھَاھُمْ عَنْ ذٰلِکَ وَ قَالَ اِحْلِقُوْا کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْا کُلَّہٗ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈا گیا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: سارا مونڈ دو یا سارا چھوڑ دو۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جو زلف نہ رکھنا چاہے اسے پورے سر کے بال برابر چھوٹے کرنے کی اجازت ہے یا پورے سر کے بال مونڈ دینے کی بھی اجازت ہے۔ اسی سے یہ بھی پتہ چلا کہ آج کل جو فیشن ہے کہ سر کے کچھ حصے کے بال بالکل باریک کرا دیے جاتے ہیں اور عموماً سامنے کے بال بڑے رہتے ہیں اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے اور یہ عمل بھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے۔ اگر زلف نہ رکھی جائے تو کم از کم اتنا ضرور کیا جائے کہ پورے سر کے بال جس مقدار میں بھی ہوں ایک برابر ہوں۔

بعض بال چھوڑنا

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَنْھٰی عَنِ الْقَزَعِ. ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قزع سے منع فرماتے ہوئے

سنا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے کہا: قزع کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَ يُتْرَكُ الْبَعْضُ. ترجمہ: بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈنا اور کچھ چھوڑ دینا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص: ۱۶۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پہلے نصف سر مونڈنے اور نصف سر کے بال چھوڑنے کا رواج تھا، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا۔ اب تو ہر کوئی اسے ناپسند کرتا ہے اور اس زمانے میں کوئی بھی نصف بال منڈا کر نصف رکھنا پسند نہیں کرے گا۔ آج کے زمانے میں کٹورا کٹ کا جو رواج ہے وہ بھی اسی زمرے میں آئے گا کہ اس میں اوپر کے بال کٹورے کی طرح گولائی میں بڑے رکھے جاتے ہیں اور نیچے کے بال بالکل باریک کر دیے جاتے ہیں۔ اب تو مسلمان فیشن کے نام پر نہ جانے کیا کیا کرنے لگے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ اگر کوئی فلمی ایکٹر آئندہ آدھا سر منڈا کر آدھا چھوڑ دے تو یہ رواج دوبارہ عام ہو جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری کامیابی انھیں کاموں میں ہے جنھیں ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے اور ان کے خلاف کسی کام میں ہمارے لیے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

بالوں کی حجامت

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ لِيْ شَعْرٌ فَقَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ، فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ ثُمَّ اَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ: اِنِّيْ لَمْ اَعْنِكَ وَ هٰذَا اَحْسَنُ.

ترجمہ: میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت میرے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تو نحوست

ہے۔ میں جب واپس لوٹا تو میں نے اپنے بال ترشوا لیے، پھر جب دوسرے دن حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: میں نے تم سے نہیں کہا تھا مگر یہ بہتر ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص: ۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب بال بڑے ہو جائیں اور خط وغیرہ کی جانب سے لٹکنے لگیں تو چاہیے کہ انھیں درست انداز میں تراش لیا جائے اور خط وغیرہ بنوا لی جائے یا پورے سر کے بال چھوٹے کرا لیے جائیں۔ عام حالات میں چالیس دنوں کے اندر اندر بالوں کی حجامت بنوانا بہتر ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بال یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں اور بڑے بے تکے انداز میں ان کے بال بڑھ جاتے ہیں جو دیکھنے میں بھلے معلوم نہیں ہوتے۔ اسلام نے ظاہر کو درست رکھنے کی بھی بڑی تاکید فرمائی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بال ایک مناسب مقدار میں رکھیں جو دیکھنے میں بھلے معلوم ہوں۔

• • •

قرض سے متعلق آداب ومسائل

ہر شخص اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے روزی کمانے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے اور کرنی بھی چاہیے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بھی عبادت قرار دیا ہے۔ کبھی کبھی تنگ دستی یا کسی ناگہانی ضرورت کی وجہ سے ہر کسی کو قرض لینے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے لہٰذا اگر کوئی ہمارے پاس قرض لینے آئے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی مدد کریں اس لیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی کسی بھی طرح مدد کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرنے والا عمل ہے۔ قرض لینے اور دینے دونوں کے تعلق سے اسلام نے آداب اور حدود متعین کیے ہیں جن کی پاس داری ضروری ہے۔

قرض کا بدلہ

حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِسْتَقْرَضَ مِنِّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَرْبَعِیْنَ اَلْفًا فَجَآئَہٗ مَالٌ فَدَفَعَہٗ اِلَیَّ وَ قَالَ: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِی اَھْلِکَ وَ مَالِکَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَ الْاَدَاءُ۔ (سنن نسائی، حصہ ہفتم، ص:۳۱۴)

ترجمہ: مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس ہزار قرض لیا تھا جب آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے ادا فرما دیا اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے اہل و مال میں برکت دے اور فرمایا: قرض کا بدلہ شکریہ اور ادا کر دینا ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر ہم اپنی کسی ضرورت کے تحت کسی سے قرض لیتے ہیں تو ہمیں اپنے اوپر اس کا احسان سمجھنا چاہیے اور قرض دینے والے کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ضرورت کے وقت میں ہماری مدد کی۔ دوسری

بات یہ کہ اگر ہم نے کسی سے قرض لیا ہے تو جیسے ہی ہمارے پاس پیسوں کا انتظام ہو جائے اولِ فرصت میں اس کی ادائیگی کرنی چاہیے۔ بہت سے لوگ قرض لے لیتے ہیں لیکن استطاعت کے باوجود اس کی ادائیگی میں بہت ٹال مٹول کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے وعید ہے اور اس پر ان کی گرفت ہوگی۔

ہر دن صدقہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ کَانَ لَہٗ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَہٗ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ یَوْمٍ صَدَقَۃٌ۔

ترجمہ: جس کا کوئی حق کسی شخص پر باقی ہو تو جو اسے مہلت دے ہر دن کے بدلے اس کے لیے ایک صدقے کا ثواب ہوگا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۳۳، ص:۱۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ اگر ہم سے کسی نے قرض لے لیا ہے اور تنگ دستی کی وجہ سے وہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو ہمیں اس کو مہلت دینی چاہیے۔ اس کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں روزانہ صدقہ کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

صدقے سے افضل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج میں جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: کیا بات ہے کہ قرض دینا صدقے سے افضل ہے؟ آپ نے کہا:

لِاَنَّ السَّائِلَ یَسْاَلُ وَ عِنْدَہٗ وَ الْمُسْتَقْرِضُ لَا یَسْتَقْرِضُ اِلَّا مِنْ حَاجَۃٍ۔

ترجمہ: اس لیے کہ سائل اپنے پاس مال ہونے کے باوجود سوال کرتا ہے اور قرض مانگنے والا ضرورت کے وقت ہی قرض مانگتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۸۱۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرنا یقیناً کارِ خیر ہے اور اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ کسی کی مالی امداد اس طور پر بھی کی جاسکتی ہے کہ اسے کچھ پیسے بطور صدقہ دے دیے جائیں کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کر لے اور اس طرح بھی کہ اسے قرض دے دیا جائے لیکن دونوں میں قرض کا مقام آٹھ گنا زیادہ بلند ہے اس لیے کہ آپ کے دروازے پر جو دستِ سوال دراز کرنے آیا ہے اس کے پاس کچھ مال تو ضرور ہوگا اور جو قرض لینے آیا ہے وہ اپنی شدید حاجت کی وجہ سے آیا ہے اور مسلمان کی جتنی بڑی حاجت پوری کی جائے اس پر اتنا ہی بڑا اجر ہے۔

قرض ادا کرنے میں جلدی کرو

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِیْ نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ يَمُوْتَ رَجُلٌ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهٗ قَضَاءً.

ترجمہ: کبائر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اس حال میں انتقال کرے کہ اس پر قرض ہو اور اس کی ادائیگی کے لیے مال نہ چھوڑے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۲۴۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مجبوری کی حالت میں قرض لینا اگرچہ جائز ہے لیکن لینے کے بعد اس کی ادائیگی کے لیے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور ایسا نہ ہو کہ ہمارا آخری وقت آجائے اور ہمارے سر پر کسی کا قرض باقی ہو اور اس کی

ادائیگی کے لیے ہمارے پاس کچھ مال نہ ہو۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ عمل ہے اور یہ عمل جنت میں جانے سے بھی مانع ہوسکتا ہے۔

قرض معاف نہیں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت سے شہید ہو جاؤں تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ میرے گناہ معاف فرمادے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ جب وہ شخص واپس ہونے لگے تو آپ نے آواز لگائی: ہاں، سوائے قرض کے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر کوئی شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردے تو اسے شہید کہتے ہیں۔ اس عظیم کام کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے لیکن اتنی بڑی قربانی کے باوجود اس کا قرض معاف نہیں ہوتا۔ اس سے قرض کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہید ہونے کے بعد اس کا قرض کیسے ادا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ ادائیگی کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ادائیگی کا ذریعہ بنائے گا اور اگر اس نے اس نیت سے قرض لیا تھا کہ اسے ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس قرض کے برابر اس کے اعمال قرض خواہ کو دے دیے جائیں گے۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: ہم مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، وہیں پر نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جلوہ افروز تھے، آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر آپ نے نگاہیں جھکالیں اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر کہا:

اللہ کی پاکی ہے، اللہ کی پاکی ہے، کتنی سختی کا حکم نازل ہوا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم ایک دن اور ایک رات خاموش رہے اس دوران ہم نے کوئی تکلیف دہ بات نہیں دیکھی۔ صبح کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا: وہ سختی کا حکم کیا ہے جو نازل ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا:

فِی الدَّیْنِ، وَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ وَ عَلَیْہِ دَیْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یُقْضٰی دَیْنُہٗ۔

ترجمہ: وہ حکم قرض کے بارے میں تھا۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے پھر زندہ ہو پھر شہید ہو جائے پھر زندہ ہو پھر شہید ہو جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہے تو جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے اس وقت تک وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ: ۳۷، ص: ۱۶۳)

اس روایت سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرض نہ ادا کرنے والے کے لیے کتنا سخت حکم ہے کہ اگر وہ اللہ کی راہ میں شہادت کا جام پی لے پھر زندہ ہو پھر شہید ہو پھر زندہ ہو۔ اسی طرح کئی مرتبہ اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کرے پھر بھی جب تک اس کے سر سے قرض کا بوجھ نہ اتارا جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔

نیت پر دارومدار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَائَھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَ مَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ۔

ترجمہ: جس نے لوگوں کا مال اس کے ادا کرنے کی نیت سے لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے اور جو شخص اس کو ضائع کرنے کی نیت سے لے تو اللہ تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص: ۱۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر کبھی ضرورت پیش آ گئی تو ہمیں اسی صورت میں قرض لینا چاہیے جب ہم وعدہ کردہ وقت سے پہلے پہلے اس کے ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور اگر ہم نے کسی سے قرض لیا تو ہماری نیت یہی ہونی چاہیے کہ جس قدر جلدی ممکن ہوگا ہم اس کی ادائیگی کر دیں گے اور ہم نے بوقتِ ضرورت اس ارادے سے قرض لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی ادائیگی کے اسباب مہیا فرما دے گا۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی شخص کو پیسوں کی سخت ضرورت پڑ گئی تو یہ سوچے کہ قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کر لوں اور پھر اسے ادا نہ کروں گا، اس ارادے سے اگر کسی نے قرض لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان پیسوں کی بربادی کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے اور ایسے حالات بن جاتے ہیں کہ اس کے لیے ہوئے پیسے اس کے کچھ کام نہیں آپاتے۔

قرض سے پناہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَ الْمَغْرَمِ۔

(ترجمہ: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔)

آپ سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ قرض سے اس قدر پناہ کیوں مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَ وَعَدَ فَاَخْلَفَ۔

(ترجمہ: جب کوئی شخص قرض دار ہو جاتا ہے تو جھوٹی باتیں کرتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔) (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۱۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بحالت مجبوری اگر کوئی شخص قرض لے بھی لیتا ہے تو اس کا ادا کرنا اس کے لیے بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقاضا کرنے والے سے بار بار وعدے کرتا ہے مگر عام طور پر وعدہ کیے ہوئے وقت پر قرض ادا نہیں کر پاتا اور ایک وقت آتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ کذب بیانی اور دروغ گوئی سے بھی کام لینے لگتا ہے۔ آج کے زمانے میں تو قرض لینے والوں سے مذکورہ دونوں باتیں زیادہ تر صادر ہونے لگی ہیں، لوگ قرض لینے کے بعد اس کی ادائیگی کے لیے بار بار وعدہ کرتے ہیں اور جب متعدد وعدے کرنے کے بعد بھی ادا نہیں کر پاتے تو جھوٹی باتوں کا سہارا لے کر تقاضا کرنے والوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں بگاڑ کی نوبت آجاتی ہے۔ اس لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے۔ اس میں ہمیں اس بات کا درس ہے کہ قرض اسی صورت میں لیں جب اس کی ادائیگی کا کوئی یقینی ذریعہ ہمیں معلوم ہو ورنہ قرض نہیں لینا چاہیے۔

جنت میں جانے کی شرط

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الْجَسَدَ وَ هُوَ بَرِیٌٔ مِنْ ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: مِنَ الْكَنْزِ وَ الْغُلُوْلِ وَ الدَّيْنِ.**

ترجمہ: جس کی رُوح جسم سے اِس حال میں جدا ہوئی کہ وہ تین چیزوں سے بری ہے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (۱) مال جمع کرنا (۲) کینہ (۳) قرض۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۸۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں تین چیزوں کو جنت میں جانے کے لیے رکاوٹ قرار دیا گیا ہے۔ پہلی چیز مال جمع کرنا ہے، اس لیے کہ دنیا کے مال میں انسان کا صرف اتنا حصہ ہوتا ہے جو اس نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کا پرانا کر دیا یا اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کا سامان بنا دیا، باقی مال جو اس نے مرنے کے بعد اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ اس کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ دوسری چیز کینہ ہے، اگر کسی نے اپنے دل میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے تعلق سے کینہ رکھا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو یہ بات بھی اس کے لیے جنت میں داخل ہونے سے مانع ہو جائے گی۔ تیسری بات قرض ہے کہ جس کے سر پر قرض ہے اس کا انتقال ہو گیا تو جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے اس وقت تک وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ شہید کا قرض بھی معاف نہیں ہوتا ہے۔

قرض دار کو مہلت دو

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ایک شخص کا انتقال ہوا، اس سے پوچھا گیا کہ تیرے پاس کوئی نیکی ہے؟ اس نے کہا:

كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوسِرِ وَ أُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

(ترجمہ: میں لوگوں سے خرید وفروخت کا معاملہ کرتا تھا تو مالداروں کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دستوں کو معاف کر دیتا تھا۔) چنانچہ وہ بخش دیا گیا۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۱۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر ہم نے کسی کی مدد کے لیے بطورِ قرض کچھ رقم دے دی ہے تو یہ ہمارے لیے ثواب کا کام ہے لیکن چوں کہ وہ رقم ہماری ہے اور ہم اس کے حق دار ہیں لہٰذا ہم نے جسے بطورِ قرض دیا ہے اس سے مدت پوری

ہونے پر اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر جس وقت کا اس نے وعدہ کیا تھا اس وقت تک اس کے پاس پیسوں کا انتظام نہیں ہو پایا ہے تو اب ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہوئے اسے مزید کچھ وقت دے دیں۔ اسی طرح اگر ہمیں معلوم ہے کہ اس کے لیے اس پوری رقم کا انتظام کر پانا مشکل ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس میں کچھ تخفیف کر دیں کہ یہ ایسا عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اور امید ہے کہ بروزِ محشر جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اس وقت اس عمل کی بدولت اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے۔

قرض دار کو سہولت دو

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن ابی حَدرَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ قرض دیا تھا، آپ نے مسجد نبوی شریف میں ان سے اس کا تقاضا کیا، اس دوران ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہوگئیں، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرۂ پاک میں موجود تھے، جب آپ نے ان دونوں حضرات کی آوازیں سنی تو آپ نے اپنے گھر کے دروازے کا پردہ ہٹا کر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی، آپ نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے ایک حصہ معاف کر دو۔ انھوں نے عرض کی: میں نے کر دیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ نے حضرت ابن ابی حَدرَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جاؤ اتنا ادا کر دینا۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۹۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ مال و دولت جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے درحقیقت وہی اس کا مالک ہے، اس نے ہمیں دنیا میں اسے خرچ کرنے کے لیے نائب اور مجاز بنایا ہے۔ اس میں ہماری آزمائش ہے کہ ہم اسے

کس طرح خرچ کرتے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی مسلمان بھائی تنگ دست ہے اور اسے پیسوں کی ضرورت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں حیثیت والا بنایا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی مالی امداد کریں، اگر نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ اگر اس نے ہم سے کچھ پیسے بطورِ قرض مانگ لیے تو ہم اسے دے دیں پھر اگر اس میں ہم نے قرض کی ادائیگی کی طاقت نہیں دیکھی تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اسے سہولت دیں اور کچھ حصہ یا پورا کا پورا معاف کر دیں کہ اس سے ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگی اور یہی مال ہمارے لیے قیامت میں نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ
عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ.

ترجمہ: جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کی سختی سے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے نجات دے اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۱۹۶)

اس روایت میں تنگ دست کو مہلت دینے یا اس کا قرض معاف کر دینے کی فضیلت مذکور ہے کہ اگر کوئی بندہ دنیا میں کسی مسلمان کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے محفوظ فرمائے گا۔

عرش کے سائے میں

حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّظِلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ فَلْیُنْظِرْ مُعْسِرًا اَوْ لِیَضَعْ عَنْهُ.

ترجمہ: جو یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنا سایہ عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کردے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۸۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قیامت کی تمازت کو یاد کرو تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر ہوگا، زمین تانبے کی ہوگی، ہر کوئی پسینے میں شرابور ہوگا اور حال یہ ہوگا کہ عرشِ الٰہی کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ایسے میں جس شخص نے دنیا میں تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ محشر کی اس تمازت میں اسے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔

کسی کا قرض ادا کرنا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! نماز جنازہ پڑھا دیجیے۔ آپ نے پوچھا: کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر ایک جنازہ لایا گیا، آپ نے پوچھا: اس پر کچھ قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں، آپ نے پوچھا: اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار، آپ نے اس کی بھی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا، آپ نے پوچھا: اس پر کچھ قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار قرض ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ یہ سن کر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے اس کا قرض میں

نے اپنے ذمے لیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ جس کا انتقال ہو گیا ہے اگر اس کے سر پر کچھ قرض ہو تو نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے اس کا قرض ادا کر دیا جائے، دوسری یہ کہ اگر کسی ایسے شخص کا انتقال ہو گیا جس نے کچھ مال نہیں چھوڑا تو اس کے رشتے داروں، دوستوں یا پڑوسیوں کو چاہیے کہ اس کی جانب سے قرض ادا کریں کہ ادا کرنے والا اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا۔ اس روایت میں ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ جب تک میت کے قرض کی ادائیگی کی ذمے داری حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول نہیں کر لی اس وقت تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع فرما دیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بوقتِ ضرورت قرض لینا اگرچہ شرعاً جائز ہے لیکن اس کی جتنی جلدی ادائیگی ہو سکے کر دینی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی حالت میں انتقال ہو جائے پھر ورثا نہ جانے اس کی فکر کریں یا نہیں۔

اس روایت سے ہمیں پتہ چلا کہ اگر کوئی مفلس ہے اور قرض دار ہو گیا اور ہمارے اندر اس کے قرض کی ادائیگی کی استطاعت ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کا قرض ادا کریں اس میں زندہ اور مردہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے ہم جس کی طرف سے بھی قرض ادا کریں گے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اجر وثواب عطا فرمائے گا لیکن خصوصیت کے ساتھ مُردوں کا قرض ادا کر دینا چاہیے کہ ان کے لیے اب کوئی سبیل نہیں رہ گئی ہے۔

میت کا قرض

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ.

ترجمہ: مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی جانب سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۸۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مرنے والا اگر قرض دار ہے تو اس کے ورثا پر لازم ہے کہ اگر اس نے مال چھوڑا ہے تو اس کے مال سے سب سے پہلے اس کا قرض ادا کریں اور اگر مال نہیں چھوڑا ہے تو اس کے بچوں کی اخلاقی ذمے داری ہے کہ اس کے قرض کی ادائیگی کریں۔ اس لیے کہ جب تک اس کا قرض ادا نہیں کیا جائے گا اس کی جان قرض تلے دبی ہوگی۔ میت کی طرف سے قرض ادا کرنے کی بھی فضیلت ہے اس سلسلے میں ایک اور روایت ملاحظہ کریں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، آپ نے پوچھا کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا اس نے اس کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اس کا قرض میں اپنے ذمے لیتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ نے فرمایا: جَزَاکَ اللّٰہُ یَا عَلِیُّ خَیْرًا کَمَا فَکَکْتَ رِھَانَ اَخِیْکَ، مَا مِنْ مُّسْلِمٍ فَکَّ رِھَانَ اَخِیْہِ اِلَّا فَکَّ اللّٰہُ رِھَانَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: اے علی! اللہ تبارک وتعالیٰ تمھیں جزاے خیر عطا فرمائے جیسا کہ تم نے اپنے بھائی کو قرض سے آزاد کیا۔ اگر کوئی مسلمان اپنے بھائی کو قرض سے آزاد کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قیامت کے دن گناہوں کے قرض سے آزاد فرمائے گا۔

(شرح السنۃ للبغوی، حصہ ہشتم، ص:۷-۸)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ کسی کا قرض ادا کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے قیامت کے دن قرض ادا کرنے والے کی گردن جہنم سے آزاد فرمادے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اگر ہمارا کوئی مسلم بھائی قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہو تو اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے اس کا قرض ادا کریں۔

وہ چور ہے

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَیُّمَا رَجُلٍ تَدَیَّنَ دَیْنًا وَ ھُوَ مُجْمِعٌ اَنْ لَا یُوَفِّیَہٗ اِیَّاہُ لَقِیَ اللّٰہَ سَارِقًا۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۸۰۵)

ترجمہ: جس کسی نے قرض لیا اور وہ اس بات پر آمادہ ہے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے چوروں کے زُمرے میں ملے گا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس طرح کسی کا کوئی سامان اس کی اجازت کے بغیر لے لینا اس کا حق مارنا ہے اور اس پر بڑا مؤاخذہ ہے اسی طرح کسی سے قرض لے کر استطاعت کے باوجود ادا نہ کرنا بھی اس کا حق مارنا ہے اور اس پر بھی بڑا مؤاخذہ ہے۔ ایسا کرنے والا شخص قیامت کے دن چوروں کے زُمرے میں اٹھایا جائے گا۔ اس لیے اگر ہم نے کسی مجبوری کے تحت قرض لے لیا ہے تو ہمیں اس کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

نیکیاں دے دی جائیں گی

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَ عَلَیْہِ دِیْنَارٌ اَوْ دِرْھَمٌ قُضِیَ مِنْ حَسَنَاتِہٖ

لَیْسَ ثَمَّ دِینَارٌ وَ لَا دِرْهَمٌ.

ترجمہ: جس کا اِس حال میں انتقال ہوا کہ اس پر دینار یا درہم ہے تو اس کی نیکیوں میں سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے گا اس لیے کہ وہاں پر نہ دینار ہوگا نہ درہم۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص: ۸۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص اپنے سر پر قرض کا بوجھ لاد کر دنیا سے چلا گیا اور اتنا مال بھی نہیں چھوڑا کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے قیامت کے دن اس مال کے برابر اس کی نیکیاں قرض خواہ کو دے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں ناکافی ہوں گی تو اس کے بدلے میں قرض خواہ کے گناہ قرض دار کے سر پر ڈال دیے جائیں گے۔

قرض سے متعلق مسائل وآداب

☆ قرض میں کسی شرط کا کوئی اثر نہیں بلکہ شرطیں بے کار ہیں۔ مثلاً کسی نے یہ شرط رکھی کہ اس کے بدلے میں مجھے فلاں چیز دینا یا یہ شرط رکھی کہ فلاں جگہ واپس کرنا تو واپس کرنے والے پر اس کا لحاظ ضروری نہیں ہے۔

☆ قرض لوٹانے میں اُس چیز کی مثل دینی ہوگی جو لی ہے، نہ اُس سے بہتر دے سکتا ہے اور نہ ہی کمتر۔ ہاں اگر بہتر ادا کر رہا ہے اور اس کی شرط نہ تھی تو جائز ہے قرض دینے والا اسے لے سکتا ہے، اسی طرح جتنا لیا ہے ادا کے وقت اُس سے زیادہ دیتا ہے مگر اس کی شرط نہ تھی تو اس کا لینا بھی جائز ہے۔

☆ چند لوگوں نے ایک شخص سے قرض مانگا اور اپنے میں سے ایک شخص کے لیے کہہ گئے کہ اس کو دے دینا تو قرض خواہ اس شخص سے اُتنا ہی مطالبہ کر سکتا ہے جتنا اس کا حصہ ہے باقیوں کے حصوں کے وہ خود ذمے دار ہیں۔

☆ قرض دیا اور یہ شرط لگائی کہ جتنا دیا ہے اُس سے زیادہ لے گا جیسے کہ آج کل سود

خوروں کا قاعدہ ہے کہ ماہانہ تین یا چار فیصد سود مقرر کرتے ہیں۔ اس طور پر کسی کو قرض دینا حرام ہے اور اس شرط پر کسی سے قرض لینا بھی حرام ہے۔

☆ جس پر قرض ہے اُس نے قرض دینے والے کو کچھ تحفہ دیا تو لینے میں حرج نہیں جب کہ وہ تحفہ دینا قرض کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دونوں کی قرابت یا دوستی کی وجہ سے ہو یا اس کی یہ عادت ہو کہ وہ لوگوں کو تحفہ دیا کرتا ہے، اگر قرض کی وجہ سے تحفہ دیتا ہے تو اس کے لینے سے بچنا چاہیے اور اگر یہ پتہ نہ چلے کہ قرض کی وجہ سے ہے یا نہیں تب بھی پرہیز ہی کرنا چاہیے جب تک کہ یہ بات ظاہر نہ ہو جائے کہ قرض کی وجہ سے نہیں ہے۔ اُس کی دعوت کا بھی یہی حکم ہے کہ قرض کی وجہ سے نہ ہو تو قبول کرنے میں حرج نہیں اور قرض کی وجہ سے ہے یا پتا نہ چلے تو بچنا چاہیے۔

☆ قرض دار قرض ادا نہیں کرتا تو قرض خواہ نے اسے جو چیز قرض میں دی ہے اگر اسی جنس کی اس کی کوئی چیز اسے مل گئی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو قرض ادا ہو جائے گا بلکہ زبردستی چھین لے جب بھی قرض ادا ہو جائے گا۔ دوسری جنس کی چیز اُس کی اجازت کے بغیر نہیں لے سکتا ہے مثلاً پیسے قرض دیے تھے تو اگر پیسے ملے تو لے سکتا ہے اور گیہوں قرض دیا تھا تو اگر گیہوں ملا تو لے سکتا ہے۔

☆ زید نے عمرو سے کہا کہ مجھے اتنے روپے قرض دو میں اپنی یہ زمین تمھیں عاریتًا دیتا ہوں، جب تک میں روپے ادا نہ کروں تم اس پر کھیتی کرو اور نفع اُٹھاؤ، یہ ممنوع ہے۔

آج کل سود خوروں کا عام طریقہ یہ ہے کہ قرض دے کر مکان گروی رکھ لیتے ہیں اور اسے کرائے پر دے کر اس کا کرایہ خود کھاتے ہیں، جب کہ یہ سود ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔

قرض میں سود

کسی کو بطور قرض اس شرط پر کچھ مال دینا کہ وہ واپسی کے وقت کچھ بڑھا کر دے گا، سود ہے۔ اگر شرط نہیں کی تھی اور قرض لینے والے نے خود اپنی مرضی سے کچھ زیادہ دیا تو قرض دینے والے کو اس کا لینا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ اس نے جتنا مال دیا ہے اتنا ہی واپس لے اور زیادتی اسے واپس لوٹا دے۔ ہمارے معاشرے میں سودی لین دین کا معاملہ بھی بہت عام ہو گیا ہے۔ ہمارا اشعار تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی مالی امداد کریں یا انھیں قرض حسن دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھیں لیکن بہت سے مسلمانوں نے اس کے بجائے سودی کاروبار اختیار کر لیا ہے جب کہ اسلام نے سود کو حرام فرمایا اور سود کھانے والے کے لیے قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ. (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۷۵)

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح آسیب زدہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ گرتا پڑتا چلتا ہے، قیامت کے روز سود خوار کا ایسا ہی حال ہوگا کہ سود سے اس کا پیٹ بہت بھاری اور بوجھل ہو جائے گا اور وہ اس کے بوجھ سے گر گر پڑے گا۔

اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خوروں کی شامت کا بیان ہے۔ سود کو حرام

فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضۂ مالیہ میں مال کی ایک مقدار بغیر بدل وعوض کے لینا ہے، یہ صریح ناانصافی ہے۔ دوم یہ کہ سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خوار کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو ضرر پہنچاتی ہے۔ سوم یہ کہ سود کے رواج سے باہمی مودّت والفت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوگا تو وہ کسی کو قرض حسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرے گا۔ چہارم یہ کہ سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہش مند رہتا ہے اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے۔ اس لیے ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے سودی لین دین سے لازمًا بچنا چاہیے۔

حدیث پاک میں بھی سودی لین دین کرنے والوں کے تعلق سے وعید وارد ہوئی ہے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سودی لین دین کرنے والوں کے ساتھ ساتھ اس کام سے متعلق ہر قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبَا وَ مُوۡکِلَہٗ وَ کَاتِبَہٗ وَشَاہِدَیۡہِ وَ قَالَ ھُمۡ سَوَاءٌ. (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص: ۱۲۱۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: سب کے سب برابر ہیں۔

اس زمانے میں سودی لین دین کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ دور بیں نے اسی وقت اسے مشاہدہ فرما لیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا اَكَلَ الرِّبَا فَاِنْ لَّمْ يَاْكُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ غُبَارِهٖ. (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۷۶۵)

ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی شخص ایسا نہیں رہ جائے گا جس نے سود نہ کھایا ہو، اگر نہ کھایا ہوگا تو کم از کم اسے اس کی گرد تو ضرور پہنچی ہوگی۔

آج کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آ گیا ہے، اس زمانے میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو سودی لین دین سے محفوظ ہوں لیکن ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اور ساتھ ہی اپنے معاشرے کو سودی لین دین سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں تاکہ ہم اللہ کے غضب کے شکار ہونے سے بچ سکیں۔

اس روایت میں بھی سود کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ.

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۷۶۴)

ترجمہ: سود کے ستر گناہ ہیں، ان میں سب سے کم درجے کا گناہ کسی شخص کے اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنے کے برابر ہے۔

اللہ اکبر! جب سب سے کم درجے کے گناہ کا یہ عالم ہے تو بقیہ اُنہتر گناہوں کا کیا عالم ہوگا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

سود سے متعلق مسائل

☆ ربا یعنی سود حرام قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور حرام سمجھ کر جو اس کا مرتکب ہے فاسق مردود الشہادۃ ہے۔

☆ مسلم اور کافر حربی کے درمیان دار الحرب میں جو عقد ہو اس میں سود نہیں۔ مسلمان اگر دار الحرب میں امان لے کر گیا تو کافروں کی خوشی سے جس قدر اُن کے اموال حاصل کرے، جائز ہے اگرچہ ایسے طریقے سے حاصل کیے کہ مسلمان کا مال اس طرح لینا جائز نہ ہو مگر یہ ضرور ہے کہ وہ کسی بدعہدی کے ذریعے حاصل نہ کیا گیا ہو کہ بدعہدی کفار کے ساتھ بھی حرام ہے مثلاً کسی کافر نے اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی اور یہ دینا نہیں چاہتا، یہ بدعہدی ہے اور درست نہیں۔

☆ ہندوستان اگرچہ دار الاسلام ہے اس کو دار الحرب کہنا صحیح نہیں، مگر یہاں کے کفار یقیناً نہ ذِمّی ہیں، نہ مستامن کیونکہ ذمی یا مستامن کے لیے بادشاہ اسلام کا ذمہ کرنا اور امن دینا ضروری ہے، لہٰذا ان کفار کے اموال عقودِ فاسدہ کے ذریعے حاصل کیے جا سکتے ہیں جب کہ بدعہدی نہ ہو۔

موت اور جنازے سے متعلق آداب ومسائل

موت کا آنا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ جس طرح زندگی میں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع اور ہر کام میں طریقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنانا کامیابی کا راستہ ہے اسی طرح موت کے وقت بھی آدابِ سنت کو ملحوظ رکھنا ایک مومن کامل کی شان ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح زندگی کے ہر مرحلے کے لیے طریقۂ کار اور آداب تعلیم فرمائے ہیں اسی طرح آپ نے دمِ آخر دنیا سے رخصت ہونے والے اور اس کے اعزا واقربا کو بھی چند آداب ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اور بزرگانِ دین نے ان آداب کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور آخری دم بھی ان حضرات نے محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثبوت پیش کیا ہے۔

میت کو تلقین

حضرت یحییٰ بن عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

(صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۶۳۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث پاک میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرنے والے کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کا حکم فرمایا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص نزع کے عالم میں ہے اس کے آس پاس موجود لوگ بلند آواز سے

کلمۂ طیبہ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد کریں تاکہ اسے سن کر خود وہ شخص بھی کلمہ پڑھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب موت کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر قبلے کی طرف منہ کر دیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلے کی طرف اس کے پاؤں کریں کہ اس طرح بھی قبلے کی طرف اس کا منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو کچھ اونچا رکھیں اور قبلے کی طرف منہ کرنا دشوار ہو کہ اس سے اسے تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے اسی پر چھوڑ دیں۔

جب تک روح گلے تک نہ پہنچی ہو اسے کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت کی تلقین کرتے رہیں لیکن اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین بند کر دیں، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد پھر اس نے کوئی بات کی تو پھر سے تلقین کریں تاکہ اس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہو۔

جب موت کی خبر پہنچے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا فَاِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ وَفَاۃَ اَخِیْہِ فَلْیَقُلْ: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ فِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ اجْعَلْ کِتَابَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَ اخْلُفْ عَقِبَہٗ فِی الْاٰخِرِیْنَ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ دوازدہم، ص:۵۹)

ترجمہ: بے شک موت بڑی خوفناک چیز ہے تو جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی وفات کے وقت اس کے پاس آئے تو کہے: بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے، ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! اسے

نیکوکاروں میں لکھ دے، اس کا نامۂ اعمال علیین میں کر دے اور اس کے بعد والوں میں اس کا جانشیں بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد آزمائش میں مت ڈال۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صرف کسی کی موت کی خبر سن کر نہیں بلکہ مصیبت اور ہر تکلیف کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہے اور جو بھی تکلیف ہمیں پہنچی ہے وہ اس کی جانب سے آزمائش ہے اس لیے ہم اس تکلیف پر راضی ہیں اور جب قیامت کے دن ہم اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جائیں گے تو ہمیں امید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بہتر اجر عطا فرمائے گا۔

ایک روایت میں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کے فوائد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ سید المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیۂ کریمہ:
اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ٥ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۵۶-۱۵۷)
(ترجمہ: جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا، یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔)
کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ جب کوئی بندہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لیتا ہے تو اسے تین بھلائیاں میسر آتی ہیں۔ (۱) اللہ کی جانب سے درود (۲) رحمت (۳) صحیح راستے پر ہونا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ جَبَرَ اللّٰہُ مُصِیْبَتَہٗ وَ اَحْسَنَ عُقْبَاہُ وَ جَعَلَ لَہٗ خَلَفًا صَالِحًا یَرْضَاہُ. (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ دوازدہم، ص: ۲۵۵)

ترجمہ: جو شخص مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کرتا ہے، اس کا انجام بہتر کرتا ہے اور اس کے بعد اسے ایسی چیز عطا فرماتا ہے جس سے یہ راضی ہو۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب کسی کی موت کی خبر ہمیں پہنچے تو صبر کریں اور اس کے اظہار کے لیے ہماری زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ نکلے۔ اسی طرح جب بھی کوئی تکلیف پہنچے تو یہ الفاظ بار بار کہے جائیں۔ صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین اس کی مداومت کرتے تھے اور انھیں اس کے فوائد بھی ملتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرو بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

میرے والد ابو سلمہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت درپیش ہو اور اس نے یہ کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ اَبْدِلْنِیْ بِھَا خَیْرًا مِّنْھَا. (ترجمہ: بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور بے شک ہمیں اسی کی جانب لوٹنا ہے۔ اے اللہ! میں اپنی اس مصیبت پر تجھ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما۔) اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

جب میرے والد حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میری والدہ حضرت امّ سلمہ نے یہ الفاظ کہے۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے والد سے بہتر کون ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری والدہ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے کہا: میں مصیبت زدہ ہوں، مجھے غیرت آتی ہے اور میں عمر دراز ہوں۔ اس پر آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا: میں عمر میں تم سے زیادہ ہوں، رہی بات غیرت کی تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے دل سے نکال دے اور رہے بچے تو ان کی پرورش کرنے والا اللہ ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کا نکاح اپنی والدہ سے کردیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ:۲۳، ص:۲۴۶)

اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میری اس مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور اس کے بدلے میں مجھے اس سے بہتر عطا فرما تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا نکاح فرما کر انھیں بہتر اجر بھی دیا اور بہتر شوہر بھی عطا فرمایا۔ ہم بھی اگر درست اعتقاد کے ساتھ اپنی مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اجر بھی عطا فرمائے گا اور بہتر بدلہ بھی۔

موت پر صبر

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی کے چھوٹے بچے کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ فرشتے کہتے ہیں: ہاں ہم تیرا حکم بجا لائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے جگر گوشے کی جان قبض کرلی؟ فرشتے کہتے ہیں: ہاں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں: اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے اس بندے کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کرو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۳۳۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اولاد اللہ تبارک و تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اگر کسی کا چھوٹا بچہ انتقال کرجائے تو اس کا دل خون کے آنسو روتا

ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے، کبھی نعمت دے کر اس کی آزمائش کرتا ہے کہ وہ شکر کرتا ہے یا نہیں اور کبھی نعمتوں سے محروم کرکے آزماتا ہے کہ وہ صبر کرتا ہے یا نہیں۔ اگر اس نے شکر اور صبر کیا تو اس کے بدلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ اسے دنیا میں بھی بہترین اجر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے درجات بلند فرماتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے بچے کا انتقال ہوجائے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے کہ اس کی وجہ سے اسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

سورۂ یٰسین کی تلاوت

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِقْرَءُ وْا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ. (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۱۹۱)

ترجمہ: اپنے مرنے والوں کے پاس سورۂ یٰسین پڑھو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب کوئی مسلمان نزع کے عالم میں ہو تو اس کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنی چاہیے اس سے اس کی جاں کنی میں آسانی ہوگی اور بہتر ہے کہ اس وقت وہاں پر کوئی خوشبو مثلاً اگربتی یا لوبان وغیرہ سلگا دی جائے۔

موت کے وقت حیض و نفاس والی عورتیں مرنے والے کے پاس حاضر ہوسکتی ہیں۔ مگر جس کا حیض و نفاس منقطع ہوگیا اور اس نے ابھی غسل نہیں کیا اسے اور جنبی کو وہاں نہیں آنا چاہیے۔ کوشش کرے کہ مکان میں کوئی تصویر یا کتا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اگر نزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد پڑھنا چاہیے۔

خوبیاں بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَ کُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْھِمْ.

ترجمہ: اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی برائیوں سے اپنی زبان کو بند رکھا کرو۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۵۷۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَشْھَدُ لَہٗ اَرْبَعَۃُ اَھْلِ اَبْیَاتٍ مِنْ جِیْرَتِہِ الْاَدْنَیْنَ اَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اِلَّا خَیْرًا اِلَّا قَالَ اللّٰہُ جَلَّ وَ عَلَا قَدْ قَبِلْتُ عِلْمَکُمْ فِیْہِ وَغَفَرْتُ لَہٗ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ: جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کے چار قریبی پڑوسی اس کے بارے میں کہیں کہ ہم تو اس کے بارے میں صرف بھلائی جانتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: تم جو جانتے ہو میں نے اس کے بارے میں اس کی گواہی قبول کر لی اور جو تم نہیں جانتے میں نے اس کی وہ باتیں معاف کر دیں۔ (صحیح ابن حبان، حصہ ہفتم، ص:۲۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہر عام انسان میں برائی ہوتی ہے، بعض میں کم اور بعض میں زیادہ۔ جو شخص انتقال کر جائے اس کی برائیوں کو نظر انداز کر کے ہمیں آپس میں اس کی خوبیاں بیان کرنی چاہیے کہ اس سے اس کو اخروی فوائد حاصل ہوں گے۔ دوسری روایت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیں اپنے پڑوسیوں اور اہلِ محلّہ کے ساتھ ایسا رویّہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہمارے انتقال کے بعد لوگ ہماری برائی نہ بیان کریں

بلکہ ہماری اچھائیوں کے تعلق سے گفتگو کریں۔ اگر ہم نے اس طرح زندگی گزاری تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور ہم جنت کے مستحق ہو جائیں گے۔

سوگ کی ممانعت

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب زادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ ان کا حق زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس پر آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَدْمَعُ الْعَیْنُ وَ یَحْزَنُ الْقَلْبُ وَ لَا نَقُوْلُ مَا یُسْخِطُ الرَّبَّ وَ اِنَّا بِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

آنکھ اشک بار ہو رہی ہے، دل رنجیدہ ہو رہا ہے، ہم ایسی کوئی بات نہیں کہہ رہے ہیں جس میں رب کی ناراضی ہے حالاں کہ اے ابراہیم! ہم تم پر رنجیدہ ہیں۔
(المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ ہشتم، ص:۳۴۶)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی (حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیج کر انھیں بلایا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی گود میں انھوں نے اپنے بیٹے (ایک روایت میں بیٹی) کو آپ کی گود میں رکھ دیا، اس وقت اس کی سانسیں الٹی چل رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں بھر گئیں۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

اِنَّهَا رَحْمَةٌ وَضَعَهَا اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِ مَنْ یَشَآءُ وَ اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

ترجمہ: یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرتا ہے جن کے دل دوسروں کے لیے نرم ہوتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۱۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! میت کے غم میں آنسو کا نکل پڑنا فطری بات ہے۔ خود حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم اور آپ کے نواسے کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ اس لیے کہ بندوں کے دلوں میں آپس میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی ہوتی ہے۔ بعض لوگ کسی کے انتقال پر اس قدر رنج وملال کا اظہار کرتے ہیں اور اس قدر روتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ مرنے والے کے مرنے پر غم منانا جائز ہے لیکن اس حد تک جس کی شرعاً اجازت ہے۔

حضرت عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُیُوْبَ وَ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ.

ترجمہ: جو گریبان پھاڑے، منہ پر طمانچہ مارے اور جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۵۰۴)

ثواب ہی ثواب

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مرنے والے کے لیے قبر کھودی اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا، جس نے کسی مردے کو غسل دیا وہ اپنے

گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے، جس نے میت کو کفن پہنایا اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنتی جوڑے پہنائے گا، جس نے کسی غمزدہ کی تعزیت کی اللہ تبارک وتعالیٰ اسے تقویٰ عطا فرمائے گا اور اس کی روح پر رحمت نازل فرمائے گا، جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت کے دو ایسے جوڑے پہنائے گا جن کی قیمت یہ دنیا نہیں بن سکتی، جو کسی جنازے کے ساتھ گیا یہاں تک کہ اس کی تدفین ہو گئی اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لیے تین قیراط صدقہ کرنے کا ثواب لکھے گا جن میں سے ایک قیراط جبلِ اُحد سے بڑا ہوگا اور جس نے کسی یتیم یا ضعیف کی کفالت کی اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ نہم، ص:۱۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ مرنے والے کے ساتھ جس اعتبار سے بھی اچھا سلوک کیا جائے اور اسے آخری منزل تک پہنچانے اور اس کے پس ماندگان کو تسلی دینے میں جس طور پر بھی حصہ لیا جائے اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ عظیم اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اگر ہمارے پڑوس یا رشتے داروں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے تکفین وتدفین میں حصہ لیں، اس کے پس ماندگان کو تسلی دیں اور اگر کوئی شخص ان کی کفالت کرنے والا نہیں ہے تو صاحب حیثیت کو ان کی کفالت اپنے ذمے لینی چاہیے۔

جب قبرستان میں داخل ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے تو آپ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ.

ترجمہ: اے مومنین کے گھر تم پر سلام ہو اور اللہ نے چاہا تو ہم لوگ بھی تم سے ملنے

والے ہیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۲۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ سلام متعدد الفاظ میں احادیث مبارکہ میں مروی ہے۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت اہل قبرستان کو ان الفاظ میں یا ان سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ میں سلام کرنا چاہیے۔

میت کے لیے استغفار

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک میت کے دفن سے فارغ ہوئے تو قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرے اور فرمایا:

اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَ سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ.

ترجمہ: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا مانگو اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۲۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دفن کے بعد قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہر کر میت کے لیے دعاے مغفرت کرنی چاہیے اور قرآن مقدس کی سورتیں یا آیتیں پڑھ کر میت کے نام سے ایصال ثواب کرنا چاہیے کہ اس سے میت کو قبر میں ہونے والے سوالات کے سلسلے میں آسانی ہوگی۔ قبر کے پاس اذان دینا بھی بہتر ہے کہ اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے شیطان وہاں سے دور بھاگتا ہے اور جب شیطان اس قبر سے دور بھاگے گا تو صاحبِ قبر کو سوالات کے جوابات دینے میں آسانی ہوگی۔

پس ماندگان کے لیے کھانے کا انتظام

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَاِنَّهٗ قَدْ اَتَاهُمْ اَمْرٌ شَغَلَهُمْ.

ترجمہ: جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا بنا دو اس لیے کہ انھیں ایسا معاملہ درپیش ہے جس نے انھیں مشغول کر رکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۱۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمارے رشتے داروں یا پاس پڑوس میں کسی کی میت ہو جائے تو ہماری ذمے داری ہے کہ ہم اس کے گھر والوں اور اس کے گھر پر جمع ہونے والے مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام کریں اس لیے کہ گھر والوں پر ویسے ہی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے ایسے میں وہ اپنے بچوں اور مہمانوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیسے کریں گے۔ اسی وجہ سے میت کے اہل خانہ اور اس کے گھر آنے والے مہمانوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام پڑوسیوں کے ذمے رکھا گیا ہے۔

ضروری مسائل

عام طور پر مسلمان میت کو غسل دینے، کفن پہنانے، نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین اور مابعد تدفین کے مسائل سے ناآشنا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ان معاملات کو صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم یہ مسائل سیکھیں تاکہ ان کی صحیح ادائیگی کر کے ہم اپنے مرنے والے کو سفر آخرت کے لیے الوداع کر سکیں۔

نزع کے وقت کیا کریں؟

☆ جب موت کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں یعنی مرنے والے کے دونوں قدم ڈھیلے ہو جائیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیوں میں گڑھے پڑ جائیں تو سنت یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر قبلے کی طرف منہ کر دیں یا چت لٹائیں اور قبلے کی طرف پاؤں کریں کہ اس طرح بھی قبلے کی طرف منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو کچھ اونچا رکھیں۔ اگر قبلے کی طرف منہ کرنے میں تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت

پرہے، چھوڑ دیں۔

☆ جاں کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ مگر اُس کو پڑھنے کا حکم نہ کریں اس لیے کہ وہ سخت مشکل کا وقت ہوتا ہے اس لیے اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے سے انکار کر دے یا اس کے منہ سے کچھ اور نکل جائے۔ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں تا کہ اس کا آخری کلام یہ کلمہ ہو۔

☆ تلقین کرنے والا نیک اور پرہیز گار شخص ہو تو بہتر ہے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کی جائے اور کچھ دوری پر لوبان یا اگر بتیاں سلگا دی جائیں تا کہ خوشبو ہو۔

☆ گھر میں کوئی تصویر یا کُتّا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں اس لیے کہ جہاں یہ ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

☆ نزع کے وقت اپنے اور مرنے والے کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں۔

جب روح قبض ہو جائے

☆ جب روح پرواز کر جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سَر پر لے جا کر گرہ دے دیں کہ مُنہ کھلا نہ رہے، نرمی سے آنکھیں بند کر دیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں۔

☆ میت کی آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَ سَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَ اَسْعِدْهُ بِلِقَآئِكَ وَ اجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ.

(اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر۔ اے اللہ! تو اس کا کام آسان کر دے، اس کے بعد درپیش معاملہ اس کے لیے آسان کر دے، اپنی ملاقات سے اسے نیک بخت کر دے اور جس کی طرف نکلا اسے اس سے بہتر کر دے جس سے نکلا۔)

☆ غسل اور کفن و دفن میں جلدی کرنا چاہیے، خواہ مخواہ انتظام یا کسی کے بھی انتظار میں وقت ضائع نہ کیا جائے کہ حدیث پاک میں اس کے حوالے سے بہت تاکید آئی ہے۔

☆ میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں اور اس کو چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں۔

☆ حدیث پاک میں ہے کہ میت اپنے قرض میں مقید ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی روح معلّق رہتی ہے جب تک دَین (قرض) نہ ادا کیا جائے۔ اس لیے میت کے ذمے قرض یا اور کوئی دَین ہو تو جلد سے جلد ادا کر دیں۔

☆ پڑوسیوں اور اس کے دوست و احباب کو اطلاع دیں تا کہ نمازیوں کی کثرت ہو وہ اور اس کے لیے دعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز پڑھیں اور دعا کریں۔

☆ عورت انتقال کر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا اور عورت کی جان پر بنی ہوئی ہو تب بھی پیٹ کاٹ کر بچے کو نکالا جائے اور بچہ زندہ ہو تو کیسی بھی تکلیف ہو پیٹ کاٹ کر بچے کو نکالنا جائز نہیں۔

میت کو نہلانے کا طریقہ

☆ میت کو نہلانا فرضِ کفایہ ہے۔

☆ جس چارپائی، تخت یا تختے پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ دھونی

دیں یعنی کسی برتن میں خوشبو (لوبان یا اگر بتی) سلگا کر (میت کو چارپائی پر لٹانے سے پہلے) اسے تین یا پانچ یا سات بار چارپائی یا تختے وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اب اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، بہتر یہ ہے کہ چاروں طرف پردہ کر لیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے یعنی آگے پیچھے سے اس کا ستر پانی ڈال کر پاک کرے پھر وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے۔ میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا، کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں، مسوڑوں، ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال گُلِ خیرو یا بیسن یا کسی اور پاک چیز سے اور کچھ نہ ملے تو صرف پانی سے دھو دیں۔

☆ غسل کا پانی نیم گرم کر لیں اور ممکن ہو تو بیر کی پتی ملا کر کھولا لیں اور چھان لیں۔

☆ میت کو بائیں کروٹ لٹا کر داہنے پہلو کو سر سے پاؤں تک پانی بہائیں کہ تختے تک پہنچ جائے، پھر دائیں کروٹ لٹا کر غسل دیں تا کہ سب جگہ پانی پہنچ جائے، پھر پیٹھ کی طرف سہارا دے کر بٹھائیں اور پیٹ اوپر سے نیچے کی طرف نرمی سے ملیں اور کچھ نجاست نکلے تو صاف کریں، وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں، آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں، پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔

☆ نہلانے والا شخص باطہارت ہو، بہتر تو یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا کوئی قریبی رشتے دار ہو، وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار اور پرہیزگار ہو۔

☆ ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ نہلاتے وقت اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں، یا قبلے کی طرف پاؤں کریں یا جو آسان ہو کریں۔

☆ نہلانے والے کو چاہیے کہ میت کے اعضا کی طرف بقدرِ ضرورت نظر کرے، بلا

ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھے۔

☆ مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے اور چھوٹے لڑکے لڑکی جو حدِّ شہوت کو نہ پہنچے ہوں ان کے غسل میں اختیار ہے چاہے مرد دے یا عورت۔

☆ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

☆ مرد اپنی بیوی کو نہ نہلا سکتا ہے اور نہ ہی چھو سکتا ہے۔ کندھا لگانے، دیکھنے اور قبر میں اتارنے کی ممانعت نہیں ہے، صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

☆ عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ غسل دے تو تیمّم کرایا جائے، پھر تیمّم کرانے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمّم کرائے اور اجنبی ہو اگرچہ شوہر ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر زمین پر ہاتھ مارے اور تیمّم کرائے اور شوہر کے ساتھ کوئی اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو اس کی حاجت نہیں۔

☆ مرد کا انتقال ہوا اور نہ وہاں کوئی مرد ہے نہ اس کی بیوی تو جو عورت وہاں ہے اسے تیمّم کرائے، پھر اگر عورت محرم ہے یا اس کی باندی تو تیمّم میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے۔

تیمّم کرانے کا طریقہ

☆ میت کو تیمّم کرانے کا طریقہ وہی ہے جو زندوں کا ہے یعنی میت کو تیمّم کرانے والا شخص دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے زمین پر یا زمین کی جنس کی کسی چیز پر مارے اور دونوں ہتھیلیاں میت کے چہرے پر پھیرے، پھر دوسری مرتبہ یوں ہی زمین پر ہاتھ مار کر دونوں ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کا مسح کرے، پھر دوسرے ہاتھ کے لیے دوبارہ ضرب دے کر مسح کرے۔

ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنیوں تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مسح کرتا ہوا گٹے تک ملے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کو مسح کرے، پھر یوں ہی داہنے ہاتھ سے بائیں کو مسح کرے اور غبار پہنچ گیا ہو تو بھی انگلیوں کا خلال کرے اور غبار نہ پہنچا ہو تو خلال فرض ہے۔

☆ میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہادیں۔

☆ مُردہ ملا اور یہ نہیں معلوم کہ مسلمان ہے یا کافر تو اس کی وضع قطع مسلمان کی ہو یا اس پر کوئی ایسی علامت ہو جس سے مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہو یا مسلمانوں کے محلے میں ملا تو غسل دیں اور نماز پڑھیں ورنہ نہیں۔

☆ لڑکا پیدا ہو کر مر گیا تو اس کا بھی غسل واجب ہے، اس کا نام رکھیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں اور جو بچہ مُردہ پیدا ہو یا کچا بچہ پیدا ہوا ہے یعنی اس کے اعضا درست نہیں ہوئے اس کو بھی غسل دیں اور نام رکھیں اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کریں مگر اس پر نمازِ جنازہ نہیں ہے۔

کفن دینے کا طریقہ

☆ مَرد کو تین کپڑوں میں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے۔
تفصیل اس طرح ہے:

(۱) اِزار سر سے لے کر پاؤں تک۔

(۲) چادر، جو اِزار سے ایک ہاتھ بڑی ہو اس کو لفافہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) کرتا، گلے سے لے کر پاؤں تک جس میں نہ آستین ہوں نہ کلیاں ہوں اس کو کفنی یا قمیص بھی کہتے ہیں۔

یہ تینوں کپڑے مرد و عورت دونوں کے کفن میں یکساں ہوتے ہیں۔

☆ عورت کے کفن میں دو کپڑے زیادہ ہیں، ایک اوڑھنی جو تین ہاتھ لمبی ہو، دوسرا سینہ بند جو سینے سے لے کر رانوں تک ہو۔

☆ لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ اُسے سَر اور پیر دونوں کی طرف سے باندھ سکیں اور ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف سے برابر ہو۔

☆ مَرد کی کفنی مونڈھے پر پھاڑیں اور عورت کے لیے سینے کی طرف۔

کفن کی تفصیل ایک نظر میں

نام پارچہ	طول	عرض	انداز پیمائش	کیفیت
ازار	۲ر گز	۱ر گز سے ۲ر گز	سر سے پاؤں تک	۱۴ یا ۱۵ یا ۱۶ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا
لفافہ	۲ر گز	۱ر گز سے ۲ر گز	ازار سے چار گرہ زائد	// //
قمیص یا کفنی	۲ر گز	۱ر گز	کندھے سے نصف ساق (پنڈلی) تک	۱۴ گرہ یا ایک گز کی تیار ہوتی ہے دو برابر حصہ کر کے اور چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں

سینہ بند	۲ گز	ا گز	زیر بغل سے گھٹنوں تک	،، ،،
سربند	ا گز	۱۲ گرہ	جہاں تک آجائے	سر کے بال کے دو حصے کرکے اور اس میں لپیٹ کر سینے کے دائیں بائیں جانب رکھے جاتے ہیں

کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد اس کا بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو، کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے کر اس طرح بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر، پھر تہبند، پھر کفنی ہو۔ قمیص اس طرح بچھائیں کہ اس کا اوپر والا سرا لپیٹ کر میت کے سر رکھنے کی جگہ پر رکھ دیں تا کہ جب میت کو کفن پہنانے کے لیے اُس پر لٹایا جائے تو قمیص کا اوپری حصہ میت کے سینے کی طرف سے پہنا دیا جائے۔ اس طرح قمیص کا ایک سرا میت کے نیچے ہوگا اور دوسرا سرا میت کے سر سے نکال کر سینے پر ڈال دیا جائے گا یعنی یہ پوری قمیص بن جائے گی۔

سر، داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور سجدہ کرنے کی جگہوں یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں، پھر ازار یعنی تہبند لپیٹ دیں۔ پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے، پھر لفافہ لپیٹ دیں، پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے تا کہ داہنا اوپر رہے اور سر اور پیر کی طرف سے زائد نکلا ہوا کپڑے کا حصہ اپنی مُٹھی میں سمیٹ کر باندھ دیں۔ اسی طرح میت کے پیٹ پر بھی باندھ دیا جائے

تا کہ کفن کے اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔

عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کرکے کفنی کے اوپر سینے پر ڈال دیں اور اوڑھنی پیٹھ کے آدھے حصے کے نیچے سے بچھا کر سرہانے پہلے ہی لاکر رکھ دیں پھر میت کو اُس پر لٹا کر قمیص پہنا دیں اور اوڑھنی کا آدھا حصہ لاکر میت کے منہ پر نقاب کی طرح ڈال دیں کہ سینے پر رہے کہ اس کی لمبائی آدھی پیٹھ سے سینہ تک رہے اور چوڑائی ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک رہے، پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹ دیں، پھر سب سے اوپر سینہ بند سینے کے اوپر سے ران تک لاکر باندھ دیں۔

☆ مَرد کے کفن پر عطر وغیرہ ملیں لیکن ایسی خوشبو نہ لگائیں جس میں زعفران ملا ہو کیوں کہ یہ مَردوں کے لیے جائز نہیں ہے البتہ عورتوں کے لیے جائز ہے۔

☆ کفن پر عہد نامہ اور میت کے سینے اور پیشانی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنا جائز ہے کہ اس سے مغفرت کی امید ہے۔

☆ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینے پر کلمۂ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لکھیں مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے کلمے کی انگلی سے لکھیں، روشنائی سے نہیں۔

جنازہ لے چلنے کا طریقہ

جنازہ لے چلنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار شخص چاروں پائے پکڑ کر جنازہ اٹھائیں، ایک ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر ۲ شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔

چھوٹا بچہ خواہ شیر خوار ہو یا ابھی دودھ چھوڑا ہے یا اس سے کچھ بڑا، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں

اور اگر اُس سے بڑا جنازہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔

☆ جنازہ لے چلنے میں سرہانہ آگے ہونا چاہیے۔

☆ مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے پھر دائیں پائنتی، پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور ہر طرف دس دس قدم چلے تو کُل چالیس قدم ہوئے کہ جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیے جائیں گے نیز جو جنازے کے چاروں پاؤں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی یقیناً مغفرت فرمادے گا۔

☆ جنازہ درمیانی رفتار سے لے جائیں اس طرح نہ لے جائیں کہ میت کو جھٹکا لگے۔

☆ جنازے کے ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ اس سے پیچھے چلیں۔

☆ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ ہے اور اگر آگے ہو تو جنازے سے دور ہو۔

☆ جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو اپنی موت اور احوالِ قبر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خاموش چلنا چاہیے۔

☆ جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لیے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں۔

☆ جنازہ آڑا رکھیں کہ دائیں کروٹ قبلے کی طرف ہو۔

☆ جو شخص جنازے کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہیں ہونا چاہیے اور نماز کے بعد میت کے گھر والوں سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اجازت کی ضرورت نہیں۔

☆ جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو دنیا کی باتیں کرنا اور ہنسنا منع ہے۔

نمازِ جنازہ سے متعلق مسائل

☆ جنازے کی نماز فرضِ کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن جس قدر بھی زیادہ لوگ ہوں اسی قدر میت کے حق میں اچھا ہے کیوں کہ یہ معلوم نہیں کہ کس کی دعا لگ جائے اور اس کی مغفرت ہو جائے۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں کم از کم تین تین صف کریں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس کی نمازِ جنازہ تین صفوں نے پڑھی اس کی مغفرت ہو جائے گی اور اگر کل سات ہی آدمی ہوں تو ایک امام ہو اور تین پہلی صف میں اور دو دوسری صف میں اور ایک تیسری صف میں کھڑا ہو جائے۔

☆ ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اگر چہ وہ کیسا ہی گنہ گار مرتکبِ کبائر ہو، سوائے ان لوگوں کے، ڈاکو جس نے ڈاکہ ڈالا اور مارا گیا، جس نے کئی آدمیوں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا یا جس نے اپنے ماں باپ کو مار ڈالا، ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔

امامت کا حقدار کون؟

نمازِ جنازہ میں امامت کا حق ان افراد کو ہے:

☆ بادشاہِ اسلام ☆ قاضیِ شرع ☆ امام جمعہ

☆ امام محلّہ ☆ اولیاے میت

عورتوں اور نابالغوں کو کسی بھی امامت کا حق نہیں۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ جنازہ سامنے ہو اور زمین پر رکھا ہو یعنی کسی جانور وغیرہ پر لدا ہوا نہ ہو، مستحب ہے کہ میت کے سینے کے سامنے امام کھڑا ہو اور میت سے دور نہ ہو۔ جنازے میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

نمازِ جنازہ کی نیت

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی صَلٰوۃَ الْجَنَازَۃِ، اَلثَّنَآءُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ الدُّعَآءُ لِھٰذَا الْمَیِّتِ اِقْتَدَیْتُ بِھٰذَا الْاِمَامِ مُتَوَجِّھًا اِلٰی جِھَۃِ الْکَعْبَۃِ الشَّرِیْفَۃِ.

نوٹ: اگر میت عورت ہے تو لِھٰذَا الْمَیِّتِ کے بجائے لِھٰذِہِ الْمَیِّتِ کہا جائے۔

اگر عربی زبان میں نیت نہ یاد ہو تو یوں کہے:

نیت کی میں نے نمازِ جنازہ کی اللہ تعالیٰ کے لیے اور دعا اس میت کے لیے پیچھے اس امام کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف۔

نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا عام نمازوں کی طرح ناف کے نیچے باندھ لے اور ثنا پڑھے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ جَلَّ ثَنَآئُکَ وَ لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ.

پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور درود شریف پڑھے۔ بہتر وہی درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اگر اس کے علاوہ کوئی اور درود شریف پڑھا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر اپنے اور میت کے لیے اور تمام مومنین و مومنات کے لیے عربی زبان میں وہ دعائیں پڑھے جو احادیثِ مبارکہ میں آئی ہیں۔

اگر میت بالغ مرد یا عورت ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَآئِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

(ترجمہ: اے اللہ! تو ہمارے زندوں کو، ہمارے مُردوں کو، ہمارے حاضروں کو، ہمارے غائبوں کو، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مَردوں کو اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے تو جسے زندہ رکھے تو اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے تو جسے موت دے تو اُسے ایمان پر موت دے۔)

اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا.

(ترجمہ: اے اللہ! اس بچے کو تو ہمارے لیے پہلے سے جا کر انتظام کرنے والا بنا اور اس کو ہمارے لیے اَجر و ذخیرہ، سفارش کرنے والا اور سفارش منظور کیا ہوا بنا دے۔)

اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً.

(ترجمہ: اے اللہ! اس بچی کو تو ہمارے لیے پہلے سے جا کر انتظام کرنے والی بنا اور اس کو ہمارے لیے اجر اور ذخیرہ اور سفارش کرنے والی اور سفارش قبول کی جانے والی بنا دے۔)

پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، یہ چوتھی تکبیر کہتے ہی کچھ پڑھے بغیر ہاتھ کھول کر سلام پھیر دیں۔ خیال رہے کہ سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرینِ نماز

کی نیت رہے۔ تکبیر اور سلام امام بلند آواز سے کہے باقی تمام چیزیں آہستہ پڑھے۔

نمازِ جنازہ میں دو فرائض ہیں: (۱) چار تکبیریں (۲) قیام۔ اور تین سنّنِ مؤکدہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی ثنا (۲) درود شریف (۳) میت کے لیے دعا۔

اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ بعض تکبیریں چھوٹ گئیں تو وہ اپنی چھوٹی ہوئی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ ڈر ہو کہ دعائیں پوری کرنے سے پہلے لوگ میت کو کندھے تک اٹھالیں گے تو صرف تکبیر کہہ لے، دعائیں نہ پڑھے۔ جو شخص چوتھی تکبیر کے بعد آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو نماز میں شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تکبیریں یعنی ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہہ لے۔

اہم مسائل

☆ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر۔

☆ جمعہ کے دن کسی شخص کا انتقال ہوا تو جمعہ سے پہلے تجہیز و تکفین ہو سکے تو پہلے ہی کرلیں، اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا، مکروہ ہے۔

☆ میت کو بغیر نمازِ جنازہ پڑھے دفن کر دیا اور مٹی بھی دے دی گئی تو اب اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھیں، جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو اور اگر مٹی نہ دی گئی ہو تو نکالیں اور نماز پڑھ کر دفن کریں۔

☆ بچہ چاہے زندہ پیدا ہو یا مرا ہوا یا پورا بنا ہوا ہو یا ادھورا ہر صورت میں اس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اس کا حشر ہوگا۔

قبر کی قسمیں اور ناپ

قبر کی لمبائی میت کے برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی۔ بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینے تک ہو۔

قبر کی دو قسمیں ہیں: (۱) لحد (۲) صندوق۔

لحد وہ ہے کہ قبر تیار کرنے کے بعد اس میں قبلے کی طرف میت کے رکھنے کی جگہ نہر کی طرح کھودے، اسے بغلی بھی کہتے ہیں۔ صندوق وہ ہے کہ قبر تیار کرنے کے بعد قبر کی لمبائی میں قبر کے بیچوں بیچ نہر کی طرح میت رکھنے کی جگہ کھودیں۔

لحد سُنت ہے لیکن زمین نرم ہو تو صندوق میں حرج نہیں ہے۔ واضح ہو کہ قبر کی ناپ لحد یا صندوق سے لی جاتی ہے نہ کہ جہاں سے کھودنا شروع کیا وہاں سے آخر تک۔

دفن کرنے کا طریقہ

☆ قبر میں اترنے والے دو، تین یا بقدرِ ضرورت آدمی نیک اور پرہیزگار ہوں، میت کی کوئی اچھی بات نمایاں ہو تو اسے لوگوں پر ظاہر کریں اور کوئی نامناسب بات دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔

☆ عورت کا جنازہ قبر میں اُتارنے والے محارم ہوں (شرعاً جس سے پردہ نہیں ہوتا) یہ نہ ہوں تو دیگر رشتے والے، یہ بھی نہ ہوں تو کوئی بھی پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں حرج نہیں۔

☆ مستحب ہے کہ جنازہ قبلے کی جانب سے قبر میں اتارا جائے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ قبر کی پائنتی پر رکھیں اور سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔

☆ میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ. اور ایک روایت میں: بِسْمِ اللّٰہِ کے بعد وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بھی آیا ہے۔

☆ میت کو دائیں طرف کروٹ پر قبلہ رُو لٹائیں۔

☆ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں اور نہ بھی کھولا تو کوئی حرج نہیں۔

☆ قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی

جائز ہے، تختوں کے درمیان جھری رہ گئی ہو تو اسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کردیں۔ صندوق کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ عورت کے جنازے کو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے یا چادر وغیرہ سے چھپائے رکھیں اور جنازہ بھی ڈھکا رہے۔

☆ تختہ لگانے کے بعد مٹی دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں اور ہر بار مٹی دیتے وقت نیچے دی ہوئی ہر باری کی دعا پڑھیں:

پہلی بار کہیں: مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ

(ہم نے زمین ہی سے تمھیں بنایا)

دوسری بار: وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ

(اور اسی میں تمھیں پھر لے رہے ہیں)

تیسری بار: وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى

(اور اسی سے تمھیں دوبارہ نکالیں گے)

یا یہ دعا پڑھیں:

پہلی بار: اَللّٰهُمَّ جَافِي الۡاَرۡضَ عَنۡ جَنۡبَيۡهِ

(اے اللہ! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ کردے)

دوسری بار: اَللّٰهُمَّ افۡتَحۡ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ لِرُوۡحِهٖ

(اے اللہ! اس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے)

تیسری بار: اَللّٰهُمَّ زَوِّجۡهُ مِنَ الۡحُوۡرِ الۡعِيۡنِ

(اے اللہ! حور عین کو اُس کی بیوی کردے)

اور میت عورت ہو تو تیسری بار یہ کہے: اَللّٰهُمَّ اَدۡخِلۡهَا الۡجَنَّةَ بِرَحۡمَتِكَ

(اے اللہ! اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل فرما)

☆ باقی مٹی ہاتھ یا کھرپی یا پھاوڑا وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر میں ڈالیں اور جتنی مٹی قبر سے نکلی اس سے زائد ڈالنا مکروہ ہے۔

☆ قبر چوکور نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے۔ قبر ایک بالشت اونچی ہو یا کچھ زیادہ۔

☆ قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھیں، سرہانے الٓمّٓ سے مُفۡلِحُوۡنَ تک اور پائنتی اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ سے ختمِ سورہ تک۔

☆ دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کرکے گوشت تقسیم کردیا جائے کہ ان کے رہنے سے میت کو اُنس ہوگا اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت نہ ہوگی اور اتنی دیر تک تلاوت قرآن اور میت کے لیے دعا واستغفار کریں اور بالخصوص دعا کریں کہ سوالِ نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہے۔

☆ شیطان کو دفع کرنے، میت کی وحشت دور کرنے اور اسے اطمینان حاصل ہو اس لیے قبر پر اذان کہی جائے تو جائز ہے۔

کچھ اہم مسائل

☆ اگر نمازِ جنازہ پڑھنے کی جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہے یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک ہیں ان لوگوں نے جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھی تو ان کی نماز نہ ہوئی۔ احتیاط یہ ہے کہ جوتے اُتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔

☆ قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔

☆ جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ وہاں نہ رہتا ہو۔

☆ جہاز پر انتقال ہوا اور کنارہ قریب نہ ہو تو غسل و کفن دے کر نماز پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔

☆ اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لیے کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔

☆ اگر زمین بہت تر ہے تو میت کو لکڑی وغیرہ کے صندوق (تابوت) میں رکھ کر دفن کر سکتے ہیں، بلاضرورت مکروہ ہے۔ اگر تابوت میں رکھ کر دفن کرنے کی ضرورت ہے تو اس کے مصارف میت کے ترکے میں سے لیے جائیں۔

سنت یہ ہے کہ تابوت میں مٹی بچھا دیں اور داہنے بائیں کچی اینٹیں لگا دیں اور اوپر کہگل (پلستر کرنے کی مٹی) کر دیں، غرض یہ کہ اندر کا حصہ لحد کے مثل ہو جائے۔

لوہے کا تابوت مکروہ ہے۔ قبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے۔

☆ قبر کا جو حصہ میت کے جسم سے قریب ہے اس میں پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے اس لیے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔

☆ شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلے کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں۔

☆ قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور اس سے میت کا دل بہلے گا۔ یوں ہی جنازے پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں بھی حرج نہیں۔

☆ قبر پر سے تر گھاس نہیں نوچنا چاہیے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کو اُنس ہوتا ہے اور نوچنے میں میت کا حق ضائع کرنا ہے۔

بابِ چہارم

دینی زندگی سے متعلق سنتیں اور آداب

دینی زندگی سے متعلق سنتیں اور آداب

سنتوں کی سب سے زیادہ اہمیت
دینی زندگی میں ہوتی ہے بلکہ یوں
کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ سنتوں
کے بغیر عبادات ناقص ہیں اور ان
میں وہ لطف اور مزا ہی نہیں مل سکتا
جو سنتوں سے مزین عبادات میں
ملتا ہے۔ وضو، نماز، تلاوت، زکوٰۃ
وصدقات، حج پھر ان اعمال کے
اجزا و ارکان میں حضور رحمتِ عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ
کار اختیار کرنا یقیناً ایک مومن کے
لیے باعث اجر وثواب اور نیکیوں
کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

وضو کی سنتیں اور آداب

نمازوں کے لیے ہمیں وضو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ویسے تو وضو صرف تین اعضا کے دھونے اور ایک عضو پر مسح کر لینے سے مکمل ہو جائے گا اور ہم نماز کے لائق ہو جائیں گے لیکن اسی وضو میں اگر ہم سنتوں کی ادائیگی بھی کر لیں گے تو جہاں ہمیں طہارت حاصل ہوگی وہیں ہم سنتوں کی ادائیگی کی بنیاد پر مزید اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔ وضو کی متعدد سنتوں کے تعلق سے حکم اور فضیلتیں احادیث مبارکہ میں وارد ہیں۔

ہاتھ دھونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ نَّوْمِہٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَہٗ فِی الْاِنَآءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اسے دھو نہ لے اس لیے کہ اسے نہیں معلوم کہ رات بھر اس کا ہاتھ کہاں تھا۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عرب میں عموماً ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کیا کرتے تھے، سونے میں ہاتھ نہ جانے کہاں کہاں جاتا ہے اس لیے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوکر اٹھتے ہی ہاتھ دھونے کی ترغیب فرمائی تاکہ اگر سونے میں استنجا وغیرہ کی جگہ پر ہاتھ پڑ گیا ہو اور پسینے سے مل کر نجاست کے ہاتھ میں لگ جانے کا خدشہ بھی ہو تو دھونے کی وجہ سے ہاتھ صاف ہو جائے۔

ناک صاف کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهٖ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهٖ.

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی بیدار ہو تو چاہیے کہ تین مرتبہ اپنی ناک جھاڑ لے اس لیے کہ شیطان رات میں ناک کی ہڈی پر رہتا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۲۶)

حضرت عبد خیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

نَحْنُ جُلُوْسٌ نَنْظُرُ اِلٰى عَلِيٍّ حِيْنَ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فَمَلَأَ فَمَهُ فَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ وَ نَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى فَعَلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ اِلٰى طَهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَهٰذَا طَهُوْرُهُ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو فرما رہے تھے اور ہم بیٹھے دیکھ رہے تھے، آپ نے اپنے دائیں ہاتھ میں پانی لیا اور منہ میں بھر کر کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کی۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ وضو کے اختتام پر فرمایا: جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کا طریقہ دیکھنا پسند ہو، وہ دیکھے، ان کا وضو اسی طرح تھا۔

(سنن دارمی، حصہ اول، ص:۵۴۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے دوران خود بھی ناک صاف کیا کرتے تھے اور ہمیں بھی آپ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔ بدن انسانی میں کان اور ناک ایسے دو اعضا ہیں جن پر قدرتی طور پر کوئی پردہ

نہیں ہے۔ شیطان ملعون ان دونوں اعضا کے ذریعے انسان کے اندر وسوسے ڈالتا ہے۔ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں سے حفاظت کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناک صاف کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ اس لیے ناک کے داخلی حصے کی اچھی طرح صفائی ہونی ضروری ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلّو میں پانی لے کر ناک میں ڈال کر تھوڑا سا کھینچا جائے کہ ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچ جائے۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی ناک میں ڈال کر اس کی اچھی طرح صفائی کی جائے۔

حضور کا وضو

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا؟ آپ نے پانی منگوایا، اپنے ہاتھوں پر ڈال کر دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے، تین مرتبہ کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا، تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا، دو دو مرتبہ کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، سر کے اگلے اور پچھلے دونوں حصوں کا مسح کیا، سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر انھیں گدی تک لے گئے پھر جہاں سے شروع کیا تھا وہیں واپس لوٹا دیا اور اپنے دونوں پیر دھوئے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۲۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ ہے۔ آپ نے ہمیں وضو کے احکام بھی سکھائے اور وضو کر کے بھی ہمیں دکھایا تا کہ ہم اچھی طرح وضو کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور ہمیں اس کا قرب نصیب ہو۔ اس روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے اعضائے وضو دو دو مرتبہ دھوئے، دوسری روایتوں میں تین تین مرتبہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھوئے جائیں کہ اس میں پاکی حاصل کرنے میں مبالغہ بھی ہے اور سنت کی ادائیگی بھی۔

دھونے کی مقدار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَرَّۃً مَرَّۃً لَمْ یَزِدْ عَلٰی ھٰذَا.

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضاے وضو ایک ایک بار دھوئے، اس سے زیادہ نہیں دھوئے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۴۳)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضاے وضو دو دو مرتبہ دھوئے۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۴۳)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے ایک مرتبہ لوگوں کے سامنے وضو کیا تو لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

اَلَا اُرِیْکُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ؟

ترجمہ: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں؟ پھر آپ نے اعضاے وضو تین تین مرتبہ دھوکر وضو فرمایا۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۲۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان تینوں روایتوں میں اعضاے وضو دھونے کی مختلف تعداد مذکور ہے۔ پہلی روایت سے ایک ایک مرتبہ دھونا ثابت ہوتا ہے، دوسری سے دو دو مرتبہ اور تیسری سے تین تین مرتبہ۔ شارحینِ حدیث نے ان تینوں روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر ایک ایک مرتبہ اعضاے وضو دھونے میں عضو کے ہر حصے پر اچھی طرح پانی بہہ جائے تو ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہوگا۔ دو مرتبہ دھونے میں زیادہ احتیاط ہے کہ اگر کوئی حصہ خشک رہ بھی گیا تو دوبارہ پانی بہانے میں وہ تر ہو جائے گا

اور تین مرتبہ دھونا بہتر ہے کہ اس کے بعد کسی حصے پر پانی نہ پہنچنے کا اندیشہ نہیں رہ جائے گا۔

انبیاے کرام کا وضو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَ قَالَ: ھٰذَا وُضُوْئِیْ وَ وُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ وَ وُضُوْءُ اِبْرَاھِیْمَ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضاے وضو تین تین مرتبہ دھوئے اور فرمایا: یہ میرا، پچھلے انبیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وضو ہے۔

(معجم ابن عساکر، حصہ دوم، ص:۱۰۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ اعضاے وضو پر تین تین مرتبہ پانی بہانا حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کی بھی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ ہم وضو کرتے ہیں تو جلد سے جلد وضو سے فراغت حاصل کرنے کے لیے کسی عضو پر ایک مرتبہ تو کسی پر دو مرتبہ پانی بہاتے ہیں۔ اگر ہم نے وضو کے دوران ہر عضو پر تین تین مرتبہ پانی بہا کر انھیں دھویا تو ہمیں آقاے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کی سنت پر بھی عمل کی سعادت ملے گی۔

احتیاط ضروری ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِیْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُوْا وَ ھُمْ عِجَالٌ فَانْتَھَیْنَا اِلَیْھِمْ وَ اَعْقَابُھُمْ تَلُوْحُ لَمْ

یَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے، راستے میں ایک جگہ پانی نظر آیا، عصر کی نماز کا وقت تھا، کچھ لوگ وضو کرنے کے لیے تیزی سے آگے بڑھے، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو دیکھا ان کی ایڑیاں چمک رہی ہیں اور ان تک پانی نہیں پہنچا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خشک ایڑیوں کے لیے جہنم کی خرابی ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایڑیوں کے دھلنے میں دوسرے اعضا کے مقابل زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک تو وہ بدن کا سب سے نچلا حصہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ قدم کا بھی پچھلا حصہ ہوتا ہے اس لیے جب تک اسے ہاتھ سے ملا نہ جائے وہاں تک پانی پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے اس روایت میں ملاحظہ کیا کہ اگر وضو کرنے میں ایڑیاں خشک رہ جاتی ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب وضو کریں تو ویسے تو ہر عضو کے دھلنے میں پوری احتیاط برتیں لیکن خصوصیت کے ساتھ ایڑیوں کے دھلنے میں زیادہ احتیاط کریں۔

دائیں جانب سے شروع کرنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ، فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَ تَنَعُّلِهٖ.

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تمام احوال میں دائیں جانب

سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے، وضو میں، کنگھا کرنے میں اور جوتے پہننے میں بھی۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا لَبِسْتُمْ وَ اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُوْا بِاَيَامِنِكُمْ.

ترجمہ: جب تم کپڑے پہنو یا وضو کرو تو دائیں جانب سے شروع کیا کرو۔

(سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پہلی روایت میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول کا تذکرہ ہے کہ آپ ہر کام میں دائیں جانب سے ابتدا فرمایا کرتے تھے اور دوسری روایت میں آپ نے اپنی اُمت کو حکم فرمایا کہ ہر کام کی ابتدا دائیں جانب سے کریں۔ وضو میں بھی جب ہاتھ دھوئیں تو پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں، ناک صاف کریں تو پہلے دائیں سوراخ پھر بائیں، انگلیوں کا خلال کریں تو پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا پھر بائیں ہاتھ کی، اسی طرح پہلے دائیں پیر کی انگلیوں کا پھر بائیں پیر کی، پیر دھوئیں تو پہلا دایاں پیر دھوئیں پھر بایاں پیر۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم سُنّتِ رسول پر عمل اور رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری کی وجہ سے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

بسم اللہ پڑھنا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

ترجمہ: جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ وَ ذَکَرَ اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یُطَھِّرُ جَسَدَہٗ کُلَّہٗ وَ مَنْ تَوَضَّأَ وَ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ لَمْ یُطَھِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ.

ترجمہ: جس نے بسم اللہ پڑھ کر وضو کیا اس نے اپنا پورا بدن پاک کر لیا اور جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس نے صرف وضو کی جگہیں پاک کیں۔ (مشکوۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۱۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وضو سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے۔ پہلی روایت میں فرمایا گیا کہ جس نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وضو ثواب کے اعتبار سے کامل نہیں ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو کی شروعات کرنے والے کو وضو کا جو ثواب ملتا ہے وہ ثواب اسے نہیں ملے گا۔ دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھنے والا وضو کر کے اپنے آپ کو محض نماز پڑھنے، قرآنِ مقدس چھونے وغیرہ کے قابل بنا سکا، کامل وضو پر جو ثواب ملتا ہے وہ اس کا مستحق نہیں ہوا اور جو وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لے اس کا وضو کامل ہوا اور وہ مکمل ثواب کا مستحق ہے۔

انگلیوں کا خلال

حضرت لقیط بن صَبِرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْوُضُوْءِ. قَالَ: اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَ خَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ وَ بَالِغْ فِی الاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا.

ترجمہ: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے وضو کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: اچھی طرح وضو کرو، انگلیوں کا خلال کرو اور ناک میں پانی چڑھانے

میں مبالغہ کرو مگر جب کہ تم روزے دار ہو۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۱۴۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَیْنَ اَصَابِعِ یَدَیْکَ وَ رِجْلَیْکَ. ترجمہ: جب تم وضو کرو تو ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرو۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۵۷)

حضرت مستور بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ یَدْلُکُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ بِخِنْصَرِہٖ.

ترجمہ: میں نے دیکھا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے اپنے پیروں کی انگلیاں اپنی چھوٹی انگلی سے سے ملتے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۳۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! انگلیاں باہم ملی ہوتی ہیں اس لیے ان کے درمیان پانی اچھی طرح نہیں پہنچ پاتا۔ اسی لیے انگلیوں کے خلال کا حکم دیا گیا۔ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال اس طرح کرنا چاہیے کہ پہلے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان داخل کریں پھر اسی طرح دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان۔ پیر کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کرنا چاہیے۔ دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرنا چاہیے جس طرح پیروں کے ناخن کاٹے جاتے ہیں۔

داڑھی کا خلال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ اَخَذَ کَفًّا مِنْ مَآءٍ

فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَ قَالَ : هٰكَذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے پانی کا ایک چلّو لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کے اندر ڈالتے اور اس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے: میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ ہمیں وضو کے دوران چہرہ دھوتے وقت اپنی داڑھی کا خلال بھی کرنا چاہیے اور داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

بچا ہوا پانی

حضرت ابوحیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى أَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَ اسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُوْرِهِ فَشَرِبَهُ وَ هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طَهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ انھیں خوب ستھرا کر دیا، تین مرتبہ کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا، تین مرتبہ چہرہ دھویا، تین مرتبہ کہنیوں سمیت ہاتھ دھویا، سر کا ایک مرتبہ مسح کیا، ٹخنوں تک تین مرتبہ پیر دھوئے پھر کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا اور فرمایا: میں نے یہ چاہا کہ تمھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

(سنن نسائی، حصہ اول، ص:۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی جانا چاہیے۔ عام پانیوں کے پینے میں حکم یہ ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے لیکن وضو سے جو پانی بچ جائے اس کی افضلیت کی وجہ سے اسے کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔

اس ضمن میں Q.M.C. کے ڈاکٹر فاروق احمد نے اپنی ریسرچ بیان کی ہے، آپ کہتے ہیں: جو وضو کا بچا ہوا پانی پیے گا اس کا اثر مندرجہ ذیل اعضا پر پڑتا ہے:

☆ اس کا پہلا اثر مثانے پر پڑتا ہے اور خوب کھل کر پیشاب آتا ہے اور پیشاب کی رکاوٹ کم ہو جاتی ہے۔

☆ ناجائز شہوت کو ختم کرنے کے لیے میرا آزمودہ ہے۔

☆ قطرات بعد از پیشاب کے مرض کے لیے شفا کا ذریعہ ہے۔

☆ جگر، معدے اور مثانے کی گرمی اور خشکی دور کرتا ہے۔

مگر اس کے لیے ہمیں برتن سے وضو کرنا ہوگا، نل سے وضو کرنے میں نہ ہمیں یہ فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، نہ اس کے طبی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سنت پر عمل کا موقع میسر آ سکتا ہے۔

کانوں کا مسح

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ أُذُنَيْهِ، بَاطِنَهُمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَ ظَاهِرَهُمَا بِإِبْهَامَيْهِ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سر اور اپنے کانوں کا مسح فرمایا، کانوں کے اندرونی حصے کا شہادت کی انگلیوں سے اور بیرونی حصے کا انگوٹھوں سے۔

(سنن نسائی، حصہ اول، ص:۷۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل بھی بتایا گیا اور اس کے مسح کا طریقہ بھی۔ سر کے مسح کے ساتھ کانوں کے ظاہر و باطن دونوں کا مسح کرنا چاہیے۔ کانوں کے اندر جو سوراخ ہے اس میں انگشت شہادت داخل کرنا چاہیے اور اوپری حصے پر نیچے کی جانب سے انگوٹھے کا پیٹ پھیرنا چاہیے، کانوں کے مسح کا یہی مسنون طریقہ ہے۔

زیادتی نہ ہو

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوْءِ فَأَرَاهُ ثَلاثًا ثَلاثًا ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَ تَعَدّٰى وَ ظَلَمَ.

ترجمہ: ایک اعرابی (دیہات کے رہنے والے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وضو کا طریقہ پوچھنے آئے، آپ نے اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھو کر انھیں دکھایا، پھر فرمایا: وضو ایسے ہی ہونا چاہیے، جو اس سے زیادہ کرے اس نے بُرا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ (سنن نسائی، حصہ اول ص:۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھونا مسنون ہے، اس سے کم تعداد میں دھلنے میں اگر پورے عضو پر پانی بہہ جاتا ہے تو کافی ہے لیکن اس سے زیادہ کرنا خلافِ سنت ہے۔ بعض لوگ وضو کرنے میں بلا ضرورت اعضائے وضو کئی کئی بار دھوتے ہیں انھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ضرورت سے زیادہ پانی کا استعمال ممنوع ہے خواہ وضو یا غسل ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔

وسوسے سے بچو

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلَهَانُ فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَآءِ.

ترجمہ: وضو کا ایک شیطان ہے، اس کا نام ولہان ہے لہٰذا تم پانی کے وسوسوں سے بچو۔ (سنن ترمذی، حصہ اول ص:۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سے لوگوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ وضو کے دوران اعضائے وضو کے دھلنے میں انھیں شک لاحق ہو جاتا ہے، کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ پتہ نہیں فلاں عضو صحیح طور پر دھل پایا، یا نہیں، کبھی ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ معلوم نہیں فلاں عضو کے ہر حصے پر اچھی طرح پانی پہنچا یا نہیں اور اس شک کی بنیاد پر وہ ایک ہی عضو کو بار بار دھوتے ہیں مگر پھر بھی ان کا شک دور نہیں ہوتا۔ حدیث پاک کے مطابق یہ عمل ولہان نامی شیطان کا ہے کہ وہ وضو کرنے والے کے دل میں شک اور وسوسہ ڈالتا ہے تا کہ وہ ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کر کے گنہگار ہو بلکہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اسی شک کی وجہ سے جماعت بھی ترک کر دیتے ہیں۔ اس کا علاج صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف بہارِ شریعت میں تحریر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دل میں اس قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو:

(۱) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔

(۲) لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا۔

(۳) سورۂ ناس پڑھنا۔

(۴) اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ پڑھنا۔

(۵) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ پڑھنا۔

(۶) سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ پڑھنا، دافعِ وسوسہ ہے۔

(۷) وسوسے کا بالکل خیال نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا بھی دافعِ وسوسہ ہے۔

لہٰذا اگر کبھی ہمارے دل میں وضو کے بارے میں شک یا وسوسہ پیدا ہو جائے تو پہلی مرتبہ میں تو ہمیں شک دور کر لینا چاہیے لیکن اگر بار بار ایسا ہوتا ہے تو اسے شیطانی وسوسہ خیال کرتے ہوئے مذکورہ اعمال میں سے کوئی عمل کرنا چاہیے ان شاء اللہ وسوسے کی شکایت دور ہو جائے گی۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کے دل میں پیشاب کے قطرے گرنے کا بھی وسوسہ پیدا ہوتا ہے، ان کے لیے بھی یہ اعمال مفید ہیں۔

اعضاے وضو پونچھنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِطَرْفِ ثَوْبِهٖ.

ترجمہ: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد اپنا چہرہ اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھ لیا کرتے۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۷۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا اَعْضَائَهٗ بَعْدَ الْوُضُوْءِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کپڑے کا ایک مخصوص ٹکڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد اعضا خشک فرماتے تھے۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۷۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وضو کا پانی مسجد میں ٹپکے یہ مکروہ ہے اس لیے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے ہمیں یہ تعلیم فرمائی کہ وضو کے بعد اعضاے وضو خشک کر لیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کے مطابق آپ کے لیے ایک مخصوص کپڑا تھا جس سے آپ اعضاے وضو خشک فرمایا کرتے تھے۔ ہم اگر رومال یا تولیے سے اپنے اعضا خشک کر لیں تب بھی درست ہے اور اگر اس کے لیے کوئی تولیہ یا کوئی کپڑا اخاص کر لیں تب بھی بہتر ہے۔

ہر نماز کے لیے وضو کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَ كَانَ اَحَدُنَا يَكْفِيْهِ الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے جب کہ ہمارے لیے اس وقت تک وضو کافی ہے جب تک حدث لاحق نہ ہو۔

(سنن دارمی، حصہ اول، ص:۵٦۱)

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عُبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو ہر نماز کے وقت وضو کرتے ہیں خواہ آپ باوضو ہوں یا نہ ہوں وہ آپ نے کس سے اخذ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ان سے حضرت اسماء بنت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بن ابو عامر بن غسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر نماز کے وقت وضو کا حکم ہوا تھا خواہ آپ باوضو ہوں یا نہ ہوں۔ جب آپ نے اس میں دشواری محسوس کی تو آپ سے وضو کا حکم

اٹھا کر آپ کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ وہ یہ کر سکتے ہیں تو آخری عمر تک آپ کا یہی معمول رہا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۳۶، ص:۲۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وضو طہارت کے اقسام میں سے ہے اور طہارت و پاکیزگی اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ ہمہ وقت باوضو رہا جائے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو اگر چہ وضو برقرار ہے دوسرا وضو کر لیا جائے۔ یہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا اور آپ کے بعض صحابہ بھی اس کے عامل رہے ہیں۔

اِسراف نہ ہو

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ وَ ھُوَ یَتَوَضَّأُ فَقَالَ: مَا ھٰذَا السَّرَفُ یَا سَعْدُ؟ قَالَ: أَفِی الْوُضُوْءِ سَرَفٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَ اِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍ جَارٍ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے گزرے، اس وقت وہ وضو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: یہ اسراف کیوں ہے؟ انھوں نے عرض کیا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اگر چہ تم بہتی نہر پر ہو۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ یازدہم، ص:۶۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وضو کے دوران اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ بہت زیادہ پانی نہ استعمال کیا جائے۔ خاص کر اس زمانے میں عموماً مسجدوں یا گھروں میں نَل سے وضو کیا جاتا ہے۔ نل کھول دیا جاتا ہے، اس کا پانی

گرتا رہتا ہے اور وضو کرنے والا اس میں سے ایک ایک چُلّو لے کر وضو کرتا ہے۔ اس دوران بہت سا پانی ضائع ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! قیامت کے دن ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہوگا لہٰذا سنت اور بہتر تو یہ ہے کہ کسی برتن میں پانی لے کر وضو کیا جائے کہ اس میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال ہونے کا بھی خدشہ نہیں ہوگا اور اگر نل سے ہی وضو کرنے کی صورت ہے تو نل کھول کر چُلّو بھرا جائے پھر نل بند کر دیا جائے۔ اسی طرح ایک عضو تین مرتبہ دھویا جائے اور اتنے ہی میں اس عضو کے ہر حصے پر پانی پہنچا دیا جائے۔ تین مرتبہ سے زیادہ دھونا بھی اسراف میں شمار کیا جائے گا۔

انگوٹھی کو حرکت دینا

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اِذَا تَوَضَّأَ حَرَّکَ خَاتَمَہٗ.

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کرتے اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۱۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! انگوٹھی عموماً تنگ ہوتی ہے اور جب تک اسے حرکت دے کر اس کے نیچے پانی پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے پانی کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ وضو کے دوران اپنی انگوٹھی کو حرکت دے دیا کریں تاکہ پانی اندر تک پہنچ جائے۔ اگر انگوٹھی اتنی تنگ ہے کہ حرکت دیے بنا پانی اس کے نیچے پہنچ ہی نہیں سکتا تب تو اسے حرکت دینا واجب ہے اور اگر ڈھیلی ہے کہ حرکت دیے بنا بھی پانی اندر تک پہنچ جائے گا تب اسے حرکت دینا سنت ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ انگوٹھی انگلی سے اُتار کر ہاتھ دھویا جائے تاکہ کسی حصے کے دھلنے سے رہ جانے کا اندیشہ ہی نہ رہ جائے۔

وضو کی سنتیں ایک نظر میں

وضو میں سولہ (۱۶) چیزیں سنت ہیں:

(۱) وضو کی نیت کرنا۔

(۲) بسم اللہ پڑھنا۔

(۳) پہلے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھونا۔

(۴) مسواک کرنا۔

(۵) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ کلی کرنا۔

(۶) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانا۔

(۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۸) داڑھی کا انگلیوں سے خلال کرنا۔

(۹) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

(۱۰) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔

(۱۱) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔

(۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔

(۱۳) داڑھی کے جو بال منہ کے دائرے کے نیچے ہیں ان پر گیلا ہاتھ پھیر لینا۔

(۱۴) اعضا کو لگاتار دھونا کہ ایک عضو سوکھنے سے پہلے ہی دوسرے عضو کو دھولے۔

(۱۵) کانوں کا مسح کرنا۔

(۱۶) ہر مکروہ بات سے بچنا۔

● ● ●

مسواک کی سنتیں اور آداب

مسواک حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انتہائی پسندیدہ سُنّتِ مبارکہ ہے۔ آپ نے اس کا التزام فرمایا ہے اور اپنے متبعین کو بھی اس کے التزام کی تاکید فرمائی ہے۔ اس میں منہ کی پاکی ہے، دانتوں کی متعدد بیماریوں سے نجات ہے اور ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی بھی اس میں پوشیدہ ہے۔

مسواک کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِىْ لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ وَ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.

ترجمہ: اگر مجھے میری اُمت پر گراں محسوس نہ ہوتا تو میں ضرور انھیں نمازِ عشا کو مؤخر کرنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۱۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں حکم دینے سے مراد واجب قرار دینا ہے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کا خیال فرماتے ہوئے ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کو واجب قرار نہیں دیا ہے مگر پھر بھی مسواک حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ آپ ہر وضو کے وقت اور ہر نماز کے وقت مسواک کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ بھی جب بیدار ہوتے یا جب بھی آپ کا جی چاہتا مسواک کیا کرتے تھے۔ ہمیں اس عظیم سنت پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور جب بھی میسر ہو مسواک کرنا چاہیے کہ اس میں جہاں اجرِ عظیم اور بہت ثواب ہے وہیں یہ منہ کی صفائی

کا بھی بہتر ذریعہ ہے۔

مسواک کی پابندی

حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ.

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: مسواک کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص: ۲۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کہیں سے گھر واپس آتے سب سے پہلے مسواک فرمایا کرتے تھے۔ اس سے ہمیں اندازہ کرنا چاہیے کہ مسواک کی آپ کے نزدیک کتنی اہمیت تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب تھکان کی وجہ سے ذہن بوجھل ہوتا ہے تو مسواک کرنے سے فرحت اور شادابی مل جاتی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ مسواک کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ اس عظیم سنت پر عمل کر کے ثواب کے بھی مستحق ہوں اور اس کے دنیوی فوائد بھی حاصل کریں۔

صبح صبح مسواک

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو مسواک

سے اپنا منہ صاف کرتے۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۵۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسواک سے کس قدر لگاؤ تھا کہ آپ صبح بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے مسواک فرمایا کرتے تھے۔ رات میں عموماً سونے کے دوران منہ بند ہونے کے سبب منہ سے بدبو آنے لگتی ہے اور دانتوں پر سفید رنگ کا بدبودار مادہ جم جاتا ہے جو دیکھنے میں بُرا معلوم ہوتا ہے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ ان باتوں سے پاک تھے مگر پھر بھی آپ نے تعلیم اُمت کے لیے صبح صبح مسواک کا التزام فرمایا تاکہ ہم آپ کی سنت پر عمل کی نیت سے مسواک کریں تو منہ کی بدبو سے نجات پا جائیں۔

فطرت میں سے ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَ السِّوَاكُ وَ اسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ وَ قَصُّ الْأَظْفَارِ وَ غَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَ نَتْفُ الْإِبِطِ وَ حَلْقُ الْعَانَةِ وَ انْتِقَاصُ الْمَآءِ.

ترجمہ: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ (۱) مونچھیں تراشنا۔ (۲) داڑھی بڑھانا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) ناک میں پانی چڑھانا۔ (۵) ناخن تراشنا۔ (۶) انگلیوں کے جوڑ کو دھونا۔ (۷) بغل کے بال مونڈنا۔ (۸) شرم گاہ کے بال مونڈنا۔ (۹) پانی سے استنجا کرنا۔ راوی کہتے ہیں: وَ نَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ. ترجمہ: میں دسویں بھول گیا، مجھے لگتا ہے کہ وہ ہے (۱۰) کلی کرنا۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص: ۲۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کی جگہ ختنہ کرنا ہے۔ جو دس باتیں فطرت میں سے شمار کی گئی ہیں ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔ ٹوتھ پیسٹ اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ کے استعمال سے منہ کی صفائی تو ہو جاتی ہے مگر سُنّتِ رسول پر عمل کا ثواب نہیں ملتا اور اگر ہم مسواک استعمال کریں تو جہاں منہ کی صفائی ہو جائے گی وہیں ہم اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

دو فائدے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ.

ترجمہ: مسواک منہ کی صفائی کا آلہ اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۳۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ مسواک کے دو بنیادی فوائد ہیں۔ (۱) مسواک سے منہ کی صفائی ہو جاتی ہے۔ منہ کی صفائی انسان کے لیے بہت ضروری ہے کیوں کہ اسے دن بھر لوگوں سے ملاقات کرنا ہوتی ہے، ایک دوسرے سے گفتگو کرنا ہوتی ہے اور آپسی معاملات میں لوگوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ اگر مسواک نہ کی جائے تو منہ سے بدبو آتی ہے جو لوگوں کے لیے کراہت کا باعث ہوتا ہے۔ (۲) مسواک میں رب کی رضامندی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مسواک حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب اور مرغوب سنت ہے اور ہر سنت کی ادائیگی خدائے تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہوتی ہے اسی طرح مسواک میں بھی خدا کی رضامندی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسواک صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو صفائی اور

پاکیزگی پسند ہے۔

انبیائے کرام کی سنت

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ، اَلْحَيَاءُ (وَ يُرْوٰى الْخِتَانُ) وَ التَّعَطُّرُ وَ السِّوَاكُ وَ النِّكَاحُ.

ترجمہ: چار چیزیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتیں ہیں۔ (۱) حیا (ایک روایت میں ختنہ کرنا) (۲) عطر لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۳۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان میں سے پہلی تین سنتوں سے تو ہماری اکثریت کوسوں دور ہے۔ ہمارے درمیان بے حیائی عام ہوتی جا رہی ہے۔ ہم عطر لگانے کی بھی کبھی پرواہ نہیں کرتے۔ مسواک تو شاید ہی کبھی کر لیتے ہوں۔ صرف نکاح ہے جو ہم میں سے ہر کوئی کرتا ہے مگر سنت کی ادائیگی کی نیت سے بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ اگر ادائے سنت کی نیت سے ہم مذکورہ چار باتیں اپنائیں تو ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کثیر اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ!

حضور کا معمول

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَ لَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَضَّأَ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات یا دن میں جب کبھی آرام فرماتے تو بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے مسواک کیا کرتے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دن میں بھی جب کبھی حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تو بیدار ہونے کے بعد مسواک کرتے تھے۔ سو کر اُٹھنے کے بعد بدن میں کچھ لاغر پن اور قدرے سستی محسوس ہوتی ہے۔ بیدار ہوتے ہی فوراً مسواک کر لی جائے تو وہ سستی اور لاغر پن دور ہو جاتا ہے۔

دوسرے کی مسواک کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيْنِي السِّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ فَأَبْدَأُ بِهٖ فَأَسْتَاكُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَ أَدْفَعُهُ اِلَيْهِ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کرنے کے بعد دھلنے کے لیے مجھے دیتے، میں سب سے پہلے خود اس سے مسواک کرتی پھر دھل کر انھیں واپس دے دیتی۔

(سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دوسرے کی مسواک سے مسواک کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی استعمال کی ہوئی مسواک تبرکاً کرنا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہوگی۔ عام حالات میں اگر دو لوگ یا کئی لوگ مل کر ایک ہی مسواک استعمال کرنا چاہیں تو یہ درست نہیں ہے۔

حضرت جبریل کی تاکید

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا جَائَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ اِلَّا أَمَرَنِيْ بِالسِّوَاكِ، لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ أُحْفِيَ مُقَدَّمَ فِيَّ.

ترجمہ: میرے پاس جبریل علیہ السلام جب بھی آئے انھوں نے مجھے مسواک کی تاکید کی۔ (اس لیے میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ) مجھے خوف ہے کہ کہیں میرے منہ کا اگلا حصہ گھس نہ جائے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۳۶، ص:۶۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تعلیم اُمت کے لیے تشریف لائے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو جب بھی کسی بات کا حکم فرمایا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ عملی طور پر وہ کام انجام دے کر ہمیں اس کے کرنے کی تاکید بھی کریں اور اس کے کرنے کا طریقہ بھی بتائیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے بار بار یہ پیغام لے کر حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے کہ آپ مسواک فرمایا کریں تاکہ آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ کی اُمت بھی مسواک کا التزام کرے اور اس طرح انھیں منہ کی پاکی اور رب تبارک وتعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو سکے۔

ستر گنا زیادہ ثواب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِيْ لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا.

ترجمہ: جس نماز کے لیے مسواک کی جائے اس میں اس نماز کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ فضیلت ہے جس کے لیے مسواک نہ کی جائے۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ چہارم، ص:۲۷۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دنیوی معاملات میں

ایک روپیہ خرچ کر کے اس کا دوگنا یا تین گنا چاہتے ہیں مگر دین کے معاملے میں ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں، ہم نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرنے کا کتنا آسان ذریعہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ نماز تو عموماً ہم پڑھتے ہی ہیں اگر اس نماز سے پہلے مسواک کرلیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس ایک نماز کے بدلے میں ستر نمازوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

صحابۂ کرام کا دستور

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبیِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلَاۃٍ وَ لَاَخَّرْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ.

ترجمہ: اگر میں اپنی امت پر گراں محسوس نہیں کرتا تو میں ضرور انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور ضرور میں عشا کی نماز تہائی رات تک مؤخر کردیتا۔

حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں:

فَکَانَ زَیْدُ بْنُ خَالِدٍ یَشْھَدُ الصَّلَوَاتِ فِی الْمَسْجِدِ وَ سِوَاکُہٗ عَلٰی اُذُنِہٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْکَاتِبِ لَا یَقُوْمُ اِلَی الصَّلَاۃِ اِلَّا اسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّہٗ اِلٰی مَوْضِعِہٖ.

ترجمہ: اِسی وجہ سے جب بھی حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لیے مسجد آتے آپ کی مسواک آپ کے کان پر اس طرح ہوتی جیسے کوئی کاتب قلم رکھتا ہے۔ آپ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے مسواک کرلیتے پھر اسے دوبارہ وہیں رکھ لیتے۔

(سنن ترمذی، حصہ اول، ص: ۳۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! فرامین رسول پر عمل کا جو جذبہ صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان میں تھا وہ اب ہمارے درمیان سے نیست و نابود ہوگیا ہے۔ ان کا حال تو یہ تھا کہ بس سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی فرمان انھیں معلوم ہو جائے وہ اس پر عمل پیرا ہونا اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر مرحلے میں کامیاب تھے اور قلتِ تعداد اور اسباب کی کمی کے باوجود دنیا پر غالب تھے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے اندر فرامین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کا کوئی جذبہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہم کثیر تعداد میں ہیں، ہمارے پاس کچھ حد تک اسباب بھی ہیں اس کے باوجود ہم مغلوب ہیں اور روز بروز ہماری مغلوبیت بڑھتی جارہی ہے۔

نوٹ: مسواک کے فضائل وفوائد کے تعلق سے تفصیل سُنّی دعوتِ اسلامی کی درسی کتاب ''برکاتِ شریعت جلد اول'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

• • •

غسل کی سنتیں اور آداب

عبادتوں کے لیے طہارت ضروری ہے اور طہارت میں سب سے زیادہ اہمیت غسل کی ہے کہ اگر کوئی شخص بے غسل ہو تو چاہے لاکھ اچھی طرح وضو کرے اور بہترین انداز میں عبادت کرے اس کی عبادت قابل قبول نہیں ہے۔ غسل کے فرائض کی ادائیگی کر لی جائے تو غسل ہو جائے گا اور آدمی پاک ہو جائے گا لیکن اگر اس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کی رعایت کی جائے اور طریقۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق غسل کیا جائے تو یہ غسل کرنا بھی اجر وثواب کا باعث ہوگا۔

غسل کی سنتیں

غسل میں یہ باتیں سنت ہیں:

(۱) غسل کی نیت کرنا۔

(۲) دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھونا۔

(۳) استنجا کی جگہ دھونا خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔

(۴) بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اسے دور کرنا۔

(۵) نماز کی طرح وضو کرنا۔

(۶) بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑنا خصوصاً سردی کے موسم میں۔

(۷) تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہانا۔

(۸) تین مرتبہ بائیں مونڈھے پر پانی بہانا۔

(۹) سر پر اور پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

(۱۰) نہانے میں قبلے کی طرف چہرہ نہ ہونا۔

(۱۱) پورے بدن پر ہاتھ پھیرنا اور ملنا۔

(۱۲) ایسی جگہ نہانا کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا چھپانا ضروری ہے۔

(۱۳) نہاتے وقت کسی قسم کی گفتگو نہ کرنا اور نہ ہی کوئی دعا پڑھنا۔

غسل کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں۔

(سورۂ نسا، آیت:۴۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام نے ہر حال میں طہارت اور پاکیزگی کا حکم دیا ہے بلکہ ہمیشہ باوضو رہنا اسلام کی نظر میں زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس نے ظاہری طہارت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت کی بھی تاکید کی ہے۔ خاص طور پر جب نماز کے لیے حاضر ہوا جائے تو چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں حاضری کا قصد کیا جا رہا ہے لہٰذا طہارت و پاکیزگی کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ حکم فرمایا کہ جب نماز کا ارادہ کیا جائے اور اس وقت ارادہ کرنے والا جنبی یعنی بے غسل ہو تو اسے چاہیے کہ غسل کر لے پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری دے۔

حضور کا غسل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو ابتدا یوں کرتے کہ پہلے ہاتھ دھوتے پھر نماز کی طرح وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑیں تر فرماتے پھر سر پر تین لپ پانی ڈالتے پھر تمام جلد پر پانی بہاتے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۵۹)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَ صَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَأْسِهٖ وَ أَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَ هُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نہانے کے لیے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا، آپ نے ہاتھوں پر پانی ڈال کر انھیں دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اسے دھویا، پھر استنجا کی جگہ کو دھویا، پھر آپ نے زمین پر ہاتھ مارا اور انھیں مَل کر دھویا پھر کُلّی کی، ناک میں پانی ڈالا، منہ اور ہاتھ دھوئے، سر پر پانی ڈالا اور تمام بدن پر پانی بہایا۔ اس کے بعد اس جگہ سے الگ ہو کر آپ نے پائے مبارک دھوئے۔ میں نے آپ کو تولیہ دیا تو آپ نے نہیں لیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح غسل فرمایا ہے، غسل کا یہی طریقہ بہتر ہے۔ آج ہمارے

درمیان جو بدعتیں رائج ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنے غسل خانوں میں شاور لگا لیا ہے اور ہم انگریزوں کے طریقے پر کھڑے کھڑے نہانا پسند کرتے ہیں۔ پھر شاور سے نہانے میں پتہ نہیں جن اعضا پر پانی بہانا فرض ہے ان پر پانی بہہ بھی پاتا ہے یا نہیں، ہم پاک بھی ہو پاتے ہیں یا نہیں۔ اسی طرح شاور سے نہانے میں لامحالہ کھڑے ہو کر نہانا پڑے گا اور یہ بھی خلافِ سنت ہے کہ بیٹھ کر نہانے میں زیادہ ستر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سنت کے مطابق بیٹھ کر بالٹی میں پانی بھر کر مذکورہ طریقے کے مطابق غسل کریں۔ ہمیں طہارت بھی حاصل ہوگی، ہمارا غسل بھی تام ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کی وجہ سے ہم اجر و ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

ہر بال کے نیچے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَ أَنْقُوا الْبَشَرَةَ.

ترجمہ: ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے تو بال دھوؤ اور جلد پاک کرو۔

(سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۶۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب تک بالوں کی جڑیں اچھی طرح مل کر نہ دھوئی جائیں ان تک پانی پہنچنا مشکل ہوتا ہے اسی لیے اس روایت میں حکم ہوا کہ بالوں کی جڑیں اور جہاں بال اُگے ہیں وہاں کی جلد اچھی طرح دھوئی جائے تاکہ وہاں تک پانی پہنچ جائے اور وہاں سے بھی جنابت دور ہو جائے۔ سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے، کھولنا ضروری نہیں۔

ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: میں چوٹی باندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے وقت میں چوٹی کھول لیا کروں؟ آپ نے فرمایا:

لَا، اِنَّمَا یَکْفِیکِ اَنْ تَحْثِیْ عَلٰی رَاْسِکِ ثَلَاثَ حَثَیَاتٍ ثُمَّ تُفِیْضِیْنَ عَلَیْکِ الْمَاءَ فَتَطْھُرِینَ.

ترجمہ: نہیں، بس سر پر تین لُپ پانی ڈال لیا کرو پھر بدن پر پانی بہالیا کرو تمھارے لیے کافی ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۵۹)

سر سے دشمنی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ تَرَکَ مَوْضِعَ شَعَرَۃٍ مِنْ جَنَابَۃٍ لَمْ یَغْسِلْھَا فُعِلَ بِھَا کَذَا وَ کَذَا مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: جو شخص غسل جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بے دھوئے چھوڑ دے گا اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کر لی۔ تین بار یہی فرمایا۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۶۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اپنا پورا سر منڈا دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ انھیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں بالوں کی وجہ سے ان کے سر کا کوئی حصہ ایک بال کے برابر بھی دھلنے سے نہ رہ جائے۔ آپ اپنے سر کے بال ہمیشہ منڈا دیا کرتے تھے جس کی تعبیر آپ نے ان الفاظ میں کی کہ میں نے اسی وجہ سے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے۔

ستر ضروری ہے

حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں نہاتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، پھر منبر پر تشریف لے جا کر حمد الٰہی اور ثنا کے بعد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ حَیِیٌّ سَتِیْرٌ یُحِبُّ الْحَیَآءَ وَ السَّتْرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَتِرْ.

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ حیا فرمانے والا اور پردہ پوش ہے، حیا اور پردہ پسند فرماتا ہے، جب تم میں سے کوئی نہائے تو اسے پردہ کرنا لازم ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! غسل کے دوران اس بات کی احتیاط بہت ضروری ہے کہ جن اعضا کا چھپانا ضروری ہے وہ نہ کھلیں اگرچہ چہار دیواری کے اندر غسل کیا جائے اور اگر کوئی شخص ایسی جگہ غسل کر رہا ہے جہاں لوگوں کا آنا جانا ہے یا کسی کے وہاں سے گزرنے کا خدشہ ہے تب تو ان اعضا کے کسی بھی حصے کا کھل جانا ناجائز وحرام ہے اس لیے ہمیں غسل کے دوران ستر عورت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

اس کا خیال کریں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز کی طرح وضو فرماتے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ ششم، ص:۲۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جُنبی اسے کہتے ہیں جس پر غسل فرض ہو گیا ہو۔ جنبی کو نماز کے لیے غسل کرنا فرض ہوتا ہے۔ اگر کوئی رات میں جنبی ہو گیا تو چوں کہ نماز کے لیے کافی وقت باقی رہتا ہے لہٰذا اگر وہ رات میں نہ نہانا چاہے بلکہ صبح

اٹھ کر فجر سے پہلے نہانا چاہے تو اسے چاہیے کہ جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرے تو نماز کی طرح وضو کرلیا کرے کہ یہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

فرشتے نہیں آتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملائکہ اس گھر میں نہیں آتے جس میں تصویر یا کتا یا جنبی ہو۔

(سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب غسل فرض ہو گیا تو جلد سے جلد غسل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے بے غسل پڑے رہنے کی وجہ سے گھر سے برکت ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ جس گھر میں کوئی بے غسل شخص رہے اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وضو کرلے جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تین شخصوں سے قریب نہیں ہوتے (۱) کافر مردہ (۲) خلوق میں لتھڑا ہوا (۳) جنبی مگر یہ کہ وضو کرلے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۸۰)

خلوق ایک قسم کی خوش بو ہے جو زعفران سے بنائی جاتی ہے اور مردوں کو اس کا استعمال حرام ہے۔

• • •

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے

کی سنتیں اور آداب

مسجد اللہ کا گھر ہے اور مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں دوسرے مقامات کی نسبت ایسی برتری حاصل ہے جو عام جگہوں کو حاصل نہیں۔ اس لیے اسلام میں مساجد کو بہت زیادہ اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ مسجد میں جانے، اس میں بیٹھنے اور وہاں سے واپس لوٹنے کے شریعتِ مطہرہ نے آداب متعین فرمائے ہیں جن کا ہمیں خاص خیال رکھنا چاہیے۔ جب اذان ہو جائے تو فوراً مسجد کی طرف روانہ ہو جانا، مسجد جاتے وقت اچھے کپڑے اور خوشبو وغیرہ کا استعمال کرنا، جب تک مسجد کے اندر رہوں مسجد کے آداب کا خیال رکھنا، نمازِ پنج گانہ سے فراغت کے بعد بھی اگر مسجد میں رکنا ہے تو ذکر و اذکار میں مشغول رہنا یا نوافل پڑھنا یہ سب مسجد کے آداب میں سے ہیں۔

زینت اختیار کرو

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ٥

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (سورۂ اعراف، آیت:۳۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں زینت سے مراد لباسِ زینت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کنگھی کرنا اور خوشبو لگانا داخلِ زینت ہے۔ سنت یہ ہے کہ آدمی بہتر ہیئت کے ساتھ نماز کے لیے حاضر ہو کیوں کہ نماز میں رب سے

مُناجات ہے تو اس کے لیے زینت کرنا عطر لگانا مستحب جیسا کہ ستر اور طہارت واجب ہے۔
ہماری عادت ہے کہ جب ہم کسی عظیم شخصیت کی دعوت میں جاتے ہیں یا اس سے ملاقات کی غرض سے اس کے دفتر یا گھر پر حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا ہے تو اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے ہیں، بال سنوارتے ہیں، خوش بو لگاتے ہیں اور بہت اہتمام کرتے ہیں۔ بارگاہِ خدا سے عظیم کوئی بارگاہ نہیں ہے اس لیے ہمیں مسجد جانے میں خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

اس پر بھی اجر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ.

ترجمہ: جو صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد میں گیا اللہ تعالیٰ اس کی مہمانی جنت میں کرے گا صبح کے وقت یا شام کے وقت۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسجد میں حاضری کا اجر و ثواب کس قدر ہے وہ آپ نے مذکورہ روایت میں ملاحظہ فرمایا کہ بندہ جتنی مرتبہ مسجد میں حاضر ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے اتنی مرتبہ جنت کی مہمانی لکھ دیتا ہے۔ اس لیے جب مسجد جانا ہو تو انتہائی مؤدب ہو کر جانا چاہیے۔ نگاہیں نیچی رہیں، کسی قسم کی غیر اخلاقی حرکت نہ ہو، دل میں عاجزی ہو اور راستے کے آداب کا خیال رکھیں کیوں کہ مولیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے جا رہے ہیں تو اس کا جس قدر بھی اہتمام کرلیں کم ہی ہے۔ اس لیے ہمیں مسجد جاتے وقت راستے کے آداب کا بھی خیال کرنا چاہیے۔ مسجد میں کوئی ناپاک چیز بھی نہیں لے کر جانا چاہیے۔ ایسا چھوٹا بچہ جو مسجد کے ادب و احترام کا شعور نہ رکھتا ہو یا ان

کے پیشاب پاخانہ کر دینے کا ڈر ہو انھیں بھی مسجد میں نہیں لے کر جانا چاہیے۔

دخولِ مسجد کا طریقہ

مسجد میں داخل ہونے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اس کے دروازے پر جوتے اتار دیں، پہلے دایاں قدم اندر رکھیں پھر بایاں، داخل ہوتے وقت مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھیں، مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں قدم نکالیں اور مسجد سے نکلتے وقت نکلنے کی دعا پڑھیں۔ ایسا کرنے پر مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے پر بھی ہم ثواب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہیے کہ کہے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے۔

اور جس وقت نکلے اسے چاہیے کہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۴۸)

بنیادی ادب

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۹۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس نماز سے مراد

تحیۃ المسجد ہے۔ مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد کی ادائیگی کی جائے۔ یہ آقائے کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی معمول تھا۔ اس کا فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی سے دل میں خلوص اور عبادات میں لگن پیدا ہوتی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم تحیۃ المسجد اپنے معمولات میں شامل کریں تاکہ ہمارے دل میں بھی خلوص اور عبادات میں ذوق وشوق پیدا ہو۔

دنیوی باتیں

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُهُمْ فِیْ مَسَاجِدِهِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَیْسَ لِلّٰهِ فِیْهِمْ حَاجَةٌ.

ترجمہ: ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدوں میں دنیوی گفتگو کریں گے۔ ان کے پاس مت بیٹھنا کہ اللہ کو ان میں کچھ حاجت نہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ چہارم، ص: ۳۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وہ زمانہ آچکا ہے۔ شہروں میں تو کم مگر دیہاتوں میں اس کا رواج زیادہ ہوگیا ہے کہ لوگ جماعت در جماعت مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں اور دنیوی باتوں یا ہنسی مذاق میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی مجالست سے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے نہ ہمیں خود ایسی محفل منعقد کرنی چاہیے اور نہ ہی ایسوں کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔

منہ کی بدبو

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں درختوں کے کھانے سے منع فرمایا

ہے یعنی لہسن اور پیاز اور آپ نے فرمایا ہے:

مَنْ اَکَلَهُمَا فَلَا یَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا. ترجمہ: جو ان دونوں کو کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ آپ نے مزید فرمایا: اگر تمھیں ضروری طور پر انھیں کھانا ہے تو انھیں پکا لیا کرو۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص: ۳۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کچی پیاز، لہسن اور کوئی دوسری بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے۔ اس کی علت اس حدیث میں مذکور ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا یَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ تَتَاَذّٰی مِمَّا یَتَاَذّٰی مِنْهُ الْاِنْسُ.

ترجمہ: جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیوں کہ فرشتے بھی اس چیز سے ایذا پاتے ہیں جس سے انسان ایذا پاتے ہیں۔
(صحیح مسلم، حصہ اول، ص: ۳۹۴)

اس سے پتہ چلا کہ مسجد میں فرشتے کثرت سے موجود ہوتے ہیں اور جب کوئی مسلمان مسجد میں عبادت کے لیے آتا ہے تو فرشتے اس سے قریب ہوتے ہیں لیکن اگر اس نے کوئی بدبودار چیز کھائی ہے تو اس کی وجہ سے فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جو حکم پیاز اور لہسن کا ہے وہی بیڑی، سگریٹ، گٹکا، تمباکو اور حقہ وغیرہ کا استعمال کر کے مسجد جانے کا بھی ہے کہ ان چیزوں سے بھی منہ سے بدبو آتی ہے جس سے فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جب پیاز اور لہسن کسی سالن وغیرہ میں ڈال کر پکا دیے جاتے ہیں تو ان کی بو ختم ہو جاتی ہے اس لیے جس سالن یا دال میں پیاز یا لہسن ڈال کر پکایا گیا ہو اسے کھا کر مسجد میں آنے میں کوئی حرج نہیں۔

اذان کی سنتیں اور آداب

ابتداے اسلام میں نماز کے لیے بلانے کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں تھا۔ پہلے اذان اس طرح ہوتی تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آبادی میں جا کر ”اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ“ کے الفاظ دہراتے تو تمام مسلمان جمع ہوکر نماز ادا کرتے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے اذان کے تعلق سے مشورہ کیا تو مختلف لوگوں نے مختلف مشورے دیے۔ کچھ دنوں کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن زید اور دیگر کئی صحابہ علیہم الرضوان کو اللہ کی جانب سے خواب میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے۔ اسی وقت سے اذان کا رواج ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند مقام پر کھڑے ہوکر اذان دینے لگے۔ اذان پہلی ہجری میں دی جانے لگی تھی۔ اذان دینے میں بڑا ثواب ہے، اس کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں اس لیے جب اذان دینی ہو تو اس کے آداب کا خیال رکھیں تا کہ اس کی پوری فضیلت حاصل ہو۔

باوضو ہوکر

حضرت ابوالشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عباس! اَذان کو نماز سے تعلق ہے، تو تم میں سے کوئی شخص اَذان نہ کہے مگر حالتِ طہارت میں۔ (کنز العمال، حصہ ہفتم، ص:۶۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا یُؤَذِّنُ اِلَّا مُتَوَضِّیٌٔ. ترجمہ: کوئی شخص اَذان نہ دے مگر باوضو۔

(سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! باوضو اذان دینا مستحب ہے لیکن اگر کوئی شخص وضو کے بغیر بھی اذان کہہ دے تو اذان ہو جائے گی۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے لیے جو وضو کا حکم فرمایا وہ استحبابی ہے اور باوضو اذان دینا وضو کے آداب میں سے ہے۔

کان میں انگلی ڈالنا

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ یَّجْعَلَ اُصْبُعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَ قَالَ: اِنَّہٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِکَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کے وقت اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ تمھاری آواز بلند کرنے میں تمھارا مددگار ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۲۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مؤذن کو چاہیے کہ اذان دیتے وقت اپنے دونوں کانوں میں شہادت کی انگلیاں ڈال لیا کرے اس کی وجہ خود حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ ایسا کرنے سے آواز بلند کرنے میں مدد ملے گی اور اذان کا مقصد یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس بات سے آگاہ ہو جائیں کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ آج کے زمانے میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جانے لگی ہے جس میں آواز کے گھٹانے اور بڑھانے کا پورا سسٹم مشین پر ہوتا ہے مگر پھر بھی مؤذن کو اذان کے اس ادب کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ بہت سی سنتیں ہوتی ہیں جو کسی خاص مقصد کی وجہ سے مُروّج ہوتی ہیں اگر اب وہ وجہ اور علت نہیں بھی پائی جا رہی ہے پھر بھی سنت پر عمل کا اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔

دعا پڑھی جائے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو اذان سُن کر یہ دُعا پڑھے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَ الصَّلاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔

ترجمہ: اے اللہ! اِس کامل دعوت اور اِس کے نتیجے میں قائم ہونے والی نماز کے رب! ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرمایا اور انھیں مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو وہ جنت کی ایک منزل ہے کہ ایک بندے کے سوا کسی کے لائق نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ تو جو میرے لیے وسیلہ مانگے گا اس پر میری شفاعت ثابت ہوگی۔

مذکورہ دعا میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اُسی وسیلے کا سوال کیا گیا ہے اس لیے ہمیں اذان کے بعد ضرور یہ دعا پڑھ لینی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں اس دعا کے اخیر میں وَ اجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کا بھی اضافہ ہے اس لیے پوری دعا اس طرح ہوگی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَ الصَّلاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَ اجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

دعا کے دیگر الفاظ بھی مروی ہیں مگر یہ الفاظ زیادہ بہتر ہیں۔

اذان کا جواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب موذن کو اذان کہتے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۲۳۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب موذن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو تم میں سے جو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے پھر جب وہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو یہ بھی اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے پھر جب وہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو یہ بھی اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے پھر جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ کہے تو یہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے پھر جب وہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو یہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے پھر جب وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو یہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے پھر جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ جو دل سے ایسا کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اکثر مسلمانوں کی عادت ہے کہ اذان ہوتی رہتی ہے مگر انھیں اذان سننے یا اس کا جواب دینے کی کوئی فکر یا پرواہ نہیں ہوتی۔ اگر ٹی وی دیکھ رہے ہوتے ہیں تو بہت زحمت کر لی تو ٹی وی کی آواز بند کر دیتے ہیں مگر اس کی ویڈیو جاری رہتی ہے۔ جو شخص اذان کے وقت دوسری کسی جانب متوجہ ہوتا ہے اور اذان توجہ سے نہیں سنتا اور جواب نہیں دیتا اس کے لیے حدیث پاک میں وعید ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب اذان ہو تو اپنی پوری توجہ مؤذن کے ایک ایک لفظ پر رکھیں، اذان پوری توجہ کے ساتھ سنیں اور مذکورہ حدیث میں بیان کردہ طریقے کے مطابق اذان کا جواب دیں۔

کہیں ایسا نہ ہو

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مومن کو بدبختی و نامرادی کے لیے کافی ہے کہ موذن کو تکبیر کہتے سنے اور جواب نہ دے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ بستم، ص:۱۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں اِجابت (جواب دینے) سے مراد دو باتیں ہوسکتی ہیں یا تو یہ کہ اذان نماز کی دعوت ہوتی ہے اور مؤذن پکار پکار کر سارے مسلمانوں کو نماز کی دعوت دیتا ہے تو مومن کو چاہیے کہ مؤذن کی دعوت قبول کر کے اذان ہوتے ہی مسجد میں آجائے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ جب اذان ہو تو ضروری ہے کہ اذان سننے والا اس کا جواب دے ورنہ اسے بدبختی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مؤذن کی فضیلت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

ترجمہ: اذان دینے والوں کی گردن قیامت کے دن سب سے بلند ہوگی۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! افسوس! آج ہم میں سے اکثر لوگ مؤذن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے دو کوڑی کا سمجھتے ہیں جب کہ حقیقت میں عزت و عظمت والا انسان وہ ہوتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک عزت والا ہو۔ مؤذن اللہ کے نزدیک اس قدر معزز و مکرم ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن سارے لوگوں کی گردنوں سے زیادہ بلند کر دے گا اور لوگ اسے دور سے دیکھیں گے کہ یہ اللہ

تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلانے کا کام کیا کرتا تھا جس کے انعام میں اسے اللہ تعالیٰ نے سارے لوگوں سے ممتاز بنا دیا ہے۔

قیامت میں گواہی

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَ لَا اِنْسٌ وَ لَا شَیْءٌ
اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

ترجمہ: مؤذن کی آواز جو بھی انسان یا جن یا جو چیز بھی سنتی ہے قیامت کے دن وہ اس کے حق میں گواہی دے گی۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے اس کو کسی کے حق میں کسی سے گواہی لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ معاملہ جو قیامت میں کیا جائے گا وہ مؤذن کی عزت افزائی کے لیے ہوگا۔

جہنم سے آزادی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِیْنَ مُحْتَسِبًا کُتِبَتْ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ.

ترجمہ: جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۴۰۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص سات سال خلوص کے ساتھ پنج وقتہ نمازوں کے لیے اذان کہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جہنم سے آزاد فرما

دے گا۔ اس روایت سے اذان اور مؤذن کی فضیلت بخوبی واضح ہوتی ہے۔

مشک کے ٹیلے پر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ عَلٰی کُثُبَانِ الْمِسْکِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَبْدٌ اَدّٰی حَقَّ اللّٰهِ وَ حَقَّ مَوَالِیْهِ وَ رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَ هُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَ رَجُلٌ یُنَادِی بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ۔

ترجمہ: تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ (۱) وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کردے اور اپنے آقا کا حق بھی۔ (۲) کسی قوم کا امام کہ لوگ اس سے راضی ہوں۔ (۳) جو شخص روزانہ پانچوں نمازوں کے لیے اذان دیتا ہو۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ جن تین لوگوں کی عزت افزائی کے لیے انھیں مُشک کے ٹیلوں پر کھڑا فرمائے گا انھی میں سے پنج وقتہ نمازوں کے لیے اذان دینے والا بھی ہے۔ ہمیں اگر موقع میسر آئے تو اذان دے کر یہ فضیلت ضرور حاصل کرنا چاہیے اور مؤذن کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اسے معزز ومکرم بنانے والا ہے۔

گناہوں کی بخشش

حضرت سعد بن ابووقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤذن جب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو جو شخص رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا (میں اللہ کے رب ہونے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور اسلام کے دین

ہونے پر راضی ہوں۔) کہے گا اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! گناہوں کی معافی کا بڑا بہترین نسخہ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جب اذان ہو تو ہم اسے توجہ سے سنیں، اس کا جواب دیں اور جب مؤذن اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو ہم مذکورہ کلمات کہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ معاف فرمادے گا۔

• • •

اقامت کی سنتیں اور آداب

اِقامت، احکام میں اَذان ہی کی طرح ہے، اذان کے جو آداب ہیں وہی اقامت کے بھی ہیں صرف بعض باتوں میں فرق ہے، اس میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد دومرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کہنا ہوتا ہے، اس میں بھی آواز بلند ہو مگر اذان کے جتنی نہیں بلکہ اتنی کہ حاضرین تک آواز پہنچ جائے۔ اس کے کلمات جلد جلد کہیں درمیان میں سکتہ نہ کریں، نہ کانوں پر ہاتھ رکھنا ہے، نہ کانوں میں انگلیاں ڈالنی ہیں۔ فجر کی اِقامت میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ نہیں کہنا ہے، اِقامت بلند جگہ یا مسجد سے باہر ہونا سنت نہیں۔ اقامت کے آداب کے حوالے سے چند روایات پیش کی جا رہی ہیں جن کی پاس داری ہمارے ثواب میں اضافے کا سبب ہوگی۔

اقامت کہنے والے کو ہدایت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِیْ اَذَانِکَ وَ اِذَا أَقَمْتَ فَاحْدِرْ وَ اجْعَلْ بَيْنَ أَذَانِکَ وَ اِقَامَتِکَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْاٰکِلُ مِنْ أَكْلِهٖ وَ الشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهٖ وَ الْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ وَ لَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِیْ.

ترجمہ: جب اذان دو تو ٹھہر ٹھہر کر دو اور جب اقامت کہو تو تیزی کے ساتھ کہو اور اپنی اذان واقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھو کہ کھانے والا کھانے سے، پینے والا پینے سے اور قضائے حاجت کے لیے جانے والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے اور اس وقت تک اقامت نہ کہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۳۷،۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں اقامت کہنے والے کو حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند ہدایتیں فرمائی ہیں۔ (۱) اقامت کے الفاظ کہنے میں اذان کے مقابل کچھ تیزی ہو۔ (۲) اذان کے فوراً بعد اقامت نہ کہی جائے بلکہ اتنا وقفہ رکھا جائے کہ جو لوگ اپنی حاجتوں میں مصروف ہوں وہ اپنی حاجتیں پوری کر کے مسجد میں حاضر ہو جائیں۔ (۳) جب امام مسجد پہنچ جائے اس وقت اقامت کہی جائے۔

مؤذن ہی اقامت کہے

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی اذان کہنے کا حکم فرمایا، میں نے اذان دے دی۔ جب اقامت کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامت کہنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

اِنَّ اَخَاکَ صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَ مَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ.

ترجمہ: تمھارے بھائی زیاد بن حارث صدائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۲۳۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اذان و اقامت کے آداب میں سے ہے کہ جس نے اذان کہی ہے وہی اقامت بھی کہے۔ ہاں اگر خود اذان دینے والے نے کسی کو اقامت کی اجازت دے دی ہے یا کسی نے اذان دینے والے سے اجازت لے لی ہے تو وہ اقامت کہہ سکتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اقامت کہنا درست نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی مسجد میں کوئی شخص با معاوضہ اذان دیتا ہے اور کسی وجہ سے کسی اور نے اذان کہہ دی تو اسے بھی اقامت کہنے کے لیے اذان کہنے والے سے

اجازت لینی ہوگی۔

اقامت کا جواب

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہی، جب آپ نے قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا. ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص: ۱۴۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس طرح اذان کا جواب دینا مسنون ہے اسی طرح اقامت کا بھی جواب دینا چاہیے۔ اقامت میں چوں کہ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ کا اضافہ ہوتا ہے اس لیے اس کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا کہنا چاہیے۔

• • •

سُترہ لگانے کی سنتیں

نماز پڑھنے والا اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے جو اس کے اور سامنے سے گزرنے والے کے درمیان آڑ بن جائے اسے سُترہ کہتے ہیں۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے کسی کا گزرنا گناہ ہے اس لیے شریعتِ مطہرہ نے نماز پڑھتے وقت سترہ لگانے کا حکم دیا ہے تاکہ اگر کوئی شخص انجانے میں یا جان بوجھ کر گزرنا چاہے تو نمازی کے سامنے سے نہ گزرے بلکہ سترے کی آڑ سے گزر جائے۔

حضور کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَغْدُوْ اِلَى الْمُصَلّٰى وَ الْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَ تُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لیے روانہ ہوتے تو آپ کے سامنے نیزہ لے کر چلا جاتا جسے نمازگاہ میں آپ کے سامنے نصب کر دیا جاتا اور آپ اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو پہلے ہی سے سترے کی تیاری کر کے جاتے۔ آپ کے ساتھ آپ کے جاں نثار صحابہ نیزہ لے کر جاتے جسے آپ کے روبہ رو نصب کر دیا جاتا اور آپ اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے۔ بعض مسجدوں میں لکڑی یا لوہے کا سترہ بنا کر رکھا ہوا رہتا ہے تاکہ نمازی نماز پڑھتے وقت اسے استعمال کرلیں۔ اگر نہ ہو تو نماز پڑھنے والے کو چاہیے کہ اپنے گھر سے ہی کوئی ایسی چیز لے کر

جائے جسے بطور سترہ استعمال کر سکے۔

سترہ صرف امام کے لیے

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

میں نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکۂ معظّمہ کے مقامِ ابطح میں سرخ قُبہ پہنے ہوئے دیکھا، آپ وضو فرما رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے وضو کا برتن تھامے ہوئے تھے، وضو سے جو پانی گرتا لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے، جسے مل جاتا وہ اپنے چہرے پر مل لیتا اور جسے نہ ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری لے لیتا، پھر میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک نیزہ لے کر نصب کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ قبہ پہنے ہوئے نکلے اور آپ نے نیزے کی طرف رُخ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اور چوپائے نیزے کے آگے سے گزر رہے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہو تو صرف امام کا سترہ لے لینا کافی ہے اور امام کا سترہ باقی تمام مقتدیوں کے لیے سترہ ہوگا۔ لیکن اگر جماعت سے نماز نہیں ہو رہی ہے تو جس جگہ پر لوگوں کے گزرنے کا خوف ہو وہاں ہر کسی کو اپنے لیے الگ الگ سترہ لینا ہوگا یا کوئی ایسی بڑی چیز جو سب کے سامنے رکھی جا سکے، اسے رکھ کر نماز پڑھنی ہوگی۔ مسجد کی دیوار امام کے سامنے ہوتی ہے اس لیے اسے الگ سے سترہ لینے کی ضرت نہیں ہے۔

سواری کا سُترہ

حضرت نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری بیٹھا کر اس کی طرف رُخ کر کے نماز

پڑھ لیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جانور کو بھی سترہ بنایا جا سکتا ہے۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ کسی لکڑی یا بے جان چیز ہی کو سترہ بنایا جائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نمازی کے سامنے اس کی طرف پیٹھ کر کے کوئی شخص بیٹھا ہو تو اس کے سامنے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کہیں سفر میں ہیں تو موٹر سائیکل، کار، بس وغیرہ کو بھی سترہ بنا سکتے ہیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ

حضرت ابوجُہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهٗ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس کی وجہ سے اس پر کیا گناہ ہے تو چالیس تک کھڑا رہنا اپنے لیے گزرنے سے بہتر سمجھے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس میں شک ہے کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۰۸)

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يُخْسَفَ بِهٖ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو وہ

زمین میں دھنس جانا اس کے آگے گزرنے سے بہتر سمجھے گا۔ (مؤطا امام مالک، حصہ اول، ص:۱۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عموماً جماعت کے اختتام پر لوگ بڑی تیزی سے مسجد سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں خاص طور پر جمعہ کے دن۔ جلد بازی میں انھیں اس بات کا بھی خیال نہیں رہتا کہ وہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزر کر کتنا بڑا گناہ کر رہے ہیں۔ نمازی کے آگے سے گزرنا کتنا بڑا گناہ ہے وہ آپ نے مذکورہ دونوں روایتوں میں ملاحظہ فرمایا کہ اگر گزرنے والا یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزر جانا کتنا بڑا جرم ہے تو چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال کھڑا رہنا گزرنے سے بہتر سمجھے گا۔ اسی طرح زمین میں دھنسا دیا جانا گزرنے سے بہتر سمجھے گا۔ ہمیں چاہیے کہ اگر کسی حاجت کی بنیاد پر مسجد سے فوراً نکلنا پڑے تو اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم کسی نمازی کے آگے سے ہرگز نہ گزریں۔

جماعت کے درمیان سے گزرنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: میں قریب البلوغ تھا ان دنوں کی بات ہے کہ ایک مرتبہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کے سامنے کوئی دیوار وغیرہ بھی نہیں تھی، میں صف کے درمیان سے گزرا، گدھی سے اتر کر اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں شامل ہو گیا، مجھے اس سے کسی نے منع بھی نہیں کیا۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب جماعت سے نماز ہوتی ہے تو امام سارے مقتدیوں کے لیے سترہ ہوتا ہے۔ ایسے میں اگر کسی ضرورت کے تحت صف کے درمیان سے گزرنا پڑے تو اس کی اجازت ہے بلکہ اگر اگلی صفوں میں کہیں جگہ خالی رہ گئی ہے تو صف کے درمیان سے گزر کر وہ جگہ پُر کرنا ضروری ہے۔

جب سترہ نہ ملے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَیْئًا، فَاِنْ لَمْ یَجِدْ فَلْیَنْصِبْ عَصَاهُ فَاِنْ لَمْ یَكُنْ مَعَهٗ عَصًا فَلْیَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا یَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے چہرے کے سامنے کچھ رکھ لے، اگر کچھ نہ ملے تو اسے چاہیے کہ اپنا عصا ہی کھڑا کر لے اور اگر اس کے پاس عصا بھی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے سامنے ایک لکیر کھینچ لے پھر اس کے سامنے سے گزرنے والی کوئی چیز اسے ضرر نہیں دے گی۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۱۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ سترہ کے تین درجے ہیں۔ چہرے کے سامنے کوئی ایسی بڑی چیز رکھی جائے جسے بہ طورِ سترہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی چیز نہ ملے تو اپنا عصا ہی اپنے سامنے کھڑا کر لیا جائے اور اگر عصا بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے سامنے خط کھینچ لیا جائے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کے دوران سترے کی کتنی اہمیت ہے۔

سترہ کچھ دائیں یا بائیں ہو

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی اِلٰی عُوْدٍ وَ لَا عَمُوْدٍ وَ لَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهٗ عَلٰی حَاجِبِهِ الْاَیْمَنِ اَوِ الْاَیْسَرِ وَ لَا یَصْمِدُ لَهٗ صَمْدًا.

ترجمہ: میں نے دیکھا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی لکڑی یا کسی کھمبے یا درخت کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تو اسے اپنے دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل

رکھتے ،اپنے چہرے کے بالکل مقابل نہیں رکھتے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۱۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سترہ رکھنے کے آداب میں سے یہ ہے کہ اسے چہرے کے بالکل مقابل میں نہ رکھا جائے بلکہ دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل میں رکھا جائے۔ یہی حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول بھی رہا ہے اور اسی کا ہمیں حکم بھی ہے۔

سترہ لینے کا حکم کیوں

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ وَ ادْرَؤُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.

ترجمہ: کوئی چیز نماز کو نہیں توڑتی مگر پھر بھی جہاں تک تم سے ہوسکے گزرنے والے کو دفع کرو کیوں کہ وہ شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۱۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سامنے سے گزر گیا تو نماز ٹوٹ گئی مگر ایسا نہیں ہے۔ کسی کے سامنے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی نماز پڑھنے والے پر کوئی گناہ ہے۔ البتہ گزرنے والا ضرور گنہ گار ہوگا۔ شیطان نمازی کی توجہ بانٹنے کے لیے لوگوں کو اس کے سامنے سے گزارتا ہے اسی لیے سترہ لگانے کا حکم ہوا تاکہ شیطان اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

• • •

صبح وشام کے نوافل

نفل کا معنی زائد ہے۔ فرض اور وتر کے علاوہ جتنی نمازیں ہیں سب نفل کہلاتی ہیں چاہے وہ سنن مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ یا نوافل۔ عموماً ہم نفل سے مراد فرض، وتر اور سنتوں کے علاوہ بقیہ نمازیں سمجھتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ سنن مؤکدہ اور غیر مؤکدہ بھی نفل کہلاتی ہیں۔ صبح سے لے کر شام تک ہمارے لیے بہت سے نوافل ہیں جن میں سے کچھ سنن مؤکدہ ہیں، کچھ غیر مؤکدہ اور کچھ نوافل۔

سننِ مؤکدہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ: جو کوئی مسلمان روزانہ فرائض کے علاوہ بارہ رکعت نفل نماز ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۵۰۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس میں تطوُّع سے مراد سنن مؤکدہ ہیں۔ سنن مؤکدہ یہ ہیں: چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشا کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔ اس روایت میں فرمایا گیا کہ اگر دن بھر میں بارہ رکعات سنن مؤکدہ پڑھ لی جائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ یاد رکھیں! سنن مؤکدہ کا پڑھنا تو ثواب ہے لیکن اس کا ترک کرنا عتاب کا بھی باعث ہے۔ اس لیے ہمیں کبھی بھی سنن مؤکدہ ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ انھیں ضرور ادا کرنا چاہیے۔

نمازِ چاشت

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا:

يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَ كُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَ كُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَ كُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَ يُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى.

ترجمہ: بدن کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ دینا چاہیے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے، بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لینا ان تمام کے لیے کافی ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۱۴۹۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نمازِ چاشت کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھنے کے بعد پڑھے۔ احادیث مبارکہ میں اس کی متعدد فضیلتیں وارد ہوئیں ہیں جن میں سے ایک آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ جس نے چاشت کی نماز پڑھی اس نے تسبیح، تحمید، تہلیل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب کچھ کرنے کا ثواب پایا اور بدن کے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنے کا ثواب اسے میسر آ گیا۔

سنتِ عصر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھی۔

(سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۲۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عصر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھنا چاہیے۔ اس نماز کو پڑھنے والے کے حق میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان سے رحم وکرم کی دعا فرمائی ہے۔ ہم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو یہ سنتیں پڑھتے ہیں جب کہ ہمیں ضرور انھیں ادا کرنا چاہیے کہ ان کے ادا کرنے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے رحم وکرم کی بارش ہونے کا یقین ہے۔

سنتِ عشا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ.

ترجمہ: دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے، دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے، دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری مرتبہ میں فرمایا: لِمَنْ شَآءَ. ترجمہ: جو چاہے اس کے لیے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۲۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں دونوں اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:

اَلْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ الْاَذَانُ وَ الْاِقَامَةُ.

ترجمہ: دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، حصہ ششم، ص:۱۲۳)

اس روایت سے پتہ چلا کہ عشا کی اذان اور اقامت کے درمیان بھی سنت غیر مؤکدہ پڑھی جائے گی جس کی تعداد فقہائے کرام نے ۴ر رکعات بیان فرمائی ہے۔ ہمیں یہ

سنتیں بھی ضرور ادا کرنی چاہیے۔

صلاۃُ اللیل

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات میں سے یہ بھی تھا کہ آپ راتوں کو قیام کیا کرتے اور نوافل پڑھا کرتے تھے۔ رات میں جاگ کر جو نماز پڑھی جائے یا عشا کے بعد سو کر اٹھنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے دونوں کو صلاۃُ اللّیل کہتے ہیں۔ صلاۃ اللیل ہی کی ایک قسم نمازِ تہجد بھی ہے جو کہ عشا کے بعد سو کر بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کی نماز پابندی سے پڑھا کرتے تھے بلکہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی مگر آپ کی اُمت پر سنت ہے۔

صلاۃ اللیل کی فضیلت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْحَرَامُ وَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ.

ترجمہ: رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے حرمت والے مہینے کے روزے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۸۲۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ صلاۃ اللیل اور نمازِ تہجد دیگر نوافل سے افضل ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رات میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہوتا، عبادت دل جمعی کے ساتھ ہو پاتی ہے، خشوع اور خضوع کی کیفیت پیدا کرنا آسان ہوتا ہے اور جس عبادت میں یہ کیفیتیں پیدا ہو جائیں وہ عبادت اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ساری عبادتوں سے افضل ہوتی ہے۔ رات کی نماز ہو یا نمازِ تہجد اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں کیوں کہ ان میں یہ کیفیات پیدا کرنا

آسان ہوتا ہے۔

صلاۃ اللیل میں چند باتیں سنت ہیں:

(۱) تعدادِ رکعات

صلاۃ اللیل پڑھی جائے یا نمازِ تہجد اس کی تعداد آٹھ رکعت یا دس رکعت ہونا افضل ہے۔ کم سے کم دو رکعتیں ہیں۔

(۲) طولِ قیام

ویسے تو ہر نماز کا قیام طویل کرنا افضل ہے کہ اس میں قرآنِ مقدس کی زیادہ سے زیادہ آیتیں پڑھی جائیں گی۔ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی نماز بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں لمبا قیام کیا جائے۔

(۳) مسواک کرنا

صلاۃ اللیل سے پہلے خصوصًا نمازِ تہجد سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے۔ حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صبح تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو مسواک سے دانت صاف کیا کرتے۔

(۴) سورۂ آلِ عمران کی آخری آیات کی تلاوت

صلاۃ اللیل میں یہ بھی سنت ہے کہ نماز میں سورۂ آلِ عمران کی اخیر کی آیات تلاوت کی جائیں۔ یعنی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (آیت:۱۹۰) سے اخیر تک کل گیارہ آیتیں۔

(۵) نماز سے پہلے دعا

یہ بھی سنت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو دعا ثابت ہے صلاۃ اللیل سے پہلے وہ پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَائُکَ حَقٌّ وَ قَوْلُکَ حَقٌّ وَ الْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِیُّوْنَ حَقٌّ.

ترجمہ: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا بادشاہ ہے اور تو ہی لائق تعریف ہے۔ تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کو روشن کرنے والا ہے اور تو ہی لائق حمد وستائش ہے۔ تو ہی حق ہے، تیرا وعدہ حق، تیری ملاقات حق، تیرا کلام حق، جنت حق، جہنم حق، انبیائے کرام حق ہیں۔

(۶) چھوٹی رکعتوں سے شروعات

صلاۃ اللیل میں یہ بھی سنت ہے کہ نماز کی شروعات دو چھوٹی رکعتوں سے کی جائے تاکہ ان کے بعد کی نمازوں کے لیے چستی پیدا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِّنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ.

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی شخص رات میں قیام کرے تو اسے چاہیے کہ نماز دو خفیف رکعتوں سے شروع کرے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۵۳۲)

(۷) دعا سے نماز کی ابتدا

یہ بھی سنت ہے کہ صلاۃ اللیل کی شروعات اِس دعا سے کرے جو نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

ترجمہ: اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے رب، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے! تو بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ جھگڑتے ہیں، حق بات میں جو اختلاف ہے اس میں اپنی توفیق سے میری رہنمائی فرما۔ بے شک تو جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

وتر کی سنتیں

وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (سورۂ اعلیٰ مکمل) دوسری رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ (پوری سورۂ کافرون) اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) پڑھنا سنت ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۳۲۵)

یہ بھی سنت ہے کہ نمازِ وتر کا سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ پڑھا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ تیسری مرتبہ کچھ بلند آواز سے پڑھے اور تیسری مرتبہ میں رَبِّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَ الرُّوْحِ کا اضافہ بھی بہتر ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص:۶۵)

سنتِ فجر سے متعلق سنتیں

فجر کی پہلی دونوں رکعتیں چھوٹی ادا کرنا سنت ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ کہتی ہیں:

کَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَیْنَ الْاَذَانِ وَ الْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو

خفیف رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

سنتِ فجر کی پہلی رکعت میں قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا (سورۂ بقرہ، آیت:۱۳۶) پڑھنا سنت ہے۔ دوسری رکعت میں قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۶۴) پڑھنا سنت ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سنتِ فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا سنت ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۵۰۲)

• • •

نماز کی قولی سنتیں

نماز میں جو باتیں سنت ہیں وہ دو طرح کی ہیں۔ نماز میں فرائض اور واجبات کے علاوہ کچھ کلمات زبان سے ادا کرنا سنت ہے اور کچھ مخصوص افعال بھی سنت ہیں۔ جو کلمات زبان سے ادا کیے جائیں وہ قولی سنتیں ہیں اور جو افعال کیے جاتے ہیں وہ فعلی سنتیں ہیں۔

نماز کی قولی سنتیں یہ ہیں:

(۱،۲،۳) امام کا بلند آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور سلام کہنا۔ اتنی بلند آواز سے کہے، جتنی کی ضرورت ہو، بلاضرورت بہت زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

(۴،۵،۶) ثنا، تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) اور تسمیہ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) پڑھنا۔ (۷) آمین کہنا۔ (۸) ان سب کا آہستہ ہونا۔

(۹،۱۰،۱۱) پہلے ثنا پڑھیں، پھر تعوذ، پھر تسمیہ۔

(۱۲) ہر ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھیں، وقفہ نہ کریں۔

(۱۳) تحریمہ کے بعد فوراً ثنا پڑھیں۔

(۱۴) عیدین میں تکبیر تحریمہ ہی کے بعد ثنا کہہ لیں اور ثنا پڑھتے وقت ہاتھ باندھ لیں اور اعوذ باللہ چوتھی تکبیر کے بعد کہیں۔

(۱۵) رکوع میں تین بار سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنا۔

(۱۶) رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا۔

(۱۷) ہر تکبیر میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی ''ر'' کو جزم کے ساتھ (اَكْبَرْ) پڑھنا۔

(۱۸) سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کی ''ہ'' کو ساکن کر کے (حَمِدَهْ) پڑھنا۔

(۱۹) رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا۔

(۲۰) مقتدی کو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ کہنا۔

(۲۱) منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کو دونوں کہنا۔

(۲۲،۲۳) سجدے میں جانے کے لیے اور سجدے سے اٹھنے کے لیے اللہ اکبر کہنا۔

(۲۴) سجدے میں کم از کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔

(۲۵) دوسرے قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔ افضل درود ابراہیمی ہے۔

ثنا پڑھنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں: نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرمایا کرتے تو یہ پڑھتے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ.

ترجمہ: اے اللہ! تیری پاکی ہے، تیرے لیے سارے حمد وستائش ہیں، تیرا نام با برکت ہے، تیری ذات سب سے بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۱۱)

آمین کہنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا: اٰمِیْنَ فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.

ترجمہ: جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو اس لیے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے پچھلے گناہ بخش دیے

جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۵۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سورۂ فاتحہ کی آخری آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی جاتی ہے: اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔ یہ ایسی دعا ہے جس کی قبولیت میں دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی ہے اس لیے جب کوئی مومن نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے معصوم فرشتے اس کے لیے آمین کہتے ہیں۔ اسی لیے ہمیں بھی آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم فرمایا کہ ہم سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہا کریں کہ اگر ہمارا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کے موافق ہو جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔

رکوع وسجود کی تسبیح

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہہ لے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور اگر کوئی شخص اپنے سجدوں میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ لے تو اس کے سجدے مکمل ہو گئے اور یہ ادنیٰ مقدار ہے۔

(سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۴۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہنا اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا مسنون ہے۔ کم از کم تین مرتبہ کہا جائے اور زیادہ کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے طاق عدد میں جتنا چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ رکوع اور سجود ان دونوں تسبیحوں کے بغیر ادا ہو جائیں گے لیکن رکوع اور

سجود کو کمال ان تسبیحات سے ملے گا۔ حاصل یہ کہ اگر چہ سنت کی ادائیگی کے بغیر بھی فرض ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن اسے کمال سنت کی ادائیگی ہی سے ملتا ہے۔

قومہ کے وقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.

ترجمہ: جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو اس لیے کہ جس کی آواز ملائکہ کی آواز کے موافق ہوگی اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس کا معنی ہے ”اے اللہ ہمارے رب! تیرے ہی لیے ساری تعریفیں ہیں۔ ملائکہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں، اگر رکوع کے بعد ہمارا ان الفاظ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا ملائکہ کی حمد و ثنا کے موافق ہو جائے تو یہ ہمارے گناہوں کی بخشش کا سبب بن جائے گا۔

دونوں سجدوں کے درمیان

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان کہتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وَ اھْدِنِیْ وَ عَافِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے عافیت دے اور مجھے روزی عطا فرما۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۰۷۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سجدے نماز کے سب سے اہم اور مرکزی حصہ ہیں اور اس میں عاجزی اور انکساری کا اظہار سب سے زیادہ ہوا کرتا ہے کہ بندہ اپنے جسم کا سب سے بلند اور باعظمت حصہ یعنی پیشانی زمین پر رکھ کر اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتا ہے کہ مولیٰ! تیری شان کے آگے دنیا کی ہر چیز حقیر و ذلیل ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ بندہ سجدے میں اپنے مولیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ جب اتنا قرب حاصل ہوتا ہے تو سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں سجدوں کے درمیان ہمیں یہ دعا تعلیم فرمائی کہ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کریں: میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے عافیت دے اور مجھے روزی عطا فرما۔ تاکہ ہمیں اس دعا کی برکت سے دین، دنیا اور آخرت کی بھلائی میسر آجائے۔

• • •

نماز کی فعلی سنتیں

فرائض اور واجبات کے علاوہ جو کام نماز میں کیے جائیں وہ نماز کی فعلی سنتیں ہیں۔

نماز کی فعلی سنتیں یہ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا۔

(۲) ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا۔ (نہ بالکل ملائیں اور نہ تکلف کے ساتھ کشادہ رکھیں)۔

(۳) ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رو ہونا۔

(۴) تکبیر کے وقت سر نہ جھکانا۔

(۵) تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا۔

(۶، ۷، ۸) تکبیر قنوت اور تکبیرات عیدین میں بھی کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہنا۔ ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔

(۹) تکبیر کے فوراً بعد ہاتھ باندھ لینا۔

(۱۰، ۱۱) مردوں کو گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑ لینا اور انگلیاں کشادہ رکھنا۔

(۱۲، ۱۳) عورتوں کو محض گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور انگلیاں کشادہ نہ کرنا۔

(۱۴) رکوع کی حالت میں دونوں پیروں کو سیدھا رکھنا۔

(۱۵) رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھنا، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔

(۱۶) عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں، یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کریں اور گھٹنوں پر زور نہ دیں بلکہ صرف ہاتھ رکھ دیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی

رکھیں اور پاؤں جھکے ہوئے رکھیں، مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کر دیں۔

(۱۷) رکوع سے جب اٹھیں تو ہاتھ نہ باندھیں، لٹکا ہوا چھوڑ دیں۔

(۱۸) سجدے میں ہاتھ کا زمین پر رکھنا۔

(۱۹-۲۰) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھیں پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور اٹھتے وقت پہلے پیشانی اٹھائیں پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔

(۲۱، ۲۲) مرد کے لیے سجدے میں بازو کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا۔ (صف میں ہو تو بازو کو کروٹ سے جدا نہ کرے)

(۲۳) کلائیوں کو زمین پر نہ بچھانا۔

(۲۴) سجدے میں اعتدال کرنا۔

(۲۵-۲۸) عورتیں سمٹ کر سجدہ کریں، یعنی بازوؤں کو کروٹوں سے، پیٹ کو ران سے، ران کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو زمین سے ملا دیں۔

(۲۹) دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھیں، اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتے ہوں تو پہلے داہنا رکھیں پھر بایاں۔

(۳۰) دونوں سجدوں کے درمیان بایاں پیر بچھا کر اور دایاں کھڑا رکھ کر تشہد کی طرح بیٹھنا۔

(۳۱) ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا۔

(۳۲) سجدوں میں انگلیاں قبلہ رو ہونا۔

(۳۳) ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہونا۔

(۳۴) سجدے میں دونوں پیروں کی دسوں انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگا ہوا ہونا۔

(۳۵، ۳۶) دونوں سجدے کرنے کے بعد اگلی رکعت کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا۔

(۳۷-۴۰) دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پیر بچھا کر، دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا، داہنا قدم کھڑا رکھنا اور داہنے پیر کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا۔ (یہ مرد کے لیے ہے)

(۴۱،۴۲) عورتیں دونوں پیر دائیں جانب نکال دیں اور بائیں سرین پر بیٹھیں۔

(۴۳،۴۴) دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھنا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر۔

(۴۵،۴۶) انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا کہ نہ بالکل کھلی ہوئی ہوں، نہ ملی ہوئی۔ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہوں، البتہ گھٹنے نہ پکڑیں۔

(۴۷) التحیات میں جب کلمۂ شہادت پر پہنچیں تو انگلی سے اس طرح اشارہ کرنا کہ چھوٹی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرلیں، انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائیں، لفظ لَا پر کلمہ کی انگلی اٹھائیں، لفظ اِلَّا پر گرادیں اور سب انگلیاں سیدھی کرلیں۔

(۴۸) قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھیں تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھیں بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر اٹھیں۔

تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے ارشاد فرمایا:

اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، رَاَیْتُہٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حِذَاءَ مَنْکِبَیْہِ.

ترجمہ: مجھے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تم لوگوں میں سب سے زیادہ یاد ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کاندھوں کے مقابل کرلیتے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص: ۱۶۵)

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ بیان کرتے ہیں کہ جب نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے یہاں تک کہ دونوں آپ کے مونڈھوں سے اوپر آپ کے کانوں کے مقابل تھے پھر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص: ۱۹۲)

رکوع کا طریقہ

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے رکوع اس طرح کرنے کی تعلیم دی:

فَاِذَا رَکَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَیْکَ عَلٰی رُکْبَتَیْکَ وَ مَکِّنْ رُکُوْعَکَ وَ امْدُدْ ظَھْرَکَ.

ترجمہ: جب رکوع کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو، رکوع اطمینان کے ساتھ کرو اور اپنی پیٹھ بچھا دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص: ۲۵۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں رکوع کرنے میں تین باتوں کی ہدایت دی ہے۔ (۱) ہم اپنی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیں۔ (۲) رکوع اطمینان کے ساتھ کریں۔ (۳) رکوع کے دوران اپنی پیٹھ بالکل بچھا دیں۔ مسلمانوں کی اکثریت رکوع میں ان تینوں باتوں کی مخالفت کرتی ہے۔ بہت سے لوگ نماز اس طرح پڑھتے ہیں کہ رکوع کرتے وقت ان کے ہاتھ بس گھٹنوں سے چھو جاتے ہیں۔ رکوع اطمینان سے بھی نہیں کرتے بس ذرا جھکے اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ اپنی پیٹھ بھی بالکل سیدھی نہیں رکھتے۔ جب کہ رکوع میں پیٹھ سیدھی کر دینا، اطمینان سے رکوع کرنا اور ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لینا رکوع کے آداب میں سے ہے۔

سجدے کا طریقہ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا، آپ نے سجدے کا طریقہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَ لَا قَابِضِهِمَا وَ اسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ.

ترجمہ: جب آپ سجدہ کرتے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے، نہ اسے بالکل بچھاتے اور نہ ہی بالکل کھڑا رکھتے اور اپنے پیروں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ رُخ کر دیتے۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۶۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کا طریقہ بھی سکھایا۔ آپ نے خود نماز پڑھ کر دکھایا تاکہ ہم آپ کے طریقے کے مطابق نماز پڑھ کر اپنی نماز کامل بنالیں۔ آپ کے سجدے کا طریقہ مذکورہ روایت میں بیان کیا گیا ہے ہمیں اسی کے مطابق سجدہ کرنا چاہیے۔ اکثر لوگ سجدے میں متعدد غلطیاں کرتے ہیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں بالکل کشادہ کر لیتے ہیں، کچھ لوگ ہاتھ بالکل اس طرح زمین پر بچھا دیتے ہیں کہ کہنیاں بھی زمین سے لگ جاتی ہیں اور کچھ لوگ بالکل کھڑا کرلیا کرتے ہیں، پیروں کی انگلیاں بھی بالکل کھڑی کر دیتے ہیں۔ جب کہ سجدے کا صحیح طریقہ وہی ہے جو اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

سات ہڈیوں پر سجدہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَ الْيَدَيْنِ وَ الرُّكْبَتَيْنِ وَ اَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَ لَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَ لَا الشَّعْرَ.

ترجمہ: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی پر، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے کناروں پر اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اپنے کپڑے اور بال نہ سمیٹوں۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سارے لوگ رکوع اور سجدے میں جاتے وقت اپنے بال یا اپنے کپڑے سمیٹ لیا کرتے ہیں جب کہ یہ خلافِ سنت ہے اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

کہنیاں اٹھی ہوئی ہوں

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَ ارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ.

ترجمہ: جب سجدہ کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھ دو اور اپنی دونوں کہنیاں زمین سے بلند رکھو۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۳۵۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَ لَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ.

ترجمہ: سجدے اعتدال کے ساتھ کرو اور کوئی شخص سجدے میں اپنے دونوں بازو کتے کی طرح زمین پر نہ بچھائے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پہلی روایت میں سجدے

کی حالت میں کہنیاں زمین سے بلند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری روایت میں زمین پر بچھانے سے منع فرمایا گیا ہے جب کہ ہم میں سے اکثر لوگ نہ جاننے کی وجہ سے اس میں ملوث ہیں۔ ہمیں اپنی اصلاح کرنا چاہیے۔

ہاتھ کشادہ ہوں

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ سجدے کی حالت میں اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے جدا رکھنا بھی سنت ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا بازو اپنے پہلو سے ملا دیتا ہے تو اس نے خلافِ سنت کام کیا جس کی وجہ سے اس کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔ البتہ بہت زیادہ کشادہ بھی نہیں کرنا چاہیے کہ یہ خلافِ سنت بھی ہے اور اگر جماعت سے نماز پڑھی جا رہی ہے تو دوسروں کے سجدوں میں خلل اندازی کا باعث بھی ہے۔

اعضا کی ترتیب

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَ اِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

ترجمہ: میں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے

دیکھا، جب آپ سجدے میں جاتے تو اپنے ہاتھ زمین پر رکھنے سے پہلے اپنے گھٹنے رکھتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو اپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھاتے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۲۲۲)

تشہد کی کیفیت

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں پٹھے پر اور بایاں ہاتھ بائیں پٹھے پر رکھتے، اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا اپنی درمیانی انگلی پر رکھتے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۴۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تشہد کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں قدم کھڑا کر دیا جائے اور بایاں قدم بچھا کر اس پر دونوں سُرین رکھ کر بیٹھا جائے۔ اپنے دونوں ہاتھ پٹھوں پر رکھ دیے جائیں اور التحیات پڑھنے کے دوران جب کلمہ لَا کے قریب پہنچیں داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا لیں، چھوٹی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو ہتھیلی سے ملا دیں، لفظ لَا پر انگشت شہادت اٹھائیں مگر اسے جُنبش نہ دیں، کلمۂ اِلَّا پر گرا دیں اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیں۔ تشہد کا یہی طریقہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

درود و سلام

حضرت فَضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور نماز پڑھی، تشہد میں اس نے کہا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ ارْحَمْنِيْ. (ترجمہ: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نماز پڑھنے والے! تو

نے بہت جلدی کی۔ جب تو نماز کے دوران قعدہ کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وستائش کر، مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس شخص نے دوبارہ نماز پڑھی اور قعدے میں اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا۔ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نماز پڑھنے والے! تو دعا کر تیری دعا قبول ہوگی۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۵۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ نماز کے قعدۂ اخیرہ میں درود پاک پڑھنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جو دعا کی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ اسی لیے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود ابراہیمی کے بعد پڑھنے کے لیے ہمیں دعا کی بھی تعلیم فرمائی ہے۔ ویسے تو بہت سے دعائیں منقول ہیں مگر یہ دعا زیادہ پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ بخشتا بھی نہیں تو تو اپنی جانب سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

سلام پھیرنے کا طریقہ

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا یہاں تک کہ آپ کے گالوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۴۰۹)

فرض نماز کے بعد

فرض نمازوں کے بعد متعدد اعمال حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور آپ نے ان کے فضائل وفوائد بھی بیان فرمائے ہیں۔ نمازوں کے بعد ان اعمال کی پابندی جہاں ہمارے لیے اجر وثواب کی باعث ہوگی وہیں ہمارے لیے اس میں متعدد دینی و دنیوی فوائد بھی مضمر ہیں۔

اللہ اکبر کہنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

کُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ.

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۶۸)

ترجمہ: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد تکبیر کہا کرتے تھے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں بیان کیا گیا کہ جب حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے فوراً تکبیر کہتے تھے۔ تکبیر کا مطلب ہے ”اَللّٰهُ اَکْبَرُ“ کہنا۔ اس روایت میں تعداد مروی نہیں ہے اس لیے تعداد کے بارے میں ہمیں اختیار ہے جتنی تعداد میں چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ چوں کہ طاق عدد اللہ کو پسند ہے اس لیے طاق عدد میں کہنا چاہیے لیکن کم از کم تین مرتبہ ہو۔

اتنی مقدار بیٹھتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اس قدر بیٹھتے جتنی دیر میں آپ یہ

کہہ لیتے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام.

ترجمہ: اے اللہ! تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری جانب ہی سے سب سلامتی ہے، تو منزہ و برتر ہے اے بزرگی اور عزت والے! (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۱۴)

اس روایت سے پتہ چلا کہ ہمیں فرض نمازوں کے سلام پھیرنے کے بعد مذکورہ کلمات کم از کم ایک مرتبہ ضرور کہنا چاہیے کہ یہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ بھی ہے اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف و بڑائی بھی ہے۔

سرکار کا معمول

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد کہا کرتے تھے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَـلٰی کُـلِّ شَـیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ.

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے، اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں اور وہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ اے اللہ! جو تو دینے والا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو نے روک دیا وہ کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے خلاف کوشش کرنے والے کی کوشش اسے نفع نہیں دے گی۔

(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۱۶۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! فرض نماز کے فوراً بعد سنتوں کی ادائیگی کے لیے اٹھ جانا بھی درست ہے اور اگر فوراً نہ اٹھتے ہوئے کوئی شخص مذکورہ کلمات

کہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ ادائے سنت کی نیت سے ضرور یہ کلمات کہنے چاہیے۔

پناہ مانگتے

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے اور ارشاد فرماتے: حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان کلمات کے ذریعے پناہ مانگتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں بزدلی، بخالت، گھٹیا عمر کی طرف لوٹائے جانے، دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۸۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بندہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے خلوص سے نماز پڑھتا ہے تو اللہ کی رحمتیں اس کی جانب متوجہ ہوتی ہیں اور اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص کرم ہوتا ہے۔ ایسے عالم میں جو دعا کی جائے وہ قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ ایسے میں ہمیں آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو دعا تعلیم فرائی ہے وہ یہ ہے کہ ہم بزدلی، بخالت، بری زندگانی، دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

افضل عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: مہاجر فقرا حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! جو مسلمان مالدار ہیں وہ بلند درجات پر پہنچ گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا مطلب؟ انھوں نے عرض کی: وہ نماز تو ہماری ہی طرح پڑھتے ہیں، روزے بھی ہماری ہی طرح رکھتے ہیں مگر وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہمارے پاس صدقہ کرنے

کے لیے مال نہیں ہے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہمارے پاس اس کی بھی استطاعت نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمھیں ایسی بات نہ سکھا دوں جس سے تم اپنے اگلوں کا درجہ پالو، اپنے پچھلوں پر سبقت لے جاؤ اور تم سے افضل کوئی شخص نہ ہو مگر وہ جو ایسا ہی کرے۔ ان لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ نے فرمایا:

تُسَبِّحُوْنَ وَ تُكَبِّرُوْنَ وَ تَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً.

ترجمہ: ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھا کرو۔

پھر کچھ دنوں کے بعد مہاجر فقرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس عمل کے بارے میں سن لیا تھا اب وہ بھی ایسا کرنے لگے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے نوازدے۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں آپس میں ایک دوسرے پر نیکیوں میں سبقت کرنے کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہا کرتا تھا، وہ حضرات ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی ہمیشہ کوشش کیا کرتے تھے۔ بدنی عبادتوں میں ہر کوئی ایک دوسرے سے آگے نکل سکتا تھا لیکن مالی عبادتوں میں مالدار طبقے کے صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان زیادہ آگے نکل جایا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر غریب طبقے کے صحابۂ کرام حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ ہمیں کوئی تدبیر بتائیے جس سے ہماری نیکیاں ان سے بھی زیادہ ہو جائیں۔ آپ نے انھیں ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اس سے

اندازہ لگائیے کہ ان مختصر کلمات میں کس قدر اجر و ثواب ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی ہر نماز کے بعد مذکورہ تعداد میں ان کلمات کے ورد کی پابندی کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کے بعد لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ایک مرتبہ پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرمادے گا خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو یہ کلمات ننانوے ہو گئے پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے، اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں اور وہی سب کچھ کر سکتا ہے۔) کہہ کر ۱۰۰ر پورے کیے تو اس کی خطائیں بخش دی جائیں گی اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۲۱۶)

ذکرِ الٰہی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَ لَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً.

ترجمہ: فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو اللہ

کا ذکر کرتے ہیں میرے نزدیک اولادِ اسماعیل سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور عصر کی نماز کے بعد سے غروبِ آفتاب تک بیٹھنا بھی چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۲۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام کی جلوہ گری سے پہلے دنیا میں غلامی کا بڑا رواج تھا اور ایک مرتبہ جو غلامی کے دلدل میں پھنس گیا وہ نسل در نسل پھنسا ہی رہ جاتا تھا۔ اسلام نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرنے کے کی ہر حال میں کوشش کی اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل پاک سے جو لوگ غلامی کی زنجیر میں جکڑ جائیں تو انھیں آزاد کرانا اسی قدر فضیلت کا باعث ہے جس قدر ان کی فضیلت ساری انسانیت پر ہے۔ لیکن آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اگر کوئی شخص فجر یا عصر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرے تو یہ عمل اولادِ اسماعیل سے چار غلام آزاد کرنے سے بھی بہتر ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ اول تو ہم مسجد بھی بڑی مشکل سے جاتے ہیں اور اگر گئے بھی تو نماز کے بعد ایک منٹ بھی مسجد میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتے جب کہ نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہر کر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہنا بڑی فضیلت کا باعث ہے۔

ایک حج اور ایک عمرہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّ عُمْرَةٍ.

ترجمہ: جو شخص نمازِ فجر جماعت کے ساتھ پڑھے پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے، طلوعِ آفتاب کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۴۸۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حج یا عمرہ کرنا آسان کام نہیں ہے، اپنے گھر اور وطن سے اتنی دور جانا، کثیر مال و دولت خرچ کرنا، سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا اور متعدد تکلیفیں برداشت کرنا ہوتا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنا پھر طلوعِ آفتاب کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لینا اس قدر اجر و ثواب کا باعث ہے گویا اس نے ایک حج اور ایک عمرہ مکمل کر لیا۔

آیۃ الکرسی پڑھنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ وَ مَنْ قَرَأَهَا حِيْنَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهٗ اٰمَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى دَارِهٖ وَ دَارِ جَارِهٖ وَ اَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ.

ترجمہ: جو کوئی ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اسے جنت میں داخل ہونے سے صرف موت ہی مانع ہوگی اور جو شخص سوتے وقت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر، اس کے پڑوسی کے گھر اور اس کے گھر کے پاس موجود گھروں کو امان دے دے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ چہارم، ص:۵۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آیۃ الکرسی کی بڑی فضیلت ہے ان میں سے دو فضیلتیں اس روایت میں ذکر کی گئی ہیں کہ ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا جنت میں لے جانے والا عمل ہے اور سوتے وقت پڑھنے سے خود پڑھنے والے

کے گھر کی بھی حفاظت ہوتی ہے اسی کے ساتھ اس کے گھر کے اردگرد موجود گھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حفظ وامان میں ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہمیں خصوصًا ان دو مواقع پر ضرور آیۃ الکرسی کی عادت بنانی چاہیے۔

اجر ہی اجر

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی نمازِ فجر اور نمازِ مغرب سے پلٹنے سے پہلے دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں، وہی مارتا اور جلاتا ہے اور وہی سب کچھ کرسکتا ہے۔) کہے تو ہر مرتبہ کہنے کے عوض اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اس کے دس گناہ مٹائے جائیں گے، اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے، اس کا یہ کہنا اس کے لیے ہر تکلیف دہ چیز سے بچاؤ ہوگا، شیطان سے اسے پناہ ملے گی اور وہ سب سے اچھا عمل کرنے والا شمار ہوگا مگر یہ کہ کوئی شخص اس سے افضل کلمات کہے جو اس نے کہا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۲۹، ص:۵۱۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دس مرتبہ ان کلمات کا ورد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے اور نہ ہی اس میں بہت زیادہ وقت صرف ہوگا اور فضیلت اتنی کہ پڑھنے والے کے سو گناہ مٹا دیے جاتے ہیں، اسے سو نیکیاں ملتی ہیں اور اس کے سو درجات بلند کردیے جاتے ہیں۔ جب اس میں اتنی فضیلت ہے تو اسے پانے کے لیے ہمیں تھوڑی سی قربانی ضرور دینی چاہیے اور نمازِ فجر اور مغرب کے بعد یہ کلمات دس مرتبہ ضرور پڑھنے چاہیے۔

• • •

گھر میں نفل کے آداب

فرض نمازیں باجماعت ادا کرنی چاہیے اور ان کی ادائیگی کے لیے مسجد کی حاضری بھی ضروری ہے لیکن سنتوں اور نوافل کی گھر پر ادائیگی مسنون ہے اور انھیں گھر پر ہی ادا کرنے میں زیادہ اجر وثواب ہے۔

بہتر نماز

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ خَيْرَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ. ترجمہ: سب سے بہتر نماز گھر میں ہے مگر فرض نمازیں۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ فرض نمازوں کے علاوہ دیگر نمازیں ہمیں گھر پر ادا کرنی چاہیے، اسی میں ہمارے لیے بہتری ہے اور ایسا کرنے میں ہمارے لیے زیادہ اجر وثواب ہے۔

پچیس نمازوں کے برابر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلٰوةُ الرَّجُلِ تَطَوُّعًا حَيْثُ لَا يَرَاهُ النَّاسُ تَعْدِلُ صَلٰوتَهٗ عَلٰى اَعْيُنِ النَّاسِ خَمْسًا وَّ عِشْرِيْنَ.

ترجمہ: نفل نماز اس جگہ پڑھنا جہاں لوگ نہ دیکھتے ہوں لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ (الفتح الکبیر للسیوطی، حصہ دوم، ص:۱۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ریاکاری اسلام کی نظر میں بہت ہی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس لیے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کام میں

ریاکاری سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ نفل نمازیں ادا کرنے میں چوں کہ دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوسکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے تو سوچیں گے کہ یہ بہت عابدوزاہد اور نیک وصالح بندہ ہے اسی لیے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفل نمازیں گھر پر یا ایسی جگہ پر پڑھنے کا حکم فرمایا جہاں لوگ دیکھا نہ کریں تاکہ ریاکاری کا شائبہ بھی نہ ہو اور اس کی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ ایسی جگہ پر پڑھی جانی والی نفل نماز جہاں لوگ نہ دیکھ سکتے ہیں لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی نفل نمازوں سے پچیس درجے بہتر ہے اور اس میں پچیس گنا زیادہ اجر و ثواب ہے۔

فرض نماز کا درجہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَضْلُ صَلٰوةِ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى صَلٰوتِهٖ حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ كَفَضْلِ الْمَكْتُوْبَةِ عَلَى النَّافِلَةِ.

ترجمہ: جو نماز گھر میں پڑھی جائے اس کا مقام لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی نماز سے اس طرح بلند ہے جیسے فرض نمازوں کا مقام نفل سے بلند ہوتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ ہشتم، ص:۴۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نفل نمازوں کے مقابل فرض نمازوں میں زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے لیکن اگر وہی نفل نماز لوگوں سے پوشیدہ ہو کر ایسی جگہ پر ادا کی جائے جو لوگوں کی نظروں سے دور ہو تو اس میں فرض نمازوں کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس لیے ہمیں نفل نمازیں گھر پر ادا کرنی چاہیے یا ایسی جگہوں پر جو لوگوں کی نگاہوں سے دور ہوں۔

● ● ●

عمامہ باندھنے کی سنتیں

عمامہ مسلمانوں کا شعار ہے، اس میں سنت کی بہاریں ہیں، اس میں مسلمانوں کا وقار ہے اور یہ بے شمار نیکیوں کا باعث ہے۔ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر اوقات عمامہ زیب تن فرمایا ہے اس لیے وہ ہمارے لیے سنت بھی ہے اور آپ نے متعدد مقامات پر اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے اس لیے اس میں متعدد دینی و دنیوی فوائد بھی ہیں۔ پھر آج کے زمانے میں جب کہ سنتوں پر عمل کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا ہے عمامہ باندھنے میں سو شہیدوں کا ثواب تو ہے ہی۔

عرب کا تاج

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ وَ الاِحْتِبَاءُ حِيْطَانُهَا وَ جُلُوسُ الْمُؤْمِنِ فِي الْمَسْجِدِ رِبَاطُهُ.

ترجمہ: عمامے عرب کے تاج ہیں، مہر ادا کرنا ان کی شان ہے اور مومن کا مسجد میں بیٹھنا اس کے لیے حفاظت کا باعث ہے۔ (مسند الشہاب القضاعی، حصہ اول، ص:۵۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل عرب کو عمامے جیسا تاج زریں عطا فرما کر ان کی عزت افزائی کی تھی۔ خود حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی وہ تاج زریں زیب تن فرمایا ہے لہٰذا اگر ہم آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کریں گے تو گویا ہم نے تاج زریں پہن کر اپنی عزت اور وقار میں اضافہ کرلیا ہے۔

باعثِ عزت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَمَآئِمُ تِيْجَانُ الْعَرَبِ فَاِذَا وَضَعُوْا الْعَمَآئِمَ وَضَعُوْا عِزَّهُمْ.

ترجمہ: عمامے عرب کے تاج ہیں، جب وہ عمامہ اُتار دیں گے اپنی عزت اتار کر رکھ دیں گے۔ (الفتح الکبیر للسیوطی، حصہ دوم، ص:۲۴۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب کوئی شخص عمامہ پہن لیتا ہے تو فطری طور پر اس میں رعب اور وقار پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ عمامہ پہننے کے بعد اپنے آپ کو برائیوں سے بھی بچاتا ہے جو اس کی عزت بڑھانے کا سبب بن جاتا ہے۔

مومن کی علامت

حضرت رُکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْعِمَامَةُ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ فَصْلُ مَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ، يُعْطٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِكُلِّ كَوْرَةٍ يُدَوِّرُهَا عَلٰى رَأْسِهٖ نُوْرًا.

ترجمہ: ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ہے۔ عمامہ باندھنے والا اپنے سر پر لپیٹنے والے ہر پیچ کے بدلے ایک نور پائے گا۔

(الفتح الکبیر للسیوطی، حصہ دوم، ص:۲۳۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں عمامے کی دو فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جس انداز میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ باندھا ہے اس انداز میں باندھنا یعنی ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمیں غیر قوموں سے

ممتاز کر دے گا اور دوسری یہ کہ عمامے کے جتنے پیچ بھی ہوں گے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے بدلے ہمیں نور عطا فرمائے گا۔ اس لیے ہمیں عمامے کا کپڑا لمبا لینا چاہیے تاکہ عمامے کے پیچ زیادہ ہوں جس کی برکت سے قیامت کے دن ہمارے نور میں اضافہ ہو۔

بردباری بڑھنے کا سبب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِعْتَمُّوْا تَزْدَادُوْا حِلْمًا. ترجمہ: عمامہ باندھا کرو تمھاری بردباری بڑھ جائے گی۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ ہشتم، ص:۲۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس طرح عمامہ پہننے والے کو ظاہری طور پر امتیازی خصوصیت حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح اس کی دل کی دنیا بھی عمامے کی برکت سے بدل جاتی ہے اور عمامہ پہننے کے بعد انسان فطری طور پر بردبار بن جاتا ہے اس لیے ہمیں اکثر اوقات عمامہ پہننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم تو اتنے گنہ گار ہیں، ہم بہت زیادہ نیک کام نہیں کر سکتے پھر کیسے عمامہ باندھیں؟ ان کا یہ سوچنا غلط ہے۔ عمامہ باندھنے کی عادت بنا لینی چاہیے کہ اس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں کو نیکیوں کی طرف مائل فرما دے گا۔

پینتیس رکعات سے بہتر

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلَا عِمَامَةٍ.

ترجمہ: عمامہ باندھ کر دو رکعت نماز پڑھنا عمامہ باندھے بغیر ستر رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (الفتح الکبیر للسیوطی، حصہ دوم، ص:۱۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تھوڑی سی محنت ہے اور پینتیس گنا زیادہ ثواب۔ ایسا عمل کیوں نہ کیا جائے جس میں فائدہ ہی فائدہ ہو۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ عمامہ باندھنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا مقبول عمل ہے کہ اسے باندھ کر نماز پڑھنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ دو رکعت کے بدلے میں ستر رکعات کا اجر عطا فرماتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ نمازوں کے وقت عمامہ باندھنے کا خصوصی اہتمام کیا کریں کہ اس کی برکت سے ہمیں اتنی نیکی اور اجر ملے گا۔

ستر جمعہ کے برابر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلٰوۃُ تَطَوُّعٍ اَوْ فَرِیْضَۃٍ بِعِمَامَۃٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّ عِشْرِیْنَ صَلٰوۃً بِلَا عِمَامَۃٍ وَ جُمُعَۃٌ بِعِمَامَۃٍ تَعْدِلُ سَبْعِیْنَ جُمُعَۃً بِلَا عِمَامَۃٍ.

ترجمہ: کوئی نفل یا فرض نماز عمامہ پہن کر پڑھنا بغیر عمامے کے پڑھی جانے والی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ پہن کر ایک جمعہ پڑھنا عمامے کے بنا ستر جمعہ پڑھنے کے برابر ہے۔ (الفتح الکبیر للسیوطی، حصہ دوم، ص:۱۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور اس دن نماز جمعہ کے لیے خصوصی اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے خاص طور پر ہمیں عمامہ شریف پہننا چاہیے کہ ہم ایک جمعہ پڑھیں گے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمامہ شریف باندھنے کی برکت سے ستر جمعہ کا ثواب عطا فرمائے گا۔ یاد رکھیں! عمامہ باندھنے کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ انسان بالکل نیک ہو، شریعت کے ہر حکم پر پابندی سے عمل کرتا ہو تبھی عمامہ باندھے۔ عمامہ سُنّتِ رسول ہے اسے ہر کوئی باندھ سکتا ہے۔ جو

باندھے گا اسے اجر وثواب ملے گا خواہ وہ نیک ہو یا نہ ہو۔

ملائکہ کا طریقہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غدیر خُم کے دن مجھے عمامہ باندھا جس کا شملہ میری پیٹھ پر چھوڑا۔ عمامہ باندھنے کے بعد آپ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ اَمَدَّنِیْ یَوْمَ بَدْرٍ وَّ حُنَیْنٍ بِمَلٰٓئِکَۃٍ یَعْتَمُّوْنَ ھٰذِہِ الْعِمَّۃَ، اِنَّ الْعِمَامَۃَ حَاجِزَۃٌ بَیْنَ الْکُفْرِ وَ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگ بدر اور جنگ حُنین کے دن ایسے فرشتوں سے میری مدد فرمائی جو اسی طرح عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والا ہے۔ (الفتح الکبیر للسیوطی، حصہ اول، ص:۳۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ فرشتے بھی عمامہ شریف پہنتے ہیں اور دوسری یہ کہ عمامہ شریف کفر اور ایمان کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والا ہے یعنی مسلمانوں کا شعار ہے۔

شملہ چھوڑنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے اپنے عمامے کا شملہ اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا لیتے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سے لوگ صرف پگڑی کی طرح عمامے کا کپڑا لپیٹ لیتے ہیں جب کہ یہ خلافِ سنت ہے۔ سنت تو یہ ہے کہ

عمامے کا شملہ چھوڑا جائے اور اسے پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکا لیا جائے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شملے کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک ہاتھ مروی ہے اس لیے ہمیں اداے سنت کی نیت سے اسی قدر شملہ چھوڑنا چاہیے۔ البتہ علماے کرام نے علما کے لیے لمبا شملہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

• • •

قبرستان جانے کی سنتیں

مسلمان اجتماعی طور پر اپنے مردے جہاں دفن کرتے ہیں اسے قبرستان کہا جاتا ہے۔ چوں کہ قبرستان مسلمانوں کی آبادی کا بہت ہی اہم حصہ ہے اس لیے اس کی حفاظت کرنا اور اس میں آنے جانے کے لیے اسلامی آداب ملحوظ رکھنا ہمارا اخلاقی اور بنیادی فریضہ ہے۔ عام طور پر کسی جنازے کے ساتھ قبرستان جانے کا اتفاق ہر کسی کو کبھی نہ کبھی ہوتا ہے، اس کے علاوہ عام حالات میں بھی جب کسی کا دل چاہے زیارتِ قبور کی غرض سے قبرستان جانا چاہیے تاکہ موت یاد رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ.

ترجمہ: میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب تم زیارت کرسکتے ہو اس لیے کہ وہ دل سے دنیا کی محبت نکالتی ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۵۰۱)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود قبروں کی زیارت فرمائی ہے، لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا ہے اور اس کا طریقہ اور آداب سکھائے ہیں تاکہ ہم قبروں کی زیارت کرکے جہاں آخرت کو یاد کریں اور اپنے دل سے دنیا کی محبت نکالیں وہیں سنت پر عمل کرکے اجر و ثواب بھی حاصل کرلیں۔ زیارت قبور کے فضائل اور آداب کے تعلق سے متعدد روایتوں میں تذکرہ ملتا ہے۔

قبر والوں کو سلام

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینۂ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ.

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری اور ہماری مغفرت فرمائے۔ تم ہم پر سبقت کر گئے اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص: ۳۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قبرستان میں بالکل عاجزی اور خاموشی سے داخل ہونا چاہیے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور یہ تصور ہو کہ ایک دن ہمیں بھی یہیں پہنچنا ہے۔ قبرستان میں حاضری کے وقت موت اور آخرت کی یاد دل میں تازہ ہو جانی چاہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی جو ترغیب فرمائی ہے اس کی علت یہی بیان فرمائی ہے کہ آخرت کی یاد تازہ ہو جائے۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قبرستان جاتے تو داخلے کے وقت مذکورہ الفاظ میں قبر والوں کو سلام کیا کرتے تھے اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ جب بھی قبرستان جانے کا اتفاق ہو ہم بھی قبر والوں کو انھی الفاظ میں سلام کریں۔

سلام کے دیگر الفاظ بھی روایات میں مذکور ہیں ان کے ذریعے بھی سلام پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو قبرستان کی حاضری کے آداب کی تعلیم دیتے اور یہ فرماتے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو یہ کلمات کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ

اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ.

ترجمہ: اے اس بستی کے مومن اور مسلمان باشندو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ نے چاہا تو ہم بھی عن قریب تم سے ملاقات کریں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت کے طالب ہیں۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۶۷۱)

والدین کی قبروں کی زیارت

حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَ كُتِبَ بَرًّا.

ترجمہ: جو اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اس کی بخشش ہو جائے گی اور وہ فرماں برداروں میں لکھا جائے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ دہم، ص: ۲۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! والدین کی قبروں پر جا کر ان کے لیے دعاے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرنا ان کے لیے فائدے مند ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہ عذاب میں مبتلا بھی ہوں تو اولاد کے ایصالِ ثواب اور دعاے مغفرت کی برکت سے ان کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور اگر راحت و آرام میں ہوں تو انھیں مزید راحت و آرام میسر آتا ہے۔ والدین جب دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ان کے ساتھ نیک سلوک کا طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کی قبروں پر حاضری دی جائے، جس قدر ہو سکے قرآنِ مقدس اور سورۂ یٰسین وغیرہ کی تلاوت کی جائے اور ان کی روحوں کو اس کا ثواب پہنچایا جائے۔ لہٰذا نیک اولاد کو چاہیے کہ وہ ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور اپنے والدین کی قبر کی زیارت کے لیے جائیں اور ان کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کریں۔

قبرِ رسول کی زیارت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (شعب الایمان للبیہقی ،حصہ ششم ،ص:۵۱)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (شعب الایمان للبیہقی ،حصہ ششم ،ص:۴۸)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (شعب الایمان للبیہقی ،حصہ ششم ،ص:۴۸)

آلِ خطاب میں سے ایک شخص سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جَوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ مَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَۃَ وَ صَبَرَ عَلٰی بَلَآئِہَا کُنْتُ لَہٗ شَہِیْدًا وَّ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: جس نے بالقصد میری قبر کی زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جس نے مدینۂ منورہ میں سکونت اختیار کی اور اس کی بلاؤں پر صبر کیا، قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ اور سفارشی رہوں گا۔ (شعب الایمان للبیہقی ،حصہ ششم ،ص:۴۷)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَنِیْ زَآئِرًا لَّا یَعْلَمُ لَہٗ حَاجَۃً اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شَفِیْعًا یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: جو شخص میرے روضے کی زیارت کے لیے آیا کہ میرے روضے کی زیارت کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت نہ آیا ہو، مجھ پر اس کا یہ حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں۔ (مجمع الزوائد ،حصہ پنجم ،ص:۱۶)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَ لَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔

ترجمہ: جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(الدر المنثور ،حصہ اول ،ص:۵۶۹)

حدیث قدسی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جو شخص میرے گھر یا میرے رسول کے گھر یا بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا اور اس کا انتقال ہو گیا تو اس نے شہادت کی موت پائی۔ (مسند الفردوس ،حصہ اول ،ص:۲۹۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان حدیثوں میں روضۂ انور پر حاضری کے متعدد فضائل بیان کیے گئے ہیں:

☆ جو شخص روضۂ انور پر حاضر ہو، اس کی شفاعت کی گارنٹی خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی ہے۔

☆ قبرِ انور کی زیارت کرنا خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے برابر برکات وحسنات کا باعث ہے۔

☆ جو شخص خصوصاً روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی غرض سے مدینۂ منورہ حاضر ہو، اس کو قیامت کے دن حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں گے۔

☆ مدینۂ منورہ میں قیام پذیر ہونے والے کے لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت اور شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔

☆ حج کر کے روضۂ انور کی زیارت کیے بغیر واپس آجانا انتہائی محرومی کا کام ہے۔

☆ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جانے والا اگر راستے میں وفات پا جائے تو اسے شہادت کا درجہ عطا ہوتا ہے۔

زیارتِ قبور کا طریقہ

زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ قبرستان میں ادب کے ساتھ داخل ہو کر جس قبر پر جانا ہو راستے پر چلتے ہوئے جانا چاہیے، قبروں سے نہیں گزرنا چاہیے اور نہ ہی کسی قبر کے اوپر سے کود کر جانا چاہیے۔ جب اس قبر کے پاس پہنچیں جس کی زیارت کے لیے آئے ہیں تو اس کے قدموں کی طرف سے جائیں اور چہرے کے مقابل اس طرح کھڑے ہو جائیں کہ قبلے کی طرف پیٹھ اور میت کی طرف چہرہ ہو۔ اب جس قدر ممکن ہو قرآنِ مقدس کی تلاوت کریں اور اس کا ثواب صاحبِ قبر کی روح کو ہدیہ کریں۔

عام دنوں کی نسبت جمعہ کے دن زیارتِ قبر کے لیے جانا بہتر ہے۔ جمعہ کے دن بھی جمعہ کی نماز کے بعد جانا افضل ہے۔ اس کے علاوہ سنیچر کے دن فجر کی نماز کے بعد سے طلوعِ آفتاب کے پہلے تک، جمعرات کو دن کے ابتدائی وقت میں اسی طرح دن کے آخری وقت میں اور پیر کے دن رات کے آخری وقت میں قبروں کی زیارت بہتر ہے۔

متبرک راتوں میں یعنی شبِ براءت، شبِ قدر، عیدین کی راتیں، عشرۂ ذوالحجہ

وغیرہ میں بھی قبروں کی زیارت بہتر ہے۔

زیارتِ قبور کے آداب

☆ انبیائے کرام، صحابۂ عظام، دیگر بزرگانِ دین، اسی طرح اپنے گھر کے مرحومین، مثلاً ماں، باپ وغیرہ کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا مستحب و مسنون ہے۔

☆ قبرستان جانے کے دوران فضول کاموں اور باتوں میں مشغول نہ ہوں، آخرت کا تصور ذہن میں بٹھائے ہوئے اور موت کو یاد کرتے ہوئے قبرستان حاضر ہوں۔

☆ قبرستان میں داخل ہوں تو سب سے پہلے یہ کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ وَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ.

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری اور ہماری مغفرت فرمائے۔ تم ہم پر سبقت کر گئے اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔

☆ قبرستان پہنچنے کے بعد جوتے، چپل وغیرہ اتار دیں اور قبر کے سامنے قبلے کی طرف پیٹھ کر کے صاحبِ قبر کے چہرے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جائیں۔

☆ اہلِ قبر اور تمام مسلمین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

☆ زیارتِ قبر کے وقت دل میں یہ تصور پیدا کریں کہ ہمیں بھی ایک دن یہاں آنا ہے۔

☆ مقدس راتوں میں زیارتِ قبور زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح ایامِ عیدین میں بھی۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ

فاتحہ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآنِ پاک سے جہاں سے میسر آئے پڑھیں یا کوئی سورت یا کوئی رکوع پڑھ کر ایک مرتبہ سورۂ کافرون، تین مرتبہ سورۂ اخلاص، ایک مرتبہ سورۂ فلق، ایک مرتبہ سورۂ ناس، ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی پہلی چند

آیتیں ''هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' تک، نیز آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں پڑھ کر اس طرح دعا کریں:

اے اللہ! اس کلام کا ثواب (اور اگر کوئی شیرینی یا کھانا وغیرہ بھی ہو تو پھر یوں کہیں: اے اللہ! اس پاک کلام اور اس کھانے یا شیرینی وغیرہ کا ثواب) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۃً وتحفۃً پیش ہے۔ (پھر یہ عرض کریں) اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور آپ کے توسل سے تمام انبیاے کرام، آپ کی آل پاک اور اصحاب پاک اور آپ کی ازواج مطہرات، تابعین وتبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سارے بزرگانِ دین اور جمیع مومنین ومومنات کی روحوں کو پہنچا کر خصوصًا فلاں بن فلاں (یہاں جس کے نام سے ایصال ثواب کرنا ہے، اس کا نام ذکر کریں) کی روح کو پہنچا۔ پھر اخیر میں درود شریف پڑھ کر دعا ختم کردیں۔

•••

جمعہ کے آداب

جمعہ کا دن بڑا افضل اور بابرکت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دن میں بہت سی ایسی خوبیاں جمع کردی ہیں جو عام دنوں میں نہیں، انھی خوبیوں کے جمع ہونے کی وجہ سے اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَ فِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَ فِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ.

ترجمہ: سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۵۸۵)

یہ مسلمانوں کے لیے عبادت کا دن ہے اور ان کے اکٹھا ہونے کا دن ہے۔ اس دن نمازِ جمعہ کی ادائیگی فرض ہے۔ قرآنِ مقدس میں اس نماز کی سخت تاکید آئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (سورۂ جمعہ، آیت: ۹)

اس دن کا نام عربی زبان میں عروبہ تھا، جس شخص نے اس دن کا نام جمعہ رکھا وہ

کعب بن لُوی ہیں۔ پہلا جمعہ جونبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ اس وقت پڑھا جب آپ ہجرت کر کے مدینۂ طیبہ تشریف لائے تو بارہویں ربیع الاول روزِ دوشنبہ کو چاشت کے وقت مقامِ قُبا میں اقامت فرمائی، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ اور پنج شنبہ یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی، جمعہ کے دن مدینۂ طیبہ کا عزم فرمایا، بنی سالم بن عوف کے بطنِ وادی میں جمعہ کا وقت آیا تو اسی جگہ کو لوگوں نے مسجد بنایا، سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں جمعہ پڑھایا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضور کا اہتمام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسل جمعہ کے دن غسل فرماتے، کپڑے تبدیل فرماتے، جسم کے زائد بالوں کی تراش خراش کرتے، ناخن تراشتے، خوش بو لگاتے، ہر لحاظ سے اپنے جسم اطہر کو درست فرماتے اور نمازِ جمعہ کا اہتمام فرماتے۔ آپ کے اتباع میں جمعہ کے دن غسل کرنا، ناخن تراشنا، خوش بو لگانا اور گھر سے وضو کر کے مسجد میں جانا مسنون ہے۔

نماز کی تیاری

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ يَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَ يَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاٰخِرَةِ.

ترجمہ: جب کوئی شخص جمعہ کے دن غسل کر کے پاکی حاصل کرتا ہے، تیل یا خوش بو لگاتا ہے پھر نماز کے لیے نکلتا ہے اور دو نمازیوں کے درمیان گھسنے کی کوشش نہیں کرتا، پھر فرض نماز ادا کرتا ہے اور جب امام خطبہ دے تو خاموش رہتا ہے تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے

درمیان جو اس نے گناہ کیے ہیں وہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نمازِ جمعہ کے لیے وقت سے پہلے تیاری کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے لہٰذا جمعہ سے پہلے سفید لباس دھو کر پریس کر لیں، حجامت بنوانے کی ضرورت ہو تو بنوا لیں، ناخن تراش لیں، صاف ستھرا لباس پہن لیں، خوش بو لگائیں، تیل لگائیں اور پاکیزگی کے لیے ہر وہ کام کریں جو نماز میں شامل ہونے کے لیے مسنون اور ضروری ہیں۔

غسل اور مسواک

حضرت عُبید بن سباق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے خطبے میں ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَ عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ.

ترجمہ: اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اس جمعہ کے دن کو عید مقرر کیا ہے۔ اس دن غسل کرو اور اگر کسی کے پاس خوش بو ہو تو اس کے لگانے میں کوئی ضرر نہیں لیکن تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۴۴۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن ضرور غسل فرمایا کرتے تھے۔ چوں کہ جمعہ کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور خصوصی حاضری ہوتی ہے اس لیے اس دن اپنا بدن میل و کچیل سے پاک کرنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ پھر اس دن مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع اکٹھا ہوتا ہے اس لیے بھی اس مجمع میں غسل کر کے جانا چاہیے کہ کہیں بدن سے اٹھنے والی بو انھیں ضرر نہ پہنچائے۔

مسواک کی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر حال میں تاکید فرمائی ہے لیکن جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے لیے جانے سے پہلے خاص طور پر مسواک کرنا چاہیے۔

نیت پر اجر و ثواب

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازِ جمعہ میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں۔ (۱) وہ جو بے کار کاموں کے لیے آیا ہے۔ اس کو اس کے مطابق حصہ ملے گا۔ (۲) جو دعا کے لیے آیا ہے۔ اگر اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کی دعا قبول کر لے گا اور اگر چاہے تو نہ کرے گا۔ (۳) جو جمعہ کی نماز کے لیے آتا ہے اور خاموشی سے بیٹھ جاتا ہے، نہ تو کسی کی گردن پھلانگتا ہے اور نہ ہی کسی کو ایذا دیتا ہے۔ اس کے لیے اگلے جمعہ تک اور اس کے علاوہ تین دنوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص: ۲۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ جمعہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہم خالص رضائے الٰہی کی نیت سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور نمازِ جمعہ ادا کریں۔ اس زمانے میں جمعہ کو لغو اور بے کار سمجھنے والے بہت زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں، ایسے لوگ عین خطبے کے وقت بلکہ بعضے تو بالکل جماعت کے وقت مسجد میں پہنچتے ہیں، مجبوراً دو رکعت ادا کرتے ہیں اور بڑی تیزی سے مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں، جلد بازی میں بارہا لوگوں کو تکلیف دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایسے لوگ جمعہ کے اجر و ثواب کے بالکل مستحق نہیں۔ اس روایت میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ جمعہ کی نماز خلوص کے ساتھ پڑھی جائے تو دس دن کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں نماز جمعہ اس کے آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔

کسی کو اٹھایا نہ جائے

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ اَخَاهُ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَ يَجْلِسَ فِيْهِ، قُلْتُ لِنَافِعٍ: اَلْجُمُعَةَ؟ قَالَ: اَلْجُمُعَةَ وَ غَيْرَهَا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کسی کو اُٹھا کر اس کی جگہ بیٹھے۔ حضرت نافع سے پوچھا گیا: صرف جمعہ کے لیے ہے؟ تو انھوں نے کہا: نمازِ جمعہ میں بھی اور اس کے علاوہ بھی۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر کوئی شخص کسی جگہ پر پہلے سے بیٹھا ہے تو بعد میں آنے والا شخص اسے وہاں سے اٹھا کر اس جگہ پر بیٹھے یہ اخلاقی اقدار کے بالکل منافی ہے اس لیے اسلام میں اس کی بالکل گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ پھر مسجد تو اللہ کا گھر ہے اس میں تو یہ کام اور بُرا کہلائے گا۔ اس لیے جسے جمعہ وغیرہ میں اپنی خواہش کے مطابق جگہ چاہیے اسے سب سے پہلے آ کر اس جگہ پر بیٹھ جانا چاہیے اور اگر تاخیر سے آتا ہے تو جو جگہ اسے میسر آئے وہیں بیٹھے کسی دوسرے کو اُٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھنے کی کسی صورت سے اسلام اجازت نہیں دیتا۔

گردنیں پھلانگنا

حضرت معاذ بن انس جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جَسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ.

ترجمہ: جمعہ کے دن جو شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے وہ جہنم کی طرف پُل

بنائے گا۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۳۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص جمعہ کے لیے تاخیر سے آتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے، آگے بڑھنے کے چکر میں لوگوں کی گردنیں پھلانگنا درست نہیں ہے اور اس پر جو وعید ہے آپ نے اس روایت میں ملاحظہ فرمایا۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ تاخیر سے آتے ہیں اور صفوں کو چیرتے ہوئے اگلی صفوں میں آکر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اگر صفِ اول میں بیٹھنے کے خواہش مند ہوں تو پہلے ہی سے مسجد میں آجایا کریں اور اگر انھیں کسی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے تو جہاں بھی جگہ ملے بیٹھ جائیں۔

کہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ بہت پہلے آکر مسجد میں اپنا مصلّی بچھا کر اپنے لیے جگہ روک لیتے ہیں اور پھر اس جگہ پر کوئی نہیں بیٹھتا، اگر کوئی بیٹھ گیا تو اس پر برس پڑتے ہیں اور مسجد ہی میں جنگ و جدال پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل بھی سخت قبیح اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں خود بھی اس سے بچنا چاہیے اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اسے محبت سے سمجھانا بھی چاہیے۔

نمازی کے آگے سے نہ گزرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَا لَهٗ فِيْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَىْ اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِي الصَّلٰوةِ كَانَ لَاَنْ يُّقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِيْ خَطَا.

ترجمہ: اگر تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی بھائی کے آگے سے گزرنے

میں کس قدر گناہ ہے تو وہ ایک قدم اٹھانے کے مقابل سو سال تک کھڑا رہنا بہتر سمجھتا۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۳۰۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جمعہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ نماز کے لیے جانے والا کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ دو رکعت فرض پڑھنے کے بعد جب لوگ سنتوں اور نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں تو بہت سے لوگ مسجد سے جلد نکلنے کے چکر میں نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے بھی گزر جایا کرتے ہیں جب کہ کسی نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ ہے اور اس پر جو عذاب ہے اگر معلوم ہو جائے تو سو سال تک کھڑا رہنا تو انسان بہتر سمجھے گا مگر کسی نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہیں گزرے گا۔

جلد مسجد جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مسجد میں سب سے پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی قربانی کے لیے اونٹ روانہ کرتا ہے، اس کے بعد آنے والے کی مثال قربانی کے لیے گائے بھیجنے والے کی ہے، جو اس کے بعد آتا ہے اس کی مثال دُنبے کی قربانی کرنے والے کی ہے اور اس کے بعد میں آنے والے کی مثال مرغی اور پھر انڈا صدقہ کرنے والے کی ہے۔ پھر جب امام خطبے کے لیے آتا ہے تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہم سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جمعہ جیسے مبارک دن میں بھی مرغی یا انڈا صدقہ کرنے ہی کا ثواب بہت مشکل سے حاصل کر پاتے ہیں بلکہ کثیر تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اس سے بھی محروم ہو

جاتے ہیں جب کہ اگر ہم اپنا تھوڑا سا وقت قربان کریں تو اونٹ قربان کرنے کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی نظر آتے ہیں جو مسجد کے باہر موٹر سائکلوں پر بیٹھے رہیں گے اور جب خطبہ شروع ہوگا اس وقت مسجد میں جانے کی زحمت گوارا کریں گے بلکہ جن مسجدوں میں بھیڑ بھاڑ زیادہ ہوتی ہے اور زیادہ مجمع کی وجہ سے مسجد کے باہر بھی ایک دو صف بنائی جاتی ہے ایسی جگہوں پر بہت سے لوگ مسجد کے اندر داخل ہونے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارا نیکیوں کا جذبہ ختم ہو چکا ہے، بھلائی کے کاموں سے ہم بہت دور ہو چکے ہیں اور ہمیں ثواب کے کام میں مزہ ہی نہیں آتا ہے۔

پیدل جانا

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ اغْتَسَلَ وَ بَكَّرَ وَ ابْتَكَرَ وَ مَشٰى وَ لَمْ يَرْكَبْ وَ دَنٰى مِنَ الْاِمَامِ وَ اسْتَمَعَ وَ لَمْ يَلْغُ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِيَامِهَا وَ قِيَامِهَا.

ترجمہ: جو جمعہ کے دن دوسروں کو غُسل کی ترغیب دے کر خود بھی غسل کرے، بالکل جلدی مسجد جائے، سواری پر نہیں بلکہ پیدل مسجد جائے، امام کے قریب بیٹھ کر غور سے خطبہ سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے اسے ایک سال کے روزے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب ملے گا۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۳۴۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نمازِ جمعہ کے لیے پیدل جانا جمعہ کے آداب میں سے ہے، ہاں اگر مسجد کافی فاصلے پر ہے تو سواری پر جانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن نہانا، مسجد کی طرف جلد نکلنا،

پیدل جانا، امام سے قریب بیٹھنا، غور سے خطبہ سننا اور کوئی فضول بات نہ کرنا ایسے اعمال ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک سال تک دن میں روزے رکھنے اور رات میں عبادت کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ ہم جمعہ کے لیے لازمًا جاتے ہیں، اگر تھوڑی سی اور محنت کر لیں تو ہم اتنے عظیم ثواب کے مستحق ہوں گے۔

خطبے کے وقت خاموشی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْاِمَامُ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَ فَضْلُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ.

ترجمہ: جو شخص غسل کر کے جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور جتنی نمازیں (نفل اور سنتیں) اس کے لیے مقدر ہوئیں ادا کیں پھر دوران خطبہ خاموش رہا اور امام کے ساتھ نماز ادا کی تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیانی عرصے کے علاوہ مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۵۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جمعہ کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب خطیب منبر پر آکر خطبہ شروع کر دے تو با ادب دو زانو بیٹھ جائیں اور بالکل خاموشی اختیار کر لیں۔ اگر کوئی شخص بات کرے تو اسے خاموش کرانے کے لیے بھی اشارے سے کام لیں زبان سے کچھ نہ کہیں اس لیے کہ خطبے کے وقت خاموشی ضروری ہے۔ مذکورہ روایت سے پتہ چلا کہ دوران خطبہ خاموش رہنا چاہیے اور اس خاموشی کا اجر و ثواب اس قدر ہے کہ دس دن کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

خطبہ پوری توجہ سے سننا چاہیے، خطبے کے دوران توجہ بالکل امام کی طرف ہونی چاہیے اور ایک ایک لفظ بغور سننا چاہیے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روایت میں خطبے کے دوران گفتگو کرنے والے کو بوجھ اُٹھانے والے گدھے کے مانند فرمایا اور اگر کوئی خطبے کے دوران گفتگو کررہا ہو تو اسے زبان سے منع کرنے سے بھی منع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ الْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَ الَّذِيْ يَقُوْلُ لَهُ اَنْصِتْ لَيْسَ لَهُ جُمُعَةٌ۔

ترجمہ: جس شخص نے اس وقت گفتگو کی جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو وہ بوجھ اُٹھانے والے گدھے کی طرح ہے اور جس نے اسے خاموش رہنے کے لیے کہا اس کے لیے جمعہ کا اجر و ثواب نہیں ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ سوم، ص:۴۷۵)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ خود تو خطبہ بالکل خاموشی سے سنیں اور اگر کوئی گفتگو کرے تو اسے کرنے دیں منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسے منع کرنے سے ہمارا اجر و ثواب کم ہوگا۔

درود پاک کا ورد

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اس میں قبض کیے گئے، اسی میں صور پھونکا جائے گا، اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجو اس لیے کہ تمھارا درود مجھ پر پیش کیا

جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ اول، ص:۲۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جمعہ کے دن خاص کر نمازِ جمعہ کے بعد حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھنا چاہیے۔ بعض روایات میں درود کی تعداد بھی مروی ہے۔

حضرت عبدالعزیز بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا: جو شخص ہر جمعہ کو ۸۰/ بار مجھ پر درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اسّی برس کے گناہ معاف کر دے گا۔ یہ سُن کر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر درود کیسے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ** اور انگلیوں پر تعداد شمار کرو۔ (احیاء علوم الدین، حصہ اول، ص:۱۸۶)

ہمیں چاہیے کہ جمعہ کے دن بہت زیادہ تعداد میں درود پاک پڑھا کریں، اگر بہت زیادہ نہ پڑھ سکیں تو ایک ہزار مرتبہ تو پڑھنا ہی چاہیے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ۸۰/ مرتبہ تو ضرور پڑھ لینا چاہیے کہ اس کی فضیلت میں فرمایا گیا کہ جمعہ کے دن اس تعداد میں درود پاک پڑھ لینے سے ۸۰/ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! عمل آسان ہے اور اجر و ثواب بہت زیادہ۔

جمعہ کے مسائل

☆ جمعہ کی نماز فرض ہے اور اس کی فرضیت کی تاکید ظہر سے زیادہ ہے۔

☆ جمعہ فرض ہونے کے لیے گیارہ باتوں کا پایا جانا شرط ہے۔

(۱) شہر میں مقیم ہونا۔ (۲) آزاد ہونا۔ (۳) بیمار نہ ہونا۔ (۴) مرد ہونا۔ (۵) عاقل ہونا۔ (۶) بالغ ہونا۔ (۷) آنکھ والا ہونا۔ (۸) چلنے پر قادر ہونا۔ (۹) قید میں نہ

ہونا۔(۱۰) حاکم یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا۔(۱۱) بارش یا آندھی وغیرہ کا اس قدر نہ ہونا کہ جس سے نقصان کا قوی اندیشہ ہو۔

☆ مسافر اور غلام پر جمعہ کی نماز فرض نہیں۔

☆ اتنا بیمار ہے کہ جمعہ مسجد تک جا نہیں سکتا، اس پر جمعہ کی نماز فرض نہیں۔

☆ عورت، مجنون اور نابالغ پر جمعہ کی نماز فرض نہیں۔

☆ اندھے، لنجے اور ایسے فالج والے پر جو مسجد تک نہ جا سکتا ہو، جمعہ فرض نہیں۔

☆ جن لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، اگر وہ لوگ جمعہ میں شریک ہو جائیں تو ان کی نماز ہو جائے گی، یعنی ظہر کی نماز ان کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔

☆ جمعہ جائز ہونے کے لیے چھ شرطیں ہیں، ان میں سے اگر کوئی شرط نہ پائی گئی تو جمعہ کی نماز ہوگی ہی نہیں:

(۱) مصر یا فنائے مصر ہونا۔ (۲) بادشاہ یا اس کا نائب جمعہ کی نماز قائم کرے، اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو سب سے بڑا سُنّی صحیح العقیدہ عالم قائم کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو لوگ جس کو اپنا امام بنائیں وہ قائم کرے۔ (۳) ظہر کے وقت کا ہونا۔ (۴) نماز سے پہلے خطبہ ہونا۔ (۵) جماعت کا ہونا، یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین لوگ ہوں۔ (۶) اِذنِ عام ہونا۔

☆ مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا تحصیل ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں۔ مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لیے ہو اسے فنائے مصر کہتے ہیں، جیسے اسٹیشن اور قبرستان۔

☆ گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہو بند نہ کیا جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لیں غنیمت ہے۔

☆ گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے اس دن کی ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔

☆ گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے باوجود ظہر کی نماز فرض پڑھی جائے گی، احتیاطًا ظہر پڑھنا درست نہیں۔

☆ ظہر کے وقت سے پہلے یا وقت نکلنے کے بعد نماز جمعہ پڑھی تو نہ ہوئی۔

☆ نماز جمعہ کے دوران عصر کا وقت آ گیا تو نماز جمعہ باطل ہو گئی، ظہر کی قضا پڑھی جائے گی۔

☆ جس وقت جمعہ کا خطبہ شروع کرے، وقت اتنا وسیع ہونا چاہیے کہ خطبہ ختم کر کے جمعہ کی فرض نماز ادا کر لے۔

☆ جمعہ کی نماز کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین لوگوں کا جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔

☆ جمعہ کے لیے اذنِ عام کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے تاکہ جس مسلمان کا جی چاہے، آئے اور کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔

جمعہ کے لیے انیس (۱۹) باتیں سُنّت ہیں:

☆ خطیب کا پاک ہونا۔ ☆ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا۔ ☆ خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ ☆ حاضرین کا خطیب کی طرف متوجہ ہونا۔ ☆ خطبہ سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا۔ ☆ اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔ ☆ لفظ الحمد سے شروع کرنا۔ ☆ اللہ تعالیٰ کی ثنا کرنا۔ ☆ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا۔ ☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ ☆ کم سے کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔ ☆ پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت ہونا۔ ☆ دوسرے میں حمد و ثنا، شہادت اور درود کا اعادہ کرنا۔ ☆ دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔ ☆ دونوں خطبوں کا خفیف ہونا۔ ☆ دونوں خطبوں کے درمیان تین آیت کی مقدار بیٹھنا۔

☆ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پورا خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی دوسری زبان کو ملانا دونوں باتیں خلافِ سُنّت اور مکروہ ہیں۔

☆ خطبہ کی اذان امام کے سامنے مسجد کے باہر دینا سُنّت ہے۔

جمعہ کا خُطبۂ اُولیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ جَمِیْعًا. وَ اَقَامَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِلْمُذْنِبِیْنَ الْمُتَلَوِّثِیْنَ الْخَطَّآئِیْنَ الْھَالِکِیْنَ شَفِیْعًا. فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سَلَّمَ وَ بَارَکَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ وَّ مَرْضِیٌّ لَّدَیْہِ. صَلٰوۃً تَبْقٰی وَ تَدُوْمُ. بِدَوَامِ الْمَلِکِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ. وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَ اَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ. بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ. اَمَّا بَعْدُ. فَیَا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی. اُوْصِیْکُمْ وَ نَفْسِیْ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فِی السِّرِّ وَ الْاِعْلَانِ. فَاِنَّ التَّقْوٰی سَنَامُ ذُرَی الْاِیْمَانِ. وَ اذْکُرُوْا اللّٰہَ عِنْدَ کُلِّ شَجَرٍ وَّ حَجَرٍ. وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ. وَّ اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ. وَ اقْتَفُوْٓا اٰثَارَ سُنَنِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ. صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ. فَاِنَّ السُّنَنَ ھِیَ الْاَنْوَارُ. وَ زَیِّنُوْا قُلُوْبَکُمْ بِحُبِّ ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ. عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَ التَّسْلِیْمِ. فَاِنَّ الْحُبَّ ھُوَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ. اَلَا لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّۃَ لَہٗ. اَلَا لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّۃَ لَہٗ. اَلَا لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّۃَ لَہٗ. رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اِیَّاکُمْ حُبَّ حَبِیْبِہٖ ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ. عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ اَکْرَمُ الصَّلَاۃِ وَ التَّسْلِیْمِ. کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی.

وَ اسْتَعْمَلَنَا وَ اِیَّاکُمْ بِسُنَّتِہٖ وَ حَیَّانَا وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ. وَ تَوَفَّانَا وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مِلَّتِہٖ. وَ حَشَرَنَا وَ اِیَّاکُمْ فِیْ زُمْرَتِہٖ وَ سَقَانَا وَ اِیَّاکُمْ مِّنْ شَرْبَتِہٖ. شَرَابًا ھَنِیْٓئًا مَّرِیْٓئًا سَآئِغًا لَّا نَظْمَأُ بَعْدَہٗٓ اَبَدًا. وَّ اَدْخَلَنَا وَ اِیَّاکُمْ فِیْ جَنَّتِہٖ بِمَنِّہٖ وَ رَحْمَتِہٖ وَ کَرَمِہٖ وَ رَاْفَتِہٖ. اِنَّہٗ ھُوَ الرَّءُوْفُ الرَّحِیْمُ. عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ. اَلْبِرُّ لَا یَبْلٰی. وَ الذَّنْبُ لَا یُنْسٰی. وَ الدَّیَّانُ لَا یَمُوْتُ. اِعْمَلْ مَا شِئْتَ کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ. وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ. بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ. وَ نَفَعَنَا وَ اِیَّاکُمْ بِالْاٰیَاتِ وَ الذِّکْرِ الْحَکِیْمِ. اِنَّہٗ تَعَالٰی مَلِکٌ کَرِیْمٌ جَوَّادٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَ لَکُمْ وَ لِسَآئِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ. اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ○

جمعہ کا خُطبۂ ثانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ. وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ. بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ اَبَدًا. لَا سِیَّمَا عَلٰی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْقِ. وَ اَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْقِ. اَلْمَوْلَی الْاِمَامِ الصِّدِّیْقِ. اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُشَاھِدِیْنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا الْاِمَامِ. اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ. رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ. وَ عَلَی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ. مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَ الْمِحْرَابِ. اَلْمُوَافِقِ رَاْیُہٗ لِلْوَحْیِ وَ الْکِتَابِ. سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا

اَلْاِمَامِ. اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ غَیْظِ الْمُنَافِقِیْنَ. اِمَامِ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ. وَ عَلٰی جَامِعِ الْقُرْاٰنِ. کَامِلِ الْحَیَآءِ وَ الْاِیْمَانِ. مُجَهِّزِ جَیْشِ الْعُسْرَةِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ. سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا الْاِمَامِ. اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَصَدِّقِیْنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ. رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ. وَ عَلٰی اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ. اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَ الْمَغَارِبِ. حَلَّالِ الْمُشْکِلَاتِ وَ النَّوَآئِبِ. دَفَّاعِ الْمُعْضِلَاتِ وَ الْمَصَآئِبِ. اَخِ الرَّسُوْلِ. وَ زَوْجِ الْبَتُوْلِ. سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا الْاِمَامِ. اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ. کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْمَ. وَ عَلٰی ابْنَیْهِ الْکَرِیْمَیْنِ السَّعِیْدَیْنِ الشَّهِیْدَیْنِ. الْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْنِ النَّیِّرَیْنِ الظَّاهِرَیْنِ الْبَاهِرَیْنِ الطَّیِّبَیْنِ الطَّاهِرَیْنِ. سَیِّدَیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدِ نِالْحَسَنِ وَ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الْحُسَیْنِ. رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا. وَ عَلٰی اُمِّهِمَا سَیِّدَةِ النِّسَآءِ. الْبَتُوْلِ الزَّهْرَآءِ. فِلْذَةِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَآءِ. صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ سَلَامُهُ عَلٰی اَبِیْهَا الْکَرِیْمِ. وَ عَلَیْهَا وَ عَلٰی بَعْلِهَا وَ ابْنَیْهَا. وَ عَلٰی عَمَّیْهِ الشَّرِیْفَیْنِ الْمُطَهَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ. سَیِّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ وَ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ. وَ عَلٰی سَآئِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَ الْمُهَاجِرَةِ. وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ یَآ اَهْلَ التَّقْوٰی وَ اَهْلَ الْمَغْفِرَةِ. اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا یَا مَوْلَانَا وَ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ. وَ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا یَا مَوْلَانَا وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ. عِبَادَ اللّٰهِ. رَحِمَکُمُ اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

وَ الْاِحْسَانِ. وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی. وَ یَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ. یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. وَ لَذِکْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَ اَوْلٰی وَ اَجَلُّ وَ اَعَزُّ وَ اَتَمُّ وَ اَهَمُّ وَ اَعْظَمُ وَ اَکْبَرُ o

(ماخوذ از خُطَبِ علمی)

● ● ●

رمضان المبارک کی سنتیں

ماہِ رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ ہمیں خاص طور پر عبادت وریاضت کے لیے عطا فرمایا گیا ہے۔ ہادیِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی ماہِ رمضان المبارک میں شب وروز مشغولِ عبادت رہ کر ہمیں مذاقِ بندگی عطا فرمایا ہے تاکہ ہم اس ماہ میں کثرت سے عبادت کرکے اپنے مولیٰ کو راضی کرلیں اور سال بھر میں ہم سے جو لغزشیں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ اپنے کریم سے معاف کروالیں۔ عام دنوں کے مقابل مسلمان ماہِ رمضان المبارک میں عبادت کی کثرت کرتے ہیں۔ اگر وہی عبادتیں اس انداز میں کریں جس انداز میں ہمارے آقا ومولیٰ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تو ہماری ان عبادتوں کا ثواب دوبالا ہو جائے گا۔

چاند دیکھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلشَّھْرُ تِسْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ لَیْلَةً، لَا تَصُوْمُوا حَتّٰی تَرَوْهُ وَ لَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ اِلَّا اَنْ یُّغَمَّ عَلَیْکُمْ، فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ.

ترجمہ: مہینہ انتیس راتوں کا ہوتا ہے تو چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید الفطر مناؤ مگر یہ کہ تم پر چاند چھپ جائے، اگر چھپ جائے تو مہینہ پورا کرلو۔

(صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۷۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صرف عید کا چاند دیکھنا ہی ہماری ذمے داری نہیں ہے بلکہ ہمیں رمضان المبارک کا چاند بھی دیکھنا چاہیے اور جس

طرح ہم عید کا چاند دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں اور ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اسی طرح ماہِ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر بھی ہمیں خوشیاں منانا چاہیے اور ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرنا چاہیے۔

سحری کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَةٌ.

ترجمہ: سحری کیا کرو کہ سحری میں برکت ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۲۹)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَ صِیَامِ اَھْلِ الْکِتَابِ اَکْلَةُ السَّحَرِ.

ترجمہ: ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کا فرق ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۷۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پہلی روایت میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سحری کرنے کا حکم فرمایا اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ سحری میں برکت رکھی گئی ہے اور جس کھانے میں برکت رکھی گئی ہے اس کا کھانا یقیناً ایک مسلمان کے لیے سعادت مندی کا کام ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری ہی کا فرق ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے روزے بغیر سحری کے ہوا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ انعام فرمایا کہ ہمیں سحری کھانے کی اجازت دی تاکہ روزوں کی مشقت ہم سے دور ہو جائے اور ہم آسانی کے ساتھ یہ عظیم

عبادت سرانجام دے سکیں۔ بہت سے لوگ سستی اور کاہلی کی وجہ سے سحری کے وقت بیدار نہیں ہوتے اور اسی طرح روزے رکھتے ہیں، یہ بڑی محرومی ہے۔ سحری کے لیے بیدار ہونا چاہیے اور روزے سحری کر کے ہی رکھنا چاہیے۔

افطار میں جلدی

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

ترجمہ: جب تک لوگ اِفطار میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی پر رہیں گے۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص: ۱۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا.

ترجمہ: میرا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو جلد افطار کرے۔

(سنن ترمذی، حصہ سوم، ص: ۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے بندہ دن بھر بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے اور دن بھر اپنے آپ کو دنیا کی بہت سی نعمتوں سے روکے رکھتا ہے۔ جب شام میں اسے کھانے پینے کی اجازت مل جاتی ہے تو اب اس کے لیے حکم ہے کہ فوراً افطار کرلیا کرے بلکہ خود خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے کہ افطار میں جلدی کرنے والے مجھے محبوب ہیں۔ جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غروب آفتاب کے فوراً بعد افطار کرلیا جائے چاہے بھلے ایک کھجور اور ایک گلاس پانی ہی سے کیوں نہ ہو۔

کھجور سے افطار

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَآءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ.

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی شخص افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے کرے کہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ ہو تو پانی سے کرے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔

(سنن ترمذی، حصہ سوم، ص: ۳۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فَتُمَيْرَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسٰى حَسَوَاتٍ مِنْ مَآءٍ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے پہلے تر کھجوروں سے افطار کیا کرتے تھے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو سوکھی کھجوروں سے اور اگر سوکھی کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو آپ چند گھونٹ پانی پی لیا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص: ۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پہلی حدیث میں کھجور سے افطار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور دوسری حدیث میں خود سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول بتایا گیا ہے کہ آپ خود بھی کھجور سے افطار کیا کرتے تھے۔

حکیم محمد طارق محمود چغتائی ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' میں لکھتے ہیں:

چوں کہ دن بھر روزے کے بعد توانائی کم ہو جاتی ہے اس لیے افطاری ایسی چیز سے ہونی چاہیے جو زود ہضم اور مقوی ہو۔

یہ بات کھجور میں پائی جاتی ہے چناں چہ اس کا کیمیائی تجزیہ ملاحظہ فرمائی:

Proteins	2.0	Fats	/
Carbohydrates	24.0	Calories	2.0
Sodium	4.7	Potassium	754.0
Calcium	67.9	Magnesium	58.9
Copper	0.21	Iron	1.61
Phosphorus	638.0	Sulpur	51.6
Chlorine	290.0		

اس کے علاوہ جوہر (Peroxides) بھی پایا جاتا ہے۔ صبح سحری کے بعد شام تک کچھ کھایا پیا نہیں جاتا اور جسم کی کیلوریز (Calories) یا حرارے مسلسل کم ہوتے رہتے ہیں اس کے لیے کھجور ایک ایسی معتدل اور جامع چیز ہے جس سے حرارت اعتدال میں آجاتی ہے اور جسم گونا گوں امراض سے بچ جاتا ہے۔ اگر جسم کی حرارت کو کنٹرول نہ کیا جائے تو یہ امراض پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں:

☆ لو بلڈ پریشر (Low Blood Pressure) فالج (Paralysis) لقوہ (Facial Paralysis) اور سر کا چکرانا وغیرہ۔

☆ غذائیت کی کمی کی وجہ سے خون کی کمی کے مریضوں کے لیے افطار کے وقت فولاد (Iron) کی اشد ضرورت ہے اور وہ کھجور میں قدرتی طور پر میسر ہے۔

☆ بعض لوگوں کو خشکی ہوتی ہے ایسے لوگ جب روزہ رکھتے ہیں تو ان کی خشکی بڑھ جاتی ہے، اس کے لیے کھجور چوں کہ معتدل ہے اس لیے وہ روزے دار کے حق میں مفید ہے۔

☆ گرمیوں کے روزے میں روزے دار کو چوں کہ پیاس لگی ہوتی ہے اور وہ افطار کے

وقت اگر فوراً ٹھنڈا پانی پی لے تو معدے میں گیس، تبخیر اور جگر کی ورم (Liver Inflamation) کا سخت خطرہ ہوتا ہے، اگر یہی روزے دار کھجور کھا کر پانی پی لے تو بہت سے خطرات سے بچ جاتا ہے۔ (حصہ اول، ص:۱۸۶)

افطار کی دعا

حضرت معاذ بن زُہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے بعد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ.

ترجمہ: اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے دیے سے افطار کیا۔

(سنن ابو داؤد، حصہ دوم، ص:۳۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ دعا افطار کے بعد کرنی چاہیے۔ بہت سے لوگ افطار سے پہلے ہی کرنے لگتے ہیں جب کہ اس دعا کا اصل محل یہ ہے کہ یہ افطار کے بعد کی جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص کھجور کھا کر پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھے پھر اچھی طرح افطار کرے تب بھی درست ہے۔ اس دعا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی عطا کردہ نعمت کا شکرانہ ہے کہ مولا! تو نے ہی روزہ رکھنے کی توفیق دی اور ہمیں افطار کے لیے رزق بھی تو نے ہی عطا فرمایا ہے۔

روزے میں پابندی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَةٌ فِی اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ.

ترجمہ: جو بری بات اور بُرا کام نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کا کھانا پانی چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ روزے دار بری باتیں اور برے کام چھوڑ دے اس لیے کہ روزے کی فرضیت کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے نفس کمزور ہو اور انسان برائیوں سے باز رہے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کے باوجود برائیاں نہیں چھوڑتا تو گویا اس نے روزے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ آج ہمارے معاشرے میں یہ عام ہے کہ روزے کی حالت میں بھی ٹیلی ویژن بند نہیں ہوتا اور لوگ سیریل اور فلمیں نہیں چھوڑتے۔ خاص کر خواتین میں سیریل بینی کی عادت اس قدر رہوتی ہے کہ لاکھ کچھ ہو جائے ان کی سیریل بینی کبھی نہیں چھوٹ سکتی۔ جب کہ مذکورہ حدیث پاک کے مطابق اگر روزے دار روزے کی حالت میں بری باتیں اور برے کام کرنے سے باز نہ رہا تو گویا اس نے روزے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔

کثرت سے مسواک کریں

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں:

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَا لَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّکُ وَ ھُوَ صَائِمٌ.

ترجمہ: میں نے ان گنت مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزے کی حالت میں چوں کہ کچھ کھانا پینا نہیں ہوتا ہے اور منہ بھی سوکھ جاتا ہے اس لیے عام طور پر منہ سے بدبو آنے لگتی ہے۔ ایسے میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلیمِ اُمت کے لیے یہ معمول

رہا ہے کہ آپ کثرت سے مسواک فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ خصوصًا وضو اور نماز سے پہلے ضرور مسواک کرلیا کریں۔

روزے دار ایسے بھی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَ کَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ.

ترجمہ: بہت سے روزے دار ایسے ہوتے ہیں جن کا روزہ محض پیاس ہے اور بہت سے رات میں عبادت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کی عبادت محض شب بیداری ہے۔ (سنن دارمی، حصہ سوم، ص:۱۷۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزے کی فرضیت کا مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہمیں روزے سے پرہیز گاری میسر آجائے۔ جو شخص روزے رکھنے کے باوجود پرہیز گار نہ بن سکا بلکہ روزے کی حالت میں بھی بے راہ روی کا شکار رہا اور اسی طرح گناہوں اور برائیوں میں ملوث رہا تو اس کا روزہ گویا محض بھوک اور پیاس ہے اس سے روزے کی روح فوت ہوگئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان کیسے گزارتے تھے

آپ کا سب سے پہلا معمول یہ تھا کہ آپ رمضان المبارک کی آمد سے کئی ایام پہلے سے ہی اس کے پانے کی دعا کرتے رہتے۔ چناں چہ مروی ہے کہ جیسے ہی رجب کا چاند طلوع ہوتا آپ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان بابرکت بنا دے اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ پنجم، ص:۳۴۸)

مخصوص دعا کا ورد

جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں مخصوص دعا کیا کرتے اور یوں عرض کرتے:

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ مِنْ رَمَضَانَ وَ سَلِّمْ رَمَضَانَ لِیْ وَ سَلِّمْهُ مِنِّی.

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! مجھے رمضان کے لیے سلامتی (صحت وتندرستی) عطا فرما، میرے لیے رمضان (کے اول و آخر کو بادل وغیرہ سے) محفوظ فرما اور مجھے اس میں اپنی نافرمانی سے محفوظ فرما۔ (الدعاء للطبرانی، حصہ اول، ص:۲۸۴)

رنگِ مبارک فق ہو جاتا

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ.

ترجمہ: جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو آپ کا رنگ فق ہو جاتا۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ پنجم، ص:۲۳۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب رمضان المبارک آتا تو اس خوف کے پیشِ نظر کہ کہیں کسی مشکل کی وجہ سے اس میں حقِ عبودیت میں کمی نہ ہو جائے، آپ کا رنگِ مبارک فق ہو جاتا۔

صحابہ کو مبارک باد دیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ماہ رمضان المبارک میں معمول ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُبَشِّرُ اَصْحَابَهٗ يَقُوْلُ جَآئَكُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ، تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجِنَانِ وَ تُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَ تُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو یہ کہتے ہوئے مبارک باد دیتے کہ تم پر رمضان کا مہینہ جلوہ فگن ہوا ہے جو نہایت بابرکت ہے۔ اس کے روزے تم پر اللہ نے فرض فرمائے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو اس سے محروم ہو گیا وہ محروم ہی رہے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۱۴، ص:۵۴۱)

امام جلال الدین سیوطی اور شیخ ابن رجب علیہما الرحمہ کہتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصْلٌ فِي التَّهْنِئَةِ بِشَهْرِ رَمَضَانَ.

ترجمہ: رمضان المبارک کی مبارک باد پیش کرنے پر یہ حدیث اصل ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ، حصہ اول، ص:۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب یہ مقدس و مبارک ماہ اپنی رحمتوں کے ساتھ سایہ فگن ہوتا تو غم خوارِ اُمت شفیعِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اس کی آمد کی مبارک باد دیتے۔ وہ ماہ مومن کے لیے کیوں مبارک باد کا سبب نہ ہو گا جس میں جنت کے دروازے کھل جائیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جائیں اور شیطان پر پابندیاں لگ جائیں۔ لہٰذا ہمیں بھی ادائے سنت کی نیت سے مسلمان بھائیوں اور دوست و احباب کو مبارک باد پیش کرنا چاہیے۔

ماہِ رمضان کو خوش آمدید کہتے

جب رمضان المبارک شروع ہو جاتا تو آپ فرماتے:

اَتَاکُمْ رَمَضَانُ سَیِّدُ الشُّھُوْرِ فَمَرْحَباً وَّ اَھْلاً۔

ترجمہ: لوگو! تمھارے پاس رمضان تمام مہینوں کا سردار آ گیا۔ ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ (لطائف المعارف لابن رجب، حصہ اول، ص: ۱۴۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صحابہ کو مبارک باد اور ان پر اس کی اہمیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک کو بھی خوش آمدید فرماتے۔

آمدِ رمضان پر خطبہ ارشاد فرماتے

جس دن رمضان المبارک کا چاند طلوع ہونے کی امید ہوتی اور شعبان کا آخری دن ہوتا تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو جمع فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے جس میں رمضان المبارک کے فضائل، وظائف اور اہمیت اجاگر فرماتے تاکہ اس کے شب و روز سے خوب فائدہ اٹھایا جائے، اس میں غفلت ہرگز نہ برتی جائے اور اس کا ایک ایک لمحہ غنیمت جانا جائے۔

استقبالیہ خطبے کی تفصیل

کتبِ احادیث میں رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ خطبے کی تفصیل بھی ملتی ہے، اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیا، فرمایا:

اے لوگو!

☆ ایک بہت ہی مبارک ماہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض اور رات کا قیام نفل قرار دیا ہے۔

☆ جو شخص کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب چاہے اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا اس نے دوسرے ماہ میں فرض ادا کیا۔

☆ جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کا ثواب اس قدر ہے گویا اس نے رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیے۔

☆ وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

☆ وہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کا مہینہ ہے۔

☆ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

☆ جو اس میں کسی روزے دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے اور اسے بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے، اس سے روزے دار کے ثواب میں کچھ کمی بھی نہیں آتی۔

اس پر صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ہم میں سے ہر ایک میں یہ طاقت کہاں کہ روزے دار کو سیر کر کے کھلائے۔ اس پر آپ نے فرمایا: یہ ثواب تو اللہ اسے بھی عطا فرمائے گا جو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ پلا دے۔

☆ جس نے کسی روزے دار کو افطار کے وقت پانی پلایا اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) میرے حوضِ کوثر سے اسے وہ پانی پلائے گا جس کے بعد دخولِ جنت تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔

☆ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے، اس کے درمیان میں بخشش ہے اور اس کے آخر میں آگ سے آزادی ہے۔

☆ جو شخص اس میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کرے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ اول، ص:۶۱۲)

استقبال کیسے کریں؟

مسنون ہے کہ ۲۹ رشعبان المعظم کو بعد نمازِ مغرب چاند دیکھا جائے، چاند نظر آ جائے تو دوسرے دن سے روزہ رکھا جائے اور اگر نظر نہ آئے تو دوسرے دن پھر چاند دیکھیں۔

چاند نظر آ جائے تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ وَ التَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی، رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ۔

ترجمہ: اللہ اکبر، اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ گزار اور اُس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھے پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو۔ (اے چاند!) میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

چاند کی شہادت کا مسئلہ

عموماً لوگوں کا ذہن چاند کے معاملے میں کافی الجھنوں کا شکار رہتا ہے اس لیے مناسب ہے کہ یہاں چاند دیکھنے یا چاند کی شہادت پر رمضان المبارک اور عید الفطر وغیرہ کی تعیین کے مسائل ذکر کر دیے جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: ایک اعرابی نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں نے

رمضان المبارک کا چاند دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ اور اعلان کر دو کہ کل سے لوگ روزے رکھیں۔ (سنن ابو داؤد، حصہ دوم، ص:۳۰۲)

اس سے پتہ چلا کہ اگر سب لوگوں نے چاند نہیں دیکھا بلکہ کچھ نے دیکھا یا کسی ایک شخص نے بھی دیکھا تو اس کی گواہی سب کے لیے کافی ہوگی۔ اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے انتیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو تیس دن پورے کیے جائیں گے، خواہ شعبان کا چاند ہو یا رمضان المبارک کا یا اور کسی مہینے کا۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چاند دیکھنے کے حوالے سے تفصیلی بیان ذکر کیا ہے، فائدے کے لیے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

☆ پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجب کفایہ ہے۔ (۱) شعبان۔ (۲) رمضان۔ (۳) شوال۔ (۴) ذی قعدہ۔ (۵) ذی الحجہ۔ شعبان کا اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کر کے رمضان شروع کریں اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے اور شوال کا روزہ ختم کرنے کے لیے اور ذی قعدہ کا ذی الحجہ کے لیے اور ذی الحجہ کا بقر عید کے لیے۔

☆ شعبان کی انتیس کو شام کے وقت چاند دیکھیں، دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔

☆ بادل ہو تو رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی غلام۔ مستور اس شخص کو کہتے ہیں جس کا

ظاہر شریعت کے مطابق ہو مگر اندر کا حال معلوم نہیں۔

☆ گاؤں میں کسی نے چاند دیکھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس گواہی دے تو گاؤں والوں کو جمع کر کے شہادت ادا کرے اور اگر یہ عادل ہے تو لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔

☆ رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا، شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے شروع کر دیے، اٹھائیس ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہو گیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا، بلکہ رجب کی تیس تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔

☆ ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں بلکہ تمام جہان کے لیے ہے۔ مگر دوسری جگہ کے لیے اس کا حکم اُس وقت ہے کہ اُن کے نزدیک اُس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آ کر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔

☆ ہلال دیکھ کر اُس کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے اگرچہ دوسرے کو بتانے کے لیے ہو۔ (ملخصًا از بہارِ شریعت)

تار یا ٹیلی فون سے چاند کی شہادت

تار یا ٹیلی فون (اسی طرح موبائل، ایس ایم ایس، ایم ایم ایس، ای میل، فیس بک، ٹویٹر وغیرہ) سے رویت ہلال نہیں ثابت ہو سکتی، نہ بازاری افواہ اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپا ہونا کوئی ثبوت ہے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انتیس رمضان

المبارک کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں، اگر کہیں سے تار آ گیا بس لو عید آ گئی، یہ محض ناجائز و حرام ہے۔

تار کیا چیز ہے؟ اولاً تو یہی معلوم نہیں کہ جس کا نام لکھا ہے واقعی اُسی کا بھیجا ہوا ہے اور فرض کرو اُسی کا ہو تو تمھارے پاس کیا ثبوت اور یہ بھی سہی تو تار میں اکثر غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں، ہاں کا نہیں، نہیں کا ہاں معمولی بات ہے اور مانا کہ بالکل صحیح پہنچا تو یہ محض ایک خبر ہے شہادت نہیں اور وہ بھی بیسوں واسطے سے۔

اگر تار دینے والا انگریزی پڑھا ہوا نہیں تو کسی اور سے لکھوائے گا۔ معلوم نہیں کہ اُس نے کیا لکھوایا اُس نے کیا لکھا، آدمی کو دیا اُس نے تار دینے والے کے حوالہ کیا، اب یہاں کے تار گھر میں پہنچا تو اُس نے تقسیم کرنے والے کو دیا اُس نے اگر کسی اور کے حوالے کر دیا تو معلوم نہیں کتنے وسائط سے اُس کو ملے اور اگر اسی کو دیا جب بھی کتنے واسطے ہیں۔ پھر یہ دیکھیے کہ مسلمان مستور جس کا عادل و فاسق ہونا معلوم نہ ہو اُس تک کی گواہی معتبر نہیں اور یہاں جن جن ذریعوں سے تار پہنچا اُن میں سب کے سب مسلمان ہی ہوں، یہ ایک عقلی احتمال ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ مکتوب الیہ صاحب (جن کے پاس تار بھیجا جا رہا ہے) بھی انگریزی پڑھے نہ ہوں تو کسی سے پڑھوائیں گے، اگر کسی کافر نے پڑھا تو کیا اعتبار اور مسلمان نے پڑھا تو کیا اعتماد کہ صحیح پڑھا۔ غرض شمار کیجیے تو بکثرت ایسی وجہیں ہیں جو تار کے اعتبار کو کھوتی ہیں۔ فقہا نے خط کا تو اعتبار ہی نہ کیا اگرچہ کاتب کے دستخط تحریر پہچانتا ہو اور اُس پر اُس کی مہر بھی ہو کہ اَلْخَطُّ یَشْبَهُ الْخَطَّ وَ الْخَاتَمُ یَشْبَهُ الْخَاتَمَ.

(ترجمہ: خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے۔) تو کجا تار؟ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ملخصًا از بہارِ شریعت)

رمضان میں تہجد

نمازِ تہجد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی پسندیدہ سنت ہے، آپ نے اس پر دوام (ہیشگی) برتا ہے اور نہایت ہی پابندی کے ساتھ اسے ادا فرمایا ہے۔ ویسے تو ہمیں بھی اس سنت کی پابندی کرنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے لیکن ماہِ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کا ہمارے پاس بہترین موقع ہے اور وہ یہ کہ سحری کرنے کے لیے جب ہم اٹھتے ہیں اس سے چند منٹ پہلے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نمازِ تہجد کی چند رکعات پڑھ کر خراجِ بندگی پیش کر دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی برکت ضرور حاصل ہوگی۔

حالتِ روزہ میں تلاوتِ قرآن

رمضان المبارک کے ساتھ قرآنِ مجید کا جو گہرا تعلق ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، اس کا نزول (ایک تفسیر کے مطابق) اسی ماہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر شروع ہوا، یہ تعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے۔ رمضان و قرآن کا تعلق اس ارشادِ نبوی سے بھی واضح ہو جاتا ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلصِّيَامُ وَ الْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَیْ رَبِّ اِنِّی مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَ يَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ.

ترجمہ: روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے اللہ! میں نے اسے کھانے اور خواہشات سے دن میں روکے رکھا، قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، میں اس کی شفاعت کرتا ہوں ہماری شفاعت قبول فرما۔ چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ سوم، ص: ۳۷۸)

لہٰذا ہمیں بھی قرآنِ مقدس کی تلاوت کو اپنا معمول بنانا چاہیے تاکہ قرآنِ مقدس کے فضائل و فوائد سے ہم بھی بہرہ ور ہو سکیں۔

قرآن سننا

سننے کی قوت بھی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے، انسان کے پاس اگر قوتِ سماعت نہ ہو تو بھلی بات بھی نہیں سن سکتا بلکہ اذان و قرآن جیسی مقدس آوازیں بھی سننے سے محروم رہتا ہے۔ ایسا شخص جو قوتِ سماع سے محروم ہو وہ اپنے دل میں ہزار ہا آرزوئیں لیے رہتا ہے کہ کاش اللہ مجھے سننے کی قوت عطا فرماتا تو میں بھی اچھے کلام سنتا۔ لیکن بہت سے ایسے بھی بندے ہیں جو قوتِ سماعت سے مالا مال تو ہیں لیکن ان کو اذان و قرآن اور نعت کے بجائے گانے اور میوزک Music وغیرہ سے دلچسپی ہے اور وہ اپنی گاڑیوں سے لے کر دوکان و مکان سب میں گانوں، غزلوں اور میوزک Music ہی کو سامانِ تسکین سمجھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ کم از کم ماہِ رمضان المبارک میں گانے اور میوزک بند کر کے قرآنِ مقدس کی تلاوت سننے کا اہتمام کریں اس لیے کہ یہ مہینہ ہمیں پرہیزگار بنانے کے لیے آتا ہے۔

ماہِ رمضان میں سخاوت

ماہِ رمضان المبارک میں ایک نیکی کا اجر ستر گنا ہو جاتا ہے اس لیے ہمیں اس مبارک مہینے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں بے حساب خرچ کرنا چاہیے تاکہ ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ بے حساب اجر و ثواب عطا فرمائے۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اے ابن آدم! زیادہ سے زیادہ خرچ کرو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر تم روک رکھو گے تو تمھارے لیے بُرا ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۷۱۸)

ایک اور مقام پر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! خرچ کرو تم پر فراخی کی جائے گی۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۶۹۰)

سخاوت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا اسے پڑھیے اور اپنے ہاتھ سخاوت کے لیے کھول دیجیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَ الْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِنَ اللّٰهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّارِ وَ لَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ.

ترجمہ: سخی اللہ سے قریب، جنت سے قریب اور لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے جب کہ بخیل اللہ سے دور، جنت سے دور اور لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے اور سخی جاہل اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۴۲)

رب تعالیٰ ہمیں بخل کی بیماری سے نجات عطا فرمائے اور اپنی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

روزے کے باطنی آداب

روزے کے ظاہری آداب تو یہی ہیں کہ صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رک جائیں لیکن روزے کے کچھ باطنی آداب بھی ہیں جن کا لحاظ اشد ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جسم کے تمام اعضا کو خلافِ شرع باتوں کے ارتکاب سے بچایا جائے جبھی ہم صحیح معنوں میں روزے کے فوائد سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اب جسم کے اعضا کے روزے کی تفصیل ملاحظہ کریں اور عمل کی کوشش کریں۔

جھوٹ سے بچو

جھوٹ ایک ایسا گناہ ہے کہ اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے باطل مذاہب کی نظر میں بھی اسے گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ ویسے تو ہمیں ہر حال میں جھوٹ سے پرہیز اور گریز کرنا چاہیے لیکن خصوصی طور پر ماہِ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں ہمیں جھوٹ سے بچنا چاہیے کیوں کہ اگر ہم روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولتے ہیں تو گویا ہم نے روزے کے مقصد کو فراموش کر دیا۔ جیسا کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ.

ترجمہ: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل ترک نہ کرے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۲۶)

نازیبا الفاظ سے اجتناب

بعض مالک اپنے نوکروں کو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاذ اپنے شاگردوں کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، اولاد اپنے ماں باپ کو، بے تکلف دوست اپنے دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے کے عادی ہوتے ہیں، حتیٰ کہ آج کے ماحول میں اسے برا تک تصور نہیں کیا جاتا۔ بعض نوجوانوں کا تکیۂ کلام ہی گالی ہوتا ہے کہ ان کی ہر بات گالی گلوچ اور ناشائستہ الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھو! ماہِ رمضان المبارک ان چیزوں سے بھی ہمیں پاک کرنے کے لیے آتا ہے جس سے کسی مسلمان کو ادنیٰ درجے کی بھی تکلیف ہو۔ ماہِ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں ان چیزوں سے پرہیز کرنے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی کی برکت سے ہمیشہ کے لیے اس قسم کے الفاظ سے بچنے کا جذبہ اور ذوق دل میں پیدا ہوگا۔

غیبت سے پرہیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاَنْ یَّاْکُلَ اَحَدُکُمْ مِنْ جِیْفَةٍ حَتّٰی یَشْبَعَ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ.

ترجمہ: کوئی شخص پیٹ بھر کر مردار کا گوشت کھالے یہ اس کے لیے اپنے مسلمان بھائی (کی غیبت کر کے اس) کا گوشت کھانے سے بہتر ہے۔

(مساوئ الاخلاق ومذمومہا للخرائطی، حصہ اول، ص:۹۷)

غیبت ایسا سخت ترین گناہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ”اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے“ سے تعبیر فرمایا ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا، اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ. (سورۂ حجرات، آیت:۱۲)

ترجمہ: اور کوئی شخص ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے، وہ تو تمھیں ناپسند ہے۔

لہٰذا ہمیں ہمیشہ اور خصوصًا ماہِ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں غیبت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

کسی کا دل نہ دُکھاؤ

روزہ رکھ کر ہمیں دل آزاری سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ دل آزاری کئی طریقوں سے ہوتی ہے، کسی کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا، کسی کا مذاق اڑانا، کسی پر جملے کسنا، کسی کے عیب کے ساتھ اسے منسوب کرنا، کسی کا کوئی سامان اِدھر اُدھر کر کے پریشان کرنا وغیرہ یہ سب

دل آزاری کی صورتیں ہیں۔ روزہ رکھ کر ہمیں ان سب چیزوں سے کوسوں دور رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیوں کہ روزے کا ایک مقصد ”ایک دوسرے کی تکالیف کا احساس“ اور ”آپس میں پیار اور محبت پیدا کرنا“ بھی ہے۔ کالجوں، اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں یہ وبا عام ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خوب تمسخر اڑاتے ہیں۔ انھیں جاننا چاہیے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ روزے کی روحانیت کے خلاف ہے۔

کانوں کی حفاظت کرو

یوں تو کانوں کو ہر حال میں بری باتیں سننے سے بچانا لازم ہے مگر روزے کی حالت میں اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جسم کے ہر عضو کا روزہ ہوتا ہے اور کانوں کا روزہ یہ ہے کہ کانوں کو بُری اور فضول باتوں کے سننے سے بچایا جائے کیوں کہ بُری باتیں سننے کا دل پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزے دار کے لیے ضروری ہے کہ غیبت، جھوٹی باتیں، لطیفے، فلمی اسٹوریاں، فلمی گانے اور فحش باتیں نہ سنے کیوں کہ شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی جائز نہیں ہے۔ نعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآنِ مقدس کی تلاوت سنیں، سُنّی اجتماعات میں حاضر ہو کر ذکرِ خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سُنیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دل کی دنیا روشن ہو جائے گی اور روزے کے روحانی فوائد حاصل ہوں گے۔

نگاہوں کی حفاظت

جیسا کہ مذکور ہوا کہ اصل روزہ جسم کے ہر عضو کو گناہوں سے بچانا ہے۔ حالتِ روزہ میں ہمیں اپنی نگاہوں کی بھی حفاظت کرنی لازم ہے۔ اپنی آنکھوں کو غیر محرم عورتوں، ٹی وی، ناچ، گانا، فلم، عریاں تصویریں وغیرہ دیکھنے سے بچانا ہوگا کیوں کہ ان چیزوں کو دیکھنے

سے دل میں گناہ کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ ہمارے روزے کی روحانیت کو مردہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا چیزوں سے اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ اگر کچھ دیکھنا چاہیں تو قرآنِ مقدس کو دیکھیں، مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کریں، والدین کو محبت بھری نگاہ سے دیکھیں اور پڑھنا چاہیں تو قرآنِ مقدس اور دینی کتابیں پڑھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بے شمار دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔

دل کی حفاظت

روزے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہمارے دل میں ہر طرح کے گناہ سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو۔ انسان جو بھی گناہ کرتا ہے پہلے اس کا تصور اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ اسے کر گزرتا ہے۔ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلا وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلا وَ هِیَ الْقَلْبُ. ترجمہ: انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ صحیح ہو تو پورا بدن صحیح رہے گا اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو پورا بدن فاسد ہو جائے گا، سنو! وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۲۰)

لہٰذا ہمیں اپنے دل کو غلط خیالات اور برے وسوسوں سے بچانا چاہیے۔

•••

عید الفطر کی سنتیں

خوشی ہو یا غم اسلام نے اس کے منانے کے اصول اور ضابطے متعین کیے ہیں اور اس کے لیے آداب بیان کیے ہیں۔ ان آداب کے مطابق خوشی اور غم منانا انسان کو حد سے تجاوز کرنے سے روکتا ہے ورنہ اکثر خوشی کے موقع پر لوگ شریعت کی حدود تجاوز کر جاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ اس خوشی پر اللہ کا شکر ادا کر کے اجر و ثواب حاصل کریں غلط کاریوں کی بنیاد پر اللہ کے غضب اور عتاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرنے کے لیے باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ بندے کو یہ احساس ہو کہ اس خوشی کے موقع پر ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہیے۔

حضور کا معمول

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے، سب سے پہلے نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے جب کہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے، آپ وعظ کہتے، انھیں نصیحت کرتے اور حکم دیتے، اگر کسی جماعت کو متفرق طور پر کہیں بھیجنا ہوتا تو بھیج دیتے یا کسی بات کا حکم دینا ہوتا تو دے دیتے پھر گھر لوٹ جاتے۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عید اور بقر عید کا دن ہمارے لیے بے شمار خوشیاں لے کر آتا ہے مگر کہیں ہم ان خوشیوں میں گم ہو کر اپنے معبود کو بھول نہ جائیں اس لیے ہمیں حکم ہوا کہ عید اور بقر عید کے دن سورج نکلتے ہی اپنے مولیٰ کی

بارگاہ میں اپنی نیازمندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا ماتھا ٹیک دیں اور یہ عرض کریں کہ مولیٰ تو ہی ہمیں خوشیاں عطا فرمانے والا ہے اس لیے ہر خوشی کے موقع پر تیری عبادت ہی زیادہ لائق اور مناسب ہے۔

خطبے سے پہلے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ عیدین کی نمازوں کے بعد ہمیں خطبہ بھی سننا چاہیے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ عید ملنے کی جلدی بازی میں بہت تیزی سے مسجد یا عیدگاہ سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ یہ عیدین کی نمازوں کے آداب کے خلاف ہے۔ نماز کے بعد ہمیں خطبہ سننا چاہیے پھر دوسرے معاملات انجام دینے چاہیے۔

صرف دو رکعت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَ لَا بَعْدَهُمَا.

ترجمہ: نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں، نہ

اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ ہی اس کے بعد۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سے لوگ عید کی نماز سے پہلے دو رکعت شکرانہ پڑھتے ہیں اور بعض لوگ فجر کی قضا بھی کرتے ہیں جب کہ عید کی نماز سے پہلے نفل کی اجازت نہیں ہے اور نماز کے بعد بھی اگر پڑھنا ہو تو گھر میں پڑھنا چاہیے۔ رہی بات فجر کی نماز کی قضا ادا کرنے کی تو اولاً تو قضا کرنی ہی نہیں چاہیے اور اگر کسی وجہ سے ہوگئی ہے تو گھر پر ہی اسے ادا کر کے پھر مسجد آنا چاہیے کہ قضا نمازیں بھی لوگوں کی نظروں سے چھپ کر پڑھنا چاہیے کہ لوگوں کے سامنے پڑھنے میں گناہ کا اظہار ہے اور اسلام نے گناہ کے اظہار کی اجازت نہیں دی ہے۔

نمازِ عید سے پہلے کچھ کھانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَ يَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

ترجمہ: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف کچھ کھجوریں تناول کیے بنا نہیں نکلتے تھے اور انھیں طاق عدد میں تناول فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیدالفطر کی نماز سے پہلے کچھ میٹھا کھانا سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ بہتر ہے کہ کھجوریں کھائی جائیں اور طاق عدد میں یعنی تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھالی جائیں پھر نماز کے لیے جایا جائے۔ ہندوستان میں عموماً عید کے دن سیوئیں پکائی جاتی ہے۔ اگر سیوئیں بھی کھالی جائے تب بھی میٹھا کھانے کی سنت ادا ہو جائے گی۔

دوسرے راستے سے واپس آنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ.

ترجمہ: عید کے دن نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک راستے سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عید کے دن عیدگاہ کی طرف ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے وہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جانیں بس ہمیں ادائے سنت کی نیت سے ایسا کرنا چاہیے۔

صدقۂ فطر ادا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَ الْحُرِّ وَ الذَّكَرِ وَ الْاُنْثٰى وَ الصَّغِيْرِ وَ الْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو صدقۂ فطر مسلمان غلام، آزاد، مرد، عورت، بچے، بڑے سب پر واجب قرار دیا ہے اور اسے لوگوں کے عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۱۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عید کے دن ہمیں اپنے غریب اور مفلس بھائیوں کا بھی خیال کرنا چاہیے اور حدیث پاک میں مذکور مقدار میں اپنی جانب سے اور اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کی جانب سے بھی صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہیے

تاکہ اس رقم سے ہمارا وہ غریب اور مفلس بھائی بھی اپنی عید کی تیاری کر سکے۔

صدقۂ فطر کیوں واجب ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ.

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کو بے کار کاموں اور رفث سے پاک کرنے اور مساکین کو کھلانے کے لیے صدقۂ فطر واجب قرار دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص: ۱۱۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ صدقۂ فطر واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہمارے روزوں میں جو کمی لاحق ہوئی ہے صدقۂ فطر کی ادائیگی سے اس کی بھرپائی ہو جائے اور دوسری یہ کہ اس میں غربا اور مساکین کے لیے خوشی کا سامان ہے کہ اس رقم سے وہ اپنے لیے کھانے پینے اور عید کی خوشیاں منانے کا انتظام کر لیں گے۔ اسی لیے صدقۂ فطر نمازِ عید کے لیے گھر سے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کر دینا بہتر ہے۔

• • •

عیدالاضحیٰ کی سنتیں

عیدالفطر کی طرح عیدالاضحیٰ بھی ہمارے لیے خوشیاں لے کر آتی ہے۔عیدالاضحیٰ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں نمازِ عید کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار مناتے ہوئے مسلمان اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں جانوروں کی قربانی بھی پیش کرتے ہیں۔اس دن کے معمولات کے لیے بھی اسلام نے اصول وضوابط اور آداب مرتب فرمائے ہیں۔

حضور نے خطبہ دیا

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا، خطبے کے دوران آپ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِي يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ.

ترجمہ: اس دن ہمیں سب سے پہلے نماز پڑھنی ہے، نماز سے فراغت کے بعد ہم قربانی کریں گے۔جس نے ایسا کیا اس نے درست کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو اس نے گوشت کے لیے ذبح کیا، اس کا وجوب ساقط نہیں ہوا۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قربانی نمازِ عید کے بعد ہی کرنی چاہیے جلد بازی کی وجہ سے نمازِ عید سے پہلے نہ کی جائے۔جس نے نمازِ عید سے

پہلے قربانی کر لی اس کی قربانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوگی بلکہ گویا اس نے محض گوشت کھانے کے لیے جانور ذبح کیا ہے۔

نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا جائے

حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَ لَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ.

ترجمہ: نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن کچھ تناول فرما کر ہی عیدگاہ کی طرف جاتے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہیں تناول فرماتے۔

(سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۴۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیدالفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا کر جانا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چوں کہ نمازِ عیدالفطر کچھ تاخیر سے پڑھی جاتی ہے اور عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد چوں کہ قربانی کرنی ہوتی ہے اس لیے اس کی نماز جلدی پڑھی جاتی ہے اس لیے نمازِ عیدالفطر سے پہلے کچھ کھانا مسنون ہے اور نمازِ عیدالاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے بلکہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کا گوشت کھانا بہتر ہے۔

دوسرے راستے سے واپس آنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ.

ترجمہ: عید کے دن نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک راستے سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیدالاضحیٰ کے دن بھی عید گاہ کی طرف ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے وہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جانیں بس ہمیں ادائے سنت کی نیت سے ایسا کرنا چاہیے۔

قربانی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ذَبَحَهُمَا بِیَدِهٖ وَ سَمّٰی وَ کَبَّرَ. رَاَیْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰی صِفَاحِهِمَا وَ یَقُوْلُ: بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چتکبرے رنگ کے سینگ والے دو مینڈھے ذبح فرمائے، آپ نے انھیں بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھ کر اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے ان کے پہلوؤں پر قدم مبارک رکھ کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا۔
(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیدالاضحیٰ کے دن ہر صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ عام طور پر گھر میں جو سب سے بزرگ ہو لوگ صرف اس کے نام سے قربانی کرتے ہیں اور باقی لوگوں کے نام سے نہیں کرتے یا ہر سال گھر کے الگ الگ فرد کے نام سے قربانی کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے۔ جو لوگ مالکِ نصاب ہیں ان کے نام سے ہر سال قربانی واجب ہے۔ عورتوں کے پاس عموماً زیورات اس مقدار میں ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر وہ مالکِ نصاب ہو جاتی ہیں اس لیے عورتوں کے نام سے بھی قربانی واجب ہے۔

حجامت نہ بنوائی جائے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰی هِلَالَ ذِی الْحِجَّةِ وَ اَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَ لَا مِنْ اَظْفَارِهٖ.

ترجمہ: جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور قربانی کرنا چاہتا ہے وہ اپنے بال نہ بنوائے اور اپنے ناخن نہ تراشے۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۱۵۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس کے نام سے قربانی ہونے والی ہے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد سے قربانی کرنے تک اپنے ناخن اور بدن کے بال نہ تراشے بلکہ اسی طرح چھوڑ دے اور جب قربانی ہو جائے اس کے بعد وہ بال اور ناخن تراش سکتا ہے۔

نیک اعمال مقبول

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عشرۂ ذو الحجہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک نیک اعمال سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مگر یہ کہ کوئی شخص اپنے مال و متاع لے کر نکل جائے اور نہ وہ واپس لوٹے اور نہ ہی اس کا مال۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۱۲۱)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِیْهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ،

يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَ قِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ .

ترجمہ:عشرۂ ذی الحجہ میں کی جانے والی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ہوتی ہے۔عشرۂ ذی الحجہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور ہر رات کا قیام شبِ قدر کے قیام کے برابر ہے۔ (سنن ترمذی،حصہ سوم،ص:۱۲۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو!مخصوص ایام اور مخصوص اوقات میں کی جانے والی نیکیاں دیگر ایام میں کی جانے والی نیکیوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔ پہلی روایت میں یہ بتایا گیا کہ عشرۂ ذی الحجہ میں نیکیاں کرنا دوسرے ایام میں نیکیاں کرنے کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہیں اور دوسری روایت میں اس بات کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے کہ ذی الحجہ کے عشرے میں کسی ایک دن کا روزہ رکھنا ایک سال تک روزہ رکھنے کے برابر ہے اور ایک رات جاگ کر عبادت کرنا شب قدر میں عبادت کرنے کے برابر اجر و ثواب کا حامل ہے۔آپ جانتے ہیں کہ شب قدر کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔گویا جس نے عشرۂ ذی الحجہ میں کسی ایک رات بھی جاگ کر عبادت کر لی اس کے لیے ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کرنے کا اجر و ثواب ہے۔ہزار مہینوں کا مطلب ہے تراسی (۸۳) سال سے بھی زیادہ۔مطلب یہ ہوا کہ انسان اپنی پوری زندگی میں جتنی نیکی نہیں کما سکتا اتنی نیکی صرف ایک رات جاگ کر عبادت کرنے سے حاصل کر سکتا ہے۔اس لیے ہمیں ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں کسی نہ کسی رات جاگ کر ضرور عبادت کرنی چاہیے۔

حضور کی طرف سے قربانی

حضرت حَنَش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،انھوں نے کہا:میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ دو مینڈھے ذبح کر رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّی عَنْہُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جانب سے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی تھی تو میں آپ کی جانب سے قربانی کر رہا ہوں۔(سنن ابوداؤد،حصہ سوم،ص:۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے صاحبِ حیثیت بنایا ہے اور مال و اسباب عطا فرمائے ہیں تو ہمارے گھر کے جن لوگوں پر قربانی واجب ہے ان کے ناموں سے کرنے کے بعد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے بھی قربانی کرنی چاہیے کہ اس غم گسارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں اپنی امت کے نام سے قربانی فرمائی ہے۔آپ ہم گنہ گاروں کا اس قدر خیال فرمایا کرتے تھے تو ہمیں بھی چاہیے کہ آپ کے نام سے قربانی کیا کریں۔

قربانی کی اہمیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَ اِنَّہٗ لَیُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَ اَشْعَارِھَا وَ اَظْلَافِھَا وَ اِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا.

ترجمہ: قربانی والے دن خون بہانے سے زیادہ انسان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔قربانی کا جانور قیامت کے دن سینگوں، بالوں اور کھر وں کے ساتھ لائے جائیں گے۔قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ قربانی قبول ہو جاتی ہے۔اس لیے تم اچھے دل سے قربانی کیا کرو۔

(سنن ترمذی،حصہ چہارم،ص:۸۳)

قربانی کیوں کی جائے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَ لَا دِمَآؤُھَا وَ لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ.

ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون، ہاں تمھاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔ (سورۂ حج، آیت:۳۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں صرف جانور کی عمدگی، اس کی قیمت یا اس کی کوئی اور صفت نہیں دیکھی جاتی ہے بلکہ اس کی بارگاہ میں تو تمھارا خلوص اور تمھارے دل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے۔ اگر تمھاری قربانی ریاکاری اور دوسری برائیوں سے پاک ہے تو یقیناً وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور اگر اس میں نام ونمود شامل ہو گیا تو لاکھوں روپے خرچ کر کے جانور خرید کر قربانی کرنے پر بھی وہ غیر مقبول ہوگی۔

آج کے زمانے میں قربانی کے جانور خریدنے میں دکھاوا اور مقابلہ بہت زیادہ بڑھتا جارہا ہے۔ ہم اپنے ذمے سے وجوب ساقط کرنے کی فکر نہیں کرتے بلکہ ہمیں یہ فکر ہوتی ہے کہ ہمارا بکرا پورے محلے میں سب سے اچھا دکھنا چاہیے اور لوگ تعریف کریں کہ فلاں نے بہت قیمتی جانور لایا وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھیں! قربانی کا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ قربانی کا مقصد تو یہ ہے کہ ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خلوصِ دل کے ساتھ قربانی کا ہدیہ پیش کریں اور صرف اللہ ورسول کی خوشنودی ہمارے پیشِ نظر ہونی چاہیے۔

● ● ●

نام رکھنے کے آداب

نام شخصیت کی پہچان ہوتی ہے اس لیے اس کا بہتر ہونا ضروری ہے۔ اسلام نے جہاں تہذیب واخلاق کے لیے اچھی راہ دکھائی ہے وہیں اس امر پر بھی زور دیا ہے کہ نام ایسے رکھے جائیں جن میں اسلامی عقائد اور اصول کی خلاف ورزی نہ ہو بلکہ ایسے نام ہوں جن سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی راہ نکلتی ہو۔

اچھے نام رکھنا چاہیے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تُدۡعَوۡنَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ بِاَسۡمَآءِ اٰبَآئِکُمۡ فَاَحۡسِنُوۡا اَسۡمَآئَکُمۡ.

ترجمہ: تم قیامت کے دن اپنے اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۲۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! والدین کی ذمے داری ہے کہ جب اپنے بچوں کا نام رکھیں تو اچھا نام رکھیں۔ وہ نام جن سے اچھائی اور بھلائی کا اظہار ہوتا ہے وہ اچھے کہلاتے ہیں اور جن سے برائی کا اظہار ہو تو بُرے کہلائیں گے۔ نام کے اوصاف کا اکثر اثر ذات پر پڑتا ہے لہٰذا جب نام رکھنا ہو تو ایسے الفاظ سے نام رکھنے چاہیے جن کے معانی سے اچھائی ظاہر ہوتی ہو۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ روایت میں اسی لیے اچھے نام رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ نام چوں کہ بچپنے ہی میں رکھا جاتا ہے اس لیے والدین کو اپنے بچوں کا نام رکھنے میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ نام اسلامی آداب کے مطابق رکھے جائیں۔

سب سے پسندیدہ نام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآئِکُمْ اِلَی اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

ترجمہ: سب سے اچھا نام اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک ''عبد اللہ'' اور ''عبدالرحمٰن'' ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! فیشن کے اس دور میں ناموں میں بھی فیشن چل پڑا ہے، لوگ یا تو کسی فلمی ایکٹر کے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھتے ہیں یا نام رکھنے کے لیے عجیب وغریب الفاظ ڈھونڈ لیتے ہیں تاکہ ان کے بچوں کا نام سب سے الگ تھلگ رہے۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن جیسے ناموں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے اس لیے یہ نام اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ہیں۔ عبد کا معنی بندہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی ناموں کے پہلے لفظ عبد کا اضافہ کر کے اپنے بچوں کا نام رکھا جائے تو وہ نام بھی شریعت میں پسندیدہ ہوں گے۔ مثال کے طور پر عبدالرحیم، عبدالسلام، عبدالقدوس، عبدالخالق، عبدالوہاب، عبدالباسط وغیرہ لیکن یاد رکھیں! اللہ کے صفاتی ناموں کے ساتھ لفظ عبد جوڑ کا جس کا نام رکھا گیا ہے اسے لفظ عبد کے اضافے کے بغیر ہرگز نہ پکاریں، ہمارے معاشرے میں اس کا رواج بالکل عام ہے کہ جس کا نام عبدالرحیم یا عبدالخالق یا عبدالغفور یا عبدالقیوم وغیرہ ہوتا ہے اسے لوگ (معاذ اللہ) رحیم، خالق، غفور، قیوم وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں جب کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ ناجائز ہے۔ ہمیں خود بھی اس سے بچنا چاہیے اور اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا کرے تو اسے سمجھانا چاہیے۔

حضور کے نام پر نام رکھنا

حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس کے گھر لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت میں اس کا نام محمد رکھے تو وہ اور اس کا لڑکا دونوں جنت میں جائیں گے۔ (فضائل التسمیة باحمد ومحمد، حصہ اول، ص:۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے کیے جائیں گے، حکم ہوگا کہ انھیں جنت میں لے جاؤ۔ وہ عرض کریں گے: مولیٰ! ہم کس عمل کی بنا پر جنت کے قابل ہوئے، ہم سے تو جنت میں جانے والا کوئی عمل ہوا ہی نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ (فضائل التسمیة باحمد ومحمد، حصہ اول، ص:۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَ لَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اُقْسِمُ بَیْنَکُمْ.

ترجمہ: میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو کیوں کہ مجھے قاسم بنایا گیا ہے کہ تم میں تقسیم کرتا رہوں۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۸۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ یازدہم، ص:۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان روایات سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کے ساتھ نام رکھنے میں بڑی فضیلت ہے۔ اپنے بیٹے کا نام محمد رکھنے والا جنت کا حق دار ہے اور جس کا نام محمد یا احمد ہو اللہ تبارک وتعالیٰ

اسے بےحساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رکھے تو اس نام کے ساتھ اپنی کنّیت نہ بنائے۔ کنیت کا مطلب یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے نام کی طرف لفظ اَبُو کا اضافہ کرکے اپنی پہچان بنائے، یہ عرب کا دستور تھا، جیسے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوالقاسم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوحفص کہا جاتا ہے۔ اگر کسی نے اپنے بیٹے کا نام محمد یا احمد رکھا تو اس کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ اپنی کنیت ابومحمد یا ابواحمد بنائے۔ آخری روایت میں تو اس شخص کو جاہل قرار دیا گیا ہے جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ نہ رکھے۔

انبیاے کرام کے ناموں پر نام رکھنا

حضرت ابووہب جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَسَمَّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَ اَصْدَقُھَا حَارِثٌ وَ ھَمَّامٌ وَ اَقْبَحُھَا حَرْبٌ وَّ مُرَّۃٌ۔

ترجمہ: انبیاے کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام بہت پسند ہیں۔ حارث اور ہمّام بہت سچے نام ہیں جب کہ حرب اور مُرّہ بہت برے نام ہیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص: ۲۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاے کرام کو سارے انسانوں میں سے چنا تھا اور ان کے نام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی جانب سے چُنے ہوئے تھے اس لیے ان کے نام ہر لحاظ سے باعزت اور بابرکت ہوں گے۔ ہمیں اپنے بچوں کا نام کسی پیغمبر کے نام کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے

میں یہ بھی ماحول ہے کہ کوئی عربی لفظ پسند آجائے تو ہم یہ نہیں سوچتے کہ اس کا معنی اور مطلب کیا ہوگا بس ہم اپنے بچوں کا نام رکھ دیتے ہیں۔ مذکورہ روایت میں آپ نے دیکھا کہ حرب اور مرہ جیسے الفاظ اگرچہ بھلے معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے معانی میں خرابی کی وجہ سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ناموں سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ حرب کا معنی لڑائی اور مُرّہ کا معنی تلخی ہے۔

سب سے برا نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَخْنَی الْاَسْمَآءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ تَسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ۔

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا نام سب سے بُرا ہوگا جس کا نام ''شہنشاہ'' رکھا گیا ہو۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص: ۴۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شہنشاہ کا معنی ہوتا ہے بادشاہوں کا بادشاہ۔ سارے بادشاہوں کا بادشاہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے پھر اس نام میں فخر بھی ہے اس لیے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نام رکھنے سے منع فرمایا۔

بُرے نام کی تبدیلی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بُرے ناموں کو تبدیل کردیا کرتے تھے۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ بِنْتًا کَانَتْ لِعُمَرَ یُقَالُ لَهَا عَاصِیَةُ فَسَمَّیهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمِ جَمِیْلَةَ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص: ۱۶۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص ناموں کے بارے میں معلومات رکھتا ہے اور اچھے برے ناموں کی تمیز کر سکتا ہے اسے چاہیے کہ اگر کسی شخص کا نام بُرا ہو تو اس کی نشان دہی کرے اور اس کا نام بدل کر اچھا نام رکھ دے جیسا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کا نام عاصیہ سے تبدیل کر کے جمیلہ رکھ دیا اس لیے کہ عاصیہ کا معنی ہے گنہ گار اور جمیلہ کا معنی ہے خوبصورت۔

چند اسما مع معانی

انبیا کے ناموں کے ساتھ لڑکوں کے نام

نام	معنی
آدم	مٹی سے بنایا گیا
ادریس	استاذ
اسماعیل	اللہ سنتا ہے
ایوب	رجوع کرنے والا
ذو الکفل	ذمے دار
سلیمان	

نام	معنی
ابراھیم	پردادا
اسحاق	منکسر المزاج
الیاس	
داؤد	
زکریا	
شُعیب	

شِیث	
عُزیر	
لوط	ملحق ہونا
نوح	غم گُسار
یعقوب	
یوشع	
ہارون	

صالح	نیک
عیسٰی	
موسٰی	پانی سے نکالا ہوا
یحیٰی	زندہ رہنے والا
یَسَع	
یونس	
ہُود	توبہ کرنے والا

نوٹ: بعض انبیاے کرام کے نام عبرانی الفاظ میں ہیں اس لیے ان کے معانی ذکر نہیں کیے جا سکے ہیں۔

صحابہ کے ناموں کے ساتھ لڑکوں کے نام

نام	معنی
اَبان	واضح، نمایاں
اُسامہ	شیر
اُسید	چھوٹا شیر
بَراء	عیب سے بری
ثَروان	مالدار
ثَوبان	توبہ کرنے والا
حُذیفہ	چھوٹا

نام	معنی
اربد	بھورے رنگ کا
اَسمَر	گندمی رنگ کا
اَنیف	اعلیٰ
تمیم	کامل
ثُمامہ	قریب
جُبیر	زبردست
حارث	کمانے والا

حازم	دور اندیش
حَنظلہ	ایک بوٹی کا نام
ذَکوان	ذہین
رَبیع	موسم بہار
زَاہِر	پھول دار
زُہیر	خوب صورت
سُفیان	تیز رفتار
سُہَیل	روشن ستارہ
صُرَد	ایک پرندے کا نام
صُہَیب	سُرخی مائل
طریف	اچھے طریقے والا
عَائِذ	پناہ لینے والا
عَتبہ	رضا
عُروہ	شیر، سدا بہار
غَنّام	کامیاب
لَیث	شہر، بہادر
مُحصِن	پاکباز
مِقداد	خوب صورت

حسّان	خوب صورت
خُزیمہ	خوش بودار پودہ
رافع	بلند
رزین	سنجیدہ
زُرارہ	بے حد ذہین
ساریہ	برسنے والا
سَلیم	محفوظ
شِماخ	بلند
صَفوان	چٹان
ضَحّاک	بہت ہنسنے والا
ظِبیان	نوجوان
عَبّاد	عبادت کرنے والا
عَرابہ	فصیح
غَسّان	بہت خوب صورت
قُدَامہ	رہبر
مازِن	بارش والا بادل
مُغیرہ	حملہ کرنے والا
نَفِیع	مال دار

واقِد	روشن کرنے والا
وَلید	چھوٹا بچہ
ہِشام	سخاوت
یَامِین	برکت والا

وَردان	خوب صورت پودا
ہَانِی	خوش
ہَیثَم	شاہین

قرآنی الفاظ میں لڑکوں کے نام

نام	معنی
اَبرار	نیک
اِشراق	طلوع آفتاب
اُفُق	آسمانی کنارہ
اَحسن	بہت اچھا
اَصغر	چھوٹا
اعظم	بہت بڑا
آفاق	آسمانی کنارے
بازِغ	روشن
بَشیر	بشارت دینے والا
تَقِی	پرہیزگار
ثاقِب	روشن
جمیل	خوب صورت

نام	معنی
اِحسان	نیکی کرنا
اَصِیل	شام
اَنفال	مال غنیمت
اَسلم	سلامت، محفوظ
اِعجاز	معجزہ
اَفنان	شاخیں
اَکرم	عزت والا
بُرہان	دلیل
بَھجۃ	خوب صورتی
تَوفیق	موافقت
جَبین	پیشانی
حَسیب	حساب لینے والا

نام	معنی
حنیف	مُوَحِّد، علیحدہ
خلیل	گہرا دوست
رَشاد	بھلائی
رَفیع	بلند، اونچا
رَقیب	نگراں
زُخْرُف	مزین، آراستہ
ساجد	سجدہ کرنے والا
سَدِید	درست مضبوط
سعید	خوش بخت
سَلیم	سلامت
شاهد	گواہ
صابِر	صبر کرنے والا
طَالب	طلب کرنے والا
طَیِّب	پاک، اچھا
عابد	عبادت کرنے والا
عاکف	پابند
غُفران	بخشش
فَضْل	رحمت، کرم

نام	معنی
خالد	ہمیشہ رہنے والا
رحیق	جنت کی شراب
رِضوان	رضا، خوشی
رفیق	ساتھی
رَیحان	خوش بو
زَعیم	ذمے داری
سِراج	چراغ
سَرمَد	ہمیشہ
سُلطان	بادشاہ، دلیل
شَاکِر	شکر کرنے والا
شفیع	سفارش کرنے والا
صَفوان	مضبوط، چٹان
طارق	روشن، تازہ
ظَهِیر	غالب، مددگار
عاصِم	بچانے والا
عَدْن	جنت کا نام
فُرقان	فرق کرنے والا
قمر	چاند

نام	معنی
کَبِیر	بڑا
کَوکَب	ستارہ
مُبارک	بابرکت
مُبِین	واضح
مُرشِد	رہنما
مُقیم	قائم رہنے والا
منصور	مدد کیا ہوا
ناصح	خیر خواہ
نُور	روشنی
وقار	جاہ و جلال

نام	معنی
کِفل	حصہ
مَامون	محفوظ
مُبَشِّر	خوشخبری دینے والا
مَتین	مضبوط
مُقَدَّس	پاکیزہ
مَکنون	چھپا ہوا
مُنیب	رجوع کرنے والا
نَقیب	مُبلّغ
وارث	حصے دار

ازواج مطہرات و بنات کے ناموں پر

خَدِیجه	سَودہ	عائِشه	حَفصه
زَینَب	اُمِّ سَلَمه	جُویرِیه	اُمِّ حَبِیبه
صَفِیّه	مَیمُونه	رُقَیّه	اُمِّ کُلثُوم
فَاطِمه			

صحابیات کے ناموں پر

نام	معنی
اُمیمه	ماں

نام	معنی
حَفْصَه	جمع کرنے والی

نام	معنی
خَلِیسه	بہادر
خَوله	ہرنی
دُرّہ	موتی
سِدْرہ	بیری کا درخت
شَیما	خصلت
عَاتِکه	کریم
لَیلٰی	رات
مَیمُونه	بابرکت
ناجیه	کامیاب

نام	معنی
خَنساء	ہرنی
خَیرہ	پسندیدہ، مالدار
زَینَب	اچھی خوشبو
سَودہ	عظیم
صَفیه	سچی، منتخب کردہ
لُبابه	عقل مند
مارِیه	گوری
نائله	حاصل کی ہوئی چیز

قرآنی الفاظ میں لڑکیوں کے نام

نام	معنی
اَسماء	نام
اَیمَن	بابرکت
آمِنه	امن والی
بازِغه	روشن
بِطانه	رازدان
بَیضاء	سفید، گوری
تَسنیم	جنت کا چشمہ

نام	معنی
اَقصٰی	دور کی جگہ
اُسوہ	نمونہ
بارِزہ	صاف، ظاہر
بُشرٰی	بشارت
بَهْجَه	خوب صورت
تحریم	عزت
ثَمَر	پھل

نام	معنی
حَسَنه	نیکی، اچھائی
دَانیه	قریب
رَافِعه	اونچی
زِینت	خوب صورتی
صَابِرہ	صبر کرنے والی
صِدِّیقه	بہت سچی
ضُحٰی	صبح، چاشت
طُوبٰی	مبارک، خوشی
عُلیَا	بلند
فِردَوس	جنت کا نام
کَوثَر	جنت کی نہر
مَاوٰی	جنت کا نام
مَرجَان	قیمتی پتھر
مُقَدَّسَه	پاکیزہ
نَاضِرہ	تروتازہ

نام	معنی
حُسنٰی	اچھا، بہتر
رَاضِیه	خوش، راضی
رَضوانه	رضا
سَکِینه	سکون والی
صَغِیرہ	چھوٹی
صَفرا	سنہری، زرد
ضِیاء	روشنی
ظَہِیرہ	دوپہر، غالب
عِیشه	زندگی
فِضّه	چاندی
لَیِّنَه	نرم
مُبارَکه	بابرکت
مِصْباح	چراغ
مِنْهَاج	راستہ
نَاعِمه	نرم، تازہ

• • •

عقیقے کی سنتیں

جب بچہ یا بچی پیدا ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانے کے طور پر جانور ذبح کرنے کو عقیقہ کہتے ہیں۔ عقیقے میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک ذبح کرنا سنت ہے۔ اس کے جانور کے وہی احکام ہیں جو قربانی کے جانور کے ہیں اور گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کے جانور کے گوشت کا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے بال مونڈے جائیں، ان بالوں کے وزن کے مطابق چاندی صدقہ کی جائے اور اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی ہے تو اس کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔

بچہ گروی ہے

حضرت سمرہ بن جُندُب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ رَهِينٌ بِعَقِيقَتِهٖ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَ يُحَلَّقُ رَأْسُهٗ وَ يُسَمّٰى.

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے عقیقے میں گروی ہے۔ اس کی طرف سے ساتویں دن قربانی کی جائے، اس کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

(سنن نسائی، حصہ سوم، ص:۱۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی بچے کا عقیقہ نہ ہوا اور وہ چھوٹی عمر میں انتقال کر جائے تو اسے اپنے والدین کی شفاعت سے روک دیا جاتا ہے اور وہ ان کے حق میں شفاعت نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر والدین نے اگر اپنے بچے کا عقیقہ نہیں کیا ہے تو اس کی عدمِ سلامتی اور بہتر نشو و نما نہ ہونے کا

خوف ہے، پھر اس کے جو بُرے نتائج ہوں گے ان کے تعلق سے والدین ذمے دار ہوں گے کہ انھوں نے عقیقہ نہیں کیا تھا۔

جانوروں کی تعداد

حضرت اُمِ کُرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافَأَتَانِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.

ترجمہ: لڑکے کے عقیقے کے لیے دو بکریاں ہیں جو ایک جیسی ہوں اور لڑکی کے لیے ایک بکری ہے۔ (سنن نسائی، حصہ دوم، ص:۱۰۵۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عقیقے میں بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی جانب سے دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے۔ اگر لڑکے کی جانب سے ایک بکرا یا ایک بکری ذبح کی گئی اور لڑکی کی طرف سے بکرا ذبح کیا گیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے مگر بہتر یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقے نر جانور اور لڑکی کے عقیقے میں مادہ جانور ہو۔ بڑے جانور یعنی گائے، بھینس وغیرہ میں چوں کہ سات نام ہوتے ہیں اس لیے ان میں لڑکے کی طرف سے دو حصے اور لڑکی کی طرف سے ایک حصہ خاص کر لینا بھی درست ہے اور قربانی کے جانور میں بھی عقیقے کے کچھ حصے لیے جاسکتے ہیں۔

عقیقہ ساتویں دن کریں

حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَّ لَطَخَ رَأْسَهٗ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَآءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ يَوْمَ السَّابِعِ وَ نَحْلِقُ رَأْسَهٗ وَ نَلْطَخُهٗ بِزَعْفَرَانٍ.

ترجمہ: دورِ جاہلیت میں جب کسی کے گھر لڑکا پیدا ہوتا تو بکری ذبح کر کے اس کا خون بچے کے سر پر لگاتا۔ جب دورِ اسلام آیا تو ہم ساتویں روز بکری ذبح کرتے، بچے کا سر مونڈتے اور اس پر زعفران لگاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص: ۱۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عقیقے کے لیے بہتر دن ساتواں ہے یعنی اگر پیر کے دن بچے کی ولادت ہوئی تو آنے والے اتوار کے دن عقیقہ کیا جائے، اسی طرح اگر جمعہ کو ولادت ہوئی ہے تو جمعرات کو کیا جائے۔ اگر کسی وجہ سے کسی کا عقیقہ بچپنے میں نہیں ہو سکا تھا تو اس کے والدین یا وہ خود بڑا ہونے پر بھی کر سکتا ہے، سنت ادا ہو جائے گی۔ اسلام سے قبل بکرا ذبح کر کے اس کا خون بچے کے سر پر لگایا جاتا تھا، یہ اسلام میں جائز نہیں ہے کہ خون نجس اور ناپاک ہوتا ہے اسے کسی کے بھی بدن کے کسی حصے پر بھی لگانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بعض جگہوں پر جب جانور ذبح ہوتا ہے تو لوگ اس کا خون طشتری میں جمع کر لیتے ہیں، پھر اسے تَل کر کھاتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اگرچہ قربانی کے جانور کا ہی کیوں نہ ہو۔

حضور نے عقیقہ فرمایا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا بِکَبْشَیْنِ کَبْشَیْنِ.

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عقیقے میں دو دو مینڈھے ذبح فرمائے۔

(سنن نسائی، حصہ ہفتم، ص: ۱۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا

کہ خود آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی عقیقہ فرمایا ہے لہٰذا عقیقہ ہمارے لیے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہوئی۔ ایک بات یاد رہے کہ آج کے زمانے میں بہت سے لوگ بچے کی پیدائش کی خوشی میں بڑی بڑی دعوتیں کرتے ہیں اور لاکھوں روپے اُڑا دیتے ہیں، اسلام اس فضول خرچی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے۔ اسلام نے بچے کی ولادت پر خوشی منانے کا طریقہ عقیقے کی صورت میں رائج کیا ہے، اسی میں ہمارے لیے بہتری ہے اور اسی میں ثواب ہے۔

عقیقے کا گوشت

قربانی کے گوشت کی طرح عقیقے کا گوشت بھی عزیز و اقارب، دوست و احباب وغیرہ میں کچا تقسیم کر سکتے ہیں یا پکا کر انھیں کھلا سکتے ہیں اور ضرورت کے مطابق اپنے گھر میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

بعض علما نے فرمایا ہے کہ عقیقے کا گوشت کاٹتے وقت یہ احتیاط کی جائے کہ اس کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ ہڈیوں سے گوشت اُتار لیا جائے، یہ بچے کی سلامتی کی نیک فال ہے۔ البتہ جس ہڈی کا توڑنا ضروری ہے اس میں حرج بھی نہیں۔ گوشت جیسے چاہیں پکا کر کھلا سکتے ہیں لیکن میٹھا سالن بنانے میں بچے کے اچھے اخلاق ہونے کی نیک فالی ہے۔

• • •

تلاوتِ قرآن کے آداب

قرآنِ مقدس کی تلاوت سراپا اجر وثواب ہے اور اس کا لفظ لفظ نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کی تلاوت عبادت ہے چاہے اس کا مفہوم سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور زندگی میں جو تلاوتِ قرآن کا معمول بنا لے قرآنِ مقدس آخرت میں اس کی شفاعت فرمائے گا۔ قرآنِ مقدس کی تلاوت کے بھی کچھ آداب ہیں جن کی رعایت سے تلاوت کے ثواب میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر رعایت نہ کی جائے تو وہ اجر وثواب نہیں مل سکے گا جو ملنا چاہیے۔ موقع کی مناسبت سے بلند آواز سے بھی تلاوت کر سکتے ہیں اور اگر بلند آواز سے پڑھنے کا مقام نہیں ہے تو پست آواز سے پڑھنا چاہیے۔ آواز اور لہجہ اچھا بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تلاوت اطمینان وسکون کے ساتھ کرنی چاہیے اور ہر حرف کو اچھی طرح ادا کرنا چاہیے ساتھ ہی حروف میں پائی جانی والی صفات کی ادائیگی بھی ہونی چاہیے۔

حروف واضح ہوں

حضرت یَعلٰی بن مُملِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انداز میں پڑھ کر بتایا اور حروف بالکل الگ الگ واضح انداز میں ادا کیے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۱۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآنِ مقدس کی اس طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف بالکل واضح انداز میں سمجھ میں آتا تھا حتی کہ اگر کوئی الفاظ اور حروف گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

آواز کی مقدار

حضرت عبد اللہ بن ابو قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: میں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا کہ آپ آہستہ تلاوت فرماتے تھے یا اونچی آواز سے؟ آپ نے فرمایا: آپ کبھی آہستہ آواز سے اور کبھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

(سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۳۱۱)

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کو قرآنِ مقدس کی تلاوت فرماتے تو میں بستر پر سنتی تھی۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۴۲۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان روایتوں سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور کبھی پست آواز سے بھی پڑھتے تھے۔ جہاں لوگوں کا ہجوم ہو اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں وہاں قرآنِ مقدس کی تلاوت پست آواز میں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر یہ یقین ہو کہ بلند آواز سے پڑھنے میں وہ لوگ توجہ سے سنیں گے تو بلند آواز سے پڑھنا چاہیے کہ سننے والے کو بھی ثواب ہوگا اور ان کے سبب بلند آواز سے پڑھنے کی وجہ سے پڑھنے والے کو بھی۔

تلاوت کا طریقہ

قرآنِ مقدس کو چھونے کے لیے وضو کرنا واجب ہے اگر بغیر چھوئے زبانی پڑھنا ہے تو وضو کے بغیر بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی وضو کر لینا بہتر ہے۔ لباس صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو۔ تلاوت کرتے وقت چہرہ قبلے کی طرف ہو۔ تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھی جائے۔ اگر تلاوت کے دوران کسی سے گفتگو کر لی تو دوبارہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے۔ ایک ایک لفظ بالکل صاف ادا کرے۔ مخارج اور صفات کی رعایت کرے۔ تلاوت

ختم کرتے وقت صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ کہے۔

تلاوت میں خوش الحانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتا جس قدر اچھے آواز والے نبی کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ وہ بآوازِ بلند خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص:۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ. ترجمہ: جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص:۴۷)

حضرت بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ. ترجمہ: اپنی آوازوں سے قرآن کو مزین کرو۔

(سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص:۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہر کسی کی آواز میں قدرتی طور پر کچھ نہ کچھ خوش الحانی ہوتی ہے مگر جب تک اسے مشق کے ذریعے اُجاگر نہ کیا جائے خوش الحانی ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لیے قرآن پاک خوش الحانی سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے اچھی اور سُریلی آواز پیدا کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے اور الفاظ کی

ادائیگی تجوید و ترتیل کے قواعد کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا، آپ نے اپنی امت کو بھی اسی کا حکم فرمایا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اسے بہت پسند فرماتا ہے۔

رغبت کے ساتھ تلاوت

حضرت جُندُب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُوْا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ.

ترجمہ: قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمھارے دل چاہیں، جب خوب توجہ نہ لگے تو تلاوت بند کر دو۔ (صحیح بخاری، حصہ ششم، ص:۱۹۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تلاوت پوری توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اور اس وقت تک کرنی چاہیے جب تک کہ طبیعت برداشت کرے۔ اگر مجبوری یا طبیعت کے نہ چاہنے کی صورت میں تلاوت کی جائے تو توجہ اور خلوص میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حکم ہوا کہ تلاوت اسی وقت تک کی جائے جب تک طبیعت تلاوت کی طرف مائل رہے۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ اپنے نفس کو تلاوتِ قرآن کا عادی بنائیں تاکہ زیادہ دیر تک تلاوت کرنے میں طبیعت میں ملال نہ پیدا ہو بلکہ زیادہ خوشی اور فرحت محسوس ہو کیوں کہ کاہل دل بہت جلد ملال میں آ جاتا ہے، اگر اسے تلاوت کا عادی بنا دیا جائے تو کافی مقدار میں تلاوت کی جا سکتی ہے۔

گانے کے انداز میں تلاوت منع

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم کو عربوں کے لہجے اور انداز میں پڑھو، گویّوں اور اہل کتاب

(توریت و انجیل کے ماننے والوں) کے انداز میں نہ پڑھو۔ میرے بعد ایک قوم ایسی آئے گی جو تلاوتِ قرآن گویّوں اور نوحہ خوانوں کے انداز میں پڑھے گی، ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور ان کے دل فتنے میں مبتلا ہوں گے۔ جو لوگ ان کی تلاوت پسند کریں گے ان کے دل بھی مبتلائے فتنہ ہوں گے۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ چہارم، ص: ٢٠٨)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! گانے کے انداز میں قرآنِ مقدس کی تلاوت جائز نہیں ہے بلکہ اہلِ عرب جس انداز میں تلاوتِ قرآن کیا کرتے تھے اسی انداز میں تلاوت کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گانے کے تان بان اور ساز باز پر ڈھال کر قرآن پاک پڑھنے میں لازمی طور پر حروف کی کمی یا زیادتی ہوگی، کبھی کہیں بلا وجہ مد کرنا ہوگا، کہیں کسی حرف کو کھینچ کر پڑھنا ہوگا جو کہ کسی صورت سے جائز نہیں ہے۔ گا کر پڑھنے سے ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآنِ مقدس کی تلاوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس سے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف پیدا ہو، نصیحت کی باتیں سُن کر سننے والا خدا کی نافرمانی سے ڈرے، قرآنی دلائل و براہین، قصے اور مثالیں سن کر اسے عبرت حاصل ہو اور قرآنِ مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وعدے کیے ہیں وہ ان کا امیدوار بنے، گا کر پڑھنے میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہوں گے۔ ہم اور آپ قاری حضرات کو لہجوں اور طرز کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ گا کر پڑھنا نہیں کہلائے گا بلکہ وہ عربی لہجہ اور طرز ہے۔ گا کر پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ گانوں کے تان بان پر ڈھال کر قرآن پڑھا جائے۔

لیٹ کر پڑھنا

لیٹ کر قرآنِ مقدس زبانی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ پیر سمیٹے ہوئے ہو اور منہ کھولے ہوئے ہو۔ قرآنِ مقدس ہاتھ میں لے کر لیٹ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔

چلتے پھرتے یا کوئی کام کرتے کرتے بھی قرآنِ مقدس کی تلاوت کی جاسکتی ہے جب کہ دل نہ بٹے ورنہ مکروہ ہے۔ غسل خانے میں یا کسی نجاست کی جگہ پر قرآنِ مقدس کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن کا ادب

قرآنِ مقدس کا ادب کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے، اس کی طرف پیر بھی نہ پھیلائے جائیں، اس سے اونچی جگہ نہ بیٹھا جائے، اس پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھی جائے۔ سر ڈھانک کر تلاوت کی جائے، اچھے لباس پہن کر تلاوت کی جائے۔ بعض لوگ خصوصاً حفاظ لُنگی اور بنیائن پہنے ہوئے قرآنِ مقدس کی تلاوت کرتے ہیں یہ اگر چہ جائز ہے لیکن قرآنِ مقدس کے ادب کے خلاف ہے۔

• • •

استخارے کا طریقہ

استخارے کا معنی ہے بھلائی طلب کرنا۔ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو مخصوص انداز میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس معاملے کی بھلائی کا سوال کرنا استخارہ کہلاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارے کی تعلیم فرماتے، جیسے قرآن کی سُورت تعلیم فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب کوئی کسی امر کا قصد کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَآ اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَآ اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَ اقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ.

یا اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ طلب خیر کرتا ہوں، تیری قدرت کے سبب تجھ سے طاقت چاہتا ہوں اور تیرے بہت بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ بے شک تو قادر ہے اور مجھے طاقت نہیں، تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں۔ تو پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میرے انجام کار یا اس جہان میں اور اُس جہان میں میرے لیے بہتر ہے تو اس پر مجھ کو قابو دے اور اسے میرے لیے آسان

کر دے اور اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میرے انجام کار یا دنیوی اور اخروی امور میں میرے لیے برا ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور اچھا کام میرے لیے مقدر فرما دے جہاں بھی ہو، پھر مجھ کو اس پر راضی رکھ۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۵۷)

اس دعا کے دوران لفظ ھٰذَا الْاَمْرَ کی جگہ اپنی حاجت پیش کرے۔ مستحب یہ ہے کہ اس دُعا کے اوّل و آخر سورۂ فاتحہ اور درود شریف پڑھے۔ نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔

بہتر یہ ہے کہ کم سے کم سات مرتبہ استخارہ کریں پھر دیکھیں کہ جس بات پر دل جمے اسی میں بھلائی ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اگر خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو اچھا ہے اور اگر کوئی سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو برا ہے۔

• • •

زکوٰۃ وصدقات کے آداب

ہر مسلمان عاقل و بالغ مالک نصاب پر اپنے مال کی زکوٰۃ واجب ہے اور اللہ کی راہ میں مال کا صدقہ کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی کے متعدد فوائد وفضائل قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں وارد ہیں۔ سب سے عظیم بات یہ ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ایک مسلمان کے لیے سب سے اہم بات یہی ہے کہ اسے اپنے مولا کا قرب حاصل ہو جائے۔ زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کا اصل فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب ان کے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی ادائیگی کی جائے اس لیے ہمیں ان کی ادائیگی کے آداب ومسائل سیکھنا ضروری ہے۔

رضاے الٰہی مقصود ہو

قرآن مقدس میں مومنوں کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ (سورۂ دہر، آیت:۸-۹)

ترجمہ: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمھیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں لفظ عَلٰی حُبِّہٖ کی دو تفسیر کی گئی ہے ایک یہ کہ ایسی حالت میں وہ دوسروں کو کھلاتے ہیں جب کہ خود انھیں کھانے کی حاجت وخواہش ہو اور بعض مفسّرین نے اس کا یہ معنٰی لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی محبت میں کھلاتے ہیں۔

ان آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کو صدقہ دیا جائے تو مقصود محض رضاے الٰہی ہو، نام ونمود یا کوئی اور مقصد نہ ہو اس لیے کہ اس کی وجہ سے اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ دل میں یہ بھی ارادہ نہیں ہونا چاہیے کہ جسے دیا جا رہا ہے وہ احسان مانے یا شکریہ ادا کرے یا بڑائی کا اعتراف کرے۔ مومن اپنے عمل کا بدلہ صرف خدا سے چاہتا ہے، اسے دنیا والوں سے بدلے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

یہ آیتیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فِضّہ کے حق میں نازل ہوئیں، حضرات حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر پوری کرنے کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جَو لائے، حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔

احسان نہ جتایا جائے

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(سورۂ بقرہ، آیت:۲۶۲)

ترجمہ: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف

دیں ان کا نیگ (صلہ) ان کے رب کے پاس ہے اور انھیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے سے یہ مراد ہے کہ دینے کے بعد دوسروں کے سامنے اظہار کریں کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کیے اور تکلیف دینا یہ کہ اس کو عار دلائیں کہ تو نادار تھا، مفلس تھا، مجبور تھا، نکما تھا، ہم نے تیری خبر گیری کی یا کسی اور طریقے سے اس پر دباؤ ڈالیں، یہ سب شریعت مطہرہ میں ممنوع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک آیت میں اس کی صراحت کے ساتھ مذمت بھی فرمائی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۝ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے، اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا، اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

یعنی جس طرح منافق کو رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی، وہ اپنا مال ریاکاری کے لیے خرچ کرکے ضائع کر دیتا ہے اس طرح تم احسان جتا کر اور ایذا دے کر اپنے صدقات کا اجر ضائع نہ کرو۔ منافق ریاکار کے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر پر مٹی نظر آتی ہے لیکن بارش سے وہ سب دور ہو جاتی ہے خالی پتھر رہ جاتا ہے یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے

والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روزِ قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ رضائے الٰہی کے لیے نہ تھے۔

محتاج کے ساتھ نرمی

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا۝ (سورۂ اسرا، آیت: ۲۸)

ترجمہ: اور اگر تو ان سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے آسان بات کہہ۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں فرمایا گیا کہ اگر کسی حاجت مند نے ہم سے اپنی حاجت کا سوال کیا اور ہمارے پاس اس کے دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو اس کی دو صورت ہے اول یہ کہ اگر کچھ دنوں میں ہمیں کچھ ملنے کی امید ہے جس سے ہم اس کی مدد کر سکتے ہیں تو ہمیں اس کی دل جوئی کے لیے اس سے وعدہ کر لینا چاہیے۔ دوم یہ کہ آئندہ بھی کچھ ملنے کی امید نہیں ہے تو اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کر کے اس کے لیے دعائے خیر و عافیت کرنی چاہیے۔

یہ آیت حضرت مھجع، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سالم اور حضرت خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں نازل ہوئی۔ کبھی کبھی یہ حضرات سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ضروریات کے لیے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ حیاءً ان سے اعراض کرتے اور خاموش ہو جاتے اس انتظار میں کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھیجے تو انھیں عطا فرمائیں۔

یاد رہے، کبھی کسی مانگنے والے کو جھڑکنا نہیں چاہیے اور نہ ہی اسے برا بھلا سنا کر

اپنے پاس سے بھگانا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ.

(ترجمہ: اور منگتا کو نہ جھڑکو۔) (سورۂ ضحیٰ، آیت:۱۰)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل دروازے پر آجائے تو اسے کچھ دے دو اور اگر نہیں دے سکتے تو اس سے نرمی کے ساتھ معذرت کرلو۔

اچھا مال خرچ کرنا

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ.

(سورۂ بقرہ، آیت:۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمھیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ان کے پاس جو مال سب سے خراب ہوتا ہے وہ اسی کو کسی سائل یا محتاج کو دیتے ہیں اور کبھی بھی اپنا اچھا مال نہیں دیتے۔ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جب دیا جائے تو سب سے عمدہ مال دیا جائے یا کم از کم اتنا ہو کہ صرف ردی مال نہ دیتے ہوئے مانگنے والے کو اچھا مال بھی دیا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جو مال ہم صدقہ کرتے ہیں وہ آخرت کی دائمی زندگی کے لیے جمع ہو رہا ہے، کوئی مومن کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ وہ اپنی ہمیشہ کی زندگی کے لیے خراب اور ناکارہ مال جمع کروائے۔

ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (سورۂ آل عمران، آیت:۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جو مال خود ہمیں مرغوب ہے اور ہم اپنے لیے جس چیز کا استعمال پسند کرتے ہیں وہ چیز اگر ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیں تو اس کے اجر وثواب کی شان ہی نرالی ہوگی۔ اپنے اسلاف کے کردار میں ہمیں جگہ جگہ اس کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے میں بڑے مالدار تھے، انھیں اپنے اموال میں ''بیرحا'' نامی باغ بہت پیارا تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہوکر عرض کیا: مجھے اپنے اموال میں بیرحا سب سے پیارا ہے، میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہنے پر اسے اپنے اقارب اور چچازاد بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم کردیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۲۰۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میرے لیے ایک باندی خرید کر بھیج دو، جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی، آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ کے لیے اسے آزاد کردیا۔

حلال روزی سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّي اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى

تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ. (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۱۰۸)

ترجمہ: جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خرچ کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ پاک کمائی سے خرچ کیا ہوا ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اسے قبول فرمالیتا ہے پھر خرچ کرنے والے کے لیے اس کی پرورش فرماتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کے چھوٹے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جائے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ویسے تو ہمیں ہر حال میں حلال کمانے اور اپنے اوپر اپنے اپنی اولاد پر حلال کمائی خرچ کرنے کا التزام کرنا چاہیے لیکن جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جارہا ہے اس کے سلسلے میں اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی کا ہو۔ اگر ایسا مال ہم اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس مال کو اس قدر بڑھائے گا کہ اگر ہم نے ایک کھجور بھی خرچ کی ہے تو وہ بڑھ کر پہاڑ کے برابر ہو جائے گا۔

صدقۂ جاریہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ طَيْرٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ. (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۱۰۳)

ترجمہ: جب بھی کوئی مسلم کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیتی اگاتا ہے، جس سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صدقہ دراصل مخلوق خدا کو کسی بھی طرح فائدہ پہنچانے کا نام ہے۔ کسی مسلمان نے کسی بھی طور پر کسی مخلوق کو فائدہ

پہنچایا یا اس کی کوئی تکلیف دور کی تو یہ عمل اس کے لیے صدقے میں شمار کیا جائے گا اور اس پر وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

زیادہ مستحق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے میں کسے تحفہ دوں؟ آپ نے فرمایا: جس کا دروازہ تمھارے دروازے سے زیادہ قریب ہے۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمارا پڑوسی ہمارے حسن سلوک کا بہت زیادہ مستحق ہوتا ہے اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی خبر گیری کرتے رہیں۔ اگر پاس پڑوس کے لوگ غریب ومفلس ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ان کی مالی امداد کرتے رہیں پھر ان میں سے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے وہ حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔

دوہرا فائدہ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَ هِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَ صِلَةٌ. (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۳۸)

ترجمہ: مسکین پر صدقہ کرنا تو صدقہ ہے ہی رشتے داروں پر صدقہ کرنے میں دوہرا اجر ہے، ایک صدقے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے ہمیں اپنے رشتے داروں پر نظر

دوڑانی چاہیے کہ ان میں سے کون مدد کا زیادہ مستحق ہے اور کسے مالی امداد کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر ہم اپنے رشتے داروں کی خبر گیری کریں گے تو صدقے کے ثواب کے ساتھ ساتھ ہمیں صلہ رحمی کا بھی اجر وثواب میسر آئے گا۔

سب سے افضل صدقہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا. (شعب الایمان للبیہقی، حصہ پنجم، ص:۶۰)

ترجمہ: سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ تو بھوکے کلیجے کو شکم سیر کر دے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کسی بھوکے انسان کو پیٹ بھر کھانا کھلانا سب سے افضل صدقہ ہے اور اس پر ملنے والا اجر وثواب بہت عظیم ہے۔ اس لیے کہ بھوک اور پیاس ایسی تکلیف ہے جسے کوئی انسان تا دیر برداشت نہیں کر پاتا یوں کہو کہ سب سے بڑی تکلیف بھوک اور پیاس ہے تو جو کوئی اس تکلیف کو دور کرے گا وہ سب سے عظیم اجر وثواب کا بھی مستحق ہوگا۔

•••

حج کے آداب

خانۂ کعبہ کی زیارت کے قصد سے مکۂ مکرمہ جانا اور وہاں مخصوص اعمال کی بجا آوری کا نام حج ہے۔ ہر مسلمان کی یہ دیرینہ خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ کاش! زندگی میں ایک بار ہی سہی اللہ کے مقدس گھر کی حاضری نصیب ہو جائے۔ جو خوش نصیب حج کے لیے جائے تو اس کے لیے حج کے تعلق سے متعدد آداب اور مسائل کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے اس لیے کہ جب ہم ان آداب ومسائل کا لحاظ رکھتے ہوئے حج ادا کریں گے تو ہم اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

ٹال مٹول نہ کیا جائے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ فَاِنَّهٗ قَدْ يَمْرِضُ الْمَرِيْضُ وَ تَضِلُّ الضَّالَّةُ وَ تَعْرِضُ الْحَاجَةُ. (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۹۶۲)

ترجمہ: جس نے حج کا ارادہ کیا تو اسے چاہیے کہ جلدی کرے اس لیے کہ کبھی بیمار ہونے والا بیمار ہو جاتا ہے یا کبھی سواری گم ہو جاتی ہے یا کوئی اور ضرورت پیش آ جاتی ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جب حج فرض ہو جائے اور حج کے لیے اسباب بھی مہیا ہوں تو حج کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ آئندہ کوئی عارضہ لاحق ہو جائے یا اسباب میں کمی واقع ہو جائے اور یہ حسرت دل ہی میں رہ جائے اور حج فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کرنی پڑے۔ اس لیے جب سہولت میسر آ جائے تو فوراً خانۂ خدا کا قصد کر لینا چاہیے۔

وسعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے بارے میں حدیث پاک میں وعید وارد ہوئی ہے۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَحْبِسْهُ مَرَضٌ اَوْ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ وَ لَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا. (السنن الکبریٰ للبیہقی، حصہ چہارم، ص:۵۴۶)

ترجمہ: جسے مرض یا ظاہری حاجت یا ظالم بادشاہ نے حج سے نہیں روکا اور اس نے حج نہیں کیا تو وہ چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر۔

نیت درست ہو

کسی بھی عمل میں نیت کا بہر حال دخل ہوتا ہے، آدمی اپنی نیت میں جس قدر پختہ ہے، اسی کے اعتبار سے اس کے عمل پر اس کو ثواب و جزا ملتی ہے۔ حج کرتے وقت نیت صرف رضائے الٰہی ہونی چاہیے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا.

(سورۂ آل عمران، آیت: ۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے، جو اس تک چل سکے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہے اور حج کی ادائیگی کے لیے نکلتا ہے تو اسے اس آیت کریمہ کے پہلے لفظ ’’وَلِلّٰہِ‘‘ کو یاد رکھنا ضروری ہے، یعنی حج صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لیے ہی کیا جائے نہ شہرت کی تمنا، نہ لقب کی آرزو، بس ایک ہی مقصد پیش نظر ہو کہ حج کے ذریعہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل ہو جائے۔ اس کے برخلاف اگر کسی نے نام ونمود یا شہرت ولقب کے حصول کے لیے حج کا ارادہ کیا تو وہ اس کے اجر عظیم سے محروم ہوگا۔

احتیاط ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ.

ترجمہ: جس نے حج کیا اور رَفَث (فحش باتیں) اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے ایسے پاک ہوکر لوٹا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۱۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہر گناہ میں اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے اور جو شخص اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے اس سے اللہ عزوجل ناراض ہو جاتا ہے۔اس حدیث سے یہ بات عیاں ہے کہ جب کوئی بندہ عاجزی کے ساتھ مولا عزوجل کے گھر کی زیارت کے لیے حاضر ہو جاتا ہے اور مناسکِ حج ادا کر لیتا ہے تو مولا اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، لیکن خبر دار! اس دربار میں پہنچ کر فحش باتوں اور گناہوں سے اپنے دامن کو خاص طور پر بچائے رکھیں یہ حج کے آداب میں سے ہے اور اس سے اللہ عزوجل آپ پر اپنی خاص رحمتیں بھی نازل فرمائے گا۔

پیدل حج کا ثواب

یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ ہر شخص اپنی کوشش اور محنت ہی کے اعتبار سے درجے پاتا ہے۔اس زمانے میں اگر چہ کار، بس وغیرہ کی سہولتیں ہیں، مگر حج کے مناسک پیدل ادا کرنے میں جو ثواب ہے وہ گاڑی وغیرہ پر سوار ہوکر ادا کرنے میں کہاں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ مِنْ مَّكَّةَ مَاشِيًا حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَكَّةَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعَ مِائَةِ حَسَنَةٍ كُلُّ حَسَنَةٍ مِّثْلُ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ.

ترجمہ: جو مکہ سے پیدل حج (وقوف وغیرہ) کے لیے جائے اس کے لیے مکہ واپس آنے تک ہر ہر قدم پر حرم کی نیکیوں کے مثل سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔

کسی نے عرض کیا: حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بِكُلِّ حَسَنَةٍ مِّائَةُ اَلْفِ حَسَنَةٍ. (ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکی)

(السنن الکبریٰ للبیہقی، حصہ دہم، ص:۱۳۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پیدل حج کرنے سے مراد یہ ہے کہ حج کے ایام شروع ہونے کے بعد مکہ شریف سے منٰی، عرفہ، مزدلفہ وغیرہ جہاں بھی جانا ہو پیدل جائے، سواری سے نہ جائے اور اسی طرح پیدل مکہ شریف واپس آجائے۔ مکہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتا ہے اور پیدل حج کرنے والے کو ہر ہر قدم پر مکہ کی نیکیوں کے مثل سات سات سو نیکیاں ملیں گی، تو گویا اگر کسی نے پیدل حج کیا تو اس کو ہر ہر قدم پر سات سات کروڑ نیکیاں ملیں گی۔ یاد رہے کہ یہ نیکیاں صرف پیدل چلنے پر ہیں، حج کی جو نیکیاں ہیں، وہ تو الگ ہیں۔

حاجی کی دعا

اللہ کے کچھ مخصوص بندے ہیں، جن کی دعائیں اللہ عزوجل قبول فرماتا ہے، ان میں سے ایک حج کرنے والا بھی ہے۔ حاجی اگر کسی کے لیے مغفرت کی دعا مانگے تو اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو بھی معاف فرمادیتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلْحَاجِّ وَ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ.

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ حاجی کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے بھی گناہ معاف کر دیتا ہے جس کے لیے حاجی دعائے مغفرت کرے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفرائد، حصہ سوم، ص:۲۱۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسی لیے فرمایا گیا کہ جب کوئی شخص حج کر کے واپس لوٹے تو گھر پہنچنے سے پہلے پہلے اس سے دعائیں کرا لینی چاہیے کیوں کہ وہ اللہ رب العزت کے دربار کی مہمانی کر کے آتا ہے، اس لیے اللہ عزوجل اس کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور کیوں نہ اس کی دعائیں قبول ہوں کہ اللہ کے پیارے رسول صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حاجی کے حق میں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ.

ترجمہ: اے اللہ! حج کرنے والے کی مغفرت فرما اور جس کے حق میں حاجی مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی مغفرت فرما۔ (السنن الکبری للبیہقی، حصہ پنجم، ص:۴۲۸)

احرام سے پہلے خوشبو لگانا

احرام سے پہلے خوشبو لگانا مسنون ہے، خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات میں سے یہ عمل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ. (مسلم شریف، حصہ اول، ص:۳۰)

(ترجمہ) میں رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر خوشبو لگاتی تھی، ان کے احرام باندھنے سے پہلے اور احرام کھولنے کے بعد طواف کرنے سے پہلے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث میں اُم

المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر خوشبو لگاتی تھیں، لہٰذا جو حضرات شادی شدہ ہیں انھیں بھی چاہیے کہ وہ اپنی اہلیہ سے اپنے بدن اور احرام کے کپڑوں پر خوشبو لگوائیں تاکہ یہ عظیم سنت ادا ہو جائے۔

☆ جب اپنے روزمرہ کے لباس اتار کر احرام کے کپڑے پہننے کا ارادہ کریں تو یہ تصور کریں کہ ایک دن اسی طرح سفید کپڑوں کا کفن پہن کر اس دنیا کو الوداع کہنا ہوگا۔

☆ یہ تصور کریں کہ احرام پہننے کا حکم تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اس لیے اپنی پسند کے کپڑے اتار کر حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پسندیدہ کپڑے پہن رہا ہوں۔

☆ احرام کے لیے جس طرح اپنی پسند کے کپڑے اتار کر اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پسندیدہ کپڑے پہن رہے ہیں، اسی طرح اپنی ہر پسند کو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند پر قربان کرنے کا جذبہ اپنے دل میں پیدا کریں۔

☆ آج ہی سے نافرمانی کا لباس اتار کر فرماں برداری کا لباس پہننے کا عزمِ مصمم کریں۔

لبیک کی کثرت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَا مِنْ مُّحْرِمٍ يَضْحٰى لِلّٰهِ يَوْمَهٗ يُلَبِّيْ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ اِلَّا غَابَتْ بِذُنُوْبِهٖ فَعَادَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ.** (ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۹۷۶)

ترجمہ: جب کوئی محرم اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے چاشت کے وقت سے لبیک کہنا شروع کرے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے تو اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس طرح لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنا ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہوئے جو شخص لبیک کا ورد کرتا رہتا ہے، اس کی یہ ادا مولا کو اس قدر پسند آتی ہے کہ اسے گناہوں سے پاک فرما دیتا ہے اس لیے احرام کی حالت میں کثرت سے لبیک کہنا چاہیے۔

ایک روایت میں تو تلبیہ کو حج کا شعار فرمایا گیا ہے جس کا بیان سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا:

اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِيْ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ وَ التَّلْبِيَةِ. (ترمذی شریف، حصہ سوم، ص:۱۸۲)

ترجمہ: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے اصحاب کو یہ حکم دوں کہ وہ لبیک بلند آواز سے کہیں۔

افضل عمل

ہر عبادت میں کوئی نہ کوئی عمل افضل ہوتا ہے، مثلاً نماز میں سجدہ سب سے افضل عمل ہے، جس سے مولا عزوجل کی بارگاہ میں انتہائی عاجزی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح حج میں بھی ایک عمل سب سے افضل ہے، جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: **اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ.** (ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۹۶۷) حج کا سب سے افضل عمل بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور قربانی کرنا ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حج میں بلند آواز سے تلبیہ کہنا سب سے افضل عمل ہے، لہٰذا تلبیہ کی کثرت کرتے رہنا چاہیے، تلبیہ بلند آواز سے کہنا چاہیے اور اس کے کہنے میں تساہلی اور سستی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

بہترین توشہ

حج کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۹۷)

ترجمہ: اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں حج کے دو آداب بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ حاجی کو اپنے کھانے پینے کے لیے ضروری انتظام کر کے گھر سے چلنا چاہیے تاکہ دل جمعی کے ساتھ حج کے ارکان صحیح طور پر ادا کر سکے۔ دوسرا یہ کہ جو حج کے ارادے سے اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل رہا ہے اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو متقی بنانے کا عزم کر کے نکلے اور اس سے پہلے اگر جانے انجانے میں خطائیں ہو جاتی تھیں تو اب ان سے بچنے کا خاص اہتمام کرنے کا پختہ ارادہ کر لے۔

عاجزی وانکساری

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا: حاجی کون ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم؟ آپ نے فرمایا: جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں اور میلا کچیلا ہو۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۲۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے یہ درس ملتا ہے کہ ارکان حج ادا کرتے وقت نہایت ہی عاجزی وانکساری اور بے کسی کا اظہار کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ ادا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ عرفات کا وقوف کرتے ہیں ان پر فخر کرتے ہوئے اللہ عزوجل

فرشتوں سے کہتا ہے: اُنْظُرُوْآ اِلٰى عِبَادِىْ جَآئُوْنِىْ شَعِثًا غُبْرًا.

ترجمہ: دیکھو میرے بندے پراگندہ بال اور غبار آلود بدن کے ساتھ میری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ (المستدرک للحاکم، حصہ اول، ص:۶۳۶)

کثرت استغفار

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۹۹)

ترجمہ: پھر بات یہ ہے کہ اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حج کے دوران مخصوص مقامات پر استغفار کی کثرت کرنی چاہیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آئندہ گناہ سے محفوظ رکھنے کی دعا کرنی چاہیے۔

تلاوت قرآن

حضرت صدقہ بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: عرفہ کے دن قرآن مجید کی تلاوت زیادہ بہتر ہے یا ذکر؟ انھوں نے کہا کہ قرآن مقدس کی تلاوت زیادہ بہتر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حصہ سوم، ص:۳۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یوم عرفہ کو حاجی اور غیر حاجی سب کے لیے قرآن مقدس کی تلاوت بہتر ہے اس لیے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے میدان عرفات میں حاضری کی سعادت نصیب فرما دی ہے تو بہت اچھا ورنہ اپنے گھر پر ہی یوم عرفہ کو ہمیں قرآن مقدس کی خوب خوب تلاوت کرنی چاہیے۔

قربانی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(سورۂ انعام، آیت:۱۶۲)

ترجمہ: تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حج کے اختتام پر میدان منیٰ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کو یاد کرنے کے لیے قربانی پیش کی جاتی ہے لیکن اس قربانی میں اخلاص بہت ضروری ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔

حج کے بعد

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآئَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا. (سورۂ بقرہ، آیت:۲۰۰)

ترجمہ: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب حج کے بعد کعبے کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت وخودنمائی کی بے کار باتیں ہیں اس کے بجائے ذوق وشوق کے ساتھ ذکر الٰہی کرو۔ حج کے ارکان کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان ایام حج میں اللہ کی یاد میں ڈوبا رہے اور

اسی کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی کی اپنی ایسی عادت بھی بنا لے کہ پھر اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اپنے معبود کی یاد میں مستغرق رہے۔

طواف کی کثرت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اس گھر پر ہر دن اور ہر رات اللہ تعالیٰ کی ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس نماز پڑھنے والوں پر اور بیس خانۂ کعبہ کو دیکھنے والوں پر۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ یازدہم، ص:۱۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسجد حرام میں نفلی عبادتوں سے بہتر طواف کرنا ہے، اسی لیے تو اس حدیث میں فرمایا گیا کہ طواف کرنے والے پر ایک سو بیس میں سے ساٹھ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ طواف کرنے کی کوشش کریں، پھر نفل پڑھنے کی اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے کعبۂ معظّمہ کی زیارت کرتے رہیں کہ یہ عمل بھی عبادت میں لکھا جائے گا اور اس عمل کے کرنے والوں پر بھی اللہ عزوجل اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ خَمْسِیْنَ مَرَّةً خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ.

(سنن ترمذی، حصہ دوم، ص:۲۱۱)

ترجمہ: جس نے خانۂ کعبہ کا پچاس مرتبہ طواف کر لیا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہے۔

اس لیے خالی وقت میں زیادہ سے زیادہ طواف کی کوشش کرنی چاہیے۔

روضۂ رسول کی زیارت

حج کے بعد روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت بھی حج کے آداب میں سے ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَنِیْ زَآئِرًا لَّا یَعْلَمُ لَهٗ حَاجَةً اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ. (مجمع الزوائد، حصہ چہارم، ص:۲)

ترجمہ: جو شخص میرے روضہ کی زیارت کے لیے آیا کہ میرے روضے کی زیارت کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت نہ آیا ہو، مجھ پر اس کا یہ حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَ لَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ.

(جامع الاحادیث للسیوطی، حصہ ہشتم، ص:۲۴۰)

ترجمہ: جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اس لیے حج کی ادائیگی کے بعد یا پہلے جس طرح بھی میسر ہو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے مدینۂ منورہ میں حاضر ہونا چاہیے اور وہاں کم از کم پانچ دن قیام کر کے چالیس نمازیں مسجد نبوی شریف میں ادا کرنی چاہیے اس لیے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور اس کی کوئی نماز فوت نہ ہو تو اس کے لیے دوزخ سے نجات، عذاب سے چھٹکارا اور نفاق سے دوری لکھ دی جاتی ہے۔ (مسند امام احمد، حدیث:۱۲۹۱۹)

دعوتِ دین کی سنتیں

دعوتِ دین یعنی دینِ اسلام کی طرف لوگوں کو بلانا فرض کفایہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا حکم دیتے ہوئے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۰۴)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں دعوت کا کام انجام دینے کے لیے ایک مخصوص جماعت کا برسرِ عمل ہونا ضروری ہے۔

تین درجے

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان.

ترجمہ: تم میں سے جو شخص کوئی بُرائی دیکھے اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کرے، اگر ہاتھ سے نہ کر سکے تو اپنی زبان سے کرے اور اگر زبان سے بھی نہ کر سکے تو اپنے دل سے کرے اور یہ سب سے کمزور ایمان کی علامت ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب ہم کسی کو کوئی برائی

کرتے ہوئے دیکھیں تو ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ اگر ہم اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے روک سکتے ہیں تو روک دیں، اگر ہاتھوں کے زور سے روکنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے تو اسے اپنی زبان سے منع کریں اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے ہیں تو کم از کم اپنے دل میں اسے ضرور بُرا جانیں۔ اگر ہم کسی کو برا کام کرتے ہوئے دیکھ کر محض اپنے دل میں بُرا جانتے ہیں اور اسے کسی صورت روک نہیں سکتے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارا ایمان بہت کمزور ہے۔ آج اگر ہم اپنے گرد و پیش کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ اندازہ ہوگا کہ اب مسلمانوں کی اکثریت کسی کو بُرا کام کرتے ہوئے دیکھ کر دل میں بھی اسے بُرا نہیں جانتی ہے بلکہ بُرائی کرنے والے کی تعریف اور اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ ہمیں اسی سے اندازہ لگا لینا چاہیے کہ کیا ہمارے دل میں ایمان کا سب سے ادنٰی حصہ بھی موجود ہے؟

داعی کو نصیحت

جب حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کا آغاز فرمایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو چند ہدایتیں دیں جو ہر داعیِ دین کے لیے لائق عمل اور مشعلِ راہ ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ o وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ o وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ o وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ o

ترجمہ: اے بالا پوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔ (سورۂ مدثر، آیت: ۱-۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان آیتوں میں اگرچہ داعیِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے لیکن یہ نصیحتیں ان کی نیابت میں نکلنے والے

تمام داعیانِ اسلام کے لیے ہیں کہ انسانیت کے ہر طبقے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی پر ہونے والے عذاب سے ڈرائیں۔ دعوت کی راہ میں نکلیں تو اپنے رب کو سب سے اعلیٰ جانتے ہوئے اسی کی رضا کی خاطر دعوت کا کام سرانجام دیں۔ اپنا ظاہر و باطن صاف و پاک رکھیں تاکہ جنھیں دعوت دے رہے ہیں وہ کسی ظاہری یا باطنی کدورت کی وجہ سے آپ سے متنفر نہ ہو جائیں۔ ہر قسم کی بُرائی اپنے آپ سے دور رکھیں اور ہر قسم کی بُرائی سے دور بھاگیں۔ دعوت و تبلیغ کا کام کر کے یہ نہ سمجھیں کہ آپ نے مخلوقِ خدا پر احسان کیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ آپ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص کرم ہوا ہے کہ اس نے اپنے دین کی دعوت عام کرنے کے لیے آپ کو چُنا ہے۔ دعوت کی راہ میں بہت ساری مصیبتیں اور پریشانیاں در پیش ہوں گی لہٰذا داعی کو چاہیے کہ اپنا اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی اپنے پیشِ نظر رکھے اور آنے والی ہر مصیبت کا مقابلہ کرتا چلا جائے۔

داعیِ دین کے اوصاف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ o

ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔ تو تم انھیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جب کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

(سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۵۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت سے پتہ چلا کہ اگر کوئی داعیِ دین یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی بتائی ہوئی باتیں سنیں اور ان پر عمل پیرا بھی ہوں تو اسے چاہیے کہ بالکل نرم دل اور نرم لہجے میں گفتگو کرنے والا ہو جائے۔ اگر وہ ترش روئی کا مظاہرہ کرے گا تو اس سے لوگ متنفر ہو جائیں گے اور دعوت کا کام ماند پڑ جائے گا۔ اگر کسی کو سمجھانا ہو تو میٹھے لہجے میں نرمی کے ساتھ اسے سمجھایا جائے۔

خود کو بھی مخاطب کیا جائے

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے شبِ معراج میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ آپ کی اُمت کے واعظ ہیں جو لوگوں کو اچھی بات کا حکم کرتے تھے اور اپنے کو بھولے ہوئے تھے۔ (شرح السنۃ للبغوی، حصہ چہاردہم، ص:۳۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج بہت سے لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو دوسروں کو تو نصیحت کرتے ہیں، بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں، اچھی اچھی باتیں سکھاتے ہیں اور دین پر استقامت کا درس دیتے ہیں مگر اپنے آپ کو مُخاطَب بنانا بھول جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سزا آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹ دیے جائیں گے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب کسی کو کسی بات کا حکم دیں یا کسی بات سے روکیں تو پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا ہم خود اس کے پابند ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں بھی ہیں تب بھی دوسروں کو نصیحت کر سکتے ہیں لیکن ہماری نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کرنا چھوڑ دیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود کی اصلاح کی بھی کوشش کریں اور دوسروں کی بھی۔

• • •

اعتکاف کی سنتیں

مسجد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ اس کے لیے مسلمان، عاقل اور جنابت سے پاک ہونا شرط ہے۔ بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر وہ بھی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے۔

آخری عشرے میں اعتکاف

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رمضان المبارک میں انیسویں روزے کی افطار سے پہلے پہلے اعتکاف میں بیٹھ جانا سنت مؤکدہ کفایہ ہے کہ جس محلے میں مسجد ہے اگر اس محلے کا کوئی نہیں بیٹھا تو پورے محلے والوں سے شرعاً مواخذہ ہوگا اور اگر کوئی ایک شخص بھی اعتکاف میں بیٹھ گیا تو پورا محلّہ بریُ الذمہ ہو جائے گا۔ اعتکاف میں بہت ثواب ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی بہت سی فضیلتیں وارد ہیں۔ لہٰذا ہمیں جب بھی موقع میسر آئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بیٹھ کر عبادت کرنا چاہیے۔

اعتکاف کی فضیلت

حضرت امام حُسَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کر لیا وہ ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ پنجم، ص:۴۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حج اور عمرہ کرنا آسان

کام نہیں ہے، اپنے اہل وعیال اور اپنا وطن عزیز چھوڑ کر اتنا لمبا سفر کر کے بیت اللہ شریف میں حاضر ہونا، حج وعمرہ کے ارکان ادا کرنا، کثیر مال و دولت خرچ کرنا اور اتنے دنوں تک اپنا کاروبار وغیرہ بند رکھنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کر لیتا ہے تو تھوڑی سی محنت کر کے اسے اتنا عظیم ثواب مل جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں محض اہمیت بتانا مقصد ہے ورنہ حج یا عمرہ کرنے کی تو فضیلت ہی کچھ اور ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب کہ اعتکاف کی مِنّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ کر لینے سے واجب نہ ہوگا۔

(۲) سنتِ مؤکدہ کہ رمضان المبارک کے آخر کے دس دنوں میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب اعتکاف کی نیت کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی۔ یہ اعتکاف سنتِ کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بریُ الذمہ ہوں گے۔

(۳) ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب اور سنت غیر مؤکدہ ہے۔ اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے بلکہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتے ہی اعتکاف کی نیت کر لے تو جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، جب مسجد سے نکل جائے گا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ یہ بغیر محنت کے ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیّت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا

ہے، اسے تو نہیں کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازے پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ ’’اعتکاف کی نیّت کرلو اعتکاف کا ثواب پاؤ گے‘‘ تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انھیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاد دہانی ہو۔

(ملخصاً از بہار شریعت)

اعتکاف کے مسائل

☆ اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہو گیا۔

☆ اعتکافِ سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے۔

☆ منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے۔

☆ ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کر سکتا بلکہ خاص اُس اعتکاف کے لیے روزے رکھنے ہوں گے۔

☆ اعتکافِ واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یوں ہی اعتکافِ سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔

☆ معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

ایک حاجتِ طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل، مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی کوئی بوند نہ

گرے کہ وضو وغسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یوں ہی اگر مسجد میں وضو و غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارے پر جانا، جب کہ منارے پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارے کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارے پر جاسکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔

☆ معتکف مسجد ہی میں کھائے، پیے، سوئے۔ ان امور کے لیے مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

☆ معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکرِ الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔

☆ جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے، مگر بوقت ضرورت اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

☆ معتکف نفل نمازوں، قضا نمازوں کی ادائیگی، قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قراءت، درود شریف کی کثرت، علمِ دین کا درس و تدریس وغیرہ نیک کاموں میں مصروف رہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت)

● ● ●

ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مصروفیت

اللہ کا ذکر یعنی اسے یاد کرتے رہنا عبادت کی اصل ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے جو بندے کو تمام اوقات و احوال میں اپنے خالق سے جوڑے رکھتی ہے۔ یہ بھی آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے کہ آپ ہر حال میں مولیٰ کو یاد کیا کرتے تھے۔ آپ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے اور ہر کام کرتے وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ.

ترجمہ: ہمارے آقا و مولیٰ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ (مسلم شریف)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیمِ اُمت کے لیے دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی زندگی ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ آپ نے ہر آن اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر فرمایا ہے ہمیں یہ سکھانے کے لیے کہ ہم بھی ہر آن اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کیا کریں۔

● ● ●

ہر مہینے میں ختمِ قرآن

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ.

ترجمہ: ہر مہینے میں قرآن پڑھو۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۸۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہر مہینے میں ختمِ قرآن کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر فرض نماز سے دس منٹ پہلے حاضر ہوں تاکہ کم از کم دو صفحے پڑھ سکیں۔ اس طرح پورے دن میں دس صفحات ہوں گے اور یہ پورا ایک پارہ ہوگا۔ اس طرح پڑھنے سے پورے مہینے میں تیس پارے ہوں گے اور قرآن کریم کی تکمیل میں آسانی ہوگی۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآنِ مقدس کی تلاوت باعث خیر و برکت ہے اور اس کے لفظ لفظ میں نیکیوں کا خزانہ ہے۔ اس کی تلاوت سے دل ستھرا ہوتا ہے، روح کو تازگی ملتی ہے، دل سے گناہوں کا میل و کچیل دور ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں روزانہ قرآنِ مقدس کے کچھ صفحات تلاوت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کم از کم ایک ماہ میں تو قرآنِ مقدس ضرور ختم کرنا چاہیے۔

• • •

بابِ پنجم

معاشرتی زندگی سے متعلق سنن وآداب

معاشرتی زندگی سے متعلق سنن وآداب

انسان کی زندگی سے بہت سے معاشرتی و سماجی معاملات متعلق ہوتے ہیں جن کی ادائیگی بھی اس کے لیے ضروری ہوتی ہے۔لوگوں سے ملاقات، مصافحہ و معانقہ، گفت وشنید، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام، کسی کے یہاں آنا جانا، مریض کی عیادت، میت کو نہلانا اور تجہیز و تکفین، نکاح و ولیمہ، والدین کے ساتھ سلوک، تربیت اولاد، کاروبار، پڑوسی کے ساتھ سلوک اور جانوروں کے ساتھ سلوک وغیرہا درجنوں معاملات معاشرتی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔مذہب اسلام نے معاشرتی زندگی کے حوالے سے بھی اصول وضوابط مرتب کیے ہیں اور ان کے تعلق سے بھی آداب سکھائے ہیں جن پر عمل ہمارے لیے سعادت مندی ہے۔

لوگوں سے ملاقات کے آداب

انسان کی معاشرتی زندگی میں جومعاملات اُسے بہت زیادہ درپیش ہوتے ہیں ان میں سے ایک لوگوں سے ملاقات کا معاملہ بھی ہے۔صبح سے شام تک ہم متعدد لوگوں سے ملنے کے لیے جاتے ہیں اور خود بہت سے لوگ ہم سے بھی ملنے کے لیے آتے ہیں۔کبھی راستہ چلتے ہوئے کسی سے ملاقات ہو جاتی ہے،کبھی سفر کرتے ہوئے کوئی مل جاتا ہے۔جب کسی سے ملاقات ہو یا کوئی ملاقات کے لیے آئے تو ہمیں اس کے ساتھ کس طرح کا رویّہ اختیار کرنا چاہیے ہمیں مذہبِ اسلام نے اس کی بھی تعلیم دی ہے۔

جگہ بنادی جائے

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ایک شخص آپ کے پاس آئے تو آپ اُن کے لیے اپنی جگہ سے کھسک گئے۔انھوں نے عرض کیا کہ جگہ میں کافی وسعت ہے آپ کو اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔آپ نے فرمایا:

اِنَّ لِلْمُسْلِمِ حَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ یَّتَزَحْزَحَ لَهٗ.

ترجمہ:مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا کوئی بھائی اسے اپنے پاس آتا دیکھے تو اس کے لیے اپنی جگہ سے کچھ ہٹے اور اسے اپنے قریب بٹھائے۔

(شعب الایمان للبیہقی ،حصہ یازدہم،ص:۴۷۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو!اس روایت سے پتہ چلا کہ جگہ کی وسعت اور گنجائش کے باوجود اپنے بھائی کے لیے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ کر اس کے لیے جگہ بنانی چاہیے۔اس سے اس بات کا اظہار بھی ہوگا کہ مسلمان بھائی جو اس سے

ملاقات کے لیے آیا ہے اس کے آنے سے اسے مسرت ہوئی ہے اور اس میں ایک مسلمان بھائی کا اکرام اور تعظیم بھی ہے۔

سلام کیا جائے

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی اور کہا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ بتاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَ اَدْخُلُ؟ (آپ پر سلامتی ہو، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟) اس شخص نے آپ کی بات سن لی اور عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَ اَدْخُلُ؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۴۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جب کسی کے پاس ملاقات کے لیے جایا جائے تو ملاقات سے پہلے اسے سلام کیا جائے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ داخل ہونے سے پہلے سلام کر کے اس سے اجازت حاصل کر لے اور اجازت حاصل کرنے کے لیے سلام کرنا اسلامی آداب میں سے ہے۔

ملاقات کا طریقہ

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

☆ بھائیوں سے ملاقات کے وقت خوشی و مسرت کا اظہار کرے۔

☆ گفتگو کرتے ہوئے سلام سے ابتدا کرے۔

☆ جب مل کر بیٹھیں تو ان کی وحشت دور کرتے ہوئے انھیں اپنے سے مانوس کرے۔

☆ ان کے لیے کشادگی اور وُسعت پیدا کرے۔

☆ جب وہ جانے کے لیے کھڑے ہوں تو انھیں رخصت کرنے کے لیے دروازے تک جائے۔

☆ کوئی کلام کر رہا ہو تو خاموشی اختیار کرے اور گفتگو میں لڑائی جھگڑا ناپسند کرے۔

☆ حکایات وغیرہ عمدگی اور خوبی کے ساتھ بیان کرے۔

☆ گفتگو کے دوران ہی جواب دے بعد میں نہ دے۔

☆ جب انھیں مخاطب کرے تو پسندیدہ اور اچھے ناموں کے ساتھ کرے۔

● ● ●

بیٹھنے اور اٹھنے کے آداب

نشست و برخاست یعنی اٹھنے اور بیٹھنے کا انداز بھی انسان کی فطرت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر اس کے اٹھنے اور بیٹھنے کا انداز اچھا ہے تو اس سے لوگ اس کی فطرت کی بہتری مراد لیتے ہیں اور اگر بُرے انداز میں اٹھنا بیٹھنا ہے تو لوگ اس سے اس کی فطرت کی خرابی مراد لیتے ہیں۔ اسلام نے اٹھنے اور بیٹھنے کا طریقہ اور سلیقہ بھی سکھایا ہے۔

بُرے انداز میں بیٹھنا

حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، اس وقت میں اپنا بایاں ہاتھ پیچھے پیٹھ پر رکھ کر اس سے سرین کو ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا: أَتَقْعُدُ قَعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ؟ ترجمہ: کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر غضب فرمایا گیا ہے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص: ۲۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بیٹھنے کا ایسا انداز جس سے جسمانی بے پردگی ہونے کا اندیشہ ہو یا بیٹھنے کا وہ طریقہ جس سے بیٹھنے میں غرور اور تکبر ظاہر ہو اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ پیر پر پیر چڑھا کر بیٹھنا، پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر اس سے سُرین پر ٹیک لگا کر بیٹھنا وغیرہ ایسے طریقے ہیں جن سے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیوں کہ ان میں غرور و تکبر کی جھلک ہے۔

جہاں جگہ ملے

حضرت جابر بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِيْ.

ترجمہ: جب ہم نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک جہاں جگہ پاتا بیٹھ جاتا۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص: ۳۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پاک اور صاف جگہ پر بیٹھیں۔ کسی ایسی جگہ نہ بیٹھیں جہاں جسم کو تکلیف پہنچے یا گرنے کا خطرہ ہو۔ اگر کسی مجلس میں جائیں تو جہاں جگہ مل جائے آرام سے بیٹھیں، مجلس میں گھسنے کی کوشش نہ کریں۔

دوسروں کو اٹھانے کی ممانعت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَ لٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَ تَوَسَّعُوْا.

ترجمہ: کوئی شخص دوسرے شخص کو اُٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ ہاں جگہ نکال دو اور جگہ دے دو۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص: ۱۷۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام حالات میں کسی شخص کو مجلس سے اٹھا کر اس کی جگہ پر خود نہیں بیٹھنا چاہیے کیوں کہ اس میں برتری اور خود پسندی کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانے میں اٹھنے والے کو دلی تکلیف بھی پہنچتی ہے جو اَخلاقی مُروّت کے خلاف ہے۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے کسی کو اٹھانا پڑ جائے تب بھی اسے نرمی اور معذرت کے ساتھ اٹھانا چاہیے۔ بہت سے لوگ مسجدوں، مجلسوں یا اجتماعات میں اپنے لیے یا کسی امیر آدمی کے لیے کم حیثیت والے شخص کو ڈانٹ کر اٹھا دیتے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے اور اس سے اس شخص کی دل آزاری بھی ہوگی اس لیے ہمیں اس سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیے۔

جگہ بنانا

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ.

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمھیں جگہ دے گا۔ (سورۂ مجادلہ، آیت: ۱۱)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں حاضر ہونے والے اصحاب کی زیادہ عزت کرتے تھے۔ ایک روز چند بدری اصحاب ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی، انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، آپ نے جواب دیا، پھر انھوں نے حاضرین کو سلام کیا، انھوں نے جواب دیا، پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ ان کے لیے مجلس شریف میں جگہ کی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی، یہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گراں گزرا تو آپ نے اپنے قریب والوں کو اٹھا کر ان کے لیے جگہ کی۔ اُٹھنے والوں کو اٹھنا شاق ہوا، اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان، ذیل آیۂ مذکورہ)

بیٹھنے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اگر مجلس میں جگہ تنگ ہو اور کوئی شخص تاخیر سے آئے تو لوگ تھوڑا تھوڑا کھسک کر اس کے لیے جگہ بنا دیں۔ اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ عام لوگ اپنے بزرگوں کو امام و پیشوا کے قریب بیٹھنے دیں اور اپنے بڑوں کو مقدم رکھیں ایسا کرنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ بھی ہے اور مجلس کے آداب میں سے بھی ہے۔

جگہ کا مستحق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْہِ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ.

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنی جگہ چھوڑ کر جائے اور پھر واپس آئے تو وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص: ۱۷۱۵)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے ہوتے، ہم لوگ آپ کے پاس آکر بیٹھ جاتے۔ اگر آپ کسی وجہ سے اُٹھ کر تشریف لے جاتے تو وہاں پر کوئی چیز چھوڑ جاتے اس سے صحابہ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ واپس تشریف لائیں گے اور سب لوگ وہیں ٹھہرے رہتے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص: ۲۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر کوئی شخص مجلس میں بیٹھا تھا اور کسی کام سے اُٹھ کر چلا جائے تو واپس آنے کے بعد وہی اس جگہ پر بیٹھنے کا حق دار ہے، دوسرے کو اس جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے کیوں کہ وہ پہلے سے آیا تھا اور اس کا یہ حق عارضی طور پر اٹھنے سے ختم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اب واپس نہیں آئے گا تو پھر بے تکلف اس جگہ پر بیٹھ سکتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے مواقع پر اَڑ جاتے ہیں اور جھگڑے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جب کہ شرعی نقطۂ نظر سے وہ خطا پر ہیں، انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اُٹھ کر گیا پھر واپس آیا تو اس کی جگہ اُسے دے دینی چاہیے۔

دو لوگوں کے درمیان

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ بِاَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا.

ترجمہ: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان گھس کر بیٹھے مگر جب کہ وہ اجازت دے دیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۲۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر مجلس میں دو شخص باہم مل کر بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ان کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے۔ جب دو لوگ ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں تو عموماً بے تکلفی اور باہمی محبت نیز کسی خاص موضوع پر گفتگو کی وجہ سے بیٹھتے ہیں اور اس تیسرے شخص کا ان کے درمیان بیٹھنے سے ان کے درمیان تفریق ہو جائے گی جس کی وجہ سے انھیں دلی تکلیف ہوگی۔ اسی لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر چند لوگ مل کر بیٹھے ہوں تو ان میں بھی گھسنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ ایسے ہی اگر کسی مقام پر قطار بنی ہو تو اس میں بھی گھسنے سے پرہیز کرنا چاہیے کہ اس سے پیچھے والوں کی حق تلفی ہوگی۔

وہ ملعون ہے

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.

ترجمہ: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہ شخص ملعون ہے جو حلقے کے درمیان بیٹھے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر کچھ لوگ کسی محفل میں حلقہ باندھ کر (دائرہ بنا کر) بیٹھے ہوں تو کسی شخص کو اس کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیے کیوں کہ درمیان میں بیٹھنے کی وجہ سے کچھ لوگوں کی طرف اس کا منہ ہوگا اور کچھ لوگوں

کی طرف اس کی پیٹھ ہو جائے گی جو ایک طرح کی بداخلاقی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حلقے کے درمیان بیٹھ جانے سے مجلس بدنما ہو جاتی ہے اور حلقہ باندھنے کا مقصد ختم ہونے لگتا ہے اس لیے بعد میں آکر حلقے کے درمیان بیٹھنے کی مذمت کی گئی ہے، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھنے والے کو ملعون قرار دیا ہے۔

سرگوشی کی ممانعت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يَّحْزُنَهُ.

ترجمہ: جب تم تین ہو تو دو لوگ تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں تاکہ تیسرا رنجیدہ نہ ہو۔ اگر زیادہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۷۱۸)

اس روایت سے پتہ چلا کہ مجلس میں بیٹھ کر دو لوگوں کو آپس میں چپکے چپکے ایک دوسرے کے کانوں میں باتیں نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ سرگوشی سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اس لیے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ سرگوشی سے دوسروں کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ ہمارے خلاف ہی کوئی بات کر رہا ہے اور یہ احساس بھی اٹھتا ہے کہ سرگوشی کرنے والوں نے ہمیں اپنی راز کی باتوں میں شریک کرنے کے قابل نہ سمجھا جو کہ آپسی رنجش اور نتیجے میں جھگڑا لڑائی کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ہمیں سرگوشی سے لازماً احتراز کرنا چاہیے۔

گردن پھلانگنا منع ہے

حضرت معاذ بن انس جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتُّخِذَ جَسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ.

ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اسے جہنمیوں کے لیے پُل بنا دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۳۵۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جہاں لوگوں کا مجمع ہو وہاں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر آگے بیٹھنے کا ارادہ ہو تو پہلے ہی سے آکر بیٹھنا چاہیے اور اگر آنے میں تاخیر ہوگئی تو جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جانا چاہیے کیوں کہ گردنیں پھلانگ کر آگے جانے سے پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو تکلیف اور دشواری ہوگی۔ مسجدوں میں عموماً بعد میں آنے والے لوگ آگے پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، خاص کر عیدین اور جمعہ کی نماز کے وقت، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر یہ وعید بیان فرمائی ہے کہ ایسا کرنے والے کو قیامت کے دن جہنمیوں کے لیے پُل بنا دیا جائے گا جس پر چڑھ کر جہنمی جائیں گے۔ اللہ اکبر! جب اس کی اتنی ہولناک سزا ہے تو ہمیں لازماً اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ ہاں اگر اگلی صفوں میں جگہ خالی ہو تو جو لوگ آگے بیٹھے ہوں ان سے نرمی کے ساتھ آگے بڑھ کر جگہ پُر کرنے کے لیے کہا جائے۔

سمٹ کر بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَ هُمْ حِلَقٌ فَقَالَ: مَا لِيْ أَرَاكُمْ عِزِيْنَ؟

ترجمہ: رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، دیکھا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الگ الگ بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا بات ہے

میں تم لوگوں کو متفرق و منتشر بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۲۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجلس میں منتشر ہو کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب کسی مجلس میں بیٹھیں تو قریب قریب ہو کر بیٹھیں۔ اس سے بعد میں آنے والوں کے لیے بھی آسانی ہوگی اور انھیں بیٹھنے کے لیے جگہ مل جائے گی۔ جب محفل میں زیادہ لوگ آجائیں تو بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ بالکل سمٹ کر بیٹھ جائیں کہ آنے والے بھی بآسانی بیٹھ سکیں۔

مجلس سے اٹھنے کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اٹھنے سے پہلے کہا:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ. (ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے، میں تیری تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔) تو اس سے مجلس میں سرزد ہونے والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۴۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمارے مذہب نے ہمیں یہ ترغیب دی ہے کہ مجلس سے اٹھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیں اور اس مجلس میں قصداً یا سہواً کوئی خطا ہوئی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے معافی طلب کریں۔ اس کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجلس سے اٹھتے وقت مذکورہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بھی ہے اور توبہ واستغفار بھی۔

مجلس کے اختتام پر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اٹھ کر جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا یَحُوْلُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَ مِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مُصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَ اَبْصَارِنَا وَ قُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا وَ اجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا وَ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَ انْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَ لَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَ لَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا.

ترجمہ: اے اللہ! تو ہمیں اپنا خوف اور اپنی خشیت نصیب کر جو ہمارے اور معصیت کے درمیان آڑ بن جائے، وہ فرماں برداری دے جو ہمیں تیری جنت میں پہنچادے، ہمیں وہ پختہ یقین عطا فرما جس سے ہمارے لیے دنیا کے نقصانات ہیچ ہو جائیں، جب تک ہمیں زندہ رکھ ہمیں ہمارے کان، آنکھ اور جسمانی توانائیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے اور اس خیر کو ہمارے بعد بھی برقرار رکھ، جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس پر ہمیں غلبہ عطا فرما، ہمیں دین کی آزمائش میں مبتلا نہ کر، دنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم نہ بنا، نہ دنیا کو ہمارے علم و بصیرت کی انتہا ٹھہرا اور نہ ہی ہم پر اس شخص کو قابو دے جو ہم پر رحم نہ کرے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۵۲۸)

●●●

مصافحہ کے آداب

خلوصِ دل اور محبت سے ہاتھ ملانے کو شرعی اصطلاح میں مصافحہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی مصافحہ فرماتے اور آپ کے صحابہ بھی آپس میں ملتے تو مصافحہ کیا کرتے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ جب کسی مسلمان بھائی سے ملیں یا اس سے جُدا ہوں تو سلام کے ساتھ ساتھ مصافحہ بھی کیا کریں۔

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہیے، صرف ایک ہاتھ ملانا انگریزوں کا طریقہ ہے اور اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ اپنا دایاں ہاتھ ہتھیلیوں کی جانب سے دوسرے کے دائیں ہاتھ سے ملائیں پھر خود اپنا بایاں ہاتھ دوسرے کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں، ایسے ہی وہ بھی اپنا بایاں ہاتھ آپ کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ہاتھ ملاتے وقت دوسرے کے انگوٹھے کو تھوڑا سا دبائیں کیونکہ انگوٹھے کے ساتھ ایک رگ ہوتی ہے جسے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

سلام کا حصہ

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَمَامُ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ اَنْ یَّضَعَ اَحَدُکُمْ یَدَہٗ عَلٰی جَبْھَتِہٖ اَوْ عَلٰی یَدِہٖ فَیَسْأَلُہٗ کَیْفَ ھُوَ وَ تَمَامُ تَحِیَّاتِکُمْ بَیْنَکُمُ الْمُصَافَحَۃُ.

ترجمہ: مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھ کر اس سے اس کا حال پوچھو اور تمہارا آپس میں سلام کرنا مصافحہ سے مکمل ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جس طرح السلام علیکم کے دو حصے ہیں، ایک لفظ السلام اور دوسرا لفظ علیکم کہ ان دونوں کو ملائے بغیر سلام مکمل نہیں ہوسکتا اسی طرح ثواب کے اعتبار سے بھی سلام کے دو اجزا ہیں، ایک سلام کہنا اور دوسرا مصافحہ کرنا۔ اس لیے جب ہماری کسی سے ملاقات ہو تو محض سلام پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا چاہیے۔

ملاقات کا طریقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! جب کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا جھک کر ملے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کیا: تو کیا لپٹ جائے اور بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کیا: کیا اس کا ہاتھ تھام لے اور مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۷۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! گذشتہ قوموں میں ملاقات کے متعدد طریقے رائج تھے۔ لوگ تعظیم کے لیے جھک جایا کرتے تھے یا زمین پر لیٹ کر قدم بوسی کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اسلام نے ملاقات کے وقت مصافحہ رائج فرمایا ہے جو کہ ہر کسی کے لیے عام ہے، خواہ کوئی چھوٹا کسی بڑے سے ملے یا کوئی بڑا کسی چھوٹے سے ملے وہ آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

ایک بات اور ذہن نشیں رہے کہ مرد، مرد سے مصافحہ کریں اور عورتیں عورتوں سے۔ کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے مصافحہ نہ کرے کہ یہ اسلامی اصول کے خلاف ہے۔ کسی مرد کا کسی اجنبی عورت کے ہاتھ چھونا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔ افسوس! آج کے فیشن کے دور میں مرد و عورت کا آپس میں ہاتھ ملانا عام ہو رہا ہے،

ہمیں اس سے لازماً احتراز کرنا چاہیے کہ یہ گناہ ہے۔ مرد و عورت کے آپس میں مصافحہ کرنے سے بُرائی پیدا ہونے کا اندیشہ غالب ہے، اس لیے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے گا تو اس کے دل میں شیطانی وساوس پیدا ہوں گے اس لیے اسلام نے مرد اور عورت کے مصافحہ پر پابندی عائد کی ہے۔

گناہوں کی بخشش

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُّسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّتَفَرَّقَا.

ترجمہ: جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۷۴)

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ اِلَّا سَقَطَ.

ترجمہ: جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہ جاتا سب کے سب جھڑ جاتے ہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ یازدہم، ص: ۲۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مصافحہ کرنے سے آپس میں ایک دوسرے کے تعلق سے دل پاک صاف ہو جاتا ہے جس کی بنیاد پر گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اگر دل میں کسی کے خلاف ذرا بھی کدورت ہو تو سلام و مصافحہ کی عادت بنائیں اس سے کینہ دور ہوتا ہے۔

کینہ دور ہوگا

حضرت عطاخُراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تَصَافَحُوْا یَذْهَبِ الْغِلُّ.

ترجمہ: آپس میں مصافحہ کیا کرو تمھارے دلوں سے کینہ دور ہو جائے گا۔

(مؤطا الامام مالک روایۃ ابی مصعب الزہری، حصہ دوم، ص:۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کسی مسلمان کا کسی مسلمان کے تعلق سے اپنے دل میں کینہ رکھنا جائز نہیں ہے اور اسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اولاً تو ہمیں اپنے دل میں کسی کے تعلق سے کینہ رکھنا ہی نہیں چاہیے اور اگر خدا نہ خواستہ کبھی کسی کے تعلق سے کینہ پیدا ہو جائے تو ہمیں چاہیے کہ اُس سے مصافحہ کریں تا کہ ہمارے دل سے کینہ دور ہو جائے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ مذہب اسلام نے مصافحہ کا جو رواج رکھا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے کینہ دور ہو جائے۔

دعا کی قبولیت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ الْتَقَيَا فَاَخَذَ اَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهٖ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ اَنْ يَحْضُرَ دُعَائَهُمَا وَ لَا يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا حَتّٰى يَغْفِرَ لَهُمَا.

ترجمہ: جب دو مسلمان ایک دوسرے سے مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے جُدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت فرمادے۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ یازدہم، ص:۲۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا

کہ مصافحہ کے وقت جو دعا کی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرماتا ہے اور مصافحہ کرنے والوں کو جُدا ہونے سے پہلے ہی معاف فرما دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی آپسی محبت پسند فرماتا ہے اور مصافحہ باہمی میل محبت کی دلیل ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کو مصافحہ کرنے والے اس قدر عزیز ہیں کہ مصافحہ کے وقت جو دعا کی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہے اور مصافحہ کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے بخشش اور مغفرت کا پروانہ بھی مل جاتا ہے۔

• • •

سُنّتِ مُعانَقہ

گلے لگ کر ملنے کو معانقہ کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسے بغل گیر ہونا بھی کہتے ہیں۔ یہ اظہارِ محبت کی نشانی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ اور سینے سے سینہ مل جانے سے دل مل جاتا ہے جس سے ایک دوسرے کے لیے الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلام اور مصافحہ کے ساتھ معانقہ بھی کرنا چاہیے۔ ہر ملاقات کے وقت نہیں بلکہ خاص موقعوں کی ملاقاتوں پر معانقہ کرنا باعثِ برکت ہے۔ نمازِ جمعہ، عید و بقرعید، شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے مواقع پر معانقہ کرنا چاہیے اور خاص کر جب کوئی شخص سفر سے آئے یا کوئی شخص حج و عمرہ کے لیے جائے یا واپس لوٹے تو معانقہ کرنا چاہیے۔

معانقہ کا طریقہ

معانقہ کا سُنّت طریقہ یہ ہے کہ اپنے گلے اور چہرے کو دوسرے کے گلے کی دائیں جانب اور اپنی چھاتی کو اس کی چھاتی سے لگائیں اور ہاتھ آپس میں ایک دوسرے کی پیٹھ پر رکھیں کر تھوڑا سا دبائیں، پھر چہرے کو ہٹا کر بائیں جانب لگائیں، پھر اُس طرف سے اپنے گلے کو ہٹا کر دائیں جانب دوبارہ لگائیں۔ اس طرح تین مرتبہ گلے کے ساتھ گلا اور چھاتی کے ساتھ چھاتی ملے گی۔ معانقہ کے وقت درود شریف پڑھیں اور ذکرِ الٰہی کریں۔

اظہارِ محبت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

قَدِمَ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِیْنَةَ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ بَیْتِیْ فَأَتَاہُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عُرْیَانًا یَجُرُّ ثَوْبَہٗ فَاعْتَنَقَہٗ وَ قَبَّلَہٗ.

ترجمہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینۂ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے، انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تہبند باندھے برہنہ جسم چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے (جوشِ محبت سے) زید کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۷۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! معانقہ اظہارِ محبت کا بہترین ذریعہ ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرطِ محبت سے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص ملاقات کے لیے آئے یا سفر سے واپس لوٹے تو اس کے ساتھ معانقہ کرنا چاہیے۔

سفر سے واپسی پر

حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزمینِ حبشہ سے واپسی کے واقعے کے بارے میں روایت ہے، آپ نے فرمایا:

فَخَرَجْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ فَتَلَقَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِیْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِیْ اَنَا بِفَتْحِ خَیْبَرَ أَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرَ وَ وَافَقَ ذٰلِکَ فَتْحُ خَیْبَرَ.

ترجمہ: ہم نکلے یہاں تک کہ مدینۂ منورہ میں آپہنچے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی، آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا، پھر فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ فتحِ خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر کی آمد کی خوشی۔ انھی دنوں فتحِ خیبر کا واقعہ بھی پیش آیا تھا۔

(شرح السنۃ للبغوی، حصہ دوازدہم، ص:۲۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سفر سے واپسی پر معانقہ

کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ لہٰذا سفر سے آنے کے بعد والد، بھائی، عزیز و اقارب، دوست، استاد وغیرہ سے ملاقات کے وقت معانقہ کرنا چاہیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک حدیث سنی تو میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں اُن صحابیِ رسول سے ملاقات کروں۔ اس شوق سے میں نے ایک اونٹ خریدا اور شام کی طرف روانہ ہوا جہاں وہ صحابی رہتے تھے۔ جب شام پہنچا تو پتہ چلا کہ جن کی روایت کردہ حدیث مجھ تک پہنچی ہے وہ صحابی حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں ان کے گھر گیا، دستک دی، ایک خادم نے میرے آنے کی اطلاع دی، آپ ملاقات کے لیے باہر تشریف لائے، آپ نے ملتے ہی مجھ سے معانقہ کیا اور فرمایا: آپ سفر سے آئے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے آنے والوں کے ساتھ معانقہ کیا کرتے تھے لہٰذا میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُسی سنت پر عمل کیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مطلوبہ حدیث بیان فرمائی۔ (الادب المفرد، حصہ اول، ص:۳۷۱)

نیک لوگوں کے ساتھ معانقہ

حضرت ایوب بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عَنَزہ (ایک جگہ کا نام) کے ایک شخص سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ کیا ملاقات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ حضرات سے مصافحہ کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

مَا لَقِيْتُهُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِیْ وَ بَعَثَ اِلَیَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَ لَمْ اَكُنْ فِیْ اَهْلِیْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ اَرْسَلَ لِیْ فَاَتَيْتُهٗ وَ هُوَ عَلٰی سَرِيْرِهٖ فَالْتَزَمَنِیْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدَ وَ اَجْوَدَ.

ترجمہ: میں جب کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا آپ نے مصافحہ فرمایا۔

ایک دن آپ نے مجھے بلوایا، اس وقت میں اپنے گھر پر نہیں تھا، جب واپس آیا اور مجھے پتہ چلا تو میں حاضرِ بارگاہ ہو گیا، اس وقت آپ تخت پر جلوہ افروز تھے، آپ نے مجھے گلے لگا لیا۔ یہ کتنا کرم ہے، یہ کتنا کرم ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۵۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نیک لوگوں، پرہیزگاروں اور اولیاء اللہ کے ساتھ معانقہ کرنا خوش نصیبی کی بات ہے۔ اکثر ایسے واقعات مشہور ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں نے کسی شخص کے ساتھ معانقہ کیا اور اس کا دل زندہ ہو گیا۔ لہٰذا خاص موقعوں پر اللہ کے نیکوکار بندوں سے گلے ملنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان کی تائید اور دعا حاصل ہو اور قسمت سنور جائے۔

حج سے واپسی پر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَ صَافِحْهُ وَ مُرْهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتَهٗ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ.

ترجمہ: جب تمھاری کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرو، مصافحہ کرو اور اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لیے بخشش کی دعا کی گزارش کیا کرو کیوں کہ وہ بخشا ہوا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ نہم، ص:۲۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حج کی نیت سے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے شہرِ مقدس کی مہمانی کر لے مولیٰ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اسے گناہوں سے اس طرح پاک فرما دیتا ہے جیسے وہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ اب جب اس کے دامن پر گناہوں کا بالکل دھبّہ نہیں رہ گیا ہے تو اس کی دعا بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں

مقبول ہوگی۔ اس لیے اللہ کے پیارے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاجیوں سے ملاقات کا یہ ادب ہمیں سکھایا کہ جب کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرکے اس سے مصافحہ اور معانقہ کیا جائے اور اس سے دعاؤں کی گزارش کی جائے کہ اس کی دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوں گی۔

عید کے موقع پر معانقہ

عیدین کے موقع پر نماز کے بعد معانقہ کرنا بھی اچھا ہے، اسی طرح ہر خوشی کے موقع پر معانقہ کرنا چاہیے کیوں کہ یہ بھی خوشی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ معانقہ فتنے اور شہوت کے اندیشے سے پاک رہے۔ اگر کوئی شخص کسی مُراہق (قریب البلوغ لڑکا) یا خوبصورت انسان سے شہوانی لذّت حاصل کرنے کی نیت سے معانقہ کرے گا تو اس کا یہ معانقہ کرنا بھی اس کی نیت کی خرابی کی وجہ سے گناہ میں شمار کیا جائے گا۔

•••

گفتگو کے آداب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو جو بات چیت کی صلاحیت عطا فرمائی ہے وہ بھی اس کی عظیم نعمت ہے۔ اپنا مقصد اور ضرورت ظاہر کرنے کے لیے ہر شخص کو گفتگو کی تقریباً ہر وقت ضرورت پڑتی ہے۔ چوں کہ معقول گفتگو دانش مندی کی دلیل ہوتی ہے اس لیے اسلام میں گفتگو کے بھی آداب اور اصول مقرر ہیں جن کی روشنی میں گفتگو کرنا انسانی وقار میں اضافے کا سبب بنتا ہے اور بولنے والا مہذب اور خوش اخلاق تصور کیا جاتا ہے۔ ہماری گفتگو ہمیشہ اچھی اور بامقصد ہونی چاہیے، بے مقصد اور بلاضرورت بولنا نقصان دہ ہے۔ ہمیں گفتگو درمیانی لہجے سے کرنی چاہیے، نہ زیادہ اونچی آواز میں ہو اور نہ ہی زیادہ پست۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندازِ گفتگو بہت ہی پیارا تھا۔ آپ کی گفتگو میں اعتدال تھا، الفاظ سادہ، عام فہم اور واضح ہوتے جنھیں سننے والا آسانی سے سمجھ جاتا۔

سچی باتیں کہنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِى اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِى اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِى اِلَى الْفُجُورِ وَاِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِى اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا۔

ترجمہ: تم پر سچائی لازم ہے کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک صِدّیق لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کیوں کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب لکھ لیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۰۱۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمیشہ سچ بولنا گفتگو کا سب سے اہم ادب ہے۔ بلکہ سچ بات کہنا اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور خود سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی سچائی اور صداقت کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ آپ کے دشمن بھی آپ کی صداقت اور سچائی کا اعتراف کرتے تھے۔ مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچی بات کہنے کی تاکید فرمائی اور سچائی کو ہر نیکی کا سرچشمہ اور جنت میں لے جانے والا عمل قرار دیا اور جھوٹ سے سختی سے منع فرمایا اور اسے ہر برائی کا سرچشمہ اور جہنم میں لے جانے والا عمل قرار دیا۔

نرم لہجہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب حکم دیا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے حق کی دعوت دو تو انھیں تاکید فرمائی کہ اس سے نرم لہجے میں بات کرنا کیوں کہ نرم لہجے میں کی جانے گفتگو کا جلدی اثر ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰیo فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰیo

ترجمہ: دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک اس نے سر اٹھایا، تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۴۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ بھی گفتگو کے آداب

میں سے ہے کہ گفتگو کرتے ہوئے نرم لہجہ اختیار کیا جائے کیوں کہ نرم بات میں ہمدردی کے جذبات ہوتے ہیں جس سے گفتگو مؤثر ہو جاتی ہے۔ لوگ نرم گفتگو کرنے والے کی باتیں پسند کرتے ہیں اور وہ جو کچھ کہا جائے اسے غور سے سنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی انتہائی نرم دل اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ خود بھی ہمیشہ نرم لہجے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور ہر کسی کو اس بات کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ آپ کے تعلق سے خود اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۵۹)

ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

لہٰذا ہمیں چھوٹوں کے ساتھ گفتگو میں مُشفقانہ انداز اور بڑوں کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ اختیار کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس عمل سے ہم ہر کسی کے نزدیک معزز رہیں گے۔

عام فہم گفتگو

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں گفتگو کا یہ ادب سکھایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاo

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (سورۂ احزاب، آیت:۷۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهٗ كُلُّ مَنْ سَمِعَهٗ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات بڑی عام فہم ہوتی اور ہر سننے والا اسے

آسانی سے سمجھ لیتا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۲۶۱)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے کی سمجھ میں آجائے۔
(صحیح بخاری، حصہ اول، ص:۳۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام فہم گفتگو کرنا کہ ہر کوئی سمجھ جائے یہ بھی گفتگو کے آداب میں سے ہے۔ بعض لوگ عام محفلوں میں یا دوستوں کی مجلس میں اپنی قابلیت کے اظہار کے لیے گفتگو کے دوران ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوں یا اپنی صلاحیت دکھانے کے لیے لوگوں کے سامنے انگریزی یا دیگر زبانوں کے گاڑھے گاڑھے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اسلام نے ان تکلّفات سے منع کر کے گفتگو میں سادگی اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ اس لیے ہمیں عام فہم گفتگو کرنی چاہیے تاکہ ہر کوئی اسے بہ آسانی سمجھ سکے۔ یہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

اچھی بات کی ترغیب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ. ترجمہ: اچھی بات صدقہ ہے۔
(صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۱۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! گفتگو کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ ہمیشہ اچھی بات کی جائے۔ آج کے دور میں جہاں ہر قسم کی بُرائیاں عام ہوتی جارہی ہیں وہیں گفتگو میں غیر مناسب الفاظ اور جملوں کا استعمال بھی عام ہو چکا ہے۔ عموماً لوگ گفتگو میں گالی گلوچ اور نازیبا الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ فحش کلامی بھی اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے جب کہ یہ گناہ ہے اور اِس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے سخت گرفت ہے۔

یاد رکھیں! گالی دینے یا نازیبا الفاظ استعمال کرنے یا فحش کلامی سے نہ کوئی دینی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دنیوی فائدہ محض اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضی حاصل ہوتی ہے اس لیے ہمیں فحش کلامی سے لازمًا احتراز کرنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ زیادہ تر خاموش رہیں اور جب بولیں تو اچھی بات بولیں۔ والدین اور اساتذہ کو بھی چاہیے کہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کو اچھی گفتگو کرنے کی ترغیب دیں اور فحش کلامی سے روکیں تاکہ ان کی آخرت سنور جائے۔

جنت کے بالا خانے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بہت سے ایسے بالا خانے ہیں جن کے باہر کے حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہیں۔ ایک اَعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ وَ اَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ اَدَامَ الصِّیَامَ وَ صَلّٰی بِاللَّیْلِ وَ النَّاسُ نِیَامٌ.

ترجمہ: یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو ہمیشہ اچھی گفتگو کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اکثر روزہ رکھتے ہیں اور رات میں جب سب لوگ سو رہے ہوں اس وقت نوافل پڑھتے ہیں۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۴۲۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جو شخص ان چار خوبیوں کا مالک ہو اُسے جنت میں شاندار محل انعام میں ملے گا۔ پہلی خوبی تو یہ ہے کہ وہ اچھی گفتگو کرے اور اپنی زبان سے کوئی غیر شرعی یا غیر اخلاقی بات نہ نکالے۔ اس کے علاوہ بھوکوں کو کھانا بھی کھلاتا ہو، عام طور پر روزے بھی رکھتا ہو اور رات میں جاگ کر

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانۂ بندگی بھی پیش کرتا ہو۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے جب اپنی زبان سے گالی کے الفاظ نکالتے ہیں یا گانا گاتے ہیں تو ہم اس سے خوش ہوتے ہیں بلکہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بچوں کو گالیاں دینے پر آمادہ کرتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں کہ دیکھو کس طرح گالی دے رہا ہے۔ (معاذ اللہ) یاد رکھیں! بچے نازک پودے کی طرح ہوتے ہیں کہ بچپن ہی میں ان کی جیسی تربیت کر دی جائے اخیر عمر تک ان میں وہ عادتیں موجود رہتی ہیں جس طرح ایک نازک پودا ہوتا ہے کہ شروع ہی میں اسے سیدھا کر دیا جائے تو جب وہ تناور درخت بنتا ہے تو سیدھا رہتا ہے ورنہ ٹیڑھا کا ٹیڑھا۔ اس لیے ہمیں اپنے بچوں کو بچپن ہی سے گفتگو کے آداب سکھانے چاہییے اور نازیبا کلمات نکالنے سے روکنا چاہیے۔

ضرورت بھر بات

بات چیت بس ضرورت بھر کرنی چاہیے کیوں کہ بلاضرورت بولتے رہنے سے انسان کا وقار مجروح ہوتا ہے اور جو زیادہ باتونی ہوتا ہے اسے معاشرے میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہیں کم گو انسان باوقار اور باعزت رہتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی گفتگو کے آداب میں سے ہے کہ گفتگو سلیقے اور اطمینان سے کی جائے، جلد بازی اور تیزی کے ساتھ نہ کی جائے کہ اس سے آدمی کی وقعت جاتی رہتی ہے۔

باتوں میں الجھنے اور بلاضرورت بحث وتکرار سے بھی گریز کرنا چاہیے کیوں کہ اس سے جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے اور یہ وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ دو لوگ آپس میں بات کر رہے ہوں تو اجازت کے بغیر ان کی گفتگو میں دخل اندازی بھی عزت خراب کرنے والا عمل ہے۔

ہنسی مذاق سے احتراز

مختصر ہنسی مذاق کی اسلام میں اگرچہ تھوڑی سی گنجائش ہے مگر پھر بھی اس سے احتراز بہتر ہے کہ وہی ہلکا پھلکا مذاق بسا اوقات آگے بڑھ کر جھگڑا لڑائی کا باعث بن جاتا ہے۔ سخت قسم کے مذاق جن میں کسی کی دل آزاری ہو ان کی شریعت میں کسی طور پر اجازت نہیں ہے۔ مذاق سے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت پیدا ہوتی ہے جس کی بنیاد پر مذاق کرنے والے کی وقعت کم ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔

رضائے الٰہی کا لحاظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے جسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے جس کی اسے پروا نہیں ہوتی لیکن وہ اسے جہنم میں لے جاتا ہے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۱۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بات چیت اور گفتگو کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ بات کرتے ہوئے رضائے الٰہی کو مدنظر رکھیں کیوں کہ جس گفتگو میں اللہ کی رضا شامل ہو وہ سراسر نیکی ہے جس کا بے پناہ اجر ملے گا۔ اس روایت میں آپ نے دیکھا کہ کبھی کبھی انسان انجانے میں بھی ایسی بات کہہ گزرتا ہے جو رضائے الٰہی کی باعث ہوتی ہے اور اس کی بنیاد پر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی انسان انجانے میں یا ہنسی مذاق میں ایسی باتیں کہہ گزرتا ہے جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضی ہوتی ہے اور وہ بات اسے جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ ہمارے درمیان ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا، کسی کو بے وقوف بنانا اور کسی کی دل آزاری کرنا عام ہے جب کہ یہ

اعمال اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والے ہیں۔

مختصر گفتگو

حضرت ابو ظَبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑا ہوا اور بڑی لمبی گفتگو کی جس پر آپ نے فرمایا: اگر یہ میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَقَدْ رَاَیْتُ، اَوْ اُمِرْتُ، اَنْ اَتَجَوَّزَ فِی الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ ھُوَ خَیْرٌ۔

ترجمہ: مجھے مناسب نظر آیا یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مختصر گفتگو کیا کروں کیوں کہ مختصر کلام ہی بہتر ہے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں گفتگو مختصر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیوں کہ مختصر گفتگو سے مقصد فوراً واضح ہو جاتا ہے اور سننے والے کی طبیعت پر گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ علما فرماتے ہیں: خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ وَ لَمْ یَمُلَّ۔ (ترجمہ: سب سے بہتر گفتگو وہ ہے جس کے الفاظ کم ہوں، مقصد واضح ہو اور سننے والا اسے سن کر اکتاہٹ میں نہ پڑے۔) اس لیے گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال کرنا چاہیے کہ بہت مختصر الفاظ میں گفتگو سمٹ جائے۔

تکلیف دہ گفتگو سے ممانعت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَ لَا اللَّعَّانِ وَ لَا الْفَاحِشِ وَ لَا الْبَذِیْءِ۔

ترجمہ: مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، فحش باتیں کرنے والا اور بے

غیرت نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بات چیت کرتے ہوئے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کے دل کو تکلیف پہنچانے والی بات زبان سے نہ نکلے۔ آج ہمارے معاشرے میں طعنہ زنی اور فحش کلامی بالکل عام ہو گئی ہے اور خاص طور سے عورتوں میں طعنہ زنی کی عادت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ یاد رکھیں! مومن کی یہ پہچان ہے کہ وہ اپنی زبان کو کسی کی دل آزاری کرنے والی گفتگو سے محفوظ رکھتا ہے اس لیے ہمیں لازماً لعن طعن، بدکلامی اور ہر اس بات سے اپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہیے جس سے کسی مومن کی دل آزاری ہوتی ہو۔

حضور کے کرم سے دور

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَ اَقْرَبَکُمْ مِنِّی اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا وَ اِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَ اَبْعَدَکُمْ مِنِّی مَسَاوِیکُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْھِقُوْنَ۔

ترجمہ: قیامت کے دن تم میں سے میرا سب سے پیارا اور مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں اور میرا ناپسندیدہ اور مجھ سے بہت دور وہ ہوگا جس کے اخلاق برے ہوں یعنی بہت بولنے والے، منہ پھٹ اور گپیں ہانکنے والے۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ ہفتم، ص:۴۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جنھیں ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتے رہنے کی عادت ہوتی ہے، کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جنھیں اپنی زبان پر بالکل کنٹرول نہیں ہوتا بس جو دل

میں آیا اسے اپنی زبان سے بیان کر دیا، نہ بولنے سے پہلے سوچتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور نہ ہی اس کے انجام کی فکر کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کی گپیں ہانکنے کی عادت ہوتی ہے اور بڑی بڑی باتیں کرنے میں اپنے لیے فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا والوں کی نظر میں بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور قیامت کے دن تو ان کے لیے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وعید فرمائی کہ وہ لوگ آپ کی نظرِ رحمت سے کوسوں دور رہیں گے۔ اس لیے ہمیں مذکورہ تینوں باتوں سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ ہم قیامت کے دن حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت سے دور نہ ہوں۔

لطیفہ بازی کی مذمّت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهَا اَهْلَ الْمَجْلِسِ يَهْوِىْ بِهَا اَبْعَدَ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَزِلُّ عَلٰى لِسَانِهٖ اَشَدَّ مَا يَزِلُّ عَلٰى قَدَمَيْهِ۔

ترجمہ: جو بندہ محض اس لیے کچھ کلمات کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس بنا پر دوزخ کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان وزمین کے درمیان فاصلے سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ قدم کی لغزش سے کہیں زیادہ ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ ششم، ص:۴۷۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! لطیفے بیان کر کے ہنسنا ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی عام بیماری ہے۔ چوں کہ اس میں مبالغہ اور جھوٹ کی کثرت ہوتی ہے اس لیے اسلام نے اس سے بھی منع فرمایا ہے اور اس پر یہ وعید ہے کہ لطیفے

بیان کرنے والا جہنم کے گڈھے میں بالکل نیچے دھنسا دیا جائے گا۔ لطیفے بیان کرنے سے اگر چہ چند لمحوں کا مزا اور کچھ دل کو فرحت مل جاتی ہے لیکن جب اس پر اتنی وعید ہے تو ہمیں ضرور اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

• • •

بچوں کے ساتھ شفقت

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ بچوں کا دل کمزور ہوتا ہے اور حد سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ ان کی زندگی پر بُرے اثرات مرتب کرتے ہیں اس لیے اسلام نے جہاں بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے انھیں کبھی کبھی مناسب سزا دینے کی اجازت دی ہے وہیں ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاو رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

دُرُشتی و نرمی بہم در بہ اَست

چوں فاصِد کہ جرّاح و مرہم نِہ اَست

ترجمہ: سختی اور نرمی کا امتزاج ہوتو بہتر ہے جیسے کہ فصد کھولنے والا کہ وہ زخم کو چیرتا بھی ہے اور اس پر مرہم بھی رکھتا ہے۔

اسلام نے بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کا حکم دیا ہے، اس کی ترغیب دلائی ہے اور اس کے آداب بھی ہمیں سکھائے ہیں۔ چند رواتیں ملاحظہ فرمائیں۔

جہنم سے آزادی

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: میرے پاس ایک عورت سوال کرنے آئی جس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں، میرے پاس صرف ایک کھجور تھی جو میں نے اسے دے دی، اس نے اس کے دو ٹکڑے کر کے اپنی بچیوں کو دے دی اور اس نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ کچھ دیر بعد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی، میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا:

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: جس کسی کو لڑکیاں دے کر آزمایا گیا اور اُس نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو وہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہو جائیں گی۔

(صحیح بخاری، حصہ دوم، ص: ۱۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام طور پر لوگ لڑکیوں کو اپنے لیے زحمت سمجھتے ہیں اور جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے چہرے پر غم کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں لڑکیوں کا نکاح کرنا والدین کے لیے ایک بڑی مصیبت ہے۔ لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کے مطالبات والدین کی کمر توڑ کر رکھ دیتے ہیں اور لاکھوں روپے کے جہیز لینے کے بعد بھی لوگ اپنی بہوؤں کو گھروں کی نوکرانی کی منزل میں رکھتے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر لوگ لڑکیوں کو زحمت سمجھنے لگے ہیں۔ اسلام نے تو شادی کو اتنا آسان بنایا ہے کہ محض دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کے الفاظ نکاح کے لیے کافی ہوتے ہیں، جہیز کی رسم و رواج غیروں کی تقلید میں ہم نے بھی اپنا لیا ہے جس کا خمیازہ آج ہمارا پورا معاشرہ بھگت رہا ہے۔

حضور کے ساتھ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنَا وَ هُوَ وَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ.

ترجمہ: جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ آئے گا۔ آپ نے اپنی انگلیاں ملائیں کہ اس طرح۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص: ۲۰۲۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم میں سے اکثر لوگ

لڑکیوں کی پیدائش پر غمگین ہو جاتے ہیں اور ہمارے چہرے کا رنگ فق پڑ جاتا ہے جب کہ لڑکیاں گھر کی زینت اور گھر میں رونق اور برکت کا سبب ہیں اور ان کی اچھی پرورش کرنے والا قیامت کے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں قیامت میں آئے گا اور آپ سے اتنا قریب ہو کر آئے گا جیسے ایک انگلی دوسری انگلی سے قریب ہوتی ہے۔

وہ ہم میں سے نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَ یَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔

ترجمہ: جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے، بھلائی کا حکم نہ دے اور بُرائی سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۲۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ مذکورہ چاروں بُرائیوں میں سے کوئی بُرائی بھی اگر کسی شخص کے اندر پائی جا رہی ہے تو وہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے پر نہیں ہے۔ جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا یا بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا یا نیکیوں کا حکم نہیں دیتا یا بُرائیوں سے روکتا نہیں ہے وہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے محروم ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں یہ چاروں بُرائیاں بالکل عام ہیں۔ نہ ہم بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں، نہ چھوٹوں پر شفقت کرتے ہیں، نہ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور نہ ہی بُرائیوں سے روکتے ہیں بلکہ ہر کسی کا بُرائیوں کی طرف میلان بڑھتا جا رہا ہے۔ (العیاذ باللہ)

بچوں کو ایک نظر سے دیکھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْھَا وَ لَمْ یُھِنْھَا وَ لَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ۔

ترجمہ: جس کے پاس بیٹی ہو تو وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، اسے حقارت سے نہ دیکھے اور اپنے بیٹے کو اس پر فوقیت نہ دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۳۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام طور پر والدین کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ وہ بیٹیوں کے مقابلے میں بیٹوں کو زیادہ پیار دیتے ہیں اور بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ ہمارے پاک مذہب نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے اور ہمیں اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ ہم اپنی ساری اولاد کو ایک نظر سے دیکھیں چاہے لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمارا یہ عمل ہمیں جنت میں لے جانے کا سبب بنے گا۔

• • •

کسی کے گھر جانے کے آداب

ہمارے روزانہ کے معمولات میں سے یہ بھی ہے کہ ہم کسی نہ کسی کام سے کسی رشتے دار، دوست یا پڑوسی کے گھر جاتے ہیں۔ اسلام نے کسی کے گھر میں داخل ہونے کے بھی آداب مقرر کیے ہیں جن کی رعایت ہمارے لیے ضروری ہے۔ کسی کے گھر کا دروازہ کھلا بھی ہو تو اس میں اجازت کے بغیر داخل ہونا درست نہیں ہے اور بلا اجازت کسی کے گھر میں گھُس جانا اخلاقی ضابطے کے خلاف ہے۔

اجازت کے لیے سلام کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے حضرت عمر نے بلایا تھا کہ ان کے پاس جاؤں، میں ان کے دروازے پر حاضر ہوا اور تین مرتبہ سلام کیا، مجھے کسی نے جواب نہ دیا تو میں لوٹ آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: تمھیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟ میں عرض گزار ہوا کہ میں حاضر ہوا تھا اور دروازے پر تین دفعہ سلام کیا تھا لیکن جواب نہ ملا تو لوٹ آیا کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا:

اِذَا اسْتَأْذَنَ اَحَدُکُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ لَهٗ فَلْیَرْجِعْ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو لوٹ آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس پر گواہی پیش کرو ورنہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گواہی دی۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب کسی کے یہاں جانا ہو تو اس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے دروازے پر تین مرتبہ سلام کرنا چاہیے۔ اگر تین بار میں جواب نہ آئے تو واپس آ جانا چاہیے کیوں کہ اس سے زیادہ اجازت طلب کرنا گھر والوں کو پریشان کرنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت کسی ایسے کام میں مشغول ہوں جسے روکا نہیں جا سکتا۔ اگر تین بار اجازت مانگنے پر بھی اجازت نہ ملے تو بُرا نہیں ماننا چاہیے بلکہ بخوشی واپس لوٹ جانا چاہیے۔

پوچھنے پر نام بتانا چاہیے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ دَیْنٍ کَانَ عَلٰی اَبِیْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا. فَقَالَ: اَنَا اَنَا کَاَنَّهٗ کَرِهَهَا.

ترجمہ: میں اپنے والد ماجد کے قرض کے سلسلے میں نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں عرض گزار ہوا: میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: مَیں مَیں کیا؟ گویا آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔

(صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اجازت طلب کرنے پر اگر صاحبِ خانہ پوچھے کہ تم کون ہو تو نام بتانا چاہیے۔ بعض لوگ "کون ہے" کے جواب میں کہتے ہیں: میں ہوں۔ اس سے آنے والے کا پتہ نہیں چلتا اور صاحبِ خانہ کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اجازت طلب کرتے وقت جب کوئی پوچھے کہ تم کون ہو تو اس کے جواب میں نام بتانا چاہیے تا کہ صاحبِ خانہ پہچان لے اور اندر آنے کی اجازت دے دے۔

اجازت طلب کرنے کا طریقہ

حضرت کَلَدہ بن حَنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: حضرت صَفوان بن اُمیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ہاتھ سے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑیاں بھیجیں، اس وقت آپ وادی کے بالائی حصے میں تھے۔ میں اندر داخل ہوا تو نہ سلام کیا اور نہ ہی اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَ اَدْخُلُ؟

ترجمہ: لوٹ جاؤ اور کہو ''السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں''۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان کو ہر چیز سکھایا کرتے تھے، آپ نے گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اجازت لینے کا طریقہ بھی سکھایا کہ سلام کرکے صاحبِ خانہ سے یہ پوچھا جائے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو بھی ابتدا ہی سے کسی کے گھر جانے اور اجازت لینے کے آداب سکھائیں۔

دروازے سے کچھ ہٹ کر

حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَتٰى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَ لٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ ذٰلِكَ اَنَّ الدُّوْرَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ سُتُوْرٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے بالکل سامنے نہ کھڑے ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں تشریف فرما رہتے

اور فرماتے: السلام علیکم السلام علیکم۔ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ ان دنوں گھروں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۴۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج کے زمانے میں عموماً گھروں کے دروازوں پر پردے ہوتے ہیں یا لوگ اپنے دروازے بند رکھتے ہیں مگر پھر بھی سنت کی ادائیگی کی نیت سے ہمیں چاہیے کہ جب کسی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائیں یا ڈور بیل (Doorbell) بجائیں تو دروازے کے ایک جانب کھڑے ہوں کہ یہ کسی کے گھر جانے اور اجازت لینے کے آداب میں سے ہے۔

یہ بھی اجازت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَهٗ اِذْنٌ.

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ بلانے والے کے ساتھ آئے تو یہی اس کی اجازت ہے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ چہارم، ص:۳۴۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس کے گھر جانا ہے اگر وہ خود بُلانے آ گیا یا جاتے ہوئے راستے میں مل گیا پھر اس کے ساتھ اس کے گھر تک گئے تو اب یہی اجازت کے قائم مقام ہے، دوبارہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اجازت مت دو

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَاْذَنُوْا لِمَنْ لَمْ يَبْدَاْ بِالسَّلَامِ. ترجمہ: جو اجازت لینے سے پہلے سلام نہ

کرے اسے اجازت نہ دو۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ یازدہم، ص:۲۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام نے ملاقات کے آداب میں سلام کو بڑی اہمیت دی ہے اس لیے جب کوئی شخص کسی کے گھر جائے تو اسے اندر داخل ہونے کے لیے اجازت لینے کی خاطر سلام کرنا چاہیے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ آپ نے حکم فرمایا کہ اگر کوئی شخص اجازت طلب کرنے کے لیے سلام نہ کرے تو اسے اجازت ہی نہ دی جائے۔

جھانکنے کی ممانعت

حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ کے سوراخ سے ایک شخص نے جھانکا، اُس وقت آپ لوہے کی کنگھی سے سرِ مبارک کھُجا رہے تھے، آپ نے فرمایا:

لَوْ عَلِمْتُ اَنَّکَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِی عَیْنِکَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ.

ترجمہ: اگر میری توجہ اس طرف ہوتی کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس لوہے کی کنگھی کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ نظر سے بچاؤ کے لیے ہی تو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانۂ اقدس میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آپ کے گھر میں جھانکا۔ آپ نے نیزے کی نوک اس کی طرف کی، چناں چہ وہ پیچھے ہٹ گیا۔

(سنن ترمذی حصہ پنجم، ص:۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کسی کے گھر میں جھانکنا

سخت ممنوع ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حرکت سے ناراضی کا اظہار فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی کے گھر جائے اور اجازت کے بغیر اس کے گھر کے اندر جھانکے۔ گھر والے اپنے گھر میں بے تکلف رہتے ہیں اس لیے حکم یہ ہے کہ اگر کسی کے گھر جانے کا ارادہ ہو تو دروازے پر پہنچ کر اس سے اجازت لی جائے تا کہ گھر میں موجود لوگ سنبھل جائیں۔ باہر سے کسی کے گھر کے اندر جھانکنے میں گھر والوں کو تکلیف ہوگی اس لیے اس سے منع فرمایا گیا۔

• • •

مریضوں کی عیادت

بیمار آدمی کا حال اور طبیعت کی کیفیت دریافت کرنے کو عیادت کہتے ہیں۔ یہ بڑا اہم اخلاقی فریضہ ہے۔ جب کوئی رشتے دار، عزیز، دوست، پڑوسی یا کوئی اور تعلق والا بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لیے ضرور جانا چاہیے۔ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ جس مریض کا کوئی عزیز یا رشتے دار نہ ہو اس کی عیادت تو فرضِ کفایہ ہے۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذاتِ خود بیماروں کی عیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے، اس کے لیے دعائیہ کلمات استعمال فرماتے اور اسے تسلی دیتے۔ بیماروں کی عیادت کے تعلق سے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں جن میں آپ نے عیادت کی اہمیت اور فضیلت کے پیشِ نظر اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

عیادت کا حکم

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَطۡعِمُوا الۡجَائِعَ وَ عُودُوا الۡمَرِیضَ وَ فُکُّوا الۡعَانِیَ.

ترجمہ: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو قید سے چھڑاؤ۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص: ۶۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مریضوں کی عیادت کا حکم فرمایا ہے کیوں کہ بیمار کی عیادت سے عام طور پر اسے کچھ تسلی ملتی ہے جس سے اس کی طبیعت کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور یہی تقویت اس کے مرض کے ازالے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے

آپسی میل محبت اور ہمدردی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کی تاکید فرمائی ہے۔

اس حدیث میں جن تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے وہ واجب کفایہ ہیں یعنی ایک شخص بھی ان پر عمل کر لے تو سب کے ذمے سے ساقط ہو جائیں گے اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو سب کے سب گنہ گار رہوں گے۔

بیمار کے لیے دعا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب کوئی بیمار کی عیادت کے لیے جائے تو یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اشۡفِ عَبۡدَکَ یَنۡکَأُ لَکَ عَدُوًّا اَوۡ یَمۡشِی لَکَ اِلٰی صَلٰوۃٍ.

ترجمہ: اے اللہ! اپنے بندے کو شفا عطا فرما تا کہ یہ تیرے دشمنوں کو سزا دے یا تیری خوشنودی کے لیے نماز پڑھنے جائے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ سوم، ص: ۱۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو یہ دعا پڑھیں کہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے اور ان شاء اللہ اس کے پڑھنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ مریض اور عیادت کرنے والے دونوں پر اپنا فضل فرمائے گا۔

عیادت کا ثمرہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنۡ عَادَ مَرِیۡضًا نَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ طِبۡتَ وَ طَابَ مَمۡشَاکَ وَتَبَوَّأۡتَ مِنَ الۡجَنَّۃِ مَنۡزِلًا.

ترجمہ: جب کوئی شخص مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو ایک غیبی منادی ندا کرتا ہے: تو نے بہت اچھا کام کیا، تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت میں ایک بڑا مقام حاصل کرلیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۴۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مریض کی عیادت کا ثمرہ جنت میں درجات کی بلندی ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔ مریض کی عیادت میں رضائے الٰہی کو مدِّ نظر رکھنا چاہیے اور مریض کے لیے دلی ہمدردی بھی رکھنا ضروری ہے یعنی دنیوی غرض کے لیے عیادت کے لیے نہیں جانا چاہیے کہ اس سے عیادت کا اجر ضائع ہونے کا ڈر ہے۔

عیادت کا اجر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَ اِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَ كَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ: جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ مقرر کیا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۲۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کا عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہے کہ عیادت

کرنے والے کے لیے ایک یا دو نہیں بلکہ ستّر ہزار فرشتے کامیابی کی دعا کرتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ہر عیادت کے بدلے اسے جنت میں ایک باغ دیا جائے گا۔

عیادت کی اہمیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں سے فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا خداوندا! تو تو ربّ العالمین ہے میں تیری کس طرح عیادت کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۹۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ رب العزت جسم و جسمانیت سے پاک ہے۔ اسی طرح وہ بیمار ہونے سے بھی پاک ہے۔ اس حدیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ سے قریب کرنے والے اعمال میں سے ایک عمل ’’عیادت‘‘ بھی ہے۔ گویا عیادت کرنے والا قربِ خداوندی کی دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ہمارے متعلقین میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو ہمیں اس کی عیادت کر کے اس شرف سے مشرف ہونا چاہیے۔

عیادت کرنے والے پر رحمت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَّمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا.

ترجمہ: جو شخص مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے وہ رحمت کی تلاش میں رہتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ دریائے رحمت میں غوطہ لگاتا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۲۲، ص:۱۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کرنے والے پر اللہ کی رحمت کے اظہار کی یوں وضاحت فرمائی کہ جب کوئی شخص کسی مریض کی خبر گیری کے لیے جاتا ہے تو گویا وہ رحمتِ الٰہی کی تلاش میں نکل پڑا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت کا اس قدر نزول ہوتا ہے کہ وہ اس میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔

جہنم سے دوری کا باعث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمِ مُحْتَسِباً بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سِتِّيْنَ خَرِيْفاً.

ترجمہ: جس نے وضو کی اور اجر و ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی اسے ساٹھ سال کے سفر کے برابر جہنم سے دور کر دیا جائے گا۔ (سنن ابو داؤد، حصہ اول، ص:۴۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ کسی کی عیادت کے لیے جانا ہو تو بہتر یہ ہے کہ جانے سے پہلے اچھی طرح وضو کر لیا جائے ایسا کرنے والا رحمتِ الٰہی کا اس قدر حق دار ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے اسے جہنم سے اسی سال کے پیدل سفر کی دوری پر کر دیتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ نیت محض رضائے الٰہی کے حصول کی ہونی چاہیے۔

ہمدردی کا اظہار

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمّ سائب کے یہاں تشریف لے گئے، آپ نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے کہ تم کپکپا رہی ہو؟ کہنے لگیں: بخار کی وجہ سے، اللہ اس کو برکت نہ دے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

لَا تَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِى اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

ترجمہ: بخار کو بُرا نہ کہو کیوں کہ وہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۱۹۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیادت کے وقت مریض اور اس کے گھر والوں سے ہمدردی کا اظہار کرنا سنت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو ان کا تعاون کرنا چاہیے۔ اگر کسی اچھے ڈاکٹر یا اس مرض کے اسپیشلسٹ (Specialist) کسی ڈاکٹر کے بارے میں معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ فلاں ڈاکٹر کے یہاں اس کا واجبی قیمت میں اچھا علاج ہو جاتا ہے تو اس کے پاس لے جانے کا مشورہ دینا یا خود لے جانا یا دوا وغیرہ بذاتِ خود خرید کر لا دینا چاہیے۔ اگر مریض کو مالی امداد کی ضرورت ہو تو اپنی طرف سے کر دینا یا کسی سے کرا دینا یہ سب اظہارِ ہمدردی کے ذرائع ہیں۔

خواہش پوری کرنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لیے گئے۔ عیادت کے دوران آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہے؟ اس نے کہا: گیہوں کی روٹی کھانے کو دل چاہتا ہے۔ یہ سن کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے گھر

گیہوں کی روٹی پکی ہو وہ اپنے بھائی کے لیے بھیج دے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا:

اِذَا اشْتَھٰی مَرِیْضُ اَحَدِکُمْ شَیْئًا فَلْیُطْعِمْهُ.

ترجمہ: جب تمھارا کوئی مریض کچھ کھانے کی خواہش کرے تو کھلانا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۴۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کبھی کبھی قدرتی طور پر مریض کے دل میں کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہوتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت کرنے والے کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ جب کوئی شخص عیادت کرنے جائے تو مریض کا حال دریافت کرتے ہوئے اس سے یہ بھی پوچھے کہ کیا کوئی خاص چیز کھانے کو اس کا دل چاہ رہا ہے؟ اگر وہ اپنی خواہش کا اظہار کرے تو پھر خود یا اس کے متعلقین کو وہ چیز مہیا کرنے کی ترغیب دے۔ یوں ایک طرح سے مریض کی دل جوئی ہوتی ہے جس سے مریض کو خوشی محسوس ہوتی ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند ہے۔

عیادت کا طریقہ

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِی الْاَجَلِ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَ هُوَ یَطِیْبُ بِنَفْسِ الْمَرِیْضِ.

ترجمہ: جب تم مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس کی زندگی سے غموں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے تقدیر تو نہیں بدلے گی لیکن بیمار کو مسرّت ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۴۶۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب عیادت کے لیے

کسی کے گھر یا ہسپتال میں جائیں تو ان باتوں پر عمل کریں:

☆ اِدھر اُدھر نہ دیکھیں۔

☆ آہستہ آہستہ درود شریف پڑھ کر بات چیت کا آغاز کریں۔

☆ مریض اور اس کے گھر والوں کو ہر طرح سے تسلی دیں کہ ان شاء اللہ جلد شفا ہوگی، اس بیماری کی تکلیف سے گناہوں کا ازالہ ہوگا اور درجات بلند ہوں گے۔

☆ بیمار یا اس کے گھر والوں کے سامنے ناامید کرنے والی کوئی بات نہ کریں۔

☆ اگر عیادت کرنے والے کے تعلقات بیمار سے اچھے نہ بھی ہوں تب بھی ایسے وقت میں ہر لحاظ سے ہمدردی دکھانی چاہیے۔

☆ اگر عیادت کے وقت مریض جواب میں کوئی بُری بات کہہ دے تو دل پر اس کا ملال نہیں لانا چاہیے۔

مریض کے لیے دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: جب ہم میں کوئی مرض کی شکایت کرتا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی پیشانی پر داہنا دست مبارک رکھ کر یہ دعا دیتے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَآءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا.

ترجمہ: اے انسانوں کے رب! بیماری دور فرما دے اور شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے اور تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا جس کے بعد بیماری نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۵۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مریض کے پاس جا کر

اس کا حال پوچھنا اور اس کے لیے صحت کی دعا کرنا سنت ہے۔ عیادت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ کسی مریض کے پاس جاتے تو اس سے پوچھتے طبیعت کیسی ہے؟ پھر اسے تسلی دیتے اور فرماتے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں، خدا نے چاہا تو یہ مرض جاتا رہے گا کیوں کہ یہ مرض گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ صبر سے کام لینے کی تلقین فرماتے، درد اور تکلیف کی جگہ پر ہاتھ پھیرتے اور اللہ کے حضور دعا فرماتے کہ اسے شفا عطا فرما۔

دعائے شفا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعائیہ کلمات کہتا ہے: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ. (ترجمہ: میں عرشِ عظیم کے رب عظمت والے اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا عطا فرمائے۔) تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے شفا عطا کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۱۸۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ کر سات مرتبہ یہ دعا پڑھنا سنت ہے اور اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ مریض کی صحت یابی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنا دیتا ہے بشرطے کہ اس کی موت کا وقت نہ آ گیا ہو۔

شور مچانے کی ممانعت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ وَ قِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَ اخْتِلَافُهُمْ

قُوْمُوْا عَنِّيْ.

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ عیادت کے وقت بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے اور شور نہ کرے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت کے دوران جب صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے شور بڑھا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

(مشکوۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۴۹۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عیادت کے وقت مریض کے پاس شور وغوغا کرنا خلافِ سُنّت ہے۔ عموماً عورتوں میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ جب وہ کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتی ہیں تو اس کے پاس بیٹھ کر بھی آپس میں دنیا بھر کی باتیں کرنے لگتی ہیں جو کہ مریض کے لیے اُکتاہٹ اور ضرر کا باعث ہوتا ہے۔ مریض کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنا بھی نہیں چاہیے کہ یہ بھی اس کے لیے اُکتاہٹ کا باعث بنے گا بلکہ اسے آرام کرنے دینا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی مریض آپ کا بے تکلف دوست یا عزیز ہے اور وہ خود آپ کو دیر تک بٹھائے رکھنے کا خواہش مند ہے تو اس کے جذبات کی قدر کریں اور اس وقت تک بیٹھیں جب تک اس کا دل چاہے۔

مریض کی دعا مقبول

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ اَنْ يَّدْعُوَ لَكَ فَاِنَّ دُعَائَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلٰٓئِكَةِ.

ترجمہ: جب تم مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے اپنے لیے دعا کی گزارش کیا کرو کیوں کہ مریض کی دعا قبولیت میں ملائکہ کی دعا جیسی ہوتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۴۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مریض کی عیادت کے وقت مریض سے اپنے لیے دعا کروانا بھی سنت ہے کیوں کہ بیماری کے ایام میں مریض کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ بیماری کے وقت بیمار کی بہت سی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کی دعا میں قبولیت کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جب مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو اس سے یہ بات بتا کر اس سے اپنے لیے دعا کی گزارش کیا کریں۔ لیکن اگر بیماری بہت زیادہ سخت ہو اور وہ اضطرابی کیفیت میں ہو تو پھر نہیں کہنا چاہیے۔

● ● ●

ضیافت کی سنتیں

ضیافت کا مطلب ہوتا ہے مہمان نوازی۔ یہ اچھے اخلاق کا ایک اہم جُز ہے، اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا اہم درجہ ہے اور اس نے مہمان نوازی کو اس قدر پسند فرمایا ہے کہ مہمان نوازی کرنے والوں کو اپنا دوست قرار دیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کے بہت فضائل مروی ہیں۔

ضیافت کی ترغیب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا قصہ بیان فرما کر مہمان نوازی کی ترغیب دی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ، اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا، قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ. (سورۂ ذاریات، آیت: ۲۴-۲۸)

ترجمہ: اے محبوب! کیا تمھارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ جب وہ اس کے پاس آ کر بولے سلام، کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا، کہا کیا تم کھاتے نہیں؟ تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا۔ وہ بولے ڈریے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

مہمان نوازی کا وصف اگرچہ اہل عرب میں اسلام سے پہلے بھی موجود تھا اور عرب میں مہمان کی ہر لحاظ سے خدمت کرنا اخلاقی فریضہ سمجھا جاتا تھا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اہمیت اور بڑھا دی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا

کہ وہ مہمان نوازی میں کسی قسم کی کسر نہ چھوڑیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی بڑے مہمان نواز تھے، مہمانوں کو خدا کی رحمت سمجھتے تھے اور کوئی مہمان بن کر آتا تو خود اس کی میز بانی فرماتے۔

عزت واحترام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ.

ترجمہ: جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۱۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایمان کا تقاضا ہے کہ مہمان کی عزت کی جائے، اس کے آنے پر خوشی اور محبت کا اظہار کیا جائے، فراخ دلی سے اس کا استقبال کیا جائے اور تنگ دلی اور بے رُخی کا اظہار نہ کیا جائے۔

خیر و عافیت دریافت کرنا

مہمان سے ملاقات پر اس سے سلام دعا کر کے اس کی خیر و عافیت دریافت کریں۔ اس کے گھر والوں اور اس کے قریب میں رہنے والے رشتے داروں کی خیریت پوچھیں۔ اس کے اہل و عیال، بہن بھائی اور والدین کے بارے میں معلوم کریں کہ ان کا کیا حال ہے۔ کاروبار یا ذریعۂ معاش کے بارے میں پوچھیں۔ ان تمام باتوں پر تبادلۂ خیال کرنے سے مہمان آپ کو اپنا ہمدرد محسوس کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقۂ کار تھا کہ جب کوئی آپ کی خدمت میں آتا تو آپ اس کی خیر و عافیت دریافت فرماتے، اس کے بعد آپ کے گھر جو کچھ ہوتا وہ اس مہمان کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

مہمان کے لیے انتظام

حضرت ابو شُریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ، جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَ لَيْلَةٌ وَ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ، فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَ لَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ.

ترجمہ: جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ ایک دن رات پُر تکلف دعوت ہے، تین دن ضیافت ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ صدقہ ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ کسی کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ تنگ آ جائے۔

(سنن ابو داؤد، حصہ سوم، ص:۳۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مہمان کے آنے پر اسے بنیادی سہولتیں مہیا کریں۔ اگر اسے رفعِ حاجت کی ضرورت ہو تو جگہ بتائیں۔ اس کے ہاتھ منہ دھونے کا بندوبست کریں۔ اگر مہمان غسل کرنا چاہتا ہے تو اس کے غسل کا انتظام کریں۔ جس کمرے میں اسے ٹھہرانے کا ارادہ ہو اسے بتا دیں۔ کھانے کا وقت نہ بھی ہو تب بھی دریافت کریں کہ کھانے کی ضرورت ہے؟ اگر ضرورت ہے تو فوراً کھانے کا انتظام کریں۔ اگر مہمان تھکا ماندہ ہے اور آرام کرنا چاہتا ہے تو آرام کا موقع دیں۔ اگر وہ بات چیت کرنا چاہے تو اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں تا کہ وہ خلوت اور پریشانی محسوس نہ کرے۔ مہمان اگر گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو اس کے پاس مصلّٰی لا کر رکھ دیں اور اگر مسجد میں جانا چاہے تو اسے مسجد کا راستہ بتا دیں۔ قبلے کا رُخ بھی بتا دیں تا کہ وہ صحیح سمت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکے۔

کھانے کا انتظام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کر کے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دھیمی آواز میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنائی نہ دے یہاں تک کہ آپ نے تین دفعہ سلام کیا اور حضرت سعد نے تینوں دفعہ دھیمی آواز میں جواب دیا کہ آپ نہ سنیں۔ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس لوٹنے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے ہو لیے، عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، جتنی دفعہ بھی آپ نے سلام کیا میرے کانوں نے سنا اور میں نے آپ کو جواب بھی دیا لیکن ایسا کہ آپ نہ سنیں تاکہ آپ کئی مرتبہ ہم پر سلامتی اور برکت بھیجیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے، انھوں نے آپ کی بارگاہ میں کشمش پیش کی۔ آپ نے انھیں تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا:

أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ.

ترجمہ: تمھارا کھانا نیک بندوں نے کھایا، فرشتوں نے تمھارے لیے دعاے رحمت کی اور تمھارے پاس روزے داروں نے افطار کیا۔ (شرح السنۃ للبغوی، حصہ دوازدہم، ص: ۲۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مہمان نوازی میں تکلف سے گریز کرنا چاہیے اور سادہ طریقے سے اپنی حیثیت کے مطابق انتظام کرنا چاہیے۔ تکلف کا مطلب یہ ہے کہ مہمان کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایسا کھانا کھلانا جو وہ خود نہ کھا سکتا ہو۔ موقع سے جو میسر ہو اس سے مہمان نوازی کر دینی چاہیے اور مہمان کو بھی چاہیے کہ جو اسے میسر آ

جائے خوش دلی سے کھالے۔

مہمان اللہ کی رحمت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْخَيْرُ اَسْرَعُ اِلَى الْبَيْتِ الَّذِي يُؤْكَلُ فِيْهِ، مِنَ الشَّفْرَةِ اِلٰى سَنَامِ الْبَعِيْرِ.

جس گھر میں کھانا کھلایا جائے بھلائی اس کی طرف کوہان کی طرف جانے والی چھری سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص: ۱۱۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مہمان کو خوش دلی کے ساتھ کھلانا چاہیے کہ گھر پر مہمان کا آنا اللہ کی رحمت کا آنا ہے۔ لہٰذا اسے کھانا کھلانے یا اس کی خدمت کرنے میں تنگ دلی کا ثبوت نہیں دینا چاہیے۔ مہمان خیر و برکت کا ذریعہ بنتا ہے کیوں کہ جس گھر میں مہمان کو کھانا کھلایا جائے اللہ کی رحمت وہاں جھما جھم برستی ہے۔ جس خدا نے مہمان کو بھیجا اسی نے اس کا رزق بھی بھیجا ہے، وہ ہمارے دسترخوان پر اپنے نصیب کا کھاتا ہے۔ مہمان کا آنا عزت میں اضافے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔

فرمائش کا خیال

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھے گا، اس کے دس لاکھ گناہ معاف کر دے گا، اس کے ایک ہزار درجات بلند کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں جنتِ فردوس، جنتِ عدن اور جنتِ خلد سے کھانا عطا فرمائے گا۔ (قوت القلوب، حصہ دوم، ص: ۳۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کھانا تیار کرانے سے

پہلے مہمان سے اس کی پسندیدہ چیز کے بارے میں پوچھ لینا بہتر ہے کیوں کہ بعض لوگوں کو کسی نہ کسی چیز کا پرہیز ہوتا ہے۔ایسی صورت میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مہمان کے ساتھ مل کر کھانا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوا جَمِيْعًا وَ لَا تَفَرَّقُوْا فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ.

ترجمہ: مل کر کھایا کرو، الگ الگ نہ کھاؤ کیوں کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص: ۱۰۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مہمان نوازی کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا مہمان کے ساتھ مل کر کھائیں کیوں کہ اس سے مہمان کی دل جوئی ہوگی۔ اگر مہمان زیادہ ہوں اور آپ بذاتِ خود میزبانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہوں تو پھر بے شک کھانا نہ کھائیں بلکہ ان کی خدمت میں توجہ دیں تاکہ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ بعض مال دار لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر ان کے گھر کوئی غریب مہمان آجائے تو اس کے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے کیوں کہ ایسا کرنا وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، یہ حرکت قطعًا اچھی نہیں ہے۔

مہمان کے ساتھ اچھا سلوک

حضرت ابو الاحوص جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا: میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ میں کسی شخص کا مہمان بنوں اور وہ میری مہمانی اور ضیافت نہ کرے تو کیا جب وہ میرا مہمان بنے تو میں اس کی مہمان نوازی کروں یا بدلہ لوں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا: اس کی بھی مہمان نوازی کرو۔ (سنن ترمذی، حصہ دوم، ص: ۱۲۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہمارا یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہم اسی کی خاطر تواضع کرتے ہیں جو ہماری خاطر تواضع کرے اور اگر کسی سے مہمان نوازی میں غلطی سے بھی کوئی کمی رہ گئی تو ہم اس سے بدلہ لینے کا مزاج بنا لیتے ہیں جب کہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ مہمان نوازی میں صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضامندی پیشِ نظر رکھی جائے اور اسی کی رضا کی خاطر مہمان نوازی کی جائے۔ ایسے میں اس مہمان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے اور اس کی بھی مہمان نوازی کرنے کا حکم ہے جس کے یہاں مہمان ہونے پر اس نے ہماری خاطر تواضع نہیں کی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اگر ہم اس کی بے مروتی کا بدلہ اچھے اخلاق اور اچھے سلوک کی صورت میں دیں تو اس کی اصلاح ہوجائے۔

اپنی ذات پر ترجیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا: حضور! میں بھوک سے بے تاب ہوں۔ آپ نے اپنی ایک بیوی کے یہاں کسی کو بھیج کر کہلوایا کہ کھانے کے لیے جو کچھ موجود ہو، بھیج دو۔ جواب آیا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، یہاں تو پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ نے دوسری بیوی کے یہاں کہلوایا، وہاں سے بھی یہی جواب آیا۔ یہاں تک کہ آپ نے ایک ایک کرکے سب بیویوں کے یہاں کہلوایا اور سب کے یہاں سے اسی طرح کا جواب آیا۔ اب آپ اپنے صحابیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آج رات کے لیے اس مہمان کو کون قبول کرتا ہے؟ ایک انصاری صحابی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں قبول کرتا ہوں۔

انصاری صحابی مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور گھر جا کر بیوی کو بتایا کہ میرے ساتھ

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، ان کی خاطر داری کرو۔ بیوی نے کہا: میرے پاس تو صرف بچوں بھر کا کھانا ہے۔ صحابی نے کہا: بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھو تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا اور کھانے پر مہمان کے ساتھ بیٹھ جانا تاکہ یہ محسوس ہو کہ ہم بھی کھانے میں شریک ہیں۔ اس طرح مہمان نے تو پیٹ بھر کر کھایا اور گھر والوں نے ساری رات فاقے سے گزاری۔ جب یہ صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: تم دونوں نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا وہ خدا کو بہت ہی پسند آیا۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص: ۱۶۲۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مہمان نوازی میں مہمان کو اپنی ذات پر ترجیح دینی چاہیے۔ کھانے پینے کی چیزیں اگر کم ہوں تو خود صبر کر کے مہمان کو کھلا دینا چاہیے۔ اس ایثار پر اللہ تبارک وتعالیٰ راضی ہوگا۔

مہمان کی رخصتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهٖ اِلٰى بَابِ الدَّارِ.

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص: ۱۱۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں مہمان کو رخصت کرنے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی کے گھر سے مہمان رخصت ہونے لگیں تو اسے چاہیے کہ ان کے ساتھ چل کر گھر کے دروازے تک جائے۔ یہ ان کے

ساتھ محبت کے اظہار کا ذریعہ ہوگا اور اس سے مہمان کو یہ محسوس ہوگا کہ صاحبِ خانہ کو ان کے ساتھ دلی لگاؤ ہے۔ بہتر ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے استطاعت دی ہے تو مہمان کو رخصت کرتے وقت اسے کرائے کے لیے کچھ پیسے اور راستے کی خوراک بھی دے دی جائے اور اگر کوئی مہمان بہت غریب ہے تو اسے تو ضرور دینا چاہیے۔

مہمان کی موجودگی میں اگر گھر والوں سے کسی قسم کی کوئی غلطی یا لغزش ہو جائے تو گھر والوں کو مہمان کے سامنے ڈانٹ پھٹکار نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے مہمان کے دل میں بُرے خیالات گزریں گے۔

مہمان بننے کے آداب

☆ جس کے یہاں مہمان بن کر جانا ہو اپنی حیثیت کے مطابق اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کچھ تحفے لے کر جانا چاہیے۔

☆ کسی کی مہمانی میں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ ہاں اگر ایسے حالات ہیں کہ رُکنا ضروری ہے یا میزبان خود رُکنے پر اصرار کر رہا ہے تو رُکنے میں حرج نہیں۔

☆ میزبان کی مصروفیات اور ذمے داریوں کا لحاظ کرنا چاہیے کہ کہیں مہمان کی وجہ سے اس کی اپنی مصروفیات میں خلل اندازی نہ پیدا ہو جائے۔

☆ میزبان سے طرح طرح کے مطالبات نہیں کرنے چاہیے۔

☆ میزبان کے گھر میں موجود غیر محرم خواتین کے ساتھ میزبان کی موجودگی میں بھی گفتگو نہیں کرنی چاہیے اور اس کی غیر موجودگی میں تو ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

☆ کھانا کھانے کے بعد میزبان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرنی چاہیے۔

• • •

جنازے کے آداب

مسلمانوں کے جنازوں میں شامل ہونا ایک اہم دینی اور اخلاقی فریضہ ہے اور اسے معاشرتی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ جنازے میں شامل ہونے کا سنّت طریقہ یہ ہے کہ مرنے والے کے گھر جائیں اور جب جنازہ اٹھا کر لوگ قبرستان کی طرف جانے لگیں تو آپ بھی ان میں شامل ہو جائیں۔ چار پائی اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چار پائی کو چار آدمی اٹھائیں۔ پہلا آدمی جس نے دائیں جانب پہلا پایا اٹھایا تھا دس قدم چلنے کے بعد یہ پایا کسی اور کو پکڑا کر دائیں جانب کے پچھلے پائے پر آ جائے پھر دس قدم چلنے کے بعد دوسرے کو پکڑا کر میت کے بائیں جانب جا کر بائیں جانب کا اگلا پایا پکڑے پھر دس قدم چلے اور بائیں جانب کے پچھلے پائے پر آ کر پایا پکڑے اور دس قدم تک چلے۔ اس طرح جنازے کو کندھا دینے میں چالیس قدم پورے کرے۔ اسی طرح میت کو کندھا دینے والا ہر شخص دائیں جانب سے کندھا دینا شروع کرے، باری باری چاروں پاؤں کو کندھا دے اور دس دس قدم چلتا جائے۔

تکفین میں جلدی کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا وَ اِنْ یَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِکُمْ.

ترجمہ: میت کی تکفین میں جلدی کرو، اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف جلد پہنچا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہے تو اس بوجھ کو جلد سے جلد اپنے کندھوں سے اتار

رہے ہو۔ (صحیح بخاری، حصہ دوم، ص:۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کی تاکید فرمائی ہے اس لیے میت کو زیادہ دیر تک روکے رکھنا اچھا نہیں ہے۔ بس اتنی دیر تک رکنا چاہیے کہ قریب میں رہنے والے رشتے داروں اور اقارب تک خبر پہنچ جائے اور سب جمع ہو جائیں۔ کسی کے انتظار میں میت کی تکفین میں بہت زیادہ تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔

کندھا دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَ حَمَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَیْهِ مِنْ حَقِّهَا.

ترجمہ: جو جنازے کے ساتھ چلا اور اسے تین مرتبہ کندھا دیا اس نے اپنے اوپر جنازے کا جو حق تھا اسے ادا کر دیا۔ (سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۳۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے کو کندھا دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ باری باری تین مرتبہ کندھا دینا چاہیے۔ جنازے کو کندھا دینے کا یہ بھی فائدہ ہے کہ کندھا دینے والے کو موت کی یاد آتی ہے اور اس کے دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے بھی مرنا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس میں میت کا احترام بھی ہے۔

جنازہ لے کر چلتے وقت اس کا سر آگے کی طرف ہونا چاہیے اور جب زمین پر رکھیں تو چہرہ قبلے کی طرف ہونا چاہیے۔

جنازے کے ساتھ چلنے کی سنت

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

اَلرَّاکِبُ یَسِیْرُ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ وَ الْمَاشِی یَمْشِی خَلْفَھَا وَ اَمَامَھَا وَ یَمِیْنَھَا وَ شِمَالَھَا.

ترجمہ: سواری پر چلنے والا جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا جنازے کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں چل سکتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص: ۲۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جنازے کے ساتھ چلنے کا ادب یہ ہے کہ جنازے کے دائیں، بائیں اور پیچھے رہ کر چلیں۔ پیدل چلنا افضل ہے اور اگر جنازہ بہت دور لے جانا ہو تو اس صورت میں جنازے کو کسی سواری پر رکھیں اور اس کے ساتھ دائیں بائیں چند لوگوں کا جانا ضروری ہے، جنازے کو اکیلے چھوڑنا اچھا نہیں۔ جنازے کو معتدل رفتار سے لے جانا چاہیے۔ قدم پھرتی سے اٹھانے چاہیے مگر اتنی تیزی سے نہیں چلنا چاہیے کہ جو لوگ زیادہ تیز نہیں چل پاتے ہیں وہ بالکل پیچھے رہ جائیں۔ اگر کوئی مجبوری ہے یا واپسی میں سواری پر آنے کی غرض سے کوئی شخص سواری پر جائے تو اسے چاہیے کہ جنازے کے بالکل پیچھے رہے۔ جنازے کے ساتھ چلتے وقت عاجزی کے ساتھ دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اور زبان سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے چلیں۔ عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع اور شریعت کے خلاف ہے۔

دفن کرنے کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا وَ کَانَ مَعَہٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا

وَ یَفْرُغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ.

ترجمہ: جو شخص مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کی نیت سے جائے اور نمازِ جنازہ کے بعد دفن تک ساتھ رہے وہ دو قیراط اجر و ثواب لے کر واپس ہوگا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن سے پہلے ہی واپس آجائے وہ ایک قیراط اجر لے کر واپس ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ اول، ص: ۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کسی دنیوی مفاد کی نیت کے بغیر محض ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اگر دکھاوے یا مرحوم کے ورثا کو خوشامد کرنے کی نیت سے کوئی شخص جنازے میں شرکت کرے تو وہ اجر و ثواب سے محروم ہوگا۔ نمازِ جنازہ پڑھ کر فوراً واپس نہیں آجانا چاہیے بلکہ تدفین تک قبرستان میں رہنا چاہیے۔

تدفین سے واپسی کی سنّت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِفَرَسٍ مُعْرَوْرًی فَرَکِبَہٗ حِیْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَۃِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَ نَحْنُ نَمْشِیْ حَوْلَہٗ.

ترجمہ: ابن دحداح کے جنازے سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ننگی پیٹھ والا گھوڑا لایا گیا جس پر آپ سوار ہو گئے اور ہم لوگ آپ کے گرد پیدل چل رہے تھے۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۶۶۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جنازے سے واپسی کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دفن کے بعد آرام سے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر واپس آئیں۔ اگر

قبرستان نزدیک ہوتو پیدل آجائیں اور اگر دور ہوتو سواری پر آنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عذر یا تکلیف کی وجہ سے سواری پر جائے یا سواری پر واپس آئے تو اگر چہ قبرستان بالکل قریب ہو اسے جانے یا آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عام حالات میں مسنون یہی ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلا جائے اور واپسی میں میت کے ورثا اور گھر والوں کو تسلی دیتے ہوئے ان کے ساتھ پیدل واپس آیا جائے۔

• • •

سنّتِ نکاح

نکاح ایک اہم بنیادی ضرورت ہے کہ جس طرح انسان کے لیے کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اسے نکاح کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نکاح کا لفظی معنیٰ جنسی ملاپ ہے مگر اصطلاح میں نکاح سے مراد وہ خاص عقد ہے جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق جائز ہو جاتا ہے۔

نکاح صرف مرد اور عورت کے لیے جائز خواہشات پوری کرنے کے لیے صرف ذاتی معاملہ نہیں بلکہ یہ معاشرے کے وجود اور بقا کے لیے ایک بنیادی ستون ہے۔ اسی لیے اسلام میں اس کی بے پناہ اہمیت اور فضیلت ہے۔ دنیا کے سارے رشتے زمین پر بنے مگر زوجیت کا رشتہ ہی ایسا ہے جو جنت میں بنایا گیا تھا۔

نکاح کی ضرورت

قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَانكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.

ترجمہ: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمھیں خوش (پسند) آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ (سورۂ نسا، آیت:۳)

ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ٥

ترجمہ: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور

کنیزوں کا۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں غنی کر دے گا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وُسعت والا علم والا ہے۔ (سورۂ نور، آیت: ۳۲)

ایک مقام پر فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً.

ترجمہ: بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچّے کیے۔ (سورۂ رعد، آیت: ۳۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم معاشرے کے لیے نکاح ہر لحاظ سے بڑا اہم اور ضروری ہے۔ انسان کی اپنی ضرورت کے لحاظ سے استطاعت کی شرط پر اس کے لیے دو، تین یا چار شادیاں کرنی جائز ہیں اور اگر زیادہ کی استطاعت نہیں ہے تو ایک ہی کر سکتا ہے۔ بڑوں کی ذمے داری بنتی ہے کہ جو لوگ نکاح کے لائق ہو گئے ہیں ان کا نکاح کر دیں۔ نکاح دیگر رسولوں کی امتوں میں بھی رہا ہے بلکہ تمام انبیاے کرام علیہم السلام نے بھی نکاح فرمایا ہے۔

ایمان ضروری ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ.

ترجمہ: اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی اگر چہ وہ تمھیں بھاتی (پسند) ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے

اگر چہ وہ تمھیں بھاتا (پسند) ہو۔ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہمارے معاشرے میں غیر قوموں کے ساتھ شادی کرنے کا بھی رواج بہت زیادہ بڑھتا جا رہا ہے اور مسلمان کسی کافر عورت سے اس شرط پر شادی کر لیتے ہیں کہ دونوں اپنے اپنے مذہب پر عمل کریں گے اور دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو اپنے مذہب کی طرف آمادہ نہیں کرے گا جب کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نکاح بالکل حرام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے معاشرے میں پھیلی ہوئی یہ بیماری دور کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ کی مدد کا حق دار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ، اَلْمُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُكَاتَبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَ النَّاكِحُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ.

ترجمہ: تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (۲) مُکاتَب جو کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (۳) نکاح کا خواہش مند جو اپنے آپ کو پاک دامن بنانا چاہتا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص: ۱۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سارے لوگ اخراجات کے خوف سے نکاح نہیں کرتے ان کے لیے یہ حدیث پاک مشعلِ راہ ہے کہ انھیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی نیت سے اللہ کے بھروسے پر نکاح کر لیں کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لیے اسباب مہیا فرمانا اور نکاح کے سلسلے میں

اس کی مدد اپنے ذمۂ کرم پر لے لیا ہے۔

صاحبِ استطاعت کے لیے نکاح

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.

ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے عورت رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اسے نکاح کرنا چاہیے کیوں کہ یہ نظر کو جھکاتا اور شرم گاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیوں کہ اس سے شادی کی خواہش ختم ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۱۰۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص جوان ہو اور صاحبِ استطاعت بھی ہو اس کے لیے نکاح کرنا سنت ہے۔ مختلف احوال میں نکاح کے مختلف احکام ہیں۔

اِعتِدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عِنّین (نامرد) ہو اور مہر و نفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سُنَّتِ مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سُنَّت و تعمیلِ حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔

شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشۂ زنا ہے اور مہر و نفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب ہے۔ یوں ہی جب کہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا تو نکاح واجب ہے۔ یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے

میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔ اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان و نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری حقوق ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

اظہارِ ناراضی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تین صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کے نزدیک آئے تاکہ آپ کی عبادت کے بارے میں دریافت کریں، جب انھیں مطلع کیا گیا تو گویا اسے کم سمجھتے ہوئے کہنے لگے کہ بھلا ہم کس کھیت کی مولی ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کو دیکھنے لگے جب کہ ان کی تو ہر اگلی پچھلی لغزش (اگر اس کا کوئی وجود ہو تو) معاف فرما دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں عمر بھر روزے رکھتا رہوں گا اور کسی ایک دن کا روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ دور رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔

اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تمھی وہ لوگ ہو جنھوں نے ایسا کہا ہے، حالاں کہ خدا کی قسم! میں تمھاری بہ نسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اس سے ڈر کر گناہوں سے زیادہ بچنے والا ہوں اس کے باوجود میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔ نماز (راتوں کو) پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری اس سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ میں سے نہیں۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص: ۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ نکاح حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہم ترین سنتوں میں سے ہے اور جو شخص

استطاعت کے باوجود نکاح نہ کرے تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے پر نہیں ہے۔

نکاح کس عمر میں کریں

حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس کے کوئی اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردے اور اگر اولاد بالغ ہوئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے کوئی گناہ کرلیا تو باپ ہی پر اس کا گناہ ہوگا۔

(مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۹۳۹)

حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: توریت شریف میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے:

مَنْ بَلَغَتْ لَهُ ابْنَةٌ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَرَكِبَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: جس شخص کی بیٹی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس نے (موقع مناسب ہوتے ہوئے) اس کا نکاح نہ کیا پھر اس نے کوئی گناہ کرلیا تو اس کا گناہ اسی شخص پر ہوگا۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ یازدہم، ص:۱۳۹))

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں بہت قیمتی نصیحتیں موجود ہیں۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی گئی کہ تم میں سے کسی کے یہاں اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور بچوں کا اچھا نام رکھنا ماں باپ کی ایک اہم ذمے داری ہے۔

دوسری نصیحت اولاد کو ادب سکھانے کے بارے میں ہے۔ ادب انسان کے لیے

زینت ہے، پسندیدہ اعمال اور بلند اخلاق یہ سب ادب کے ذیل میں آتے ہیں، فرائض کا اہتمام اور ممنوعات سے بچنا آدابِ عبودیت میں سے ہے۔ یوں ہی انسانوں کے ساتھ اس طرح پیش آنا کہ انہیں تکلیف نہ ہو یہ آدابِ معاشرت میں سے ہے۔ افسوس! آج کل کے والدین پر کہ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی یوروپ اور امریکہ جیسی بے حیا قوموں کی طرز زندگی کو اپناتے اور سکھاتے ہیں اور اس پر فخر کرتے تھکتے نہیں۔ اللہ عزوجل ایسے افراد کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی گئی ہے کہ جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردیا جائے۔ آج کل اس نصیحت سے بہت غفلت برتی جارہی ہے، انگریزی پڑھانے اور بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرانے کے شوق میں لوگوں نے اس نصیحت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ مگر نکاح تاخیر سے ہونے پر جو برائیاں جنم لے رہی ہیں اس سے کوئی عقل سلیم رکھنے والا انسان انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کردہ حدیث میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہوگئی اور اس کا نکاح نہ کیا گیا اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔ بارہ سال کی عمر میں بچیاں عام طور پر بالغ ہو جاتی ہیں اس لیے اس عمر کا ذکر کیا گیا ہے۔

نیک عورت سے نکاح کریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَ جَمَالِهَا وَ لِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.

ترجمہ: عورتوں کے ساتھ چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ (۱) اس کے مال (۲) اس کے حسب ونسب (۳) اس کے حسن وجمال اور (۴) اس کے دِین کے باعث۔ تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں تو دین والی کو ترجیح دے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نکاح نیک اور عابدہ عورت سے کیا جائے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک عورت کو بیوی بنانے کی ترغیب دی ہے اس لیے کہ اس کی وجہ سے آئندہ نسل پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے اور ازدواجی زندگی بھی بڑے ہی خوش گوار ماحول میں گزر جاتی ہے۔

مہر مقرر کرنا

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنا مہر دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: آپ کا اپنی ازواج مطہرات کے لیے مہر بارہ اوقیہ اور ایک نَش ہوتا تھا۔ آپ نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ نَش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: نصف اوقیہ۔ پس یہ پانچ سو درہم ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے لیے مہر پانچ سو درہم ہوئے۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۱۰۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مہر اس معاوضے کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے موقع پر شوہر کی طرف سے عورت کے لیے حقوق زوجیت کی بنیاد پر مقرر کیا جاتا ہے۔ مہر نکاح کی ضروری شرائط میں سے ہے یعنی اگر کوئی شخص نکاح کے وقت یہ نیت کر لے کہ مہر نہیں دیا جائے گا تو اس کا نکاح صحیح ہی نہ ہوگا۔ شریعتِ اسلامیہ نے مہر کی کوئی خاص مقدار معین کر کے واجب قرار نہیں دیا ہے اور نہ ہی اس کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے شوہر کی حیثیت اور استطاعت پر موقوف رکھا گیا ہے یعنی جو شخص جس

قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اسی قدر مقرر کرے۔

مسجد میں نکاح کرنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَعْلِنُوْا ھٰذَا النِّکَاحَ وَ اجْعَلُوْهُ فِی الْمَسَاجِدِ.

ترجمہ: نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح مسجدوں میں کیا کرو۔

(سنن ترمذی، حصہ سوم، ص:۳۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسجد سب سے بہتر جگہ ہے اس لیے جو کام بھی مسجد میں کیا جائے اس میں خیر و برکت شامل حال ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں نکاح کرنے کی تاکید فرمائی ہے کہ جب نکاح کا وقت ہو تو مسجد میں بیٹھ کر نکاح کیا جائے۔ مسجد میں نکاح کرنے میں حکمت یہ ہے کہ نکاح کا فریضہ نیک مقام پر سرانجام پائے اور میاں بیوی دونوں اللہ کی عبادت اور اطاعت کے پابند رہیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس شخص کا نکاح مسجد میں ہوگا وہ نفاق سے محفوظ رہے گا اور میاں بیوی میں اتفاق رہے گا۔

خطبۂ نکاح اور دعا

نکاح کے وقت شادی کی مجلس میں سب کے سامنے خطبۂ نکاح پڑھنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ نکاح ہو جانے کے بعد دُولھا اور دلھن اور محفل میں موجود دیگر حضرات کو بھی ان کی زوجیت میں اتفاق اور برکت کی دعا کرنی چاہیے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے نکاح کیا تو انھیں لوگوں نے بِالرِّفَاءِ وَ الْبَنِیْنَ

(آپسی میل محبت اور اولاد) کہہ کر دعا دی۔ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم بھی اسی طرح کہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا: بَارَکَ اللّٰهُ فِيْکُمْ وَ بَارَکَ لَکُمْ. (ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمھاری ہر چیز میں برکت دے اور تمھیں برکت والا کرے۔) (سنن نسائی، حصہ اول، ص: ۶۱۴)

دعا کے بعد چھوہارے تقسیم کرنا بھی سنت ہے لہٰذا جب نکاح اور دعا ہو جائے تو حاضرینِ محفل کے درمیان چھوہارے تقسیم کیے جائیں۔

• • •

دعوتِ ولیمہ

ولیمہ کھانے پینے کی ایک دعوت ہے جو نکاح کے موقع پر میاں بیوی کی ملاقات کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے کی جاتی ہے۔ دعوتِ ولیمہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد پہلی رات جب شوہر اپنی بیوی کے پاس گزارے تو دوسرے روز ولیمہ کرے۔ کھانا سادہ طریقے سے پکوائے اور صاف ستھری جگہ پر کھلانے کا اہتمام کرے۔ اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کو دعوت پر بلا کر حسبِ توفیق ان کی خدمت کرے۔ دعوت پر بلانے میں امیر وغریب کا امتیاز نہ کرے بلکہ کوشش کرے کہ امیر وغریب سبھی شامل ہوں۔ اللہ کے نیک بندوں اور معزز علما کو دعوت میں بلانا باعثِ سعادت ہوتا ہے اس لیے اللہ کے محبوب بندوں کو بلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کھانے کے لیے بیٹھنے کا انتظام کیا جائے کہ کھڑے ہو کر کھانا خلافِ شرع ہے۔

حضور کا ولیمہ

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا اس وقت آپ نے نہایت ہی سادے انداز میں اپنے صحابہ اور عزیزوں کی دعوتِ ولیمہ کی اور لوگوں کو بکری کا گوشت اور روٹی کھلائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّ لَحْمًا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زُفاف فرمایا تو لوگوں کو روٹی اور گوشت سے شکم سیر کیا۔ (صحیح بخاری، حصہ ششم، ص: ۱۱۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

مَا اَوْلَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ نِسَآئِہٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰی زَیْنَبَ، اَوْلَمَ بِشَاۃٍ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجۂ مطہرہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا، ان کا ولیمہ ایک بکری سے کیا۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۴)

بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہُنّ کے ولیمے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جَو بھی کھلائے۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اَوْلَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ نِسَآئِہٖ بِمُدَّیْنِ مِنْ شَعِیْرٍ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مُد جو کے ساتھ کیا تھا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِیَّۃَ وَ تَزَوَّجَھَا وَ جَعَلَ عِتْقَھَا صَدَاقَھَا وَ اَوْلَمَ عَلَیْھَا بِحَیْسٍ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمایا، اس آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا اور شبِ زُفاف کے بعد آپ نے حَیس سے ولیمہ فرمایا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۴)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیبر کی ایک بستی سے جہاد میں قید ہو کر آئیں اور ایک صحابی کے حصے میں آئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں معاوضہ دے کر حضرت

صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر دیا اور آپ سے نکاح کر لیا۔ اس نکاح میں آپ نے حَیس سے دعوتِ ولیمہ کی۔ کھجور، گھی اور پنیر ملا کر ایک کھانا بنایا جاتا ہے جسے حَیس کہتے ہیں۔

ولیمہ حیثیت کے مطابق ہو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زردی کا نشان دیکھ کر ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ عرض گزار ہوئے: میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح کر لیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، اَوْلِمْ وَ لَوْ بِشَاۃٍ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ برکت دے۔ ولیمہ بھی کر لو خواہ ایک بکری سے ہو۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اپنی حیثیت کے مطابق دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس میں زیادہ تکلف میں نہیں پڑنا چاہیے کہ جس قدر تکلف کریں گے اس قدر پریشانی لاحق ہوگی۔ ولیمہ مسنون اور ثواب کا کام ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیثیت کے مطابق دعوتِ ولیمہ کرنے ہی کی تاکید فرمائی ہے۔ دعوتِ ولیمہ میں غیر ضروری تکلفات اور بے جا اسراف کرنے والا خلافِ سنّت کام کا مرتکب کہلائے گا اور جہاں اسے ولیمہ کر کے ثواب ملنے والا تھا اس کی جگہ پر وہ عتاب کا مستحق ہو جائے گا۔

آج زمانہ اس قدر خراب ہو گیا ہے کہ دعوتِ ولیمہ میں پُر تکلف کھانے بنوانے کے لیے لوگ اپنے گھر کے زیورات بیچتے ہیں، زمینیں بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مقروض بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ بُرائی ہماری خود کی ایجاد کی ہوئی ہے جس کا خمیازہ آج ہمارا پورا معاشرہ بھگت

رہا ہے۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شادی بار بار نہیں ہوتی ہے،اگر اس میں اچھا اہتمام نہیں کیا گیا تو لوگ کیا کہیں گے۔یا درکھیں! ولیمہ سُنّت ہے تو اسے سنّت کے مطابق ہی ادا کرنا چاہیے، بے جا تکلفات میں پڑ کر خلافِ سُنّت کام کرنے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضی ہی ہاتھ آئے گی۔

دعوت قبول کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَۃِ فَلْیَاْتِھَا۔

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اسے چاہیے کہ اس میں شرکت کرے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعوتِ ولیمہ قبول کرنا اور اس میں شرکت کرنا حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔آپ نے اس کا حکم فرمایا ہے اور اس کی جانب ترغیب دلائی ہے۔دعوت قبول کرنا محض پیٹ بھرنے کی غرض سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس نیت سے ہونی چاہیے کہ دعوت قبول کرنے سے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرر ہا ہوں تو اس نیت کا بہت بڑا اجر ہے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر انھیں دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول نہ کرنے اور کسی نہ کسی بہانے سے اسے ٹال دینے میں اپنے لیے فخر محسوس کرتے ہیں۔ایسا کرنا اچھی عادت نہیں بلکہ فخر اور غرور اخلاقی تقاضوں کے خلاف ہیں۔بعض لوگ آپسی رنجش کی بنیاد پر دعوت قبول نہیں کرتے جب کہ اس سے بھی گریز کرنا چاہیے اور جب کوئی شخص دعوت دے تو ساری رنجشیں بھُلا کر اس کی دعوت قبول کرنی چاہیے۔

بغیر دعوت کے جانے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دُعِیَ فَلَمْ یُجِبْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ مَنْ دَخَلَ عَلٰی غَیْرِ دَعْوَۃٍ دَخَلَ سَارِقًا وَ خَرَجَ مُغِیْرًا۔

ترجمہ: جس کی دعوت کی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اور جو بغیر دعوت کے اندر گیا وہ چور کی شکل میں داخل ہوا اور ڈاکو کی صورت میں باہر نکلا۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۴۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت کے بغیر کسی کھانے میں شامل ہونے سے منع فرمایا ہے بلکہ اسے چوری اور ڈکیتی قرار دیا ہے۔بعض لالچی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دعوتوں میں بغیر بلائے شامل ہونے کی عادت بنا لیتے ہیں وہ گنہ گار اور قابلِ مذمت ہیں۔

غریبوں کی بھی دعوت کریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَاءُ وَ یُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ وَ مَنْ تَرَکَ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ: سب سے بُرا کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں مال دار بلائے جائیں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۲۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعوتِ ولیمہ میں صرف مال داروں کو بلانا درست نہیں کیوں کہ صرف امیر لوگوں کو بلانے سے غریبوں، مسکینوں اور فقیروں کا حق مارا جائے گا۔ اس لیے ولیمے میں اپنے مالدار عزیز و اقارب، دوستوں اور رشتے داروں کے علاوہ غریبوں کو بھی بلایا جائے۔ اس روایت میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ جس ولیمے میں صرف مال دار طبقے کے لوگ بُلائے جائیں اور غریبوں کو نہ بُلایا جائے وہ دعوت سب سے بُری دعوت ہے۔ اسلام میں طبقاتیت کا کوئی تصور نہیں ہے، امیر اور غریب ہر کوئی برابر ہے اس لیے جو ان میں تفریق کرے وہ گنہ گار ہوگا اور جس دعوت میں تفریق کی جائے وہ دعوت سب سے بُری دعوت کہلائے گی۔

●●●

والدین کے ساتھ سلوک

ہر انسان پر اس کے والدین کا بہت بڑا احسان ہوتا ہے، ماں اسے نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھتی ہے اور اس کے لیے نہ جانے کتنی تکلیفیں برداشت کرتی ہے پھر اس کی ولادت ہوتی ہے وقتِ ولادت والدہ کو سیکڑوں جھٹکے محسوس ہوتے ہیں اور ایسی تکالیف کا سامنا ہوتا ہے جس کا اندازہ ایک ماں ہی کرسکتی ہے پھر اسے اپنی چھاتی سے اپنا خون دودھ کی شکل میں پلاتی ہے جو اس کے لیے غذا کا کام کرتا ہے اور اسے پاخانہ، پیشاب کرانے اور اس کی دوسری ضرورتیں پوری کرنی کی پوری ذمے داری ماں سنبھالتی ہے۔ والد اس کے واسطے دن بھر گھر سے دور جاکر روزی تلاش کرتا ہے اور اس کے لیے نہ جانے کتنی مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ اسلام نے ہر انسان کے ساتھ بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کا حکم فرمایا ہے لیکن سب سے زیادہ تاکید والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وارد ہوئی ہے۔

حسنِ سلوک کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْھَرْھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا○

ترجمہ: اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پُوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (سورۂ اسرا، آیت: ۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت میں دو باتیں

خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کی بندگی کے بعد انسان پر سب سے اہم فریضہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب والدین بُڑھاپے کو پہنچ جائیں اُس وقت خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو ناگوار لگے تب بھی انھیں اُف تک کہنے کی ممانعت ہے اور انھیں جھڑکنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

والدین کا شکریہ

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ.

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ (سورۂ لقمان، آیت:۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وہ خدا کیوں کر شکر کا حق دار نہ ہو جس نے ایک تاریک کوٹھری میں ایک حقیر نطفے پر انسان کی صورت گری فرما کر اسے مختلف مراحل سے گزار کر صحیح سلامت دنیا میں اُتارا، اس کے رزق کے اسباب مہیا فرمایا، اسے اشرف المخلوقات بنایا، عقل دی، علم دیا، اس کی رہ نمائی کے لیے پیغمبر بھیجے اور نیک اعمال پر جزا کے طور پر اس کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے اور وہ والدین کیوں کر شکر کے مستحق نہ ہوں جنھوں نے ہزاروں تکلیفیں برداشت کر کے بچوں کی پرورش کی، اس کی ہر ضرورت کا خیال کیا، پڑھایا لکھایا، کھلایا پلایا، کاروبار کا طریقہ سکھایا اور شادی بیاہ کرا کے اس کا گھر بھی بسا

دیا۔ اب اگر کوئی شخص اپنے والدین کی قدر نہ کرے تو وہ بہت بڑا ناشکرا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے عتاب کا مستحق ہوگا۔

رضائے الٰہی کا ذریعہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدَيْنِ وَ سَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی ماں باپ کی ناراضی میں ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کو راضی کرنے کا ایک طریقہ بتا دیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے خوش ہو جائے تو تم اپنے ماں باپ کو خوش رکھو۔ آج تو ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہمیں دنیا والوں کی رضامندی کی فکر ہوتی ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کرنے کی ہم کوئی پرواہ نہیں کرتے جب کہ اگر اللہ راضی ہو جائے تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہے اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے والدین کو راضی کرنا ضروری ہے۔

اللہ کی اطاعت کا ذریعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَاعَةُ اللّٰهِ طَاعَةُ الْوَالِدِ وَ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ مَعْصِيَةُ الْوَالِدِ.

ترجمہ: والد کی اطاعت اللہ عز وجل کی اطاعت ہے اور والد کی نافرمانی خدائے تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ دوم، ص:۳۶۹)

والد کی دُعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَةٌ لا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ.

ترجمہ: تین دعائیں یقیناً مقبول ہوتی ہیں۔ والد، مسافر اور مظلوم کی دعا۔

(سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص: ۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! باپ جو اپنی اولاد کے لیے دعا کرتا ہے اس میں ریاکاری کا بالکل دخل نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہے۔ اس روایت میں بچوں کو والد کی اہمیت بتائی گئی ہے کہ جس طرح بچپن میں تمھارے باپ تم پر شفیق تھے ویسے آج بھی ان کی دعا تمھارے لیے اہم اور کارآمد ہے اس لیے ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرلو۔ خبردار! کبھی ان کا دل نہ دکھانا کہ جس طرح ان کی دعا مقبول ہے اسی طرح ان کی بد دعا بھی مقبول ہے۔ مبادا کبھی تم سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جس کی وجہ سے ان کے دل سے کوئی بد دعا نکل جائے تو تمھاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائے گی۔

عمر میں برکت کا ذریعہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ طُوْبٰى لَهٗ زَادَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْ عُمُرِهٖ.

ترجمہ: جو ماں باپ کی تابع داری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرماتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، حصہ سوم، ص: ۲۱۷)

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کون اپنی عمر میں برکت نہیں چاہتا؟ کوئی اس کے لیے دوا کرتا ہے تو کوئی دعا کرتا ہے۔ عمر میں اضافے کا جو نسخہ تاج دارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے وہ یقیناً مؤثر ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو یہ عمل عمر میں اضافے کا ذریعہ ہوگا۔

والدین کو رُلانا بڑا گناہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

بُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوْقِ وَ الْكَبَائِرِ.

ترجمہ: والدین کو رُلانا والدین کی نافرمانی اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

(الادب المفرد، حصہ اول، ص: ۲۵)

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بہت سے لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو اپنے والدین پر اتنا ظلم کرتے ہیں کہ کبھی کبھی ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایسی حرکت کرنے والا والدین کا نافرمان اور کبیرہ گناہ کا مرتکب کہلائے گا۔

مارنے والے کی سزا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نہ نظرِ رحمت نہ فرمائے گا، نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور نہ ہی ان کو لوگوں کے ساتھ جمع فرمائے گا مگر یہ کہ وہ لوگ توبہ کرلیں، جو توبہ کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ مشت زَنی کرنے والا، لواطت کرنے والا، لواطت کرانے والا، شرابی، والدین کو مارنے والا یہاں تک کہ انھیں فریاد کرنا پڑے، پڑوسیوں کو اتنی ایذا پہنچانے والا کہ وہ اسے لعنت اور ملامت کرنے لگیں اور پڑوسی کی بیوی

کے ساتھ زنا کرنے والا۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ ہفتم، ص:۳۲۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جن سات گنہ گاروں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا ان کے گناہ آپ نے سن لیے۔ والدین جو اپنی اولاد کی نہایت ہی محنت ومشقت سے پرورش کرتے ہیں اگر کوئی بچہ انھیں مارتا ہے یہاں تک کہ وہ مدد طلب کرنے پر مجبور ہو جائیں تو ایسے ظالم شخص پر اللہ عزوجل اپنی نظرِ رحمت بھی نہیں فرمائے گا۔ اگر رب کی نظرِ رحمت ہی روٹھ جائے تو کون ہے جو ہم کو محشر کی پریشانیوں اور ہولناکیوں سے بچا سکے گا؟ اگر خدانہ خواستہ ہم میں سے کسی سے مذکورہ گناہوں میں سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو تو اسے چاہیے کہ سچے دل سے توبہ کرلے تاکہ قیامت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محرومی نہ ہاتھ آئے۔

رزق میں تنگی کا سبب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا تَرَکَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَیْنِ فَاِنَّهٗ یَنْقَطِعُ عَنْهُ الرِّزْقُ.

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق روک دیا جاتا ہے۔ (کنزالعمال، حصہ:۱۶، ص:۴۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کون دولت مند بننا نہیں چاہتا ہے؟ کتنے تعجب کی بات ہے کہ انسان اپنی تنگیِ رزق کی وجہ مختلف چیزوں کو سمجھتا ہے لیکن کبھی اس کی نظر اپنے والدین کے لیے دعا نہ کرنے پر نہیں جاتی۔ لہٰذا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو دل کے نہاں خانے میں محفوظ کرلو اور آج ہی سے ہر نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے دعا کرنا شروع کردو۔

قرآنِ مقدس نے تو ہمیں دعا بھی تعلیم فرمادی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔ اے ہمارے رب! اور میری دعا سن لے۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (سورۂ ابراہیم، آیت:۴۰-۴۱)

اس دعا کو لازم پکڑ لینے سے ان شاء اللہ روزی میں برکت بھی ہوگی اور کبھی تنگی کا سایہ بھی نہیں آئے گا۔

والدین کے ساتھ سلوک کے آداب ایک نظر میں

☆ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور اسے اپنے لیے دونوں جہاں کی سعادت مندی سمجھا جائے۔

☆ والدین نے پرورش کرکے ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر ان کا شکرادا کیا جائے۔

☆ والدین کو ہمیشہ خوش رکھا جائے۔

☆ والدین کی مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس سے ان کی دل آزاری ہو، خاص کر جب وہ بوڑھے ہو جائیں۔

☆ خلوصِ دل سے والدین کی خدمت کی جائے۔

☆ والدین کا ہر حال میں احترام کیا جائے اور ان کے ادب و احترام کے خلاف کوئی حرکت نہ کی جائے۔

☆ والدین کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ پیش آیا جائے۔

☆ والدین سے محبت کی جائے۔

☆ ان کی جو بات شریعت کے خلاف نہ ہو اس میں ان کی فرماں برداری کی جائے۔

☆ والدین کو اپنے مال کا مالک سمجھا جائے اور ان پر دل کھول کر خرچ کیا جائے۔

☆ والدین کے لیے صحت و عافیت کی دعا کی جائے۔

بعد انتقال حسن سلوک کے طریقے

حضرت ابن نجار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی کی جاسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں: چار طریقوں سے:

(۱) ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا۔

(۲) ان کے لیے دعاے مغفرت کرتے رہنا۔

(۳) ان کی وصیت پر عمل کرتے رہنا۔

(۴) ان کے دوستوں کی خاطر داری اور مہمان نوازی کرتے رہنا اور جو رشتہ صرف انھی کی جانب سے ہو ان کو نیک برتاؤ کے ساتھ قائم رکھنا۔ یہ وہ نیکیاں ہیں جن کا کرنا ان کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی کرنا ہی ہے۔ (کنز العمال، حصہ:۱۶،ص:۵۷۹)

اس روایت سے پتہ چلا کہ والدین کا حق ان کے انتقال کے بعد بھی باقی رہتا ہے جس کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہیے۔

● ● ●

ازدواجی زندگی کے آداب

انسانوں کی معاشرت کا سب سے گہرا تعلق میاں بیوی کا آپسی تعلق ہوتا ہے۔ اگر زوجین میں سے ہر ایک ازدواجی زندگی کے آداب سے بہ خوبی واقف ہوں تبھی یہ تعلق مضبوط ہوسکتا ہے اور اس تعلق کی مضبوطی پر سارے معاشرے کی مضبوطی موقوف ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ازدواجی زندگی کے آداب اچھی طرح سیکھیں اور پھر اسی کے مطابق شوہر اپنی بیویوں کے ساتھ اور بیویاں اپنے شوہروں کے ساتھ برتاؤ کریں ان شاء اللہ دونوں کے درمیان تعلق مضبوط ہوگا اور اس سے معاشرے کی اصلاح پر بڑا گہرا اثر پڑے گا۔

بھلائی کا حکم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا۝

ترجمہ: اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمھیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمھیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ (سورۂ نسا، آیت:۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ جوڑے اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے بنائے جاتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے بیوی میں شکل و صورت کے اعتبار سے کچھ کمی بھی ہے تو چوں کہ وہ ہماری زوجیت میں آچکی ہے اس لیے ہمیں حکم ہے کہ بہر حال اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور اس سے نفرت کا اظہار نہ کریں کہ اگر چہ یہ شکل و صورت کے اعتبار سے بہت اچھی نہیں ہے لیکن ہوسکتا ہے

کہ اس کی نسبت سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نیک اولاد عطا فرمادے اور نیک اولاد یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ اچھا برتاؤ یہ بھی ہے کہ انھیں اپنی حیثیت کے مطابق کھلایا پلایا جائے اور ان کے لیے پہننے اوڑھنے کا بھی اپنی حیثیت کے مطابق اچھے سے اچھا انتظام کیا جائے۔

عفوو درگزر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥

ترجمہ: اے ایمان والو! تمھاری کچھ بیبیاں اور بچّے تمھارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۂ تغابن، آیت:١۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بیوی اور بچوں کے دشمن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی محبت یا ان کی ضرورتوں کی تکمیل کبھی کبھی انسان کو نیکیوں سے روک دیتی ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اگر بیوی بچوں سے کسی بھی قسم کی غلطی سرزد ہو جائے تو ان کا یہ شیوہ نہیں بنتا کہ فوراً طیش میں آجائیں اور مار پیٹ کرنے لگیں جیسا کہ اس زمانے میں اکثر شوہروں کا معمول ہے۔ بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے غصے پر قابو کریں، اپنے آپ پر کنٹرول رکھیں اور عفوو درگزر سے کام لیں تاکہ ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار طریقے سے گزرتی رہے۔ عورت فطری طور پر کم عقل اور حد درجہ جذباتی ہوتی ہے اس لیے شوہروں کو ان کے ساتھ عفوو درگزر اور رحمت وشفقت کا معاملہ کرنے اور نرمی کے ساتھ ان کی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اچھا سلوک کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَ اِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَ اِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ.

ترجمہ: عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، عورت پسلیوں سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے زیادہ اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اس کو سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کو چھوڑے رہو تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:١٣٣)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عورتوں کی تخلیق مردوں کی پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی ٹیڑھی رہتی ہے اس لیے عورتوں میں عام طور پر کچھ نہ کچھ ٹیڑھا پن ضرور ہوتا ہے جس پر مردوں کو صبر وتحمل سے کام لینا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کی بیوی میں صرف خوبی ہی خوبی ہو اور کسی قسم کی کمی نہ ہو تو اس کی یہ سوچ غلط ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ عورتوں سے اگر کوئی ایسی حرکت سرزد ہوتی ہے جو مرد کو ناپسند ہو تو اسے فوراً غصے میں آکر مارنا پیٹنا شروع نہیں کردینا چاہیے بلکہ اسے محبت سے سمجھانا چاہیے اور پیار سے اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے کہ اگر وہ عورت پر سختی کرنے لگے گا تو میاں بیوی کے درمیان جو نازک بندھن ہے اس کے ٹوٹنے کا ڈر ہے۔

ایک روایت میں اس بات کی مزید وضاحت کردی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ يَسْتَقِيْمَ لَکَ عَلٰی طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ وَ فِيْهَا عِوَجٌ وَ اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا کَسَرْتَهَا وَ کَسْرُهَا طَلَاقُهَا.

ترجمہ:عورت پسلیوں سے پیدا کی گئی ہے جو کہ بالکل سیدھی نہیں ہوسکتی۔اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس کی کجی کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنے جاؤ گے تو تم اسے توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی ،حصہ یازدہم ،ص:۱۶۶)

حسن اخلاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَ خَيْرُکُمْ خَيْرُکُمْ لِنِسَآئِهِمْ.

ترجمہ: سب سے کامل ایمان والا وہ مومن ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔

(سنن ترمذی ،حصہ دوم ،ص:۴۵۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام طور پر لوگوں کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ عورتوں کو اپنی خادمہ اور نوکرانی کی حیثیت دیتے ہیں۔عورتیں جہاں تک ممکن ہو اپنے شوہروں کی خدمت کر بھی دیں اس کے باوجود شوہر ان سے منہ ٹیڑھا کیے رہتے ہیں۔آپ نے اس حدیث میں ملاحظہ فرمایا کہ دنیا والوں کی نظر میں جو اچھا ہو وہ درحقیقت سب سے اچھا نہیں ہے بلکہ جو اپنی بیوی کے سات حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرکے اس کی نظر میں سب سے اچھا بن جائے وہ سب سے اچھا ہے۔

سب سے بہتر دینار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ وَ دِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِيْنٍ وَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ عَلٰی اَهْلِکَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهُ عَلٰی اَهْلِکَ.

ترجمہ: ایک دینار وہ ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا،ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی کی گردن آزاد کرانے میں خرچ کیا،ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی مسکین پر صدقہ کر دیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اپنی بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ان میں سب سے زیادہ اجرو ثواب والا وہ دینار ہے جو تم نے اپنی بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ (صحیح مسلم ،حصہ دوم ،ص:۶۹۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شوہر پر یہ لازم ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کے لیے کھانے پینے ،پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرے اور ان پر خرچ کر کے خوش ہو کہ اس نے اپنا پیسہ سب سے اچھے کام میں خرچ کیا ہے۔آپ نے فرمانِ رسول ملاحظہ فرمایا کہ اپنی بیوی اور بچوں پر جائز طور پر خرچ کرنا اور ان کے لیے اچھے سے اچھا کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام کرنا دوسرے نیک کاموں میں خرچ کیے جانے والے پیسوں سے بہتر ہے۔

عورتوں کے لیے حکم

جس طرح عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کے حوالے سے مردوں کے لیے اسلام نے متعدد احکام جاری فرمائے ہیں اسی طرح عورتوں کے لیے کئی احکام ہیں جن کے مطابق اگر وہ زندگی گزاریں تو ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار ہوگی اور میاں بیوی کے آپسی تعلقات

اکثر درست رہیں گے۔

(۱) خوش دلی کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت کریں اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کو اپنے لیے سعادت مندی اور نیک بختی سمجھیں۔

(۲) اپنی عزت وعصمت کی ہمیشہ حفاظت کریں اور گھر یا باہر کے کسی بھی ایسے شخص سے کبھی کوئی تعلق نہ رکھیں جس سے تعلق رکھنے کی بنیاد پر وہ شک کے دائرے میں آسکتی ہیں۔

(۳) ہمیشہ اپنی باتوں، کاموں اور اپنے انداز واطوار سے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کریں، اگر کبھی کسی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے تو بھلے غلطی اسی کی ہو یا وہ غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہو بیوی کو چاہیے کہ خود اسے منائے، اس لیے کہ اسی سے ازدواجی زندگی کامیاب ہو سکتی ہے۔

(۴) شوہر کیسا بھی ہو بیوی اس سے محبت اور اس کی قدر کرے۔

(۵) شوہر کا احسان مانے اور اس کا شکر کرے کہ وہ اس کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔

(۶) خوشی خوشی شوہر کی خدمت کرے اور اس کے کہے بغیر ضرورت کی چیزیں اس کے لیے مہیا کر دے۔ اس کے کپڑے دھل دے، کپڑے پر لیس کر دے، سر میں تیل مالش کرے، اس کی پسند کے کھانے پکا کر اسے کھلائے اور اس کی دوسری ضرورتوں کا بھی خیال رکھے۔

(۷) گھر اور خود اپنی صفائی ستھرائی کا پورا خیال رکھے اور اس کا خصوصی اہتمام کرے۔ گھر کی ہر چیز سلیقے سے سجا کر رکھے اور خاص کر اپنے کمرے کی ہر چیز بالکل سلیقے سے رکھے۔

(۸) شوہر کے گھر آنے سے پہلے اس کے لیے زیب وزینت کر لے۔

(۹) جب شوہر گھر پہنچے تو مسکرا کر اس کا استقبال کرے، اس کے ہاتھ میں کوئی سامان ہو تو خود اپنے ہاتھ میں لے لے اور اس سے پیار ومحبت کی باتیں کرے تاکہ دن بھر کی تھکان سے اس کا دل بہل جائے۔

(۱۰) شوہر کے ساتھ ہمیشہ نرم گفتگو کرے اور اگر وہ کسی بات پر ڈانٹے یا تنبیہ کرے تو اسے بہ سروچشم قبول کرے۔

اگر عورتوں نے اپنے شوہروں کے حق میں اور شوہروں نے اپنی بیویوں کے حق میں اسلامی احکام اور آداب کا لحاظ کر لیا تو ان شاء اللہ ازدواجی زندگی بالکل خوش گوار ہو جائے گی اور ان کا باہمی تعلق لوگوں کے لیے مثال بن جائے گا۔

• • •

تربیتِ اولاد کے آداب

والدین کے لیے اپنی اولاد کی تربیت معاشرتی طور پر بڑی اہم ذمے داری ہوتی ہے۔ جو لوگ اسلامی آداب سے آشنا ہوتے ہیں اور ان آداب کی روشنی میں اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں ان کے بچے جوان ہو کر اسلامی اخلاق و کردار کے حامل بنتے ہیں اور والدین کے ساتھ ساتھ ہر کسی کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے بچوں کی ماڈرن طرز پر تربیت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہی لوگ اپنے بڑھاپے میں اپنے بچوں کی ڈانٹ ڈپٹ سننے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا پھر انھی کی اولاد ایک دن انھیں اولڈ ہاؤس (Old house) میں لے جا کر چھوڑ آتی ہے۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اولاد عطا فرمائے تو ہم ان کی تربیت اسلامی احکام کی روشنی میں کریں تا کہ وہ جوان ہو کر ہمیں سُکھ پہنچانے والے ہوں دُکھ نہ پہنچائیں۔

چھوٹا بچہ ایک ننھے پودے کی طرح ہوتا ہے اور اس کی اچھائی اور برائی والدین کی تربیت پر منحصر ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جب ٹیڑھا اُگتا ہے تو اگر اسی وقت اسے درست کر دیا جائے تو درست ہو جائے گا لیکن جب وہ بڑا ہو کر ایک تناور درخت ہو جائے گا تو اسے سیدھا کرنا سخت مشکل کام ہو گا۔ چھوٹے بچوں کا ذہن سادہ کاغذ کی طرح ہوتا ہے اس پر بچپن میں جو لکھ دیا جائے وہی لکھا رہے گا۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور ان کے ذہن پر بچپن ہی سے اسلامی تعلیمات نقش کریں تا کہ بڑے ہو کر وہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہوں صرف نام کے نہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ والدین خود بھی اسلام کے اصول و ضوابط کے جاننے والے ہوں، ان پر عمل پیرا بھی ہوں اور اسی کے مطابق اپنی اولاد کی تربیت بھی کریں۔

تربیت کی ابتدا

درحقیقت جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے وہی وقت بچے کی تربیت کا سب سے پہلا وقت ہے۔ والدہ کے اخلاق و کردار اور اس کی عبادت، تلاوت قرآن وغیرہ کا اثر بچے پر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو عورتیں حالت حمل میں نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار، اوراد و وظائف اور درود شریف کے ورد کی پابندی کرتی ہیں ان کے بچے اس کی برکت سے نیک اور صالح ہوتے ہیں اور جو عورتیں حمل کے ایام میں سنیما اور سیریل دیکھنے میں مشغول رہتی ہیں اور نماز وغیرہ کی فکر نہیں کرتیں ان کی اولاد بد اخلاق، بد زبان اور بدتمیز ہوتی ہیں۔ اس لیے ہمیں اسی وقت سے اپنی اولاد کی فکر کرنی چاہیے اور عورتوں کو چاہیے کہ حمل کے دوران نیک اعمال کی پابندی کریں تا کہ اولاد پر اس کا اچھا اثر پڑے۔

سب سے پہلی تربیت گاہ

بچے کی ولادت کے بعد اس کی سب سے پہلی تربیت گاہ اس کی ماں کی گود ہے۔ چنانچہ مروی ہے:

اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحِدِ.

ترجمہ: ماں کی گود سے قبر کی گود تک علم حاصل کرو۔

(تفسیر روح البیان عربی، جلد: ۵، ص: ۴۷۴)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ماں کی گود ہی سے اولاد کی تعلیم و تربیت شروع ہو جانی چاہیے۔ ماں اپنی اولاد کو جس رنگ میں چاہے رنگ سکتی ہے اور جس سانچے میں چاہے ڈھال سکتی ہے۔ ماں کی تربیت سے اولاد سنورتی بھی ہے اور بگڑتی بھی ہے۔ ماں کی گود سے اولاد بھلائی بھی سیکھتی ہے اور برائی کی عادی بھی ہوتی ہے۔ ماں ہی کی تربیت سے اولاد اچھے اخلاق کی پیکر بنتی ہے۔

سب سے پہلی بات

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا نے اپنی ایک کتاب میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چند حدیثیں تحریر کیا تھا اسی میں میں نے یہ لکھا ہوا پایا کہ جب تمھاری اولاد بولنے لگے تو ان کو کلمۂ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ سکھاؤ پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو اور جب ان کے دودھ کے دانت گرنے لگیں تو انھیں نماز کا حکم دو۔

(عمل الیوم واللیلۃ، حصہ اول، ص:۳۷۳)

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ جب چھوٹے بچے کی زبان چلنے لگے اور وہ اپنی زبان سے کچھ کلمات ادا کرنے لگے تو اسے کلمۂ طیبہ سکھائیں۔ بچپن ہی میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچوں کو کلمۂ طیبہ سکھانے کی اس لیے تعلیم فرمائی کہ جب ان کی زبان پر بچپن ہی سے کلمۂ اسلام جاری ہوگا تو وہ بچے بڑے ہوکر سچے مسلمان بنیں گے۔ صرف یہی نہیں کہ بچے کو کلمۂ طیبہ سکھائیں بلکہ اس کا مطلب بھی بتائیں اور بچہ جیسے جیسے ہوش سنبھالنے لگے اسے اسلامی عقائد اور اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بتائیں۔

آج ہمارے معاشرے کا حال بہت مختلف ہو چکا ہے، بچہ جب بولنے لگتا ہے تو گھر والے اسے گانا اور فلمی ڈائیلاگ سکھا دیتے ہیں اور جب وہ گانا گاتا ہے یا ناچتا ہے یا کسی فلم اسٹار کی اسٹائل کرتا ہے تو ہمیں بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے بچے میں یہ فن موجود ہے جب کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں تربیت اولاد کس انداز میں کرنی چاہیے اس کا ذکر مذکورہ حدیث پاک میں موجود ہے۔ اس حدیث کو اچھی طرح ذہن میں محفوظ کرلیں اس لیے کہ تربیت اولاد میں یہ حدیث بہت اہم حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب ہماری اولاد بولنا سیکھ لے تو سب سے پہلے ان کی زبان پر کلمۂ طیبہ، درود شریف اور اللہ

عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام جاری کرائیں۔

نماز کا حکم دو

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَ هُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَ اضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ.

ترجمہ: جب تمھارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انھیں مار کر نماز پڑھاؤ۔ (سنن ابوداؤد، جلد اول، ص:۱۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دینے کے لیے فرمایا گیا اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے بچے جوان ہو جاتے ہیں مگر ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں۔ ماؤں کو بچوں کو اسکول بھیجنے، ان کے لیے ٹفن تیار کرنے، ان کے آنے سے پہلے ان کے لیے کھانا تیار کرنے، ان کے کپڑے، جوتے، موزے وغیرہ دنیوی معاملات کی فکر ہوتی ہے لیکن ان کے دینی معاملات کی بالکل فکر نہیں ہوتی۔ اس لیے اکثر بچے بڑے ہوکر اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نافرمان ہو جاتے ہیں اور اس میں ان کے والدین سے بھی مواخذہ ہوگا اس لیے کہ اگر وہ بچپن ہی سے ان کی ذہنی تربیت کرتے تو وہ نیک ہوتے۔ آپ اندازہ کریں کہ جو والدین اپنے بچوں پر ایک ہلکا سا خراش برداشت نہیں کر سکتے جب ان کا وہی بچہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو یہ انھیں کیسے برداشت ہوگا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات سکھا کر انھیں شریعتِ مطہرہ کا پابند بنائیں تاکہ وہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائیں۔

صدقے سے افضل

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَانْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ.

ترجمہ: انسان کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

(ترمذی شریف، حصہ:۴، ص:۳۳۷)

اسی طرح حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اپنے بچے کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو۔ (ترمذی شریف، حصہ:۴، ص:۳۳۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان دونوں حدیثوں سے پتہ چلا کہ اولاد کی اچھی تربیت کرنے میں بڑی فضیلت ہے اور اچھی تربیت سے مراد انھیں شریعتِ مطہرہ کی پابندی سکھانا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم خود پابندی کریں اگر ہم نے پابندی کی تو ہماری اولاد خود بہ خود پابندی کرنے لگے گی۔

آج حال یہ ہے کہ گھر کے افراد اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اور بچے گلی کوچوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور پھر بروں کی سنگت اختیار کر کے خود بھی برے بن جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے والدین ہیں جو بچوں کے لیے روٹی اور کپڑے کا انتظام تو کر دیتے ہیں مگر اپنے آپ کو کاروبار یا ملازمت میں اس قدر مصروف کر لیتے ہیں کہ اولاد کو بالکل وقت نہیں دے پاتے۔ ایسے گھروں کے بچے بھی عام طور پر بگڑ ہی جاتے ہیں۔

بہت سی ایسی خواتین بھی ہیں جو اولاد پر توجہ دیتی ہیں مگر دینی اعتبار سے نہیں بلکہ دنیوی اعتبار سے، ایسی عورتوں کی اولاد بیس سال سے زائد کی ہو جاتی ہے مگر انھیں کلمہ تک

نہیں معلوم ہوتا ہے، نماز پڑھنے کا طریقہ تک نہیں آتا۔ کیا یہ ہمارے لیے افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ایک مسلمان کے گھر میں پلنے والا بچہ کلمہ تک صحیح سے نہیں پڑھ پائے۔

دس وصیتیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا۔ (۲) اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کر اگر چہ تجھے حکم دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جا۔ (۳) فرض نماز ہرگز قصداً نہ چھوڑ کیوں کہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا۔ (۴) شراب ہرگز مت پی کیوں کہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔ (۵) گناہ سے بچ کیوں کہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضی حاصل ہوتی ہے۔ (۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگ اگر چہ تیرے دوسرے ساتھی ہلاک ہو جائیں۔ (۷) جب لوگوں میں وبائی موت پھیل جائے اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا۔ (۸) جن کا خرچ تجھ پر لازم ہے ان پر اپنا مال خرچ کرنا۔ (۹) اپنی اولاد کو ادب سکھانے کے لیے ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا۔ (۱۰) اپنی اولاد کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۳۶، ص:۳۹۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ دس نصیحتوں میں سے اخیر کی تین نصیحتیں اولاد کے تعلق سے ہیں۔ آٹھویں نصیحت خصوصاً ان لوگوں کے لیے ہے جو صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود اپنی اولاد کے ضروری اخراجات میں تنگی برتتے ہیں۔ اگر اللہ عزوجل نے مال و دولت عطا فرمائی ہے تو اپنی اولاد پر بہ قدر ضرورت فراخ دلی سے خرچ کرو، مثلاً ان کی اچھی تعلیم کا بندوبست کرو، ان کے لیے اچھے کپڑوں کا انتظام کرو، ان کے رہنے، کھانے، مطالعے وغیرہ کے لیے اچھے سے اچھا اہتمام کرو۔ ان تمام باتوں کے

ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ کسی بھی معاملے میں فضول خرچی نہ ہو بلکہ اعتدال کی راہ اپناؤ۔

بہت سے لوگ اپنے بچوں کی خوشی کے لیے حرام کاموں میں بھی پیسے خرچ کرنے سے گریز نہیں کرتے، مثلاً پورے گھر والے مل کر سنیما دیکھنے نکل جاتے ہیں یا والدین بچوں کی ضد پر ایسے سامان خرید لاتے ہیں جو ان کے اخلاق کے لیے مضر ہیں، مثلاً ویڈیو گیم وغیرہ۔ اسلام نے فراخ دلی سے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے مگر اعتدال کی راہ اپنائی جائے کہ بہ قدر ضرورت خرچ کیا جائے اور فضول کاموں میں نہ خرچ کیا جائے۔

نویں نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد سے شریعتِ مطہرہ کی پابندی کروانے میں کسی بھی وقت غافل نہ ہوں، انھیں بچپن ہی سے پابندیِ شریعت کا عادی بنائیں، اگر ان کی عادتیں درست نہیں ہیں تو موقع کی مناسبت سے ان کو سزا بھی دیں اور دین کے معاملے میں ان کی کوئی رعایت نہ کریں۔

دسویں نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ محض غصے اور ڈنڈے ہی سے کام نہ چلائیں بلکہ اپنی اولاد کی ذہن سازی کریں اور دین کے احکام پر عمل کرنے کے فضائل وفوائد اور خوف خدا اس قدر ان کے دلوں میں بٹھا دیں کہ ان میں خود احکامِ خداوندی کے ماننے کی تڑپ پیدا ہو جائے۔ ایک بات خاص طور پر ذہن نشیں کر لیں کہ اپنی اولاد کو بچپن ہی سے شریعتِ مطہرہ کی پابندی سکھائیں۔ آج ہم نے جو یہ ذہنیت بنالی ہے کہ ہمارے سامنے ہی ہمارے بچے کوئی غلطی کرتے ہیں اور ہم یہ سوچ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ابھی بچہ ہے، جب سمجھ دار ہوگا تو خود ہی سیکھ جائے گا، یہ ذہنیت بدلنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ جب وہ بچہ بچپن سے برے اخلاق کا عادی ہو جائے گا تو سمجھ دار ہونے کے بعد اسے روکنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے جب کوئی بچہ کوئی غلطی کرے تو فوراً اس کی اصلاح کریں۔

دوستی کے آداب

دوستی فطری چیز ہے اور یہ عموماً دو انسانوں کا مزاج باہم ملنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ آپسی دوستی متعدد اسباب کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے اس کے مال و دولت کی وجہ سے دوستی کرتا ہے، کبھی عزت وشہرت کی وجہ سے دوستی ہو جاتی ہے، کبھی کاروباری معاملات کی وجہ سے، کبھی ایک جگہ نوکری کرنے کی وجہ سے، کبھی ایک محلے یا ایک بلڈنگ میں رہنے کی وجہ سے بار بار ملاقات ہونے کی وجہ سے۔ غرض کہ دوستی کے مختلف اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہم آپس میں ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم جس سے بھی دوستی کریں اللہ کے لیے کریں۔ اللہ کے لیے دوستی کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دوستی کسی سے اس کی دین داری، تقوی اور علم کی وجہ سے ہونی چاہیے، کسی دنیوی مقصد کے لیے یا کسی دنیوی خوبی کی وجہ سے نہیں۔

اسلام نے ہمیں دوستی کے آداب بھی سکھائے ہیں، اس لیے کہ انسانوں کی معاشرتی زندگی میں اسے دوستوں سے اکثر سابقہ رہتا ہے۔ اگر وہ اسلامی آداب کی روشنی میں ان کے ساتھ معاملہ کرے تو اس کی دوستی بھی اس کے لیے کارِ ثواب بن جائے گی۔

آپسی محبت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْمُؤْمِنُ مَأْلَفَةٌ وَ لَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَ لَا يُؤْلَفُ.

ترجمہ: مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ دہم، ص:۴۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو شخص اپنے دوستوں کو محبوب رکھتا ہو اور اسے بھی اس کے دوست محبوب رکھتے ہوں وہ بہت خوش نصیب ہے اور جس سے اس کے دوست بے زار ہوں وہ بڑا محروم ہے۔ دوست زندگی کی زینت، زندگی کے سفر کا سہارا اور خدا کا انعام ہوتا ہے اس لیے ہمیں دوست بنانا چاہیے اور اگر کوئی اخلاص کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو اس کا ہاتھ تھامنا چاہیے۔

مومن کی دوستی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ.

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں۔

(سورۂ توبہ، آیت: ۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت سے پتہ چلا کہ ہمارے دوست درحقیقت مسلمان ہیں۔ مسلمان مردوں کو مسلمان مردوں کے ساتھ اور مسلمان عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہیے۔ کافروں کے ساتھ دوستی کرنا درست نہیں ہے کہ جو لوگ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمن ہیں اور جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب ہے ان کے ساتھ دوستی کیا معنی رکھتی ہے؟ اگر ہمارے دوست مسلمان اور دین دار ہوں گے تو وہ ہمیں دین کی طرف مائل کریں گے۔ خود بھی نیک کام کریں گے اور ہمیں بھی نیکیوں کی دعوت دیں گے، خود بھی برائیوں سے باز رہیں گے اور ہمیں بھی روکیں گے، خود بھی نمازوں کی پابندی کریں گے اور ہمیں بھی نماز کی طرف بلائیں گے، خود بھی زکوٰۃ ادا کریں

گے اور ہمیں بھی اس کی جانب آمادہ کریں گے، خود بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کریں گے اور ہمیں بھی اس کی جانب آمادہ کریں گے۔ اس لیے ہمیں کافروں سے نہیں بلکہ دین دار سچے مسلمانوں سے دوستی کرنی چاہیے۔

نیک لوگوں سے دوستی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ.

ترجمہ: ہر آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو ہر کسی کو چاہیے کہ یہ دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص: ۵۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم جس سے دوستی کرتے ہیں اس کے اخلاق و کردار اور اس کی عادتیں فطری طور پر ہمارے اندر بھی پائی جانے لگتی ہیں اس لیے ہمیں نیک صالح لوگوں سے دوستی کرنی چاہیے کہ جب ہمارے دوست نیکوکار ہوں گے تو ہمارے اندر بھی نیکیوں کی تڑپ پیدا ہوگی۔ ہم انھیں اجتماعات یا قافلوں میں جاتا دیکھیں گے تو ہمارا بھی اجتماعات یا قافلوں میں شرکت کرنے کا ارادہ بنے گا پھر ہم وہاں سے دین کی باتیں سیکھ کر اپنی زندگی سنوار لیں گے۔ اس کے برعکس اگر ہمارے دوست بُرے ہوں گے تو ہم بُرائی کی طرف آمادہ ہوں گے اور برائیوں میں ملوث ہو کر اپنی زندگی برباد کر بیٹھیں گے۔

اللہ کے لیے دوستی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت میں

اپنے عرش کے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (۱) عادل امام۔ (۲) وہ نوجوان جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتا رہتا ہے۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے لگا رہتا ہے۔ (۴) ایسے دو شخص جنھوں نے اللہ کے لیے آپس میں دوستی کی، اسی کی رضا کی خاطر جمع ہوئے اور اسی کی رضا کے لیے جدا ہوئے۔ (۵) وہ شخص جسے منصب اور جمال والی عورت نے زنا کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ شخص جس نے پوشیدہ طور پر صدقہ کیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ نے نہ جانا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔ (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کیا جس سے اس کی آنکھیں بھر گئیں۔ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص: ۷۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس وقت سورج زمین کی طرف اپنی پشت کیے ہوئے ہے اور قیامت کے دن میدانِ حشر کی طرف اس کا رُخ ہوگا۔ سورج کی کیفیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ سورج زمین سے تین لاکھ تیئیس ہزار (۳۲۳۰۰۰) گنا زیادہ بڑا ہے، زمین سے چودہ کروڑ اٹھاسی لاکھ (۱۴۸۸۰۰۰۰۰) کلومیٹر کی دوری پر ہے، اس کا درجۂ حرارت ایک کروڑ چالیس لاکھ (۱۴۰۰۰۰۰۰) ڈگری سینٹی گریٹ ہے، قیامت کے دن وہ انسانوں کے سروں سے سوا نیزے کے فاصلے پر ہوگا اور زمین تانبے کی ہوگی۔ آپ اندازہ کریں کہ کس قدر تپش، گرمی اور کس شدت کی دھوپ ہوگی۔ ایسے میں عرش کے سائے کے علاوہ کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جن سات لوگوں کا ذکر ہوا قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

اللہ کے لیے دوستی کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی سے اس کی دین داری، اس کے علم و فضل یا اس کی علمی بصیرت کی بنیاد پر دوستی کریں کہ اس کی صحبت میں رہ کر ہمیں بھی دین داری اور علم حاصل ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اپنے دوست سے جو کسی دوسری بستی میں تھا ملاقات کے لیے نکلا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ بٹھا دیا، فرشتے نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اس گاؤں میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: کیا تمھارا اس پر کوئی حق ہے جو وصول کرنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، بس اس غرض سے اس کے پاس جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ فرشتہ بولا: مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھارے پاس بھیجا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ وہ بھی تجھ سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے۔

(صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص: ۱۹۸۸)

دوستی کے آداب ایک نظر میں

☆ دوستوں سے محبت کرنی چاہیے اور ان کے ساتھ ایسا رویّہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ خود بھی ہم سے محبت کریں۔

☆ دوستی اخلاص کے ساتھ کرنی چاہیے، کسی ذاتی مفاد کے لیے کسی کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھانا چاہیے۔

☆ دوستی رضائے الٰہی کے لیے ہونی چاہیے۔

☆ مسلمان سے دوستی کی جائے اور مسلمانوں میں بھی نیکوکار صاحبِ تقویٰ سے۔ کافروں، بدمذہبوں اور بدکاروں سے ہرگز دوستی نہ کی جائے۔

☆ جس سے دوستی کی جائے زندگی بھر دوستی نبھانے کی کوشش کی جائے۔

☆ دوستوں پر اعتماد کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ خوش مزاجی سے ملنا چاہیے۔

☆ دوستوں کی مدد اور ان کی غم گُساری کرنی چاہیے اور جہاں انھیں ضرورت محسوس ہو ان

کا ساتھ دینا چاہیے۔

☆ ان کا دُکھ درد سننا چاہیے اور انھیں اچھا مشورہ دینا چاہیے۔

☆ دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کا سلوک کرنا چاہیے۔

☆ دوستوں کے ساتھ خوش دلی اور مسرت و اخلاص کے ساتھ ملنا چاہیے۔

☆ اگر کبھی کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو فوراً ان سے صلح کر لینی چاہیے۔

☆ دوستوں میں شرعی یا اخلاقی کوئی کمی ہے تو ان کی اصلاح کی مکمل کوشش کرنی چاہیے۔

• • •

کاروبار سے متعلق آداب

کاروبار اور تجارت نوکری چاکری سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ کاروبار میں انسان خود مختار ہوتا ہے اور اسے کسی کا پابند ہو کر نہیں رہنا پڑتا۔ جب نماز کا وقت ہوا نماز پڑھ سکتا ہے، کسی قسم کی ضرورت پیش آئی تو جا سکتا ہے اور جتنی محنت کرے گا اتنا منافع کما لے گا۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اکثر اصحاب نے بھی تجارت کی ہے اس لیے تجارت سنت بھی ہے اور اگر کوئی شخص ادائے سنت اور گھر والوں کی پرورش کی نیت سے تجارت کرے تو اس کی یہ تجارت بھی اس کے لیے عبادت ہو جائے گی۔ اسلام نے ہمیں تجارت کے بھی آداب سکھائے ہیں تا کہ ہم اپنی تجارت سے نفع بھی کمائیں اور اس کے آداب کی رعایت کر کے اللہ کی رضا بھی حاصل کریں۔ ہمارے اسلاف نے بھی جہاں فقہ و تفسیر اور علوم و فنون میں مہارت حاصل کی تھی وہیں وہ حضرات اپنی دست کاری اور تجارت سے کسبِ معاش بھی کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے فقہا، محدثین وغیرہ میں سے کوئی سبّاغ ہے، کوئی دبّاغ ہے، کوئی قدوری ہے، کوئی جزار ہے، کوئی حلاّج ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کے نسبتی نام ان کے کاروبار اور دست کاری کی وجہ سے ہیں۔

سب سے بہتر کھانا

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ.

ترجمہ: کسی شخص نے کبھی اس کھانے سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنی دست کاری کی

بنیا د پر کھایا جائے۔ اللہ کے رسول حضرت داؤد علیہ السلام دست کاری کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص: ۵۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج کے زمانے میں مسلمانوں میں کاروبار اور تجارت کا جذبہ دھیرے دھیرے ختم ہوتا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت نوکری کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ نوکری بھی درست اور جائز ہے اور اس کی کمائی حلال ہے لیکن کاروبار میں جو برکت ہے اور تجارت میں جو منافع ہیں وہ نوکری میں کہاں؟ اس لیے ہمیں چاہیے کہ چھوٹا موٹا ہی سہی کوئی کاروبار اور دست کاری کریں کہ یہ خود حضرت داؤد علیہ السلام کی سنّتِ مبارکہ ہے، آپ لوہے کی اشیا بنا کر ان سے کسبِ معاش کیا کرتے تھے جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بادشاہت عطا فرمائی تھی۔

حلال وحرام کی رعایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ.

ترجمہ: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے کس ذریعے سے کمایا ہے، حلال ذریعے سے یا حرام ذریعے سے۔

(صحیح بخاری، حصہ سوم، ص: ۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج وہ زمانہ آچکا ہے اور اب حلال وحرام کی تمیز بالکل ختم ہوتی جا رہی ہے، بس ہر انسان صرف پیسے کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور اس رِیس میں وہ حلال وحرام کی تمیز بھی بھول گیا ہے جب کہ حلال روزی میں اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں بھی برکت دیتا ہے اور حلال کی تلاش کرنے والے کو قیامت کے دن

اجرِ عظیم عطا فرمائے گا اور حرام روزی میں دُنیا میں بھی برکت نہیں ہوتی اور قیامت میں تو حرام روزی کمانے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کے عتاب کا شکار ہوگا ہی۔

حرام مال نفع بخش نہیں ہوتا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقَ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيْهِ وَ لَا يَتَصَدَّقُ بِهٖ فَيُقْبَلَ مِنْهُ وَ لَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهُ اِلَى النَّارِ، اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَا يَمْحُو السَّيِّءَ بِالسَّيِّءِ وَ لٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّءَ بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيْثَ.

ترجمہ: جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے اگر اُسے صدقہ کرے تو مقبول نہیں، خرچ کرے تو اُس کے لیے اُس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مر جائے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو محو فرماتا ہے۔ بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ ششم، ص: ۱۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مالِ حرام کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ (۱) انسان اسے کھا کر ختم کر دے یا پہن کر پُرانا کر دے۔ (۲) اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس سے آخرت کا سامان مہیا کر لے۔ (۳) اسے بہ طورِ میراث چھوڑ کر جائے جو اس کی اولاد کے لیے حصہ بن جائے۔ حرام مال میں ان تینوں کی تینوں حالتوں میں خیر نہیں ہے۔ اگر انسان اپنے لیے خرچ کرے تب بھی اس میں برکت نہیں، اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی اس میں ثواب نہیں اور اگر چھوڑ کر مر جائے تب بھی وہ اس کے لیے جہنم میں لے جانے والا ہے۔

اللہ کی رحمت سے محروم

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انھیں ستھرا فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (اسی طرح آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔) اس پر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: جن لوگوں نے نقصان اٹھایا اور خسارے میں رہے، وہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم؟ آپ نے فرمایا:

اَلْمُسْبِلُ وَ الْمَنَّانُ وَ الْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ.

ترجمہ: ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا مالِ تجارت بیچنے والا۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص: ۳۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ.

ترجمہ: جھوٹی قسم سامانِ تجارت کو زیادہ بیچنے کا سبب تو ہے لیکن روزی میں بے برکتی کا سبب ہے۔ (صحیح ابن حبان، حصہ یازدہم، ص: ۲۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ بیماری بھی ہمارے درمیان زیادہ رائج ہے کہ ہم کاروبار میں جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں یہ سوچ کر کہ اس سے گاہک سامان خرید لے گا اور اچھی قیمت بھی دے گا۔ ہم اسے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ سامان اتنے روپے میں خریدا ہے اور صرف دو پانچ روپے نفع کما کر آپ کو دے رہے ہیں۔ آپ نے اس پر وعید ملاحظہ فرمائی کہ قیامت کے دن اللہ تبارک و

تعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف نہ نظرِ رحمت فرمائے گا، نہ انھیں ستھرا فرمائے گا بلکہ انھیں دردناک عذاب میں مبتلا فرما دے گا اور دنیا میں بھی اس کا کمایا ہوا یہ پیسہ اس کے لیے نہ نفع بخش ہوگا اور نہ ہی اس میں برکت ہوگی۔ ایسی تجارت کس کام کی جس میں دنیا میں بھی برکت نہ ہو اور آخرت میں بھی وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب اور عذاب کی باعث بنے۔

یہ بھی صدقہ ہے

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَيُّمَا رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا مِنْ حَلَالٍ فَاَطْعَمَ نَفْسَهٗ اَوْ كَسَاهَا فَمَنْ دُوْنَهٗ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ فَاِنَّهَا لَهٗ زَكٰوةٌ.

ترجمہ: جو کوئی حلال مال کمایا، خود کھایا اور پہنا اور دوسروں کو بھی کھلایا اور پہنایا تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (الآداب للبیہقی، حصہ اول، ص: ۳۱۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم کاروبار کرتے ہیں اور حلال روزی کماتے ہیں تو اسے بس اپنی ایک ذمے داری سمجھتے ہیں جب کہ اگر شریعت کی روشنی میں کاروبار کیا جائے اور حلال پیسے کما کر خود بھی کھایا جائے، اپنے اہل و عیال کو بھی کھلایا جائے اور غریبوں کی مدد کی جائے تو یہ کمانا بھی ہمارے لیے عبادت میں شمار ہوگا۔

تجارت کے چند آداب

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَطْيَبَ الْكَسْبِ كَسْبُ التُّجَّارِ الَّذِيْنَ اِذَا حَدَّثُوْا لَمْ يَكْذِبُوْا وَ اِذَا اؤْتُمِنُوْا لَمْ يَخُوْنُوْا وَ اِذَا وَعَدُوْا لَمْ يُخْلِفُوْا وَ اِذَا اشْتَرَوْا لَمْ يَذِمُّوْا وَ اِذَا بَاعُوْا لَمْ يُطْرُوْا وَ اِذَا كَانَ عَلَيْهِمْ لَمْ يَمْطُلُوْا وَ اِذَا كَانَ لَهُمْ لَمْ يُعَسِّرُوْا.

ترجمہ: سب سے پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو گفتگو میں جھوٹ نہ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، وعدہ خلافی نہ کریں، جب خریدیں تو اسے حقیر نہ بتائیں، جب بیچیں تو مبالغہ آرائی سے کام نہ لیں، جب ان پر کسی کا حق ہو تو ٹال مٹول نہ کریں اور جب ان کا حق کسی پر ہو تو اس پر تنگی نہ کریں۔ (الآداب للبیہقی، حصہ اول، ص:۳۱۸)

اس روایت میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاجروں کو تجارت کے چند اصول بتائے ہیں۔

☆ تجارت کے دوران جھوٹ نہ بولیں۔

☆ امانت میں خیانت نہ کریں۔ تجارت میں امانتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ (۱) کوئی شخص کوئی سامان یا روپے پیسے اس کی دُکان میں رکھ دے کہ بعد میں لے جائے تو اسے چاہیے کہ جس طرح اس نے رکھا ہے جب وہ لینے آئے تو اسے اسی طرح اُٹھا کر دے۔ (۲) کوئی شخص اسے کچھ مال لانے کے لیے پیسے دے تو جتنے کا سامان ملا ہے اس سے اتنے ہی پیسے لے بڑھا کر نہ لے۔ (۳) کوئی شخص کچھ سامان دے کہ اسے بیچ دینا تو جتنے کا بکے اُتنا پورا پیسہ اسے دے دے۔ وغیرہ

☆ وعدہ خلافی نہ کرے۔ اگر کسی سے پیسے دینے کا وعدہ کیا ہے تو جو وقت مقرر کیا ہے اس وقت تک اسے دے دے۔ اگر کوئی شخص کوئی سامان بنانے کا آرڈر دیا ہے تو جس مدت میں بنانے کا وعدہ کیا ہے اس مدت میں بنا کر اس کے سپرد کر دے۔

☆ سامان خریدتے وقت اس سامان کے عیب بیان کرنے میں مبالغہ نہ کرے کہ اس سے بیچنے والا قیمت گھٹا کر بیچے گا۔ اگر اس چیز میں واقعی عیب ہے تو اسے بیان کر سکتا ہے۔

☆ بیچتے وقت اس چیز کی تعریف میں مبالغہ آرائی نہ کرے تاکہ خریدنے والا اس کی زیادہ قیمت دے۔ فی الواقع اس چیز کی جو صفت ہے اسے ہو بہو بیان کرے۔

☆ کسی کا پیسہ بقایا ہے تو اسے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا درست نہیں ہے۔ جتنی جلدی ہو اسے لوٹا ہی دینا چاہیے۔

☆ اگر کسی مسلمان پر کچھ پیسے اُدھار باقی ہیں تو اس سے وصول کرنے میں سختی نہیں برتنی چاہیے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اسے سہولت دینی چاہیے۔

اگر کوئی تاجر ان اصول پر عمل پیرا ہو جائے تو تجارت کی منڈی میں اس پر ہر کسی کو بھروسہ ہو جائے گا اور اس کے لین دین کے معاملات اچھے ہو جائیں گے جس کی بنیاد پر اس کی تجارت خوب فروغ پائے گی۔

چند مزید آداب

(۱) کاروبار دل چسپی سے کیا جائے اور اس میں خوب محنت کی جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جس فیلڈ میں زیادہ دل چسپی ہے اسی فیلڈ کا کوئی کاروبار شروع کیا جائے۔

(۲) خریداروں کو اچھے سے اچھا مال دیا جائے تاکہ کوالیٹی کے معاملے میں لوگ بھروسہ کرنے لگیں۔

(۳) بہت زیادہ منافع نہ لیا جائے بلکہ خریدی قیمت پر کچھ اضافہ کر کے بیچ دیا جائے کہ اس سے زیادہ مال بکے گا اور زیادہ آمدنی ہوگی۔

(۴) وقت کی پابندی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ صبح ایک مقرر وقت پر دُکان کھولی جائے اور شام میں ایک مقرر وقت پر بند کر دی جائے۔

(۵) خریداروں سے ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

(۶) ناپ تول میں دیانت داری سے کام لینا چاہیے، اس میں دھوکہ دہی روا نہیں۔

(۷) صدقہ دیتے رہنا چاہیے تاکہ تجارتی کوتاہیوں کی بھرپائی ہو جائے۔

● ● ●

بابِ ششم

سنت کے خلاف مروّج اعمال

سنت کے خلاف مروّج اعمال

جس طرح ہمارے لیے سنتوں کی پابندی ضروری ہے وہیں سنت کے خلاف رواج یافتہ اعمال سے اجتناب بھی ضروری ہے۔ اس لیے کہ جہاں ایک عاشقِ رسول کی یہ علامت ہے کہ وہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہر کام کرے وہیں جو کام طریقۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے اسے وہ ترک بھی کردے۔ بعض علماے کرام نے سنتوں کے خلاف رواج یافتہ اعمال کی فہرست پیش کی ہے، فائدے کے لیے یہاں درج کی جارہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم لازمی طور پر ان سے احتراز کریں اور حتی المقدور سنتوں کی پابندی کی کوشش کریں۔ ان میں سے بعض باتیں حرام ہیں، بعض مکروہِ تحریمی، بعض مکروہِ تنزیہی اور بعض خلافِ اولیٰ۔ بہر حال ہمیں ان کے ارتکاب سے گُریز کرنا چاہیے تاکہ خلافِ سنت عمل کا وبال ہمارے ذمے نہ ہو اور کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہمارا ہر کام سنتوں کے مطابق ہو تاکہ ہمارا ہر عمل ہمارے لیے اجر و ثواب اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی کا باعث بن جائے۔

مسجد میں داخلے کے وقت

۱) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم نہ پڑھنا۔

۲) بایاں قدم پہلے اندر رکھنا۔

۳) داخلے کی دعا نہ پڑھنا۔

۴) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نہ کہنا۔

۵) دل میں ذاتِ رَبُّ العزت کا کامل خیال نہ ہونا۔

۶) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔

وضو کرتے وقت

۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ پڑھنا۔

۲) پانی میں اِسراف کرنا۔

۳) ناک داہنے ہاتھ سے صاف کرنا۔

۴) کسی عضو کو بلاضرورت ۳/ بار سے زیادہ دھونا۔

۵) کسی عضو کو اتنی تاخیر سے دھونا کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

۶) وضو کے دوران دنیا کی باتیں کرنا۔

حالتِ قیام میں

۱) پنجوں کو بہت ترچھا یا ٹیڑھا رکھنا۔

۲) دونوں پیر بہت پھیلا کر کھڑا ہونا۔

۳) ایک پیر پر زور دے کر کھڑا رہنا۔

۴) ہاتھوں کو ناف کے اوپر رکھنا۔

۵) نگاہ کا سجدے کی جگہ نہ ہونا۔

۶) صف کا ٹیڑھی ہونا۔

حالتِ رکوع میں

۱) کمر سے اونچا ہونا۔ یا اس کے خلاف ہونا۔

۲) ہاتھوں یا پیروں میں ٹیڑھاپن ہونا۔

۳) نگاہ سجدے کی جگہ ہونا۔

۴) تسبیح کو جفت عدد ۴/۸/۱۰/ بار پڑھنا۔

حالتِ قومہ میں

۱) سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے سجدے میں چلے جانا یہ عمل خلافِ سنت ہی نہیں ہے بلکہ ترکِ واجب ہے اس پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور سجدۂ سہو بھول جانے کی صورت میں نماز کا دہرانا واجب ہے۔

حالتِ سجدہ میں

۱) سجدے میں پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھنا۔

۲) سجدے کی حالت میں ناک کا زمین سے اُٹھ جانا۔

۳) پیروں کا زمین سے اُٹھ جانا۔

۴) پیروں کا زمین پر بچھائے رکھنا۔

حالتِ جلسہ میں

۱) دونوں پیروں کو کھڑا کر کے بیٹھنا۔

۲) دونوں پیروں کو باہر نکال کر بیٹھنا۔

۳) نگاہ زانو کے بجائے سجدے کی جگہ پر یا کہیں اور رکھنا۔

۴) جسم کا درست ہونے سے پہلے دوسرے سجدے میں چلے جانا۔

حالتِ قعدہ میں

۱) دونوں پیروں کو کھڑا رکھنا۔

۲) دونوں پیروں کو بچھائے رکھنا۔

۳) نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھنا۔

۴) ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلائے رکھنا۔

۵) انگلی نہ اُٹھانا۔

۶) ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر انگلیوں کا جھکا نہ ہونا۔

۷) درود شریف اور دعا کے بغیر سلام پھیرنا۔

دعا کرتے وقت

۱) ہاتھوں کو ملانا یا منہ کے سامنے ہونا۔

۲) ہاتھوں کو ملائے رکھنا۔

۳) دعا میں انگلیاں چٹخانا۔

۴) دل کا غیر حاضر ہونا۔

۵) دعا کی قبولیت میں شک ہونا۔

۶) خدا کی مہربانی اور اپنی نافرمانی کا دھیان نہ ہونا۔

۷) دعا کے وقت ذہن کا حاضر نہ ہونا۔

۸) دعا میں عاجزی و انکساری نہ ہونا۔

نمازِ جمعہ میں

۱) خطبے کے ساتھ اُردو یا فارسی کے اشعار ملا کر پڑھنا۔

۲) خطبہ ہوتے ہوئے کوئی نماز پڑھنا۔

۳) خطبے کے وقت آپس میں بات چیت کرنا۔

۴) خطبہ ہوتے ہوئے کچھ کھانا، پینا یا چلنا یہاں تک کہ تسبیح پڑھنا، تلاوت کرنا بھی خلافِ سنت ہے۔

۵) خطبہ ہوتے ہوئے کوئی ایسا کام کرنا جس کی وجہ سے توجہ ہٹے۔

۶) خطبہ ہوتے ہوئے سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا یہاں تک کہ کسی کو شرعی مسئلہ بتانا بھی خلافِ سنت ہے۔

۷) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی خلافِ سنت اور مکروہِ تحریمی ہے۔

۸) رمضان کے آخری جمعہ کے خطبوں میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منقول نہیں ہے اور کتبِ فقہ میں کہیں اس کا پتہ نہیں چلتا ہے، یہ بھی خلافِ سنت ہے۔ اس زمانے میں اس کا بڑا التزام ہو رہا ہے اور اگر کوئی نہ پڑھے تو اسے برا کہتے ہیں۔

عیدین میں

۱) بلا عذرِ شرعی عید کی نماز کسی مسجد میں پڑھنا۔

۲) نمازِ عید کے لیے کسی سواری پر جانا بھی خلافِ سنّت ہے۔

۳) نمازِ عید الفطر سے پہلے نہ کھانا۔

۴) نمازِ عید الاضحیٰ کے پہلے کھا لینا بھی خلافِ سنت ہے۔

۵) عید الفطر میں بہ آوازِ بلند تکبیر پڑھنا۔

۶) عید الاضحیٰ میں آہستہ تکبیر پڑھنا۔

قبرستان سے متعلق

۱) نجاست کی حالت میں قبرستان جانا۔

۲) قبرستان میں پاخانہ یا پیشاب کرنا۔

۳) قبرستان میں دنیا کی باتیں کرنا۔

۴) مرنے والوں کو ثواب سے محروم رکھنا۔

۵) اپنی موت کو یاد نہ کرنا۔

۶) مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین نہ ہونا۔

۷) خدا کی عدالت کا یقین نہ ہونا۔

۸) قبرستان پہنچ کر سلام نہ کرنا۔

۹) قبر کو پختہ اور بہت اونچی بنوانا۔

نکاح سے متعلق

۱) سر پر کاغذی سہرا وغیرہ باندھنا۔

۲) مردوں کو ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگانا۔

۳) رسم میں عورتوں کو ڈھول بجا کر گانا۔

۴) مانجھا بیٹھنا یا چھوائی کی رسم کرنا۔

۵) گولہ داغنا، آتش بازی کرنا۔

۶) باجا بجوانا یا ناچ کرانا۔

۷) فخر سے مہر کا زیادہ رکھنا اور ادا کرنے کی فکر نہ کرنا۔

۸) نام ونمود اور فخر وتکبر کی غرض سے دعوت کرنا۔

گھر میں داخلے کے وقت

۱) بایاں قدم اندر رکھنا۔

۲) بسم اللہ نہ پڑھنا۔

۳) سلام نہ کرنا۔

۴) بڑوں کا احترام نہ کرنا۔

کھانا کھانے میں خلافِ سنت اُمور

۱) ہاتھ دھونے کے بجائے صرف چٹکی دھونا۔

۲) بسم اللہ پڑھے بغیر شروع کر دینا۔

۳) کھانے سے پہلے کی دعا کا بھی نہ پڑھنا۔

۴) ننگے سر کھانا۔

۵) بلا عذر پالتی مار کر کھانا یا چار زانو بیٹھنا۔

۶) کھاتے وقت منہ سے چپ چپ کی آواز آنا۔

۷) انگلیاں نہ چاٹنا۔

۸) برتن صاف نہ کرنا۔

پانی وغیرہ پیتے وقت

۱) بغیر بسم اللہ پڑھے پینا۔

۲) کھڑے ہو کر پینا۔

۳) ایک ہی سانس میں پینا۔

۴) پینے میں غٹ غٹ کی آواز آنا۔

۵) سانس لیتے وقت برتن منہ سے نہ ہٹانا۔

۶) پینے کے بعد الحمد للہ نہ کہنا

۷) پینے کے بعد کی دعا نہ پڑھنا۔

کپڑا پہنتے وقت

۱) بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہ پڑھنا۔

۲) بائیں طرف سے پہننا۔

۳) پاجامہ کھڑے ہوکر پہننا۔

۴) صرف انڈرویئر یا جانگھیا پہنے رہنا۔ (اس لیے کہ ستر کا کھولنا حرام ہے۔)

۵) پینٹ شرٹ (جس میں سجدے میں جاتے وقت ستر کھل جائے) پہن کر نماز پڑھنا۔ (یہ حرام ہے۔)

۶) دعا نہ پڑھنا۔

۷) پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننے کو حقیر سمجھنا۔

ملبوسات سے متعلق

۱) صرف جانگھیا، انڈرویئر وغیرہ پہننا خلافِ سنت ہی نہیں بلکہ حرام ہے کیوں کہ اس سے ستر کھلا رہتا ہے جس کا چھپانا فرض ہے۔ یہ فرشتوں کی لعنت کا سبب بھی ہے۔

۲) پینٹ اور پینٹ کی قسم کا ہر کپڑا جس سے سرین نمایاں ہوں۔

۳) شرٹ اور شرٹ کی قسم کا ہر وہ کپڑا جس سے سرین کھلے رہیں۔

۴) بڑی مُہری کا رواجی پاجامہ جس میں نچلے حصے پریشان کرتے ہیں۔

۵) عورتوں کے لیے لہنگا، تہبند اور ہر وہ باریک کپڑا جس سے بدن نظر آئے۔

حجامت سے متعلق

۱) پورے سر کے بال بڑے بڑے رکھنا۔

۲) پورے سر کے بال عورتوں کی طرح رکھنا۔

۳) بغل کے بال چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا۔

۴) زیرِ ناف کے بال چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا۔

۵) ہاتھ پیر کے ناخن بہت بڑے رکھنا۔

۶) ٹیڑھی مانگ نکالنا۔

استنجا اور قضاے حاجت سے متعلق

۱) بیت الخلاء میں جاتے وقت داہنا قدم اندر رکھنا۔

۲) دعا نہ پڑھنا۔

۳) گری ہوئی نجاست کو دیکھنا۔

۴) قبلے کی طرف منہ کرکے بیٹھنا۔

۵) چلتی ہوئی ہوا کی طرف منہ کرنا۔

۶) داہنے پیر پر زور دے کر بیٹھنا۔

۷) بے پردگی میں بیٹھ کر پاخانہ کرنا۔

۸) صرف ڈھیلوں سے استنجا کرنا۔

۹) واپسی میں بایاں قدم پہلے باہر نکالنا۔

۱۰) بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد کی دعا نہ پڑھنا۔

۱۱) قبلے کا دھیان نہ ہونا۔

۱۲) نیچے بیٹھ کر اوپر کی طرف پیشاب کرنا۔

۱۳) چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنا۔

۱۴) راستے پر پیشاب یا پاخانہ کرنا۔

۱۵) کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔

۱۶) ننگے سر ہوکر پیشاب یا پاخانہ کرنا۔

۱۷) سوراخوں میں پیشاب کرنا۔

۱۸) پاجامے یا پینٹ پہنے ہوئے کمر بند کھولے بغیر پیشاب کرنا۔

۱۹) ایسے درخت کے سائے میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں یا ایسی جگہ جس سے لوگ فائدہ

اٹھاتے ہوں وہاں پیشاب یا پاخانہ کرنا۔

۲۰) پیشاب کر کے پانی یا مٹی سے استنجا نہ کرنا۔

بازار سے متعلق

۱) دوسروں کا سودا لانے سے انکار کر دینا۔

۲) خرید و فروخت میں جھوٹ بولنا۔

۳) ناپ و تول میں کمی کرنا۔

۴) گاہک کو دھوکہ دینا۔

۵) جھوٹی قسم کھانا۔

۶) کھوٹا سکہ چلانا۔

تجہیز و تکفین سے متعلق

۱) مرد کو کفن کے ساتھ پاجامہ اور پگڑی یعنی عمامہ، ٹوپی وغیرہ دینا۔

۲) عورت کے کفن میں سرخ چادر، چوڑی، یا سیندور وغیرہ کا استعمال کرنا۔

۳) قبر میں کیوڑا یا گلاب کا استعمال کرنا۔

۴) میت کے ساتھ قبرستان میں غلہ یا پیسہ وغیرہ لے جا کر تقسیم کرنا۔
(قبرستان کے باہر ہو تو حرج نہیں)

۵) قبر میں میت کا منہ کھولنا خلافِ سنّت ہے اور عورت کا منہ کھولنا حرام ہے۔

● ● ●

بابِ ہفتم

مرغوب غذائیں

مرغوب غذائیں

ہر انسان کو کسی نہ کسی کھانے کی طرف رغبت ہوتی ہے اور بہت پسندیدگی سے اسے تناول کرتا ہے۔ کچھ لوگ سبزیاں زیادہ پسند کرتے ہیں، کچھ لوگ گوشت اور روغن دار غذائیں کھانے میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور کچھ لوگ معتدل مزاج ہوتے ہیں جنھیں دونوں طرح کے کھانے پسند ہوتے ہیں۔

فیشن کے اِس دور میں کھانے میں بھی طرح طرح کے فیشن رواج پکڑ لیے ہیں اور عمومًا مسلمان بھی اس فیشن زدہ ماحول میں جہاں ہر کام میں فیشن کا لحاظ کرتا ہے وہیں اپنی غذا بھی فیشنیبل (Fashionable) بنانے کی مسلسل سعی کرتا رہا ہے۔

ہمیں یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہماری زندگی کے ہر گوشے میں ہمارے لیے نمونۂ عمل اور مشعلِ راہ ہے۔ آپ نے جو پسند فرمایا اُسے پسند کرنا اور جس چیز کو ناپسند فرمایا اُسے ناپسند جاننا ہمارے لیے جہاں محبت رسول کی علامت اور ہمارے کامل الایمان ہونے کی دلیل ہے وہیں ہمارے لیے بہت سے اجر وثواب کا بھی باعث ہے اور یہی نہیں بلکہ اس میں ہمارے لیے متعدد دینی و دنیوی فوائد بھی پوشیدہ ہیں۔

کھانا کھانا ہماری ضرورت ہے اور ہر انسان اپنی ضرورت کے مطابق روزانہ دو سے تین مرتبہ کھانا تناول کرتا ہے۔ یقینًا ہمارا کھانا بھی ہمارے لیے عبادت اور اجر وثواب کا باعث بن سکتا ہے اگر ہم وہ غذائیں استعمال کریں جو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمائی ہیں۔ چند غذاؤں کا ذکر یہاں مناسب ہے تاکہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند کو اپنا کر اجر وثواب کے مستحق ہوں۔

چاول

آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روٹی کے علاوہ چاول بھی تناول فرمایا کرتے تھے۔ چاول گندم کی طرح ایک غذائی جنس ہے جو کم وبیش ہر جگہ پیدا ہوتا ہے۔ چاولوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تہ دیگی زیادہ پسند تھی۔ بعض لوگ دیگ کے نچلے حصے میں موجود چاول ناپسند کرتے ہیں جب کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا ہے۔ چاول کے تعلق سے چند حدیثیں ملاحظہ کریں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُعْجِبُہُ الثُّفْلُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ثُفل پسند تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی) کہتے ہیں:

یَعْنِی مَا بَقِیَ مِنَ الطَّعَامِ.

ترجمہ: (ثُفل سے مراد) ہنڈیا کا بقیہ ہے۔ (شعب الایمان، حصہ:۸، ص:۸۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج ہم بالکل تازہ کھانے کے عادی بن گئے ہیں اور ہمارا نفس غذا کا سب سے مرغوب حصہ تلاش کرتا ہے اور نہ ملنے پر ہم ناک منہ بسورنے لگتے ہیں، گھر میں واویلا مچانے لگتے ہیں اور نہ جانے کس کس قسم کے جملے اپنی زبان سے ادا کرنے لگتے ہیں۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں غذا کا سب سے مرغوب حصہ پسند فرمایا ہے وہیں آپ نے اُن حصوں کو بھی پسند فرمایا ہے جسے عمومًا لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! غذا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کے کسی حصے کو ناپسند کرتے ہوئے پھینک دینا یقینًا اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناشکری کہلائے گی۔

بکرے کا گوشت

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکرے کا گوشت پسند فرمایا ہے اور اکثر اوقات اسے استعمال بھی فرمایا۔ آپ شوربے والا گوشت اور بھنا ہوا گوشت شوق سے تناول فرمایا کرتے تھے اس لیے گوشت کا استعمال نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حضور نے تناول فرمایا

حضرت عبد اللہ بن حارث بن جَزء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَكَلَ، وَأَكَلْنَا مَعَهُ، ثُمَّ اٰذَنَهُ الْمُؤَذِّنُوْنَ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى، وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَلَمْ نُزِدْ عَلٰى أَنْ مَسَحْنَا أَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت کے ساتھ روٹیاں لائی گئیں جب کہ آپ مسجد میں تھے۔ پس آپ نے تناول فرمائیں اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھائیں۔ پھر آپ نے کھڑے ہوکر نماز پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ کنکریوں سے اپنے ہاتھ پونچھ لیے۔

(مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بکرے کا گوشت جہاں لذیذ ہوتا ہے وہیں اس میں دنیوی اعتبار سے متعدد فوائد ہیں۔ بکرے کا گوشت طاقتور ہوتا ہے، زود ہضم ہوتا ہے اور اس کے کھانے کے بعد پیٹ بوجھل محسوس نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہر کوئی بکرے کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے اور بڑی رغبت سے کھاتا ہے لیکن اگر سنت سمجھ کر

اور اس نیت سے کھایا جائے کہ یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا تو جہاں ہمیں اس کی لذت ملے گی اور اس کے دنیوی فوائد حاصل ہوں گے وہیں سنت پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہم اجر وثواب کے بھی حق دار ہوں گے۔

بڑی برکت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت اقدس میں ایک عورت نے دو چپاتیاں اور تھوڑا سا پکا ہوا گوشت بطورِ ہدیہ پیش کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیالے میں رکھ کر کسی چیز سے ڈھانپ دیا اور تاجدارِ عرب وعجم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور پیغام بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت فاطمۃ الزہرا نے وہ پیالہ اٹھا کر دیکھا تو وہ گوشت اور روٹی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیران رہ گئیں اور سمجھ گئیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: اے فاطمہ! تمھارے پاس یہ کہاں سے آیا؟ انھوں نے عرض کیا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پیاری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت مریم علیہا السلام کے مشابہ بنایا ہے، ان کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جب کوئی ان سے پوچھتا کہ یہ چیز کہاں سے آئی تو وہ یہی جواب دیتیں۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن) نے وہ گوشت اور روٹی سیر ہوکر تناول فرمایا مگر پیالے میں گوشت اور روٹی بدستور موجود رہا۔ پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ کھانا ہمسایوں میں تقسیم فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے

اس کھانے میں خیر کثیر اور برکت عطا فرمادی۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ دوم، ص:۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور ذُرِّیت کے ہاتھوں میں بڑی برکت رکھی ہے کہ وہ حضرات جہاں اپنا ہاتھ لگا دیں مٹی بھی سونا بن جائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکرے کے گوشت کا سالن پسند ہے اس لیے جب آپ کی خدمت میں بہ طور ہدیہ گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے رکھ دیا۔ آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند کا خیال کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تھوڑے سے سالن اور دو چپاتیوں میں اس قدر برکت رکھ دی کہ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پورا کنبہ شکم سیر ہو گیا حتّٰی کہ پاس پڑوس والوں کو بھی اس میں سے تقسیم کیا گیا۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر ہم بھی کھانے پینے میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند کا خیال رکھیں تو ہماری غذا میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ برکت رکھ دے گا۔

شوق سے تناول فرماتے

حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ بیان کرتے ہیں:

اِنَّہٗ رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْتَزُّ مِنْ کَتِفِ شَاۃٍ فِی یَدِہٖ، فَدُعِیَ اِلَی الصَّلاَۃِ فَأَلْقَاھَا وَالسِّکِّیْنَ الَّتِی یَحْتَزُّ بِھَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: انھوں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکری کی دستی کاٹ کر کھاتے دیکھا، جو دستِ مبارک میں تھی۔ اسی اثنا میں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے اسے رکھ دیا اور وہ چھری بھی جس سے کاٹ رہے تھے، پھر نماز پڑھائی اور تازہ وضو نہیں کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۱۳)

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکری کے اگلے پیروں کے پٹھوں کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ آپ اسے بڑی رغبت سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ بکری کا پورا پیر ایک ساتھ بھونا گیا تھا، اس کی بوٹیاں نہیں بنائی گئی تھیں جبھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے چھری سے کاٹ کاٹ کر تناول فرما رہے تھے۔ تیسری بات یہ کہ کھانا چاہے جتنا بھی لذیذ اور مرغوب ہو جب نماز کا وقت آجائے تو اسے چھوڑ کر نماز کی تیاری کرنی چاہیے کہ جس نے یہ نعمت دی ہے اس کی عبادت کو اس کی عطا کردہ نعمت کے استعمال پر مقدم کرنا ہی ایک مومن کے لیے مناسب ہے۔

حضور کی پسند

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کہیں سے بکری کا گوشت آیا، اس میں سے دست کا گوشت خدمت اقدس میں پیش کیا گیا کیوں کہ دست کا گوشت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ آپ نے اسے دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۷)

بازو زیادہ پسند تھا

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: انھوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہانڈی پکائی۔ آپ نے فرمایا: مجھے بازو دو اور آپ بازو پسند فرماتے تھے، انھوں نے آپ کو بازو دیا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اور بازو دو، انھوں نے دیا، پھر فرمایا: مجھے اور بازو دو۔ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! بکری کے کتنے بازو ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تو خاموش رہتا تو جب تک میں تجھ سے کہتا رہتا تو دیتا رہتا۔ (شمائلِ ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند کا کس قدر خیال کیا کرتے تھے۔ آپ نے اس حدیث سے اندازہ کیا ہوگا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکری کا بازو کس قدر پسند تھا کہ آپ نے ایک بازو تناول فرمانے کے بعد مزید کی خواہش ظاہر فرمائی، اسے تناول فرمانے کے بعد پھر سے مزید کی خواہش ظاہر فرمائی۔ دوسری بات یہ کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات پوری نہ ہو ایسا نہیں ہوسکتا جیسا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان سے آپ نے سے اندازہ کیا۔

پشت کا گوشت

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَطْيَبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ.

ترجمہ: میں نے نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک پشت کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پشت کا گوشت بھی پسند تھا مگر آپ پٹھوں کا گوشت زیادہ رغبت سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس روایت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے پشت کے گوشت کی تعریف فرمائی ہے کہ پشت کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔ اچھا بایں معنیٰ کہ وہ حصہ بڑا لذیذ ہوتا ہے اور اس میں طاقت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

بھُنا ہوا گوشت

حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: ہم نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم راہ مسجد میں بھُنا ہوا گوشت کھایا۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکرے کے گوشت کا سالن بھی پسند تھا اور آپ بھُنا ہوا بھی پسند فرماتے تھے۔ بکری کی پوری چانپ بھُون کر آپ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی اور آپ اسے بڑی رغبت سے تناول فرمایا کرتے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اپنے ساتھیوں کو کھلانا بھی سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اگر ہماری پسند کی کوئی چیز ہمارے سامنے رکھ دی جائے تو ایسا نہ ہو کہ ہم خود ہی پورا صاف کر جائیں اور دوسروں کو اس میں سے کچھ نہ دیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی اس میں سے کچھ بچا رکھنا چاہیے۔

جلدی گل جانے والا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

مَا كَانَ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ لٰكِنْ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا فَكَانَ يَعْجَلُ اِلَيْهِ لِاَنَّهٗ اَعْجَلُهَا نُضْجًا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بازو کا گوشت زیادہ پسند نہیں تھا لیکن چوں کہ آپ کبھی کبھی گوشت پاتے تھے اور بازو جلدی پک جاتا ہے اس لیے آپ اس کی طرف جلدی فرماتے۔ (شمائلِ ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۸-۱۰۹)

مرغ کا گوشت

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے اس لیے دیسی مرغ کا گوشت کھانا بھی آپ کی سنت ہے۔ مرغ کے گوشت میں غذائیت کی مقدار بہت زیادہ ہے، عقل بڑھاتا ہے، فہم وفراست تیز کرتا ہے اور دماغ کو چست بناتا ہے۔ جسم کے لیے بھی مُقوی ہے۔ اکثر بزرگوں نے اسے سنت سمجھ کر استعمال فرمایا ہے، خصوصًا پیرانِ پیر حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی بانیِ سلسلۂ قادریہ اتباعِ سنت کی غرض سے اکثر مرغ کا گوشت تناول فرمایا کرتے تھے۔

حضرت زَہدَم جَرَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس مرغ کا گوشت لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی دور ہٹ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے مرغ کو گندی چیز کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھائی کہ اسے نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مُرغ کیڑے مکوڑے اور بعض اوقات غلاظت وغیرہ بھی کھا لیتے ہیں جسے دیکھ کر بہت سے لوگ اس کا گوشت کھانے میں گھِن محسوس کرتے ہیں جب کہ یہ محض نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس جان دار کے لیے جو چیز غذا بنائی ہے وہ اس کے لیے بھلی چیز ہے، اس کے پیٹ میں جا کر تو وہ چیز ہضم ہو جاتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ اس کے گوشت میں مل کر ہمارے لیے ناپسندیدگی کا سبب بنے۔ اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر کسی بھی چیز کا کھانا کراہت سے خالی نہیں ہوگا کہ سبزی، پھل اور اناج وغیرہ اُگانے میں بھی تو کھاد کا استعمال ہوتا ہے جو کہ عمومًا غلاظتوں سے بنائی جاتی

ہے بلکہ اکثر جگہوں پر کھیت میں گوبر بھی ڈالتے ہیں تو کیا اب پھل، اناج اور سبزی کھانے میں بھی گھِن محسوس کی جائے؟ اگر ہاں تو پھر کیا کھایا جائے؟ اسلام نے مُرغ کا گوشت حلال کیا ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اسے تناول فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ جس مرغ کی نشو ونما اور پیدائش قدرتی طریقے کے مطابق ہوتی ہے، جسے دیسی مرغ کہتے ہیں اسی کا استعمال کرنا چاہیے۔ ولایتی مرغی جسے مصنوعی طریقے سے پروان چڑھایا جاتا ہے اسے کھانے سے گریز کریں کیوں کہ اس کی خوراک عمدہ نہیں، نہ اس میں طاقت ہے اور نہ ہی اس کے کھانے میں کوئی خاص فائدہ۔

حُبارٰی کا گوشت

حُبارٰی ایک پرندہ ہے جو عرب ممالک میں پایا جاتا ہے۔ یہ حلال پرندہ ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں اس کا گوشت کھایا جاتا تھا اس لیے آپ نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا۔ حُبارٰی کے معنے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے، کسی نے اس سے مراد تیتر لیا ہے، کسی نے بٹیر، کسی نے چکور اور کسی نے سُرخاب لیا ہے۔ اس کا گوشت طبی لحاظ سے گرم اور جسم کے لیے حرارت بخش ہوتا ہے۔ حکما کا قول ہے کہ حُبارٰی کا گوشت بواسیر کے لیے مفید ہے۔

حضرت ابراہیم بن عمر اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا حضرت سفینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حبارٰی کا گوشت کھایا۔

(ترمذی شریف، حصہ چہارم، ص:۲۷۲)

لہٰذا حُبارٰی کا گوشت ادائے سنت کی نیت سے ہمیں کھانا چاہیے۔ چوں کہ یہ متعین

نہیں ہے کہ حُباری سے تیتر مراد ہے یا بٹیر یا چکور یا سُرخاب اس لیے ان چاروں پرندوں کا گوشت کھا سکتے ہیں اور میسر ہو تو زندگی میں ایک نہ ایک بار ضرور کھانا چاہیے۔

خرگوش کا گوشت

خرگوش ایک جانور ہے جس کا گوشت اسلام میں حلال ہے۔ خرگوش دو طرح کے ہوتے ہیں، جنگلی اور پالتو، دونوں کا گوشت شریعت اسلامیہ میں کھانا جائز ہے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا گوشت تناول فرمایا ہے اور ہمیں اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے، مزاج کے لحاظ سے گرم اور خشک ہوتا ہے۔ سردی وغیرہ بیماریوں میں مفید ہے۔ فالج ،لقوہ، استرخا، اور کالی کھانسی کے لیے بھی بہت فائدے مند ہے۔ عرب میں عموماً جنگلی خرگوش ہوتے ہیں اس لیے ان کا شکار بھی جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعٰى خَلْفَهَا أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَغَبُوا وَأَدْرَكْتُهَا أَنَا، فَذَبَحْتُهَا بِمَرْوَةٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَبَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَخِذَيْهَا أَوْ وَرِكَيْهَا فَأَكَلَهُ.

ترجمہ: مقام مَرّ الظہران میں ہم نے ایک خرگوش دیکھا، کئی حضرات نے اسے دوڑایا، میں نے اسے پکڑ لیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے ذبح فرمایا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ذریعے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اِرسال کر دی جنھیں آپ نے تناول فرمایا۔

(سنن نسائی، حصہ ہفتم ص: ۱۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مَرُّ الظَّہران مکۂ مکرمہ سے ایک میل کی دوری پر واقع ہے جہاں حضرت انس اور آپ کے ساتھ کئی صحابہ نے

مل کر خرگوش کا شکار کیا اور اس کا کچھ حصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا یہ معمول تھا کہ انھیں معلوم ہو جائے کہ فلاں چیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند اور مرغوب ہے تو جس سے جس قدر میسر ہوتا آپ کی خدمت میں پیش کرتا اور اسے اپنے لیے سعادت مندی سمجھتا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خرگوش کا گوشت پسند ہے اور یہ بھی پتہ تھا کہ آپ پٹھوں کا گوشت زیادہ پسند فرماتے ہیں اس لیے آپ نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے پیش کیا اور آپ نے اسے قبول فرما کر تناول بھی فرمایا۔

ٹِڈّی

ٹڈی ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جو عموماً فصلوں پر جھُنڈ کی صورت میں آتا ہے اور فصل کھا جاتا ہے۔ شرعاً اس پرندے کا گوشت کھانا جائز ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ پرندہ عام ملتا تھا اس لیے صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اس کا گوشت کھا لیتے تھے۔ طبی نقطۂ نظر سے اس کے گوشت کا مزاج گرم اور خشک ہے، پھیپھڑوں کے امراض میں بھی فائدہ کرتا ہے۔ حکما اسے جُذام میں بھی استعمال کرواتے ہیں اور اس کے مسلسل استعمال سے جسم کی حرارت بڑھ جاتی ہے۔

واضح رہے کہ ہندوستان میں سبز رنگ کا ایک کیڑا ہوتا ہے وہ بھی فصلوں پر غول کی شکل میں آتا ہے اور اسے بھی عام طور پر ٹِڈی کہتے ہیں مگر یہ وہ ٹڈی نہیں ہے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا ہے بلکہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں۔

حضرت ابو یعفور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا كُنَّا نَأْكُلُ

مَعَهُ الجَرَادَ.

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے (چھ یا) سات غزوات کیے جن میں ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے رہے۔(مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۰۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان جب غزوات میں نکل جاتے تھے تو کئی کئی دن تک بلکہ بارہا تو ہفتوں یا مہینوں تک وطن واپس لوٹنے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی تھی۔ایسا بھی کئی بار ہوا کہ آپ حضرات اپنے ساتھ جو راشن وغیرہ لے گئے تھے ختم ہو گئے۔ٹِڈیاں عموماً عرب میں ہر جگہ پائی جاتی تھیں اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور اپنے جاں نثار صحابیوں کو بھی اس کے کھانے کی اجازت دی۔

مچھلی

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مچھلی بھی تناول فرمایا ہے اور اسے ذبح سے بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے۔مچھلی کا گوشت زود ہضم اور مُقوی ہوتا ہے اسے تازہ کھانا چاہیے۔ لاغر اور کمزور حضرات کے لیے بہت عمدہ غذا ہے۔ذیابیطس (Diabetes) میں بھی بہت فائدے مند ہے۔مچھلی میں پروٹین (Protean) کی مقدار بہت زیادہ پائی جاتی ہے اس لیے اس کا گوشت کا بڑا اچھا بدل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْبَحْرِ اِلَّا قَدْ ذَکَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِي آدَمَ.

ترجمہ: سمندر میں کوئی جانور نہیں مگر اسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم کے لیے ذبح فرمادیا ہے۔ (سنن دارقطنی، حصہ پنجم، ص:۴۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ذبح کرنے سے

مراد حلال کرنا ہے۔اس روایت سے پتہ چلا کہ مچھلی حلال غذا ہے چاہے چھوٹی سے چھوٹی ہو یا بڑی سے بڑی اور اسے کھانے کے لیے ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: میں نے جیش خبط کا جہاد کیا، ہم پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر مقرر کیے گئے، ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی کہ سمندر نے ایک مچھلی کنارے پر پھینکی، ہم نے ایسی مچھلی کبھی نہ دیکھی تھی، اسے عنبر کہا جاتا تھا۔ ہم اسے نصف ماہ تک کھاتے رہے۔ ایک دن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مچھلی کی ایک ہڈی پکڑی اور اسے زمین پر رکھا، وہ ہڈی اتنی بڑی تھی کہ اونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔

جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم نے یہ واقعہ بیان کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمھیں عطا فرمایا ہے۔ اگر تمھارے پاس اس مچھلی کا کچھ حصہ ہو تو مجھے بھی دو۔ ہم نے اس کا کچھ گوشت بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا اور تاجدارِ انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ (صحیح بخاری، حصہ پنجم، ص:۱۶۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مچھلیوں میں مختلف قسمیں ہوتی ہیں، بعض بالکل چھوٹی اور بعض تو اتنی بڑی کہ خشکی پر کوئی جانور اتنا بڑا موجود نہیں ہے۔ ہر قسم کی مچھلی شریعتِ مطہرہ نے حلال کیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ مچھلی کی جنس سے ہونی چاہیے۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جھینگا مکروہ ہے اور اسے کھانا درست نہیں ہے اس لیے کہ احناف کے نزدیک وہ مچھلی کی جنس سے نہیں ہے جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے مچھلی کی جنس سے شمار کیا ہے اور اس کا کھانا جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح احناف کے نزدیک کیکڑا کھانا بھی درست نہیں ہے۔

گھی

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھانوں میں گھی استعمال ہوتا تھا جسے آپ بڑی پسند سے تناول فرماتے تھے۔ گھی ہماری خوراک کا ایک اہم حصہ ہے اور اس کا استعمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ نے دیسی گھی استعمال فرمایا تھا جو مکھن گرم کرنے سے بن جاتا ہے۔ گھی کے فوائد میں سے یہ ہے کہ وہ جسم کو قوت دیتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ قَالَ: اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور نیل گائے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: حلال وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حلال ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے معاف فرمایا ہے۔ (سنن الترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۲۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہندوستان میں عموماً گھی کھانے کے ساتھ دال وغیرہ میں ڈال کر کھایا جاتا ہے، حلوہ وغیرہ بنانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور مختلف یونانی دواؤں میں بھی گھی کا استعمال ہوتا ہے۔ گھی میں طاقت بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی اس میں متعدد فوائد ہیں۔ بدن پر جہاں چوٹ وغیرہ لگ جائے گھی گرم کر کے اس جگہ پر مالش کرنے یا اس جگہ پر گھی لگا کر اسے کسی گرم چیز سے سینکنے سے درد سے فوراً آرام ملتا ہے۔

حضرت اُمِّ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: میں نے گھی

گرم کر کے ایک برتن میں بھر لیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۃً پیش کیا، آپ نے قبول فرمالیا، اسے تناول فرمایا اور برتن میں تھوڑا گھی چھوڑ کر پھونک ماری اور برکت کی دعا فرما کر اصحاب سے فرمایا: اُمِّ اوس کا برتن واپس کر دو۔ صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے جب برتن واپس کیا تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت اُم اوس نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھی قبول نہیں فرمایا۔ حضرت اُم اوس روہانسی ہو کر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں نے گھی اس لیے گرم کیا تھا کہ آپ تناول فرمالیں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُم اوس کی بات سمجھ گئے اور فرمایا: دعا قبول ہوگئی ہے اور برتن گھی سے بھر گیا ہے۔ اُم اوس سے کہہ دو کہ ہم نے گھی قبول فرمالیا اور تناول بھی فرمالیا ہے، اب خود یہ گھی کھائے۔ ام اوس نے وہ گھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانۂ خلافت تک کھایا اور اس برتن سے مسلسل گھی نکلتا رہا یہاں تک کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہوا اس وقت برکت جاتی رہی اور گھی ختم ہوگیا۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ دوم، ص:۸۹-۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود گھی تناول فرمایا ہے اور آپ کی بارگاہ میں جو گھی پیش کیا گیا تھا آپ کے اس میں پھونکنے کی وجہ سے اس میں اس قدر برکت ہوئی کہ کئی سال تک اسے کھایا گیا مگر وہ ختم نہیں ہوا۔

اس روایت سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ اختلاف و انتشار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت اُٹھا لیتا ہے۔ غور کریں کہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان لڑائی کسی ذاتی معاملے کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی اس کے باوجود اس اختلاف کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے برکت اُٹھالی جس میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لُعابِ دہن یا آپ کی پھونک کی وجہ سے برکت رکھ دی گئی تھی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ آپ کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی تھی جس میں اس قدر برکت تھی کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر مذکورہ اختلاف کے پہلے تک اس میں سے کھاتے رہے اور دوسروں کو بھی کھلاتے رہے مگر اس کی کھجوریں ختم نہیں ہوئیں پھر جب اختلاف ہوا تو اس میں سے بھی برکت اُٹھ گئی۔

مکھن

حضرت بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں سُلَمی صاحبزادوں نے فرمایا:

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں کیوں کہ آپ مکھن اور کھجوریں پسند فرماتے تھے۔

(سنن ابو داؤد، حصہ سوم، ص:۳۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکھن کو بھی پسند فرمایا اور جب میسر آیا تناول فرمایا۔ مکھن بہترین خوراک کا اہم جز ہے۔ مکھن اور گھی کے فوائد تقریباً ایک جیسے ہیں اور جسمانی طاقت اور قوت کے لیے اس کا استعمال ناگزیر ہے۔

پنیر

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَةٍ فِي تَبُوكَ فَدَعَا بِسِكِّينٍ

فَسَمّٰى وَقَطَعَ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مقام تبوک میں پنیر کا ٹکڑا لایا گیا، آپ نے چھُری منگائی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ ثُمَّ رَآهُ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور وضو فرمایا پھر دوبارہ دیکھا کہ آپ نے بکری کے بازو کا کچھ گوشت کھایا مگر وضو نہیں فرمایا۔

(صحیح ابن خُزیمہ، حصہ اول، ص:۲۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عربی زبان میں صرف ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آگ پر پکائی گئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پنیر بھی استعمال فرمایا ہے اس لیے پنیر بطور سنت استعمال میں لانا بہت بہتر ہے۔ پنیر دودھ کو پھاڑ کر بنایا جاتا ہے، اس میں روغنی اجزا بکثرت ہوتے ہیں۔ اس کا طبی مزاج بہت سرد ہے۔ یہ معدے، گردے اور انتڑیوں کے لیے بہت مفید ہے۔ ہندوستان میں اس کی سبزی بھی بنائی جاتی ہے اور مٹھائیوں کی صورت میں بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

حریرہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حریرہ کی بھی تعریف کی ہے، اسے تَلْبِینہ بھی کہا جاتا ہے۔ گھی، آٹا، شکر اور دودھ ملا کر حریرہ بنایا جاتا ہے۔ وہ کمزور لوگوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بخار میں استعمال کرنے کے لیے تجویز فرمایا ہے

کیوں کہ بخار میں بدن کمزور ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا أَخَذَ أَهْلَهُ الْوَعْكُ أَمَرَ بِالْحِسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَيَقُولُ: اِنَّهُ لَيَرْبُو فُؤَادَ الْحَزِينِ وَيَسْرُو عَنْ فُؤَادِ السَّقِيمِ كَمَا تَسْرُوا اِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَجْهِهَا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جب بھی کسی کو بخار چڑھ جاتا تو حریرہ بنانے کا حکم فرماتے پھر انھیں گھونٹ گھونٹ پینے کا حکم فرماتے اور فرمایا کرتے: یہ غمگین دل میں طاقت پہنچاتا ہے اور مریض کے دل سے تنگی دور کرتا ہے جیسے کوئی پانی سے اپنے چہرے کا میل دور کرے۔ (سنن الترمذی، حصہ چہارم، ص: ۳۸۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وہ صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فرمادیں یقیناً حق ہے اور جو دوا تجویز فرمادیں یقیناً نفع بخش ہے بس شرط یہ ہے کہ اس پر اعتقاد رکھا جائے اور ان کا قول دل سے حق تسلیم کیا جائے۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ حریرہ مریض کے بدن کا لاغر پن دور کر کے اسے دوبارہ شادابی دیتا ہے اس لیے حریرہ استعمال کرنا چاہیے کہ اس میں سنت کی ادائیگی بھی ہے اور بدن کی قوت بھی۔

زیتون کا تیل

زیتون ایک بابرکت درخت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کی تعریف اور قسم بھی یاد فرمائی ہے جس سے اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس درخت کا تیل استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس کا تیل دو طرح کا ہوتا ہے میٹھا اور کڑوا۔ میٹھا تیل کھانے میں ڈالا جاتا ہے اور کڑوا تیل چراغ وغیرہ جلانے کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ طبّی طور پر اس تیل کے بہت سے فوائد ہیں اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی اس کا استعمال فرماتے

رہے ہیں اور ہمیں بھی اس کے استعمال کی ترغیب دی ہے۔ حکمانے کہا ہے کہ زیتون ستّر بیماریوں کا علاج ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے، اسے بلغمی اور سردی کے امراض کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔

حضرت عبید اللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت امام حسن، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی دادی حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور کہا: ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا اور آپ اسے چاہت سے تناول فرماتے تھے۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے میرے بیٹے! آج تو وہ کھانا خوشی سے نہیں کھائے گا؟ عرض کیا: کیوں نہیں، ہم ضرور کھائیں گے، آپ ہمارے لیے وہ کھانا پکائیں۔

اس پر حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تھوڑے سے جو لے کر انھیں پیسا اور ہانڈی میں ڈال دیا، پھر اس میں کچھ زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ سیاہ مرچ اور مصالحے کوٹ کر اس میں ڈالے۔ آپ نے کھانا تیار کر کے ان کے قریب کرتے ہوئے فرمایا: یہ وہ کھانا ہے جسے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند فرماتے اور خوشی سے کھاتے تھے۔

(شمائل ترمذی حصہ اول، ص: ۱۱۱-۱۱۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان حضرات نے تو وہ کھانا پسند اور شوق سے تناول فرمالیا تھا مگر اب ہمارا حال مختلف ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو پسند فرمایا تھا ہم اسے ناپسند کرنے لگے ہیں اور آپ نے جو ناپسند فرمایا ہے ہم اسے پسند کرنے لگے ہیں۔ ہم فیشن میں چائنیز، پزا، برگر اور نہ جانے کیا کیا کھاتے ہیں جب کہ ان کھانوں میں نہ جانے کون کون سے اجزا ملائے جاتے ہیں جو ہماری صحت کے لیے مضر ہوتے ہیں۔ جو کھانے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند

فرمایا ہے انھیں ادائے سنت کی نیت سے کھانا جہاں اجر وثواب کا باعث ہے وہیں ان میں طبی اور سائنسی نقطۂ نظر سے بھی بہت سے فوائد ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **كُلُوا الزَّيْتَ وَ ادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.**

ترجمہ: زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر بھی لگایا کرو کیوں کہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ (ترمذی شریف، حصہ چہارم، ص:۲۸۵)

اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ کھانے میں زیتون کا تیل ڈالتے جس سے سالن خوش ذائقہ اور لذیذ ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو سالن استعمال فرمایا کرتے تھے اس میں زیتون کا تیل ہوتا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیتون کا تیل کھانے کے علاوہ مالش کے لیے بھی مفید ہے۔ جس شخص کے پٹھے کمزور ہو گئے ہوں یا اسے سردی لگ گئی ہو یا فالج ہو گیا ہو تو اسے زیتون کے تیل کی مالش کرنی چاہیے ان شاءاللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ زیتون کا تیل چوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذات خود استعمال کیا ہے اور اسے استعمال کرنے کا حکم بھی دیا ہے اس لیے یہ تیل استعمال کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا جب بھی یہ میسر آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کر لینا چاہیے۔

کدّو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا اس لیے کدو کی سبزی استعمال کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے کدو کے بہت سے فوائد ہیں، اس میں عقل اور دماغ کو معتدل رکھنے کی صلاحیت ہے، پیاس بجھاتا ہے، بخار کی حالت میں کدو کے بڑے بڑے ٹکڑے ہاتھوں اور پیروں کی تلووں پر ملنے سے بخار میں کمی ہو جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ، فَأُتِيَ بِطَعَامٍ وَدُعِيَ لَهُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ.

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، جب آپ کے لیے کھانا لایا جاتا یا آپ کھانے کے لیے بلائے جاتے تو میں کدو تلاش کر کر کے آپ کے سامنے رکھتا تھا کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! افسوس! ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمیں گوشت اور مچھلی کے علاوہ کسی کھانے میں لذت ہی نہیں ملتی اور ہم سبزیاں ناپسند کرتے ہیں۔ ہمیں ادائے سنت کی نیت سے کدو کی سبزی کھانا چاہیے اور اسے سالن میں ڈال کر بھی پکانا چاہیے کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

رغبت سے تناول فرماتے

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءً تُقْطَعُ، قُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا.

ترجمہ: ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ کے پاس کدّو دیکھے جنھیں کاٹا جا رہا تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہم اس کے ذریعے کھانا زیادہ کرتے ہیں۔

(شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۴)

اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو بہت پسند

فرماتے تھے اور کدو کی سبزی پکا دی جاتی تو آپ کھانا بہت رغبت سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کدو سے ہاضمے کا نظام اچھا ہوتا ہے اور کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ روغن دار کھانوں میں کدو ڈال دیا جائے تو یہ روغن جذب کر کے اعتدال پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے کھانے کی لذت بڑھ جاتی ہے اور کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔ بہر حال کدو کے متعدد فوائد ہیں جن میں سے چند فوائد آپ نے ملاحظہ کیا۔

صحابہ آپ کی پسند کا خیال کرتے

حضرت عبد اللہ بن ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ.

ترجمہ: ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی، میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا جس میں کدو اور نمک لگا کر سکھایا ہوا گوشت حاضر کیا گیا۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام طور پر لوگوں کا یہ دستور ہے کہ جب کسی کی دعوت کرتے ہیں تو کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس کی پسند کا کھانا تیار کیا جائے تاکہ دعوت میں آنے والا شخص رغبت سے کھائے اور خوش ہو کر جائے۔ مذکورہ دعوت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کدو والا سالن پیش کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو کدو بہت پسند تھا اور آپ اسے بڑی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔

صحابہ بھی پسند کرتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گیا۔

فَرَاَيْتُهٗ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

ترجمہ: میں نے نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے میں اسی دن سے مسلسل کدو پسند کرتا ہوں۔

(بخاری شریف، حصہ سوم، ص:۶۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الفت و محبت کا جو انداز اپنایا تھا وہ رہتی دنیا تک ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ انھیں بس یہ پتہ چل جاتا کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فلاں چیز پسند تھی بس اس دن سے وہ ان کی بھی پسندیدہ چیز بن جایا کرتی تھی۔ آپ نے اس روایت میں دیکھا کہ صحابیِ رسول خود اپنی زبانی فرما رہے ہیں کہ جب آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو تلاش کرتے ہوئے دیکھ لیا اسی وقت سے آپ کدو پسند کرنے لگے اور ادائے سنت کی نیت سے شوق سے تناول فرمانے لگے۔

قدید

عرب میں ریشے والے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان پر نمک اور مرچ مصالحہ وغیرہ مل کر انھیں دھوپ میں خشک کر لیا جاتا تھا پھر ضرورت پر اسے پانی میں بھگو کر پکایا جاتا تھا اسے قدید کہتے تھے۔

نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز قدید تناول فرما رہے تھے کہ ایک بد زبان عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے بھی قدید عنایت فرمائیے۔ آپ نے جو قدید

سامنے رکھا تھا اس میں سے اسے بھی عطا فرمایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ اپنے منہ سے نکال کر دیجیے۔ آپ نے اپنے منہ سے نکال کر اسے عطا فرمایا اور وہ کھا گئی۔ اس روز کے بعد کبھی بھی اس کے منہ سے قبیح اور فحش کلام سننے میں نہ آیا۔ (الخصائص الکبریٰ، حصہ اول، ص:۱۰۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لُعابِ دہن میں وہ تاثیر رکھی ہے کہ جس کے منہ میں پڑ جائے اس کے دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قدید پسند تھا اور آپ اسے شوق سے تناول فرماتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی ادائے سنت کی نیت سے قدید کھانا چاہیے۔

ثرید

روٹی کو شوربے میں پکانا یا گوشت کے شوربے میں توڑ کر بھگونا تاکہ اچھی طرح گل جائے ثرید کہلاتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ثرید بہت پسند تھا اور آپ اسے بڑی چاہت سے تناول فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کھانوں میں روٹی کا ثرید اور حیس کا ثرید سب سے زیادہ پسند تھا۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حیس کا ثرید اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو چھوہارے، گھی اور پنیر کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں شوربا ملانا چاہیں تو وہ بھی ملایا جا سکتا ہے۔ ایسا ثرید بہت لذیذ اور طاقت بخش ہوتا ہے، اسے کھانے سے

جسم میں توانائی پیدا ہوتی ہے اور جسم تروتازہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ثرید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ روٹی کو توڑ کر سالن وغیرہ میں بھگو دینے سے سالن مکمل طور پر روٹی میں سرایت کر جاتا ہے جس سے کھانے کی لذت بڑھ جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب بھی سالن کے ساتھ روٹی کھائیں اس کا ثرید بنا کر کھایا کریں کہ اس سے کھانے کی لذت بھی بڑھ جائے گی، وہ کھانا قوّت بخش بھی ہو جائے گا اور سنت کی ادائیگی کی بنیاد پر ہم اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

دعوت میں پیش کیا جاتا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا:

كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَلَا تَأْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهَا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِيْ وَسَطِهَا.

ترجمہ: اس کے اردگرد سے کھاؤ اور اس کے درمیان سے نہ کھاؤ کیوں کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۱۷)

اس روایت سے پتہ چلا کہ سالن کو کنارے سے کھانا شروع کرنا چاہیے، درمیان سے نہیں۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ثرید پسند تھا اس لیے جب صحابۂ کرام علیہم الرضوان آپ کی دعوت کیا کرتے تو سالن میں روٹی توڑ کر ثرید بنا کر آپ کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی جب میسر ہو سالن اور روٹی کا ثرید بنا کر کھانا چاہیے کہ اس سے سنت کی ادائیگی بھی ہوگی اور ہم کھانے کی لذت کے ساتھ ساتھ اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

ثرید کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دوسری عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو دوسرے کھانوں پر۔ (صحیح البخاری، حصہ پنجم، ص:۲۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ ثرید کو دوسرے کھانوں پر بڑی فضیلت ہے بلکہ یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ثرید ہر کھانے سے بہتر اور افضل ہے۔ یہ افضلیت کس اعتبار سے ہے؟ اس اعتبار سے کہ اس میں دوسرے کھانوں کے مقابلے میں لذت زیادہ ہے، یہ دوسرے کھانوں سے زیادہ قوت بخش ہے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے پسندیدہ غذا ہے۔ اس لیے ہمیں ثرید کھانا چاہیے کہ اس میں دینوی فوائد بھی ہیں اور اخروی فوائد بھی۔

طبی نقطۂ نظر سے ثرید ایک زود ہضم غذا ہے، اسے استعمال کرنے سے انسان بلغمی امراض سے محفوظ رہتا ہے، گیس کے مرض والوں کے لیے بھی یہ فائدے مند ہے لہٰذا حکما نے اسے گاہے بگاہے استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔

سرکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ الْاُدُمُ اَوِ الْاِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ: سرکہ بہترین سالن ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۷۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اُس زمانے میں سرکہ ایک عام چیز تھی جو بڑی آسانی سے میسر آجاتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسا اوقات سرکے کے ساتھ روٹی تناول فرمالیتے یعنی اسے بطور سالن استعمال میں لاتے۔ سرکے کے بہت سے فوائد ہیں اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کی

ترغیب دی ہے۔ سرکہ بلغم ختم کرتا ہے، غذا ہضم کرتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مار دیتا ہے۔

گنے کے رس، چقندر، جامن، انگور، مُنقہ، میوۂ تاڑی، گندم، جو اور دوسرے پھلوں سے بھی سرکہ تیار ہوتا ہے۔ اسے کھانے کے ساتھ کھایا جائے تو طبیعت میں فرحت پیدا ہوتی ہے اس لیے اس کا استعمال کئی لحاظ سے فائدے مند ہے۔

کھجور

کھجور ایک درخت کا عام پھل ہے جو عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ پھل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت استعمال فرمایا ہے اور آپ نے اسے پسند بھی فرمایا ہے۔ آپ اکثر اسے غذا کے طور پر تناول فرماتے تھے۔ یہ پھل مزاج میں بہت گرم ہوتا ہے، صالح خون پیدا کرتا ہے، معدے اور جگر کو قوی کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی عادت تھی کہ جب کھجور کے پھل کا موسم آتا اور نئی کھجوریں درختوں سے اتارتے تو پہلا پھل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرتے، آپ ضرورت کے مطابق تناول فرمالیتے اور لانے والے کے حق میں دعا کرتے۔

زہر اور جادو سے حفاظت

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَ لَا سِحْرٌ.

ترجمہ: جو صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے اس روز اسے کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۸۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عجوہ کھجور ایک خاص قسم کی کھجور ہوتی ہے جس کی پیداوار عرب میں زیادہ ہے۔ اِس زمانے میں اس کی قیمت

کافی زیادہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سہولت دے تو عجوہ کھجور ضرور استعمال کرنی چاہیے کہ اس کے فوائد خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

بہت پسند سے تناول فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا (و فی روایة) يَأْكُلُ مِنْهُ أَكْلًا ذَرِيْعًا.

ترجمہ: میں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اُکڑوں بیٹھے کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ (دوسری روایت میں ہے) تیزی سے تناول فرما رہے تھے۔

(صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۱۶–۱۶۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اکڑوں بیٹھ کر کھانا آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ اس کا ظاہری فائدہ یہ ہے کہ اس سے پیٹ دبا ہوا رہتا ہے اور کھانا مناسب مقدار ہی میں پیٹ میں جاتا ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور بہت شوق سے تناول فرماتے تھے اور آپ کو کھجور اتنی پسند تھی کہ آپ بہت جلدی جلدی تناول فرمایا کرتے تھے۔

دو کھجور ملا کر کھانے کی ممانعت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيعًا حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملا کر دو کھجوریں کھانے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت حاصل کر لے۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۱۳۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب ہمیں کوئی چیز پسند ہوتی ہے تو ہم عام طور پر اس کے بڑے بڑے نوالے بنا کر کھاتے ہیں یا چھوٹی سائز کا پھل وغیرہ ہوتا ہے تو ہم ایک ساتھ کئی کئی ٹکڑے اُٹھا کر کھاتے ہیں۔ جب ایک دسترخوان پر کئی لوگ ایک ساتھ کھا رہے ہوں تو یہ کھانے کے آداب میں سے ہے کہ بہت بڑے بڑے نوالے یا ایک ساتھ کئی کئی پھل اُٹھا کر نہ کھائے جائیں کہ اس میں دوسرے کی حق تلفی ہو سکتی ہے۔ البتہ ساتھیوں سے اجازت لے کر کھایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ساتھ دو یا اس سے زیادہ کھجوریں اُٹھا کر کھانے سے منع فرمایا۔

کھجور میں برکت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ.

ترجمہ: جس گھر میں کھجور ہے وہ گھر والے بھوکے نہیں رہ سکتے۔

(مسلم شریف، حصہ سوم، ص:۱۶۱۸)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے تین مرتبہ فرمایا:

يَا عَائِشَةُ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ.

ترجمہ: اے عائشہ! جس گھر میں کھجور نہیں وہ گھر والے بھوکے ہیں۔

(مسلم شریف، حصہ سوم، ص:۱۶۱۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کھجور میں برکت رکھی ہے کہ جس گھر میں کھجور ہو اللہ تعالیٰ اس گھر کی

روزی میں اضافہ فرما دیتا ہے اور اس گھر کے لوگ ہمیشہ شکم سیر ہوتے ہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھر میں کچھ بھی نہ ہو صرف کھجور ہو تو وہ غذا کے لیے کافی ہے کہ لذیذ بھی ہوتی ہے، قوت بخش بھی اور دیگر متعدد فوائد بھی اس میں موجود ہیں۔

شہد

شہد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا، جب میسر آتا اسے نوش فرماتے۔

شہد غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ شہد ایک خاص قسم کی مکھی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ اللہ کی حکمت ہے کہ وہ پھلوں کا رس چوس کر ایک چھتے کی صورت میں شہد جمع کر دیتی ہے اور پھر اس چھتے سے شہد نکال کر استعمال میں لایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں شہد کی مکھی کی تعریف کی ہے، سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ۝ ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخۡرُجُ مِنۡ بُطُوۡنِہَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہٗ فِیۡہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں، اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

(سورۂ نحل، آیت: ۶۸-۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ شہد کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خصوصی فوائد کے ساتھ بنایا ہے۔ اس میں غذائیت بھی رکھی ہے اور اس میں شفا بھی رکھی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے خود شہد استعمال کیا اور اسے کھانے کی تاکید بھی فرمائی۔

حضور کی پسند

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الحَلۡوَاءَ وَالعَسَلَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی چیزیں اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص: ۷۷)

صبح صبح شہد کا استعمال

مدراج النبوۃ میں ہے کہ عام طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح صبح شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب کچھ وقت گزر جاتا اور بھوک محسوس ہونے لگتی تو جو میسر آتا تناول فرمالیتے۔

حضرت اُمِّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: میرے پاس شہد کی ایک کُپی تھی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہد پسند فرماتے تھے اور اس میں سے کچھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! صبح صبح پیٹ خالی رہتا ہے، اس وقت مُقوی غذا پیٹ میں جائے تو وہ صحت کے لیے بڑی ہی مفید ہوا کرتی ہے۔ اس لیے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح صبح شہد پیا کرتے تھے۔ دوسری روایت سے پتہ چلا کہ گھر میں عام طور پر شہد رکھنا چاہیے اور وقتاً فوقتاً اسے استعمال کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کا ثواب بھی ملے اور اس کے دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کو شہد بہت مرغوب تھا اس لیے آپ نے اسے کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔ لہٰذا ضرورت کے مطابق شہد استعمال کرنا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شہد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شفا رکھی ہے، اس کا مزاج گرم اور خشک ہے، اس لیے بلغمی امراض اور پیٹ کے ریاحی امراض کے لیے بہت مفید ہے، کھانسی کے لیے خاص طور سے مفید ہے۔

پیٹ درد کا علاج

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے پلایا، پھر حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا: میں نے اسے پلایا لیکن دست اور زیادہ ہونے لگے۔

تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، پھر چوتھی مرتبہ جب اس نے آکر عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے عرض کیا: میں نے اسے پلایا لیکن دست اور زیادہ آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور تمھارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے، اسے شہد پلاؤ۔ اب جب اس نے پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

(مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۷۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تجویز کی ہوئی دوا دنیوی طبیبوں کی طرح نہیں ہوتی کہ اگر آرام نہیں ہوا تو دوسرے دن دوا بدل دی جاتی ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ جو دوا تجویز فرما دی تو یہ حتمی ہو جاتا ہے کہ اس مرض کی شفا اسی دوا میں ہے۔ جسے ریاح کی وجہ سے دست آرہے ہوں اسے پانی میں شہد ملا کر پلانے سے دست رُک جائیں گے۔ اس کے استعمال سے پیٹ کے فاسد مادّے بھی نکل جاتے ہیں اور طبیعت ہلکی اور پُرسکون ہو جاتی ہے۔

شفا تین چیزوں میں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلَاثَۃٍ، فِی شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ کَیَّةٍ بِنَارٍ وَ اَنَا أَنْهٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ.

ترجمہ: شفا تین چیزوں میں ہے، پچھنے لگانے والے کے نشتر میں، شہد کے گھونٹ میں اور آگ کے داغ میں لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ شہد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ اس میں اس بات کی تخصیص نہیں کی گئی ہے کہ کس مرض کے لیے شفا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر مرض کی شفا شہد میں رکھی گئی ہے۔ مگر چوں کہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص طور پر پیٹ کی تکلیف دور کرنے کے لیے شہد پلانے کا حکم دیا ہے اس لیے پیٹ کے لیے خاص طور پر شہد کا استعمال کرنا چاہیے۔ جدید سائنس کا بھی یہ نظریہ ہے کہ شہد ریاح کے امراض دور کرتا ہے، جسم کو قوت دیتا ہے، دل کو مضبوط کرتا ہے، پھیپھڑوں سے بلغم خارج کرتا ہے، دمہ کے لیے بہت مفید ہے اور لقوہ اور فالج کے لیے بھی بہت فائدے مند ہے۔

شفا کی دو چیزیں

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِالشِّفَائَیْنِ، الْعَسَلِ، وَالْقُرْآنِ.

ترجمہ: دوشفاؤں کو اپنے اوپر لازم کرلو،شہد اور قرآنِ مجید کو۔

(ابن ماجہ،حصہ دوم،ص:۱۱۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شہد جسمانی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور قرآنِ مقدس جسمانی اور روحانی دونوں امراض کے لیے۔شہد کے استعمال سے جسمانی امراض دور ہوتے ہیں اور قرآنِ مقدس کی تلاوت سے روحانی امراض دور ہوتے ہیں اور انسان کی صحت کے لیے جسمانی اور روحانی دونوں بیماریوں کا دور ہونا ضروری ہے اس لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہد کے استعمال اور قرآنِ مقدس کی تلاوت کے التزام کا حکم اور تاکید فرمائی۔

بڑی بیماریوں سے نجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَعِقَ من العَسَلِ ثَلاثَ غَدَوَاتٍ فِیْ کُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِّنَ الْبَلاءِ.

ترجمہ: جو ہر مہینے میں تین دن شہد چاٹ لیا کرے وہ کسی بڑی بیماری میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔

(سنن ابن ماجہ،حصہ دوم،ص:۱۱۴۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص ہر مہینے میں تین دن شہد چاٹنے کا معمول بنالے گا وہ ان شاءاللہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔خاص کر اس زمانے میں تو ہمیں ضرور اس کی عادت بنالینی چاہیے کہ اب آئے دن نت نئی بیماریاں جنم لے رہی ہیں اور عجیب عجیب امراض عام ہوتے جارہے ہیں۔پتھری، اپینڈس، بلڈ پریشر، شوگر وغیرہ تو ایسی بیماریاں ہیں جو آج کے زمانے میں اکثر لوگوں میں پائی جارہی ہیں۔ہمیں آقائے کونین صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان بیماریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا آسان طریقہ بتادیا کہ مہینے میں تین مرتبہ صبح نہار منہ شہد چاٹ لیا جائے۔بڑا آسان نسخہ ہے اور فوائد بہت زیادہ۔

ککڑی

ککڑی کو کھیرا بھی کہا جاتا ہے، یہ ہندوستان میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ککڑی کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھائی ہے اس لیے ککڑی یعنی کھیرے کا کھانا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔لہٰذا جب کھیرا میسر ہو اسے استعمال میں لائیں تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہوجائے۔ ہمارے یہاں کھیرا اکثر سلاد میں کاٹ کر استعمال کیا جاتا ہے۔اس میں نمک اور مرچ لگا کر کچا بھی کھایا جاتا ہے۔یہ مزاج کے لحاظ سے سرد ہے اس لیے گرمیوں کے موسم میں حرارت کم کرنے اور جگر کو تسکین پہنچانے کے لیے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تر کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا۔ (صحیح بخاری،حصہ ہفتم،ص:۷۹)

حضور نے پسند فرمایا

حضرت ربیع بنت مُعوَّذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،آپ فرماتی ہیں: مجھے میرے چچا مُعاذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دیا جس کے اوپر روئیں دار کھیرے یعنی ککڑیاں رکھی ہوئی تھیں اور مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کیوں کہ آپ کو ککڑیاں پسند تھیں۔اس وقت آپ کے پاس بحرین سے آئے ہوئے بہت سے زیور رکھے ہوئے تھے، اس میں سے آپ نے کچھ مجھے دے دیے۔حضرت ربیع

بنت معوذ کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑیاں لائی تو آپ نے مجھے ہاتھ بھر سونا دے دیا۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۲۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ آقائے کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھیرا کھجور کے ساتھ ملا کر کھانا بہت پسند تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کھجور کی تاثیر گرم ہے اور کھیرے کی تاثیر سرد ہے۔ جب دونوں کو ملا دیا جائے گا تو اعتدال کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ آپ کی بارگاہ میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا کھیرا تحفۃً پیش کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ کو بہت پسند تھا اور اس تحفے سے خوش ہو کر حضرت ربیع بنت مُعَوَّذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہاتھ بھر سونا عطا فرما دینے میں بھی اس پسندیدگی کا اظہار ہے۔ ہمیں کھیرا ابھی آسانی سے میسر آ سکتا ہے اور کھجوریں بھی لہٰذا جب بھی میسر آئے ادائے سنت کی نیت سے ہمیں کھیرا کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھانا چاہیے تاکہ سنت کی ادائیگی کرکے ہم اجر وثواب کے مستحق ہوں۔

جسم کی توانائی کے لیے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: جب میری شادی کے دن قریب آ گئے تو میری والدہ کے دل میں خیال آیا کہ میرا جسم اچھا اور صحت مند ہو جائے، انھوں نے مجھے چند دن تک تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑیاں کھلانا شروع کیں جنھیں میں چند روز تک کھاتی رہی، اس طرح میرا جسم پہلے سے اچھا ہو گیا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ککڑی میں کھانا ہضم کرنے کی بھی صلاحیت ہے اس لیے عموماً ہندوستان میں بھاری بھرکم غذاؤں کے ساتھ ککڑی کا سلاد بھی بنایا جاتا ہے۔ جب کھانا ہضم ہوتا ہے تو اس سے خون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے جس سے بدن فربہ اور طاقت ور ہوتا ہے۔

خربوزہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَأْکُلُ الْبِطِّیْخَ بَالرُّطَبِ .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خربوز تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۲۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! خربوزہ ایک مشہور پھل ہے جو بیل کے ساتھ لگتا ہے۔ یہ قبض توڑنے والا اور پیشاب کو درست کرنے والا ہے اس لیے پیٹ کے امراض میں قدرے مفید ہے۔ اس کا طبی مزاج بہت گرم ہے۔ بعض حکما نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے پیٹ کے کیڑے مرتے ہیں۔ اس کا استعمال نظر کے لیے بھی مفید ہے۔ ہندوستان میں خربوزہ عموماً کھایا جاتا ہے، ہم اسے حصولِ لذت اور اس کے دنیوی فوائد کے حصول کی نیت سے کھاتے ہیں لیکن اگر ہم اسے ادائے سنت کی نیت سے کھائیں تو جہاں ہمیں اس کی لذت اور اس کے دنیوی فوائد حاصل ہوں گے وہیں ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

تربوز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَأْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ فَیَقُوْلُ نَکْسِرُ حَرَّ ھٰذَا بِبَرْدِ ھٰذَا وَ بَرْدَ ھٰذَا بِحَرِّ ھٰذَا.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تربوز تر کھجوروں کے ساتھ کھا لیا کرتے تھے۔ ہم اِس کی گرمی اُس کی ٹھنڈک سے توڑتے ہیں اور اُس کی ٹھنڈک اِس کی گرمی سے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۴۸۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قدیم عربی میں بطّیخ تربوز کو کہا جاتا تھا مگر موجودہ زمانے میں عربوں نے خربوزے کو بطّیخ کہنا شروع کر دیا۔ اس حدیث میں محدثین نے بطّیخ سے مراد تربوز ہی لیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تربوز کھجوروں کے ساتھ ملا کر نوش فرماتے تا کہ گرم اور سرد مزاج مل کر معتدل ہو جائے۔ یہ گرم علاقوں کا ایک مشہور پھل ہے جو ایک قسم کی بیل کے ساتھ لگتا ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے اس لیے گرمی کے موسم میں اس کا کھانا گرمی کم کرتا ہے اور دل کو سکون مہیا کرتا ہے۔

انجیر

انجیر ایک درخت کا پھل ہے، یہ بڑا نازک ہوتا ہے، پکنے کے بعد درخت کی شاخوں سے خود بخود گر جاتا ہے، اسے خشک کرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ پھل بڑا کارآمد ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کی قسم یاد فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بابرکت اور مفید پھل ہے۔ اس کے استعمال میں اللہ تعالیٰ نے چند امراض کی شفا بھی رکھی ہے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کی تاکید فرمائی ہے۔

جنت کا پھل

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے انجیر کا بھرا ہوا تھال آیا، آپ نے ہم سے فرمایا: کھاؤ۔ ہم نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر ارشاد فرمایا: اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنت سے زمین پر آ سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہی وہ پھل ہے جو جنت کا ہے۔ اس میں سے کھاؤ کیوں کہ یہ بواسیر اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔ (الطب النبوی لابی نعیم، حصہ دوم، ص:۴۸۵)

اس روایت میں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انجیر کو جنت کا پھل قرار دیا ہے اس سے اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جنت کے پھل میں مزا ہوتا ہے،

فائدہ ہوتا ہے، طاقت ہوتی ہے مگر اس کے کھانے میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ لہٰذا پتہ چلا کہ انجیر کھانے میں فائدے ہی فائدے ہیں اور کسی قسم کا نقصان نہیں ہے۔

انجیر کا تحفہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: کسی نے ایک طباق (تھالی بھر) انجیر بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی انجیریں تناول فرمائیں اور صحابۂ کرام سے بھی فرمایا: کھاؤ۔

(الطب النبوی لابی نعیم، حصہ دوم، ص:۴۸۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ انجیر سرکارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا اسی لیے تو صحابۂ کرام اسے آپ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا کرتے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی انجیر تناول فرماتے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کے تناول کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے اس لیے ہمیں ادائے سنت کی نیت سے انجیر کھانا چاہیے۔

بواسیر کی دوا

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تر اور خشک دونوں طرح کی انجیر کھایا کرو کیوں کہ یہ جسم میں طاقت پیدا کرتی ہے، بواسیر ختم کرتی ہے اور بہت سی بیماریوں میں نفع بخش ہے۔ (ایضاً، ص:۴۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ انجیر کھانا بواسیر کا بڑا آسان علاج ہے۔ اس زمانے میں بواسیر کی بیماری بھی بہت عام ہے اور جسے یہ لاحق ہو جاتی ہے وہ ڈاکٹروں اور حکیموں کے دروازوں کا چکر کاٹ کاٹ کر تھک جاتا ہے مگر یہ بیماری جلدی صحیح ہونے کا نام نہیں لیتی۔ جسے یہ بیماری لاحق ہو جائے

اس کے لیے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑا آسان نسخہ تجویز فرما دیا ہے کہ وہ انجیر کھائے ان شاء اللہ اسے اس مضر بیماری سے بہ آسانی نجات مل جائے گی۔

انگور اور کشمش

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگور بھی تناول فرمایا ہے اس لیے انگوروں کے موسم میں انگور کھانا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ انگور ایک بیل کا پھل ہے، تازہ کو انگور اور خشک کو کشمش کہا جاتا ہے، یہ دونوں مزاج میں گرم تر ہیں۔ زود ہضم ہیں اور خون صاف کرتے ہیں، جسم کو فربہ کرتے ہیں، اچھا خون بکثرت پیدا کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کر کے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دھیمی آواز میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنائی نہ دے یہاں تک کہ آپ نے تین دفعہ سلام کیا اور حضرت سعد نے تینوں دفعہ دھیمی آواز میں جواب دیا کہ آپ نہ سنیں۔ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس لوٹنے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے ہو لیے، عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، جتنی دفعہ بھی آپ نے سلام کیا میرے کانوں نے سنا اور میں نے آپ کو جواب بھی دیا لیکن ایسا کہ آپ نہ سنیں تاکہ آپ کئی مرتبہ ہم پر سلامتی اور برکت بھیجیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے، انھوں نے آپ کی بارگاہ میں کشمش پیش کی۔ آپ نے انھیں تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا:

أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَٓئِكَةُ وَ أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ.

ترجمہ: تمھارا کھانا نیک بندوں نے کھایا، فرشتوں نے تمھارے لیے دعاے رحمت کی اور تمھارے پاس روزے داروں نے افطار کیا۔ (مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۲۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود کشمش تناول فرمایا ہے اس لیے کشمش کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہوئی۔ چوں کہ کشمش انگور کو سکھا کر بنایا جاتا ہے اس لیے انگور کھانے میں بھی کشمش کھانے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اس روایت میں ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلام کا جواب بلند آواز سے اس لیے نہیں دیا کہ در اصل سلام دعاے رحمت ہے اور خود آقاے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کے لیے دعاے رحمت فرما دیں اس کی تو دنیا و آخرت سنور جائے۔ اسی لیے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی مرتبہ ان کے لیے دعا فرمائیں۔

انگور کے خوشے

ایک روایت میں ہے کہ طائف سے واپسی پر حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں گئے، انھوں نے آپ کی خدمت میں انگور کا گچھا ایک پلیٹ میں رکھ کر پیش کیا جسے آپ نے تناول فرما لیا۔

(سیرۃ ابن ہشام، حصہ اول، ص:۴۲۱)

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے پتہ چلا کہ انگور یا اس جیسے پھلوں کو ان کے خوشوں سے بلا واسطہ منہ کے ذریعے توڑ کر کھانا درست ہے۔ ان روایتوں سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تر انگور بھی تناول فرمایا ہے۔ انگور عموماً ہر کوئی پسند کرتا ہے اور بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ لیکن اگر اسے اس نیت سے

کھایا جائے کہ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا ہے تو ہمارا یہ کھانا بھی ہمارے لیے اجروثواب کا باعث ہوگا۔

پیلو

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي الكَبَاثَ فَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مَرُّ الظَّہر ان کے مقام پر پیلو چن رہے تھے، آپ نے فرمایا: کالے کالے چنو کیوں کہ وہ زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۸۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پیلو ایک مشہور درخت کا پھل ہے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی پسند فرمایا ہے۔ کالے رنگ کے پیلو زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ حکما کے نزدیک اس کا مزاج گرم اور خشک ہے۔ اس کے کھانے سے بلغم چھاتی سے نکلتا ہے، قبض کی تکلیف دور ہوتی ہے اور پیشاب کھل کر آتا ہے۔ اس کی جڑ کی مسواک دانتوں کو مضبوط بناتی ہے۔ شہروں میں تو پیلو کا درخت عموماً نہیں ملتا، دیہاتوں میں آسانی سے ملتا ہے۔ شہروں میں یونانی دواخانوں میں پیلو کا پھل دستیاب ہوتا ہے۔ ہمیں جس طرح بھی میسر آئے اداے سنت کی نیت سے ضرور پیلو کا استعمال کرنا چاہیے۔

چُقندر

چقندر شلجم کے مثل ایک سبزی ہے جو زمین کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ ذائقے میں میٹھا اور مزاج کے لحاظ سے بہت گرم ہے۔ قبض کی شکایت دور کرتا ہے، گوشت کے ساتھ پکانے سے کھانا بڑا لذیذ بنتا ہے، اسے سلاد میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے چقندر بھی استعمال فرمایا ہے بلکہ اسے جو کے ساتھ ملا کر تناول فرمایا ہے۔

حضرت اُمّ مُنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے پاس کھجور کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں، جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے لگے تو آپ نے فرمایا: اے علی! تم نہ کھاؤ کیوں کہ تم ابھی کمزور ہو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تناول فرماتے رہے۔ پھر میں نے ان کے لیے چقندر اور جو ملایا تو آپ نے فرمایا: اے علی! اس سے کھاؤ کیوں کہ تمھارے لیے بہت موافق ہے۔

(سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۸۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ ہر انسان کا مزاج مختلف ہوتا ہے اور عمر کے اعتبار سے معدے میں ہضم کی صلاحیت گھٹتی بڑھتی ہے۔ ہمیں اپنے مزاج اور اپنی عمر کے لحاظ سے وہی غذا تناول کرنا چاہیے جو ہمارا معدہ آسانی کے ساتھ ہضم کر سکے ورنہ وہ ہمارے لیے بدہضمی اور بیماریوں کا باعث بنے گا۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ چُقندر کمزور معدے والوں کے لیے بھی مفید ہے اور وہ بھی اسے کھا کر بہ آسانی ہضم کر سکتے ہیں۔

کھُمبی

یہ خود بخود اُگنے والی نباتات میں سے ہے۔ برسات کے موسم میں باغوں اور نہروں کے کناروں پر خود بخود اُگ آتی ہے۔ یہ مزاج کے لحاظ سے بہت سرد ہے۔ اس کا سالن بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ سفید، سرخ اور سیاہ۔ صرف سفید کھمبی کھانے کے کام آتی ہے، باقی دو کے اثرات زہریلے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى وَ مَائُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ.

ترجمہ: کھمبی اس مَن سے ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۱۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر مَن اور سَلوٰی اتارا گیا تھا جو ان کے لیے عظیم نعمت تھی، اسی طرح کھمبی ہمارے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اتاری گئی ایک نعمت ہے جو ہمیں محنت ومشقت کے بغیر میسر آجاتی ہے۔ اسے تَل کر بھی کھایا جاتا ہے اور اس کا سالن بھی بنتا ہے۔ اس کا پانی آنکھوں میں بہ طورِ دوا لگایا جاتا ہے جس سے آشوبِ چشم، آنکھوں کا درد اور آنکھوں کی دوسری بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔

آنکھوں کی دوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے کہا: یہ کھمبی زمین کا جوش ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کھمبی مَن میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے جب کہ عجوہ کھجور جنت سے ہے اور زہروں کا تریاق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس کے بعد پانچ یا سات کھمبیاں لیں اور ان کا پانی نچوڑ کر ایک شیشی میں ڈال لیا، پھر میں نے یہ پانی اپنی ایک لونڈی کی آنکھوں میں ڈالا، اس کی آنکھیں خراب تھیں وہ اس پانی کے ڈالنے کی وجہ سے

شفایاب ہوگئیں۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۴۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبوی دواؤں پر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کامل اعتماد واعتقاد تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کسی مریض کے لیے کوئی دوا تجویز فرماتے صحابۂ کرام اپنے اس مرض کا علاج اسی دوا سے کرتے اور دیگر دوائیں ترک کردیا کرتے، انھیں اس سے ضرور شفا ملا کرتی۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم طبیبوں کے تجویز کردہ نسخوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان کردہ دواؤں سے زیادہ اعتماد واعتقاد رکھتے ہیں جب کہ ہمیں طبِ نبوی میں ہر مرض کا علاج مل سکتا ہے جس میں نہ کسی قسم کا سائڈ اِفیکٹ ہے اور نہ ہی کوئی ضرر، بس یقینِ کامل کے ساتھ انھیں استعمال کرنے کی ضرورت ہے ان شاء اللہ ہمیں ضرور شفا ملے گی۔

میتھی

عموماً یہ ترکاری کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اس کا مزاج گرم ہوتا ہے اس لیے سرد ملکوں میں اسے ترکاری کے طور پر عام استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اسے خشک کرکے بھی رکھ لیا جاتا ہے اور ضرورت کے مطابق دوسرے سالنوں میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ کھانسی کے لیے بہت مفید ہے اور اس کے استعمال سے جسم سے ریاح خارج ہوتی ہے۔ اس کے فوائد کے پیشِ نظر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کی بھی ترغیب دی ہے۔

حضرت قاسم بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میتھی سے شفا حاصل کرو۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میری اُمت اگر میتھی کے فوائد سمجھ لے تو اسے سونے کے ہم وزن خریدنے سے بھی دریغ نہ کرے۔

(آدابِ سنت، ص:۱۴۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان روایتوں سے پتہ چلا کہ میتھی میں اس قدر فوائد ہیں کہ اگر سونے کی قیمت کے برابر اس کی قیمت ہو جائے تب بھی ہمیں میتھی خرید کر کھانا چاہیے۔ خصوصًا اس میں متعدد بیماریوں سے شفا ہے جیسا کہ آپ نے مذکورہ روایت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ملاحظہ کیا کہ میتھی سے شفا حاصل کرو۔ ہمارے ملک میں تو میتھی بڑے سستے دام میں ملتی ہے اور بہت ہی آسانی سے میسر آ جاتی ہے مگر پھر بھی ہم میں سے اکثر لوگ اسے کھانے میں رغبت نہیں رکھتے بلکہ بعض لوگ تو اسے ناپسند بھی کرتے ہیں۔ وہ اس کے فوائد سے آشنا نہیں ہیں۔ ہمیں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ادا کرنے کی نیت سے میتھی کی سبزی ضروری کھانا چاہیے۔

•••

بابِ ہشتم

حضور ﷺ کے مشروبات

حضور ﷺ کے مشروبات

انسانی زندگی کے لیے تین چیزیں اشد ضروری ہوتی ہیں۔ (۱) سانس لینا۔ (۲) پینا۔ (۳) کھانا۔

کھانا اگر نہ ملے تب بھی انسان کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے مگر پانی کے بغیر ایک سے دو دن بھی زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔ پانی کے علاوہ اور بھی کئی سیال چیزیں ہیں جنھیں ہم پینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن سے ہمیں لذت ملتی ہے اور بعض وہ ہیں جن سے لذت کے ساتھ ساتھ طاقت وقوت بھی ملتی ہے۔ اگر ہم یہ چیزیں بھی اس طرح استعمال کریں جیسے ہمارے آقا ومولیٰ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے اور ادائے سنت کی نیت سے استعمال کریں تو جہاں ان سے ہمارا جگر سیر اب ہوگا اور ہمیں ان کی لذت میسر آئے گی وہیں ہم اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔

پانی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُسْتَعْذَبُ لَہُ الْمَاءُ مِنْ بُیُوْتِ السُّقْیَا ۔

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شیریں پانی سُقیا سے منگوایا جاتا تھا۔ حضرت قُتیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ھِیَ عَیْنٌ بَیْنَھَا وَ بَیْنَ الْمَدِیْنَۃِ یَوْمَانِ ۔

ترجمہ: وہ ایک چشمہ ہے جو مدینۂ منورہ سے دو دن کی مسافت پر ہے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص: ۳۴۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پانی انسان کی شدید ترین ضرورتوں میں سے سب سے اہم ضرورت ہے۔ پانی کے بغیر زندگی کا گزارہ

بہت مشکل ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا انسانوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے نرم زمینوں کے دامن میں پانی رکھ دیا کہ زمین کھودی جائے تو پانی اُبل پڑتا ہے اور سخت زمینوں کا کھودنا بہت مشکل کام تھا تو ان میں پہاڑوں سے چشمے جاری فرمادیے تاکہ وہاں کے باشندے بھی اس نعمت سے محروم نہ رہیں۔ دریائیں جاری ہیں، نہریں قائم ہیں، جب خشک ہوجاتی ہیں تو بارش نازل فرما کر انھیں دوبارہ جاری فرمادیتا ہے۔ اس نعمت پر اس کا شکر کماحقہٗ نہیں ادا کیا جاسکتا۔

مشکیزے کے منہ سے

حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِیْ قِرْبَۃٍ مُعَلَّقَۃٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰی فِیْھَا فَقَطَعْتُہٗ ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور لٹکے ہوئے مشکیزے سے پانی نوش فرمایا۔ میں اُٹھی اور اس کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

(سنن الترمذی، حصہ چہارم، ص: ۳۰۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عرب میں پانی کی بڑی قلت ہوتی تھی اور پینے کے لائق میٹھا پانی بڑی مشکل سے ملتا تھا اسی لیے لوگ اپنے گھروں میں پینے کے پانی مشکیزوں میں بھر کر رکھا کرتے تھے۔ اس روایت میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشکیزے میں منہ لگا کر اس سے پانی نوش فرمایا تو حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہ طورِ تبرک اس مشکیزے کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ یہ آپ کی حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کی دلیل ہے۔

پانی کا تبرک

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِقَدَحٍ فِیْہِ مَاءٌ فَشَرِبَ مِنْہُ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ غُلَامٌ اَحْدَثُ الْقَوْمِ وَالْاَشْیَاخُ عَنْ یَسَارِہٖ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: یَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَ الْاَشْیَاخَ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: مَا کُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِکَ اَحَدًا، فَتَلَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی یَدِ الْغُلَامِ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالے میں پانی لایا گیا تو آپ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کے دائیں جانب تمام لوگوں سے چھوٹا ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم اجازت دیتے ہو کہ یہ عمر رسیدہ حضرات کو دے دوں؟ وہ عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ کے پس خوردہ کے سلسلے میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ آپ نے بچا ہوا پانی اسی کو عطا فرما دیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حصہ ششم، ص:۱۷۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے جو چیز چھو جائے یا آپ کے لبِ اقدس سے جو پیالہ مَس ہو جائے صحابۂ کرام علیہم الرضوان اسے اپنے لیے باعث برکت سمجھا کرتے تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ بزرگوں کا جوٹھا ہمیں تبرک سمجھ کر کھانا پینا چاہیے کہ ممکن ہے اس سے ہمارے دل کی دنیا بدل جائے۔

آبِ زمزم

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

سَقَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ ھُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ: میں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آبِ زمزم پیش کیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۰۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آبِ زمزم اس چشمے کا پانی ہے جو مکۂ مکرمہ کی سنگ لاخ وادی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کی رگڑ سے جاری ہوا تھا۔ آج تک وہ چشمہ جاری ہے اور قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ اس کا پانی جہاں ہمارے لیے تبرک اور باعث برکت ہے وہیں اس میں بہت سی بیماریوں سے شفا بھی ہے۔ اگر اسے سنت کی نیت سے پیا جائے تو پینے والا اجر و ثواب کا حق دار بھی ہوگا۔

بیماریوں سے شفا

آبِ زمزم میں بیماریوں کے لیے شفا ہے، اس کے تعلق سے متعدد حدیثیں ملتی ہیں، اختصاراً چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو جمرہ ضُبعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں مکے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، مجھے بخار تھا، انھوں نے فرمایا: اسے آبِ زمزم (پی کر یا لگا کر) ٹھنڈا کر لو کیوں کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی گرمی سے ہے، اسے آبِ زمزم سے ٹھنڈا کرو۔ (صحیح بخاری، حصہ چہارم، ص:۱۲۰)

حضرت وہب بن مُنَبِّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں وہب کی جان ہے، جو کوئی شخص خوب پیٹ بھر کر آبِ زمزم پی لے، اس کی بیماری دور ہو جائے اور اسے شفا حاصل ہو جائے۔ (اخبار مکۃ للازرقی، حصہ دوم، ص:۴۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ، اِنْ شَرِبْتَهٗ تَسْتَشْفِيْ بِهٖ شَفَاکَ اللّٰهُ وَ اِنْ شَرِبْتَهٗ لِشِبَعِکَ اَشْبَعَکَ اللّٰهُ بِهٖ وَ اِنْ شَرِبْتَهٗ لِقَطْعِ ظَمَئِکَ قَطَعَهٗ.

(ترجمہ) آبِ زمزم سے وہی فوائد حاصل ہوں گے جن کے لیے اسے پیا جائے۔ اگر تم اسے شفا حاصل کرنے کے لیے پیوگے تو اللہ عزوجل تمھیں اس کے ذریعے شفا عطا فرمائے گا، اگر تم اسے بھوک مٹانے کے لیے پیوگے تو اللہ عزوجل اس کے ذریعے تمھاری بھوک مٹادے گا اور اگر تم اسے پیاس بجھانے کے لیے پیوگے تو اللہ عزوجل اس کے ذریعے تمھاری پیاس بجھادے گا۔ (سنن الدارقطنی، حصہ سوم، ص:۳۵۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان حدیثوں میں یہ وضاحت ہے کہ آبِ زمزم کھانا بھی ہے، پانی بھی، دوا بھی اور باعثِ برکت بھی۔

نیکوں کا مشروب

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا: نیک لوگوں کی نماز کی جگہ کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: میزاب کے نیچے۔ پھر پوچھا گیا: نیکوں کا مشروب کیا ہے؟ فرمایا: آبِ زمزم۔ (اخبار مکہ للازرقی، حصہ دوم، ص:۵۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ کے محبوب بندے آبِ زمزم پینے کے خواہش مند ہوا کرتے ہیں۔ ہمیں جب بھی آبِ زمزم میسر آئے اسے اس نیت سے پینا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں نیک بنادے۔

دعا قبول ہوتی ہے

متعدد احادیث مبارکہ میں موجود ہے کہ آبِ زمزم پیتے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اس لیے جب بھی آبِ زمزم پینا میسر ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم وہ دعا مانگیں جو پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے آبِ زمزم پیا پھر یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع، وُسعت والی روزی اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں۔ (مصنف عبد الرزاق، حصہ پنجم، ص:۱۱۳)

دودھ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِقَدَحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهٗ، الْعَسَلَ وَ النَّبِيْذَ وَ الْمَاءَ وَ اللَّبَنَ.

ترجمہ: میں نے اپنے اس پیالے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پینے کی تمام چیزیں پلائی ہیں یعنی شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۱)

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

شَکَّ النَّاسُ فِیْ صِیَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِاِنَآءٍ فِيْهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ.

ترجمہ: عرفہ کے دن لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں خیال آیا کہ آپ روزے سے ہیں، میں نے ایک برتن میں آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا تو آپ نے نوش فرمالیا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۰۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ بھی نوش فرمایا ہے۔ عرب میں عموماً اونٹنی اور بکری کا دودھ پیا جاتا تھا، ہندوستان میں اونٹنی کا دودھ تو مشکل سے ملتا ہے مگر بکری کا دودھ آسانی سے مل جاتا ہے۔ گائے اور بھینس کا دودھ بھی اسی حکم میں ہے۔ دودھ میں طاقت بھی ہے اور ادائے سنت

کی نیت سے اسے پینے میں اجر وثواب بھی ہے اس لیے ہمیں دودھ اس نیت سے پینا چاہیے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا ہے۔

دودھ میں برکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھ میں بھوک برداشت کرنے کی بڑی صلاحیت تھی، میں بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں سرِ راہ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے، میں نے ان سے کلام اللہ شریف کی آیۂ مبارکہ پوچھی، میں نے انھیں اس لیے مخاطب کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے مگر وہ نہ لے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے، میں نے ان سے بھی آیۂ مبارکہ پوچھی، یہ بھی اس لیے کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں مگر انھوں نے بھی ساتھ نہ لیا، پھر حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، مجھے دیکھ کر تبسّم فرمایا، آپ میرے دل اور چہرے کی کیفیت جان گئے اور فرمایا: میرے ساتھ چلو، میں ساتھ ہولیا یہاں تک کہ اپنے خانۂ اقدس تشریف لے گئے، میں بھی اجازت لے کر اندر چلا گیا، وہاں دیکھا کہ ایک پیالہ دودھ رکھا ہوا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے عرض کیا: فلاں صحابی نے خدمتِ عالیہ میں ہدیۃً بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! اصحابِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صُفّہ اہلِ اسلام کے مہمان تھے، جب کوئی صدقہ خدمتِ عالیہ میں پیش کیا جاتا تو تمام اصحابِ صفّہ کو عنایت فرما دیتے اور اگر ہدیہ ہوتا تو خود بھی تناول فرماتے اور اصحابِ صفہ کو بھی عنایت فرماتے۔

میں انھیں بلانے چل دیا اور دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے تھوڑے سے دودھ میں اتنے زیادہ لوگوں کا کیا بنے گا؟ اگر مجھے پیاس بجھانے کو مل جاتا تو ٹھیک تھا، جب اصحابِ صفہ تشریف لائیں گے تو مجھے حکم ہوگا کہ انھیں پلاؤ۔ بہر حال ارشادِ گرامی کی تعمیل کرتے ہوئے میں

اصحابِ صُفہ کو لے گیا، سب آکر بیٹھ گئے تو مجھے ارشاد ہوا: اے ابو ہریرہ! یہ دودھ اٹھاؤ اور اصحابِ صفہ کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لیا اور باری باری ہر آدمی کو دیتا رہا۔ جب وہ دودھ سے اچھی طرح سیر ہوجاتا تو پیالہ مجھے واپس لوٹا دیتا یہاں تک کہ تمام اصحابِ صفہ سیر ہوگئے۔ میں سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ نے وہ پیالہ مجھ سے لے کر اپنے دستِ مبارک پر رکھا اور تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے ابو ہریرہ! اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا، آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ اور دودھ پیو، میں نے دودھ پیا، جب پیالہ واپس کرنے لگا تو فرمایا: اور پیو۔ میں نے تھوڑا اور پیا۔ آپ مجھ سے فرماتے رہے کہ پیو اور میں پیتا رہا۔ بالآخر میں نے عرض کی کہ اب نہیں پی سکتا، مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ پیالہ میں نے خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ پیالہ مجھ سے لیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد دودھ نوش فرمالیا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۹۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہ طورِ تحفہ دودھ کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دودھ پسند فرمایا کرتے تھے۔ اس روایت میں آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قدر برکت رکھی تھی کہ اصحابِ صُفّہ جن کی تعداد ستر سے تجاوز تھی سب کے سب اس ایک پیالے دودھ میں سیراب ہوگئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سخت بھوکے اور پیاسے تھے انھوں نے بھی پیٹ بھر کر دودھ پی لیا پھر بھی دودھ ختم نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے درمیان ایک بُری عادت رائج ہے کہ ہم کسی کا جوٹھا پانی وغیرہ پینے میں گِھن محسوس کرتے ہیں جب کہ یہ اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ آپ نے دیکھا کہ تمام اصحابِ صُفّہ نے ایک دوسرے کا جوٹھا نوش

فرمایا اور ان تمام حضرات کا جوٹھا حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوش فرمایا اور اس میں کوئی کراہت محسوس نہیں کی۔

دودھ کا فائدہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَ أَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَ اِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَ زِدْنَا مِنْهُ، فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِءُ مِنَ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ.

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَ اَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ. (ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے ہمیں بہتر کھلانا۔) اور جب دودھ پیے تو کہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ. (ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے زیادہ دینا۔) کیوں کہ جو چیز کھانے اور پینے دونوں کی جگہ کفایت کرے ایسی کوئی دودھ کے سوا نہیں۔ (سنن ابوداؤد، حصہ سوم، ص:۳۳۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دودھ غذا بھی ہے اور پانی بھی ہے، اگر کسی کو بروقت کھانا میسر نہ آئے تو وہ کھانے کی جگہ بھی دودھ پی سکتا ہے اور اگر پانی میسر نہ آئے تب بھی دودھ استعمال کر سکتا ہے۔

ستّو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَوْلَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيقٍ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین حضرت صَفِیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پر کھجوروں اور ستو سے ولیمہ کیا۔ (شمائل ترمذی، حصہ اول، ص:۱۱۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اناج کو بھُن کر اس کا آٹا پیسا جاتا ہے اور اس میں پانی ڈال کر شکر یا نمک ملا کر پیتے ہیں اسے سَتّو کہتے ہیں۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا سَتّو نوش فرمایا ہے اس لیے اس کا کھانا ہمارے لیے سنت ہے۔ آپ نے اس روایت میں ملاحظہ فرمایا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ولیمے میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو سَتّو کھلایا۔ اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ ولیمہ جو کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے اسے سنت کے مطابق ادا کرنا ہی ہمارے لیے مناسب ہے۔ آج کے زمانے میں دعوتِ ولیمہ میں بے جا تکلفات کیے جاتے ہیں حتّٰی کہ نکاح کرنے والے عموماً قرض لے کر ولیمے میں متعدد قسم کے کھانے تیار کرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ بُرا رواج خود ہم ہی نے پالا ہے جس کا خمیازہ ہمارا پورا معاشرہ بھگت رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر کھلانے پلانے میں کسی کی جانب سے ذرا بھی کمی رہ جاتی ہے تو ہم اسے طعن وتشنیع کرتے ہیں جس کی وجہ سے اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ حالات دیکھتے ہوئے لوگ دعوتِ ولیمہ بڑے تکلف کے ساتھ کرنے لگے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو کھجور اور ستو سے اپنا ولیمہ فرما دیا تھا جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہمیں جس قدر سہولت ہو اسی کے اعتبار سے ولیمہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق دعوت کرتا ہے تو ہمیں اس پر طعن وتشنیع نہیں کرنا چاہیے۔

لسّی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ ایک

صحابیِ رسول بھی تھے، نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا، اس وقت وہ اپنے باغ کی سینچائی کر رہے تھے، عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اس وقت تو بہت گرمی ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمھارے پاس مشک میں رات کا پانی ہے تو پلا دو ورنہ ہم کسی اور جگہ سے چلو سے پی لیں گے۔ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے پاس مشک میں رات کا پانی موجود ہے، آپ جھونپڑی کی طرف تشریف لے چلیے۔ انھوں نے ایک پیالے میں پانی ڈالا اور اسی میں اپنی بکری کا دودھ دوہ کر نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے نوش فرمالیا۔ پھر وہ دوبارہ لے آئے تو آپ کے ساتھی نے بھی اسے نوش فرمایا۔ (صحیح بخاری، حصہ ہفتم، ص:۱۱۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! لسّی کو چھاچھ بھی کہتے ہیں، یہ دو طرح سے بنائی جاتی ہے۔ دودھ میں پانی ملا کر بھی لسی بنائی جاتی ہے اور دہی میں پانی ملا کر بھی لسی بن جاتی ہے۔ گرمی کے موسم میں پیٹ کی حِدّت اور گرمی دور کرنے کے لیے لسی کا استعمال بہت مفید ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسے نوش فرمایا ہے لہٰذا جب بھی ہمیں میسر آئے ادائے سنت کی نیت سے اسے پینا چاہیے۔

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے ابوبکر! تم ہجرت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ واقعہ مجھے سناؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ساری رات چلتے رہے، اگلے دن بھی چلتے رہے، جب دوپہر کا وقت ہوا اور لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوئی تو ہم ایک لمبے پتھر کے سائے میں اترے، میں نے اپنے ہاتھوں سے جگہ ہموار کی حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمانے

لگے اور میں نگرانی کرنے لگا۔ سامنے سے ایک چرواہا آتا دکھائی دیا، میں نے اس سے کہا کہ تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا دوہے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس نے ایک بکری پکڑی اور پیالے میں دودھ نکالا، میرے پاس ایک برتن تھا جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے اور پانی اور دودھ نوش فرماتے تھے، میں نے اسی برتن میں دودھ ڈال لیا۔ جب میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو ابھی تک آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محوِ خواب تھے، میں نے بیدار کرنا پسند نہیں کیا، پھر جب آپ خود بیدار ہوئے تو میں نے ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اس دودھ میں تھوڑا پانی ملایا اور عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ اسے نوش فرمالیں۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ یہ دیکھ کر میں خوش ہو گیا۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۳۰۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری پالی گئی تھی، اس سے آپ کے لیے دودھ دوہا گیا اور اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے کنویں کا پانی ملایا گیا اور آپ کو وہ پیالہ دیا گیا، آپ نے اس سے کچھ نوش فرمالیا، جب آپ نے پیالہ منہ سے ہٹایا تو آپ کے بائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دائیں ایک اَعرابی صحابی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ کہیں آپ اَعرابی صحابی کو وہ پیالہ نہ دے دیں اس لیے انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ابوبکر کو عنایت فرمائیے جو پاس بیٹھے ہیں لیکن آپ نے پیالہ اَعرابی صحابی کو دیا جو آپ کے دائیں جانب تھے اور فرمایا: داہنا آدمی زیادہ مستحق ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۱۱۰)

ان دونوں روایتوں سے بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لسّی پسند فرماتے تھے اور بارہا آپ نے نوش بھی فرمایا ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی محبت دیکھیے کہ حضرت

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ اور لسی پلانے کے لیے اپنے گھر میں ایک بکری خاص کر لی جس کا دودھ صرف آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کیا جاتا تھا۔

نبیذ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي سِقَآءٍ يُوْكٰى أَعْلَاهُ وَ لَهُ عَزْلَاءُ، نَنْبِذُهُ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً وَ نَنْبِذُهُ عِشَاءً فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مشکیزے میں نبیذ بناتے تو اسے اوپر کی جانب سے باندھ دیتے اور اس کا دہانہ تھا۔ صبح نبیذ بھگوتے تو شام میں آپ نوش فرما لیتے اور شام میں بھگوتے تو اسے صبح نوش فرما لیتے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۹۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُنْتَبَذُ لَهُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَيَشْرَبُهُ اِذَا أَصْبَحَ يَوْمَهُ ذٰلِكَ وَ اللَّيْلَةَ الَّتِي تَجِيءُ وَ الْغَدَ وَ اللَّيْلَةَ الْأُخْرٰى وَ الْغَدَ اِلَى الْعَصْرِ فَاِنْ بَقِيَ شَيْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ أَوْ أَمَرَ بِهٖ فَصُبَّ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے رات کی ابتدا میں نبیذ بھگویا جاتا تو اسے اگلے روز صبح نوش فرما لیتے یا آنے والی رات میں یا اس کے بعد دوسری رات میں یا اگلے روز عصر تک۔ اگر اس کے بعد کچھ بچتا تو خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے تو اسے پھینک دیا جاتا۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۵۸۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! پچھلے زمانے میں عموماً کھجور یا مُنَقّٰی سے نبیذ بنائی جاتی تھی۔ کھجور یا مُنَقّٰی کو پانی میں بھگا دیا جاتا، کبھی اسے اسی

طرح کچا پیا جاتا اور کبھی اسے گرم بھی کر دیا جاتا۔ دونوں صورت میں اگر اس میں جوش اور جھاگ نہیں آئی ہے تو اس کا پینا جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہے اور جوش اور جھاگ آ جانے کے بعد اس کا پینا شرعاً حرام ہے کہ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ نبیذ میں بہت طاقت ہوتی ہے اور خصوصاً گرمی کے موسم میں اس کے پینے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، پیٹ کو ٹھنڈک ملتی ہے، ذہن کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور بدن کو قوت اور تازگی ملتی ہے۔

میٹھے اور ٹھنڈے مشروبات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں زیادہ پسند تھیں۔ (سنن الترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۰۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم بھی عموماً میٹھے اور ٹھنڈے مشروبات پسند کرتے ہیں اور بڑے شوق سے پیتے ہیں۔ پھلوں کا جوس، مِلک شیک، چھاچھ، ماٹھا، فالودہ، روح افزا وغیرہ وغیرہ۔ کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ جہاں ہمیں ان کے پینے میں لذت ملتی ہے اور ہمارے جسم کو تازگی ملتی ہے وہیں ہم انھیں پی کر بھی ثواب کما سکتے ہیں؟ ایسا ممکن ہے۔ بس ہمیں یہ مشروبات اس نیت سے پینا ہوگا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میٹھے اور ٹھنڈے مشروبات پسند فرمائے ہیں۔

• • •

بابِ نہم

ملبوساتِ نبوی

ملبوساتِ نبوی

لباس بھی ہماری یومیہ ضرورت ہے اور ہم اپنا جسم چھپانے کے لیے لباس کا استعمال کرتے ہیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کا لباس مختلف ہوتا ہے جو ان کی شناخت بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے ملک میں صوبوں کے اعتبار سے بھی لباس کا اختلاف دیکھتے ہیں۔ راجستھان، کیرلا اور کشمیر وغیرہ کے لوگوں کے لباس کا طرز تو بالکل جداگانہ ہے۔ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرب کی سرزمین پر جلوہ گر ہوئے، آپ کے لباس کا طرز ساری دنیا سے مختلف تھا۔ مسلمانوں کو جس طرح ہر کام میں اتباعِ رسول کا حکم ہے اسی طرح لباس کے معاملے میں بھی ہمیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کرنا چاہیے۔ آج کا زمانہ فیشن کا ہے اور سنتوں کے مطابق لباس پہننے میں لوگ عار محسوس کرتے ہیں مگر ہمیں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان مدِّ نظر رکھنا ہے کہ جس نے امت میں انتشار کے وقت میری سنت زندہ رکھی اس کے لیے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔ دنیوی زندگی چار دن کی ہے، آخرت کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے اس لیے دنیا کی چار دنوں کی زندگی کو آخرت کی دائمی زندگی پر ترجیح دینا ایک مومن کے لیے مناسب نہیں۔

جُبّہ

جُبّہ اہلِ عرب کا مخصوص لباس تھا، حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جُبّہ پہنا کرتے تھے۔ عربی جبوں کے علاوہ آپ نے دوسرے ملکوں کے جُبّے بھی استعمال فرمائے ہیں۔ جُبّے میں ستر پوشی کی صلاحیت دیگر لباسوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے ہمیں سنت کے خیال سے جُبّہ پہننا چاہیے۔

حضور کا جُبّہ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ نے ایک مرتبہ طیالس کا ایک فارسی جبہ نکالا جس میں ریشم کی کلیاں تھیں اور اس کے دونوں چاک ریشم لگا کر سلے ہوئے تھے، آپ نے اسے دکھاتے ہوئے فرمایا:

هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِي بِهَا.

ترجمہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک جُبّہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا، جب آپ کا انتقال ہوا تو میں نے اسے لے لیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے۔ اب ہم اسے دھل کر مریضوں کو پلاتے ہیں تاکہ شفا مل جائے۔ (صحیح مسلم، حصہ سوم، ص:۱۶۴۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ریشمی کپڑا پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں ہے، ہاں کپڑے پر کہیں کہیں ریشم کے کپڑے جوڑ دیے گئے ہوں تو پہن سکتے ہیں۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس قسم کا جُبّہ پہنا کرتے تھے آپ نے

اس روایت میں ملاحظہ کیا۔ اب تو اس طرح کا جُبّہ ملنا مشکل ہے مگر کسی بھی طرح کا جُبّہ سنت کی نیت سے پہنا جائے تو ان شاء اللہ ادائے سنت کا ثواب میسر آئے گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ جُبّہ دھل کر اس کا پانی مریضوں کو پلایا کرتی تھیں جس سے انھیں شفا مل جایا کرتی۔ اس سے ہم اہلِ سنت کا عقیدہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہم بزرگوں کے تبرکات سے فائدہ ملنے کا جو اعتقاد رکھتے ہیں یہ بالکل درست ہے۔

رُومی جُبّہ

حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ.

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ پہنا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۱۲۴۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عربی جبوں کی آستینیں عمومًا کشادہ ہوتی تھیں اور رومی جبوں کی آستینیں تنگ ہوا کرتی تھیں۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں عربی جُبّہ استعمال فرمایا ہے وہیں آپ نے وقتًا فوقتًا رومی جبہ بھی استعمال فرمایا ہے۔

اُونی جُبّہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ فجر سے پہلے رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے، میں پانی کا برتن لے کر آپ کے ساتھ گیا، جب آپ واپس لوٹے میں آپ کے ہاتھوں پر پانی انڈیلنے لگا اور آپ وضو فرمانے لگے۔ آپ اونی جُبّہ پہنے ہوئے تھے جس کی آستین تنگ

تھی۔ جب ہاتھ دھلنے کے لیے آپ آستینیں چڑھانے لگے تو نہیں چڑھ رہی تھیں تو آپ نے جبے کے نیچے سے ہاتھ نکالے اور جبہ کندھوں کے اوپر چڑھا کر اپنے ہاتھ دھوئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حصہ اول، ص:۱۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عرب میں بعض جبے خصوصًا ٹھنڈے موسم کے لیے استعمال کیے جاتے تھے انھیں میں سے یہ اونی جبہ بھی تھا جسے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز زیب تن فرمایا تھا۔

• • •

کُرتا مبارک

کُرتے کو اردو میں قمیص بھی کہتے ہیں۔ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کُرتا بھی زیب تن فرمایا ہے۔ ہندوستان میں عمومًا مسلمان وقتًا فوقتًا کرتہ پہنتے ہیں بلکہ یہاں کرتہ مسلمان ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمومًا سفید رنگ کا کرتہ استعمال فرماتے تھے اور لوگوں کو بھی اسی کا حکم دیتے تھے۔

حضرت سمرہ بن جُنْدُب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِلبَسُوا البَیَاضَ فَاِنَّھَا اَطْھَرُ وَ اَطْیَبُ.

ترجمہ: سفید کپڑے پہنا کرو کیوں کہ یہ زیادہ پاکیزہ ہیں۔

(سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۱۱۷)

جُبہ، کرتا، پائجامہ، عمامہ، ٹوپی جو بھی استعمال کیا جائے سفید رنگ کا استعمال کرنا بہتر ہے۔ اس سے سادگی ظاہر ہوتی ہے اور اسلام کو سادگی پسند ہے۔

سب سے پسندیدہ لباس

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الْقَمِیْصَ.

ترجمہ: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں سے کُرتا زیادہ پسند تھا۔

(سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۴۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلی دار کُرتا زیب تن فرمایا کرتے تھے اور اسے زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آج

کے زمانے میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کے پاس ایک کرتہ بھی نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو فیشن والا۔ اگر کسی فلم میں کوئی ایکٹر کسی انداز کا کرتہ پہن لیا ہے تو ہم اسے بڑے شوق سے پہنتے ہیں اور اسے پہننے میں فخر محسوس کرتے ہیں لیکن آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس انداز کا لباس پہنا ہے اس کی جانب ہمارا کوئی میلان نہیں ہے جب کہ فلمی ایکٹروں کی نقل ہمیں جہنم کے راستے پر لے جانے والا عمل ہے اور اتباعِ سنت ہمارے لیے اجروثواب کا باعث اور ہمیں جنت میں لے جانے والا ہے۔

حضور کا کُرتا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيْصًا فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ مُسْتَوِي الْكُمَّيْنِ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهٖ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کُرتا زیبِ تن فرماتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی اور اس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔

(معجم ابن الاعرابی، حصہ اول، ص:۱۱۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمبا کرتا پہنا کرتے تھے، اس کی آستینیں بھی لمبی ہوا کرتی تھیں۔ کرتے کی لمبائی ٹخنوں سے کچھ اوپر تک ہوتی اور آستین انگلیوں کے کناروں تک لمبی ہوتی۔

• • •

ٹوپی شریف

احادیث اور سیرت کی کتابوں میں عمامہ شریف کے علاوہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین اقسام کی ٹوپیوں کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ قَلَانِسَ: قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ مِصْرِيَّةٌ وَ قَلَنْسُوَةٌ بُرُدُ حِبَرَةٌ وَ قَلَنْسُوَةٌ ذَاتُ اٰذَانٍ يَلْبَسُهَا فِي السَّفَرِ.

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں تھیں، ایک سفید رنگ کی مصری ٹوپی تھی، دوسری ٹوپی یمنی چادروں کے کپڑے کی بنی ہوئی تھی اور تیسری کانوں والی ٹوپی تھی جو عموماً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر کے دوران پہنا کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ ہفتم، ص:۲۸۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی پہنی ہے لیکن آپ زیادہ تر عمامہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت ٹوپی استعمال کرتی ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی شناخت اور پہچان ہی ہے۔ سنت کی نیت سے ٹوپی پہننا بھی اجروثواب کا باعث ہے۔

• • •

عمامہ شریف

حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ننگے سرنہیں رہا کرتے، سر پر کبھی ٹوپی استعمال کرتے اورزیادہ ترعمامہ شریف استعمال فرماتے۔

اس حوالے سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''نبود عمامہ شریف آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسیار بزرگ وگران کہ از ان برسر مبارک بارے بود، و نہ صغیر کہ قاصر بود از وقار بہ سر از خرد برد آمدہ است کہ از چہار دہ ذراع زیادہ نبود وگاہی ہفت ذراع بودے۔''

ترجمہ: حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمامہ شریف نہ تو بہت بڑا اور بھاری ہوتا کہ سرِ اقدس پر بوجھ ہو اور نہ اس قدر چھوٹا کہ سر پر تنگ ہو بلکہ اعتدال کے ساتھ ہوتا۔ چودہ گز سے زیادہ نہ ہوتا اور کبھی سات گز ہوتا تھا۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، ص:۷۸۷)

حضرت عمرو بن حُریث رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

كَأَنِّي أَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنبَرِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ أَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

ترجمہ: گویا میں (تصور میں) حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر شریف پر دیکھ رہا ہوں کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ شریف باندھا ہوا ہے اور اس کے دونوں شملے اپنے دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے ہیں۔

(صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۹۹۰)

محدثین کرام نے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک شملے کی مقدار کا

تعین بھی فرمایا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''وگفتہ اند کہ ادنی مقدار عذبہ چہار انگشت است و اکثر آں تا نصف ظہر و زیادہ برآں داخل اِسبال است کہ حرام ومکروہ است۔''

ترجمہ: علمائے کرام کے نزدیک شملے کی لمبائی کم از کم چار انگلیوں کے برابر ہے اور زیادہ سے زیادہ آدھی پیٹھ تک۔ اس سے زیادہ لمبائی اِسبال (غیر موزوں اور غیر مناسب لمبائی) میں شمار ہے جو حرام ومکروہ ہے۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، ص:۷۸۸)

آپ عمامہ شریف باندھنے میں گولائی کا انداز اختیار فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ يُدِيرُ الْعِمَامَةَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَيَغْرُزُهَا مِنْ وَرَائِهٖ وَيُرْسِلُ لَهَا ذُؤَابَةً بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

ترجمہ: حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ شریف باندھتے ہوئے اسے گولائی میں سرِ اقدس کے گرد لپیٹتے، آخری حصے کو پشتِ اقدس کی جانب چھوڑ دیتے اور ایک کنارہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے۔ (شعب الایمان للبیہقی، حصہ اول، ص:۲۰۹)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمامہ شریف باندھنا سنتِ متواترہ سے ثابت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ.

ترجمہ: حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے روز مکۂ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سرِ انور پر سیاہ عمامہ بندھا ہوا تھا۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۹۴۲)

حضرت عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: مجھے یہ روایت ملی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن فرشتوں کے سروں پر زرد رنگ کے عمامے تھے اور جب نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ ہفتم، ص:۲۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ قَمِيْصٌ اَصْفَرُ وَ رِدَاءٌ اَصْفَرُ وَ عِمَامَةٌ صَفْرَاءُ.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جب کہ آپ زرد رنگ کی قمیص، چادر اور عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ (السیرۃ الحلبیۃ، حصہ سوم، ص:۴۸۲)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض کے آخری ایام میں حاضرِ خدمت ہوا، آپ کے سرِ مبارک پر زرد رنگ کا عمامہ تھا، میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا: فضل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! حاضر ہوں۔) آپ نے فرمایا: اس عمامے سے میرا سر باندھو، میں نے باندھ دیا، پھر آپ بیٹھ گئے۔

(شمائلِ ترمذی، حصہ اول، ص:۱۲۱)

حافظ ابو الخیر سخاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ مِنْ نُسَبٍ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ عِمَامَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ كَانَتْ بَيْضَاءَ وَ فِي الْحَضَرِ كَانَتْ سَوْدَاءَ.

ترجمہ: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب یہ روایت پڑھی

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دورانِ سفر سفید اور جب گھر میں ہوتے تو کالے رنگ کا عمامہ شریف استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، حصہ ہفتم، ص:۲۷۶)

امام عبد الرؤف مناوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

وَ لَبِسَ عِمَامَةً بَيْضَاءَ تَارَةً وَ سَوْدَاءَ اُخْرٰى.

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی سفید اور کبھی سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا۔

(فیض القدیر، حصہ اول، ص:۱۸۹)

ان روایات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

☆ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف رنگوں کے عمامے زیب تن فرمائے ہیں جن میں سے خصوصًا آپ نے سیاہ، سفید اور زرد رنگ کے عمامے زیادہ استعمال فرمائے ہیں۔

☆ عمامہ باندھتے وقت شملہ چھوڑنا چاہیے جو کہ پیٹھ پر لٹکا ہوا ہو۔

☆ عمامے کا شملہ زیادہ سے زیادہ آدھی پیٹھ تک ہونا چاہیے، اس سے زیادہ نہیں۔

☆ عمامہ گولائی میں باندھنا چاہیے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر بھر عمامے کا التزام فرمایا ہے یہاں تک کہ ظاہری حیات کے آخری ایام میں بھی۔

☆ عمامہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے جس کا استعمال ہمارے لیے باعث اجر وثواب ہے۔

• • •

بابِ دہم

برکاتِ دعا

برکاتِ دعا

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب بندہ بے کس و بے بس ہو جاتا ہے، اسے چاروں طرف سے پریشانیاں گھیر لیتی ہیں، کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا، ہر حیلہ ناکام ہونے لگتا ہے، ہر طرف سے ناکامیاں اسے گھیر لیتی ہیں اور بچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تو اس کے لیے اس مصیبت سے چھٹکارے کا ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نمناک آنکھوں سے اپنے معبود کی بارگاہ میں اپنا ہاتھ پھیلا لے، گڑگڑا کر اسے اپنا روادادِ غم سنائے اور اسی سے اس اندوہناک کیفیت سے چھٹکارا دینے کا سوال کرے۔ وہ دعائیں سنتا ہے، دست گیری کرتا ہے اور غم و اندوہ سے نجات بھی عطا فرماتا ہے۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شب و روز کے معمولات میں دعائیں بھی شامل ہیں اور ہر کام کے شروع اور اختتام پر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعدد دعائیں بھی منقول ہیں جن کے پڑھنے سے ہمیں جہاں سنتوں پر عمل کا ثواب ملتا ہے وہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا کام آسان بھی فرماتا ہے۔

دعا کے فضائل

ہم جانتے ہیں کہ ہمارا حقیقی کارساز اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ کبھی کبھی وہ ہمیں آزمانے کے لیے ہم پر کوئی پریشانی یا مصیبت بھی ڈال دیتا ہے اور کبھی کبھی ہمیں مال و دولت اورخوش حالی دے کربھی آزماتا ہے۔ خود اس کا ارشاد ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ.

ترجمہ: اورضرور ہم تمھیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اورپھلوں کی کمی سے۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۵۵)

اگراللہ تبارک وتعالیٰ ہم کومصیبت اور پریشانی میں ڈال کرآزمائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم صبر وتحمل سے کام لیں اوراس کی بارگاہ میں اس مصیبت کے ٹالنے کی التجا لیے ہوئے حاضر ہو جائیں۔ اس کی رحمت کوضرور جوش آئے گا اورضرور اس کے فضل وکرم کا دروازہ کھل جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ وہ دعا خلوص اور خشوع کے ساتھ ہو۔

اللہ کا وعدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا: وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. ترجمہ: اورتمھارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(سورۂ مومن، آیت:۶۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کے لیے چند شرطیں ہیں (۱) دعا میں اخلاص ہو۔ (۲) قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو۔ (۳) وہ دعا کسی ناجائز معاملے پر

مشتمل نہ ہو۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو۔ (۵) شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی مگر قبول نہ ہوئی۔ جب ان شرطوں کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے۔

دعا قبول ہوتی ہے

حدیث شریف میں ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اسے جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ ہوتی ہے یا اسے اس کے گناہوں کا کفّارہ کر دیا جاتا ہے۔ (الدعاء للطبرانی، حصہ اول، ص:۳۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنی چاہیے اوراس کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے۔ اگر خدا نہ خواستہ ہماری دعائیں قبول نہ ہوں تو ہمیں نا امید نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر ہمیں دنیا میں ہماری مراد نہ ملے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے صدقے میں ہمیں آخرت میں اجر وثواب عطا فرمائے یا ہمارے گناہ مٹا دے۔

دعا کا طریقہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اورآہستہ، بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔ (سورۂ اعراف، آیت:۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ عبادت کا ایک حصہ ہے کیوں کہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز ومحتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا سمجھ کر اس کی بارگاہ سے عفو وکرم اور بخشش کی امید رکھتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہوا ''اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ'' یعنی

دعا عبادت کا مغز ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۳۱۶)

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں دعا کے آداب سکھائے کہ ہماری دعا عاجزی اور خشوع کے ساتھ ہونی چاہیے، اسی کے ساتھ ساتھ آہستہ آواز میں ہونی چاہیے۔ بہتر تو یہ ہے کہ دعا رات کے اس حصے میں کی جائے جب ہر کوئی اپنی اپنی خواب گاہ میں ہو کہ اس وقت کی دعا میں زیادہ خشوع اور زیادہ عاجزی ہوتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر درجے زیادہ افضل ہے۔

اللہ کی رحمت

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. ترجمہ: اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے۔ بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔ (سورۂ اعراف، آیت:۵۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ سے یہ امید رکھی جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری التجا سننے والا ہے، اس کی رحمت بڑی وسیع ہے، اس کے خزانے میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے، وہ دردمندوں کے درد کو دور کرنے والا ہے، وہ بے کسوں کی بے کسی دور کرنے والا ہے، وہ محتاجوں کی محتاجی دور کرنے والا ہے، مصیبت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس کے سامنے ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہے۔ جب یہ تصور دل میں بٹھا کر دعا کی جائے گی تو دل میں خشوع کا اضافہ ہوگا اور یہی دعا کی قبولیت کا سبب بن جائے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہم دعا کا ارادہ کریں تو تنہائی اختیار کریں، اس وقت کا انتخاب کریں جب ہمیں یکسوئی میسر ہو سکے، ایسی جگہ بیٹھ جائیں جہاں لوگوں کا شور و شغب نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے امید لگا کر اس کی بارگاہ میں دعا کریں۔ یہ طریقہ دعا کے جلد قبول ہونے کا باعث ہوگا۔

اللہ کے نام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا: وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا. ترجمہ: اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے اُن سے پکارو۔

(سورۂ اعراف، آیت:۱۸۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام جس کسی نے یاد کر لیے، جنتی ہوا۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہی ننانوے میں منحصر نہیں ہیں۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اتنے ناموں کے یاد کرنے سے انسان جنتی ہو جاتا ہے۔ آیۂ کریمہ میں فرمایا گیا کہ اللہ کو اس کے ناموں سے پکارو اس لیے ہمیں دعا کرتے وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارنا چاہیے، یہ بھی دعا کے آداب میں سے ہے۔ مثلاً دعا کرتے وقت یہ کہا جائے کہ اے رحمان و رحیم! ہم پر رحم فرما۔ اے رزّاق! ہمارا رزق کشادہ فرما۔ اے غفّار! ہمیں بخش دے۔ وغیرہ

سب سے اچھی چیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ.

ترجمہ: اللہ کے نزدیک دعا سے معظم کوئی چیز نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص:۱۲۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرتا ہے اور اپنی حاجت پیش کر کے اس کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے تو بندے کی یہ ادا اُسے بہت پسند آتی ہے، اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور

بندے کو اس کی مراد مل جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب کبھی ہمیں کوئی حاجت درپیش ہو تو دنیا داروں کے دروازوں پر دستک دینے کی بجائے ہم اللہ کی بارگاہ میں التجا کریں اور دعا کے آداب ملحوظ رکھتے ہوئے اسے پکاریں۔ ان شاء اللہ ہماری مراد ضرور پوری ہوگی۔

دعا کی طاقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَنْفَعُ حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ وَ الدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَ مِمَّا لَمْ يَنْزِلْ وَ يَنْقُضُ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ. اِنَّ الدُّعَاءَ لَيَلْقَى الْبَلَاءَ فَيَحْتَبِسَانِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ.

ترجمہ: کوئی حیلہ بہانہ تقدیر کو نہیں ٹال سکتا۔ دعا نازل شدہ بلائیں بھی ٹال دیتی ہے اور جو نازل نہیں ہوئی اسے بھی اور قضائے مُبرَم بھی ٹال دیتی ہے۔ بے شک دعا بلا سے ملتی ہے تو دونوں قیامت تک زمین وآسمان کے درمیان رکی رہتی ہیں۔

(الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۳۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قضا (تقدیر) کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) قضائے مُبرَم حقیقی۔ (۲) قضائے معلق محض۔ (۳) قضائے معلق شبیہ بمُبرم۔ جو قضائے مبرم ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ناممکن ہے۔ اگر اللہ عزوجل کی بارگاہ کے محبوبین کبھی اتفاقاً اس سلسلے میں بارگاہ خداوندی میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے۔ جو قضائے معلق ہے اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے اور وہ ان کی دعا سے ٹل جاتی ہے۔ جو قضائے معلق شبیہ بمبرم ہوتی ہے اس تک خواص اکابرین کی رسائی ہوتی ہے۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے بارے میں

فرمایا ہے کہ ”میں قضائے مبرم کو رد کر دیتا ہوں“۔ مذکورہ روایت میں جو مذکور ہے کہ دعا قضائے مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے اس سے مراد یہی قضائے معلق شبیہ بمبرم ہے ورنہ قضائے مبرم حقیقی نہیں ٹل سکتی ہے۔ (ملخصاً از بہارِ شریعت)

ہمارا یہ معمول ہے کہ جب ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہم دنیا داروں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں جب کہ وہ ہمارا کچھ بنا یا بگاڑ نہیں سکتے۔ ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہمیں کوئی پریشانی لاحق ہو یا خدانخواستہ ہم پر کوئی مصیبت آجائے تو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں، گڑگڑا کر دعا کریں اور اپنی حاجت پیش کریں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا۔

مصیبت لوٹا دو

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَ حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ وَ اَعِدُّوا الْبَلَاءَ بِالدُّعَاءِ.

ترجمہ: اپنے مریضوں کا علاج صدقے سے کرو، اپنے مال کی حفاظت زکوٰۃ سے کرو اور دعا سے مصیبت لوٹا دو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، حصہ سوم، ص:۵۳۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت میں تین باتیں بتائی گئیں۔ (۱) کوئی بیمار ہو جائے تو اس کے نام سے صدقہ کرنا اس کی بیماری دور کر دیتا ہے۔ (۲) زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کی حفاظت ہوتی ہے۔ (۳) دعا سے مصیبتیں اور بلائیں دور ہو جاتی ہیں۔

ہمارا حال اس سے بہت جدا ہے۔ ہم بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے

ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے بیان کردہ ضوابط پر نہیں۔ ہم زکوٰۃ ادا کرنے میں اپنے مال کا نقصان سمجھتے ہیں۔ ہم دعا کرنے میں بڑی سستی کرتے ہیں۔

اللہ کے غضب کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدْعُ اللّٰهَ غَضِبَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: جو اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حصہ دوم، ص: ۱۲۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ آفت و مصیبت کے وقت اللہ کو نہ پکارنا، اس کی بارگاہ میں فریاد نہ کرنا اور اس سے اپنی حاجت طلب نہ کرنا اس کی ناراضی کا سبب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی کبھی آفت ومصیبت ڈال کر اپنے بندے کو آزماتا ہے، اب ایسی آزمائش کے وقت جب بندہ اپنے مولیٰ ہی کو کارساز سمجھ کر اسی سے یہ مصیبت ٹالنے کی التجا اور فریاد کرتا ہے تو یہ ادا مولیٰ کو بہت ہی پسند آتی ہے اور وہ اس سے غم والم کے پہاڑ ٹال دیتا ہے لیکن اگر وہ مصیبت کے وقت اللہ کو یاد نہیں کرتا اور اس کی بارگاہ میں فریاد نہیں کرتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

مومن کا ہتھیار

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَ عِمَادُ الدِّيْنِ وَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ.

ترجمہ: دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور زمین وآسمان کا نور ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حصہ اول، ص: ۶۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ جب کوئی مصیبت یا پریشانی لاحق ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کا مقابلہ دعا سے کریں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے اس مشکل کے ٹالنے کا سوال کریں گے تو نہ یہ کہ ہماری مشکل آسان ہو جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ ہمارا دین اور ایمان بھی مستحکم فرما دے گا اور ہمارے لیے اس دعا کو نور اور روشنی بنا دے گا۔

افضل عبادت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ. ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور سب سے افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص: ۵۶۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بندہ اسے حاجت روا سمجھتے ہوئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرے اور اس سے مصیبت ٹالنے کا سوال کرے۔ اس روایت میں حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اسی بات کی تاکید فرمائی کہ ہم اپنی حاجتیں دنیا والوں کے سامنے نہ پیش کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں لیکن اللہ سے دعا کرنے کے بعد ہمیں اس کی قبولیت کے معاملے میں بے صبر نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ اس کی قبولیت کا انتظار کرنا چاہیے کہ کبھی دعا کے قبول نہ ہونے میں بھی حکمتیں ہوتی ہیں اور کبھی

مؤخر ہونے میں بھی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔

رحمت کے دروازے

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اُذِنَ لَهٗ بِالدُّعَآءِ فُتِحَ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ.

ترجمہ: جسے دعا کی توفیق مل جائے اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ دعا کی توفیق بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے اور جب دعا کی توفیق مل جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم پر یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر دل سے دعا کی جائے اور عاجزی اور خشوع کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں التجا کی جائے تو اس دعا کا قبول ہونا یقینی ہے اور اس دعا کی برکت سے رحمت کا دروازہ کھل جانا بھی یقینی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہمیں کوئی حاجت درپیش ہو تو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ دعا کریں۔

اللہ کی شان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِيَفْتَحَ لِعَبْدٍ بِالدُّعَاءِ فَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْاِجَابَةِ، اَللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اَكْرَمُ مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے کو دعا کی توفیق دیتا ہے تو اس کی یہ شان

نہیں کہ اس سے اجابت کا دروازہ بند کر دے۔ اللہ کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

(الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۹۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندے کو دعا کی توفیق دیتا ہے تو اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، جب وہ دعا کی توفیق دے دیتا ہے تو اب اس کے لیے بابِ اجابت نہ کھولے یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے۔

سب سے عاجز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَعْجَزَ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ فِي الدُّعَآءِ وَ اِنَّ اَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ.

ترجمہ: سب سے عاجز انسان وہ ہے جو دعا سے عاجز ہو جائے اور سب سے بخیل انسان وہ ہے جو سلام میں بخیلی کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حصہ پنجم، ص:۳۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عام طور پر تو مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ یاد آ ہی جاتا ہے مگر پھر بھی بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مصیبت میں بھی خدا کو بھولے بیٹھے رہتے ہیں اور لاکھ پریشانی آ جائے پوری دنیا کے سامنے روئیں گے اور اپنی پریشانی بیان کریں گے مگر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ سب سے عاجز لوگ ہیں۔

اس میں بھی حکمت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ہم بہت سی دعائیں کرتے ہیں جن میں

سے کچھ قبول ہوتی ہیں اور کچھ قبول نہیں ہوتیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب بھی کوئی شخص دعا کرتا ہے تو یا تو وہ قبول کرلی جاتی ہے یا اس سے اسی کے مثل کوئی پریشانی دور کردی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اگر ہم زیادہ دعا کریں؟ آپ نے فرمایا: اللہ بھی زیادہ دینے والا بہت بڑا ہے۔ اسی طرح تین مرتبہ فرمایا۔ (الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۵۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہماری بہت سی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور بہت سی دعائیں قبول نہیں ہوتیں مگر اس میں بھی حکمتیں ہوتی ہیں جو ہم سمجھ نہیں پاتے۔ اگر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری کوئی اور مصیبت ٹال دیتا ہے پھر ہم جتنی دعائیں کریں گے اگر قبول نہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ ہماری اتنی پریشانیاں دور فرمائے گا۔ اس لیے ہمیں دعا میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔

دعا میں بھلائی

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا اِثْمٌ وَ لَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ اِلا اَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اِحْدٰى ثَلاثٍ، اِمَّا أَنْ يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَ اِمَّا أَنْ يُؤَخِّرَهَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ وَ اِمَّا أَنْ يَّدْفَعَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا.

ترجمہ: جب کوئی مسلم کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو، نہ ہی قطع رحمی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے کوئی ایک عطا فرماتا ہے۔ یا تو اسے فوراً قبول کرلیتا ہے، یا اسے قیامت تک کے لیے مؤخر کردیتا ہے، یا اس سے اسی کی مثل کوئی برائی دفع فرما دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۶۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا میں بہر حال بھلائی ہے۔ اگر کسی ایسی بات کی دعا نہ ہو جس میں گناہ ہوتا ہے یا قطعِ رحمی کی دعا نہ ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس دعا میں مومن کے لیے ضرور بھلائی رکھتا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ہمیں ہمیشہ ایسی باتوں کی دعا کرنی چاہیے جس میں کسی قسم کا کوئی گناہ نہ ہو اسی طرح ہمیں قطع رحمی کی دعا بھی نہیں کرنی چاہیے۔

• • •

دعا کی قبولیت کے اوقات

ویسے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں کبھی بھی دعا کی جا سکتی ہے اور وہ کبھی بھی قبول فرما سکتا ہے مگر احادیث کریمہ میں متعدد ایسے اوقات کا ذکر ملتا ہے کہ ان میں کی جانے والی دعائیں عام طور پر قبول ہوتی ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب دعا کرنے کا ارادہ ہو تو ایسے اوقات تلاش کر کے ان میں دعا کریں۔ ان شاء اللہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئے گی اور ہماری دعائیں بہت جلد بابِ اجابتِ الٰہی سے ٹکرائیں گی اور قبولیت کا مقام حاصل کر لیں گی۔

رات کا وقت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِی اللَّیۡلِ سَاعَۃٌ لَا یَسۡأَلُ فِیۡھَا عَبۡدٌ مُسۡلِمٌ شَیۡئًا اِلَّا اَعۡطَاہُ وَ ذٰلِکَ کُلَّ لَیۡلَۃٍ.

ترجمہ: رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جس میں کوئی مسلم بندہ اللہ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے اور وہ گھڑی ہر رات میں آتی ہے۔ (الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۵۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رات کی وہ گھڑی کون سی ہے اس کی صراحت نہیں کی گئی تا کہ بندہ مولیٰ کی بارگاہ میں امید لگائے ہوئے زیادہ سے زیادہ دعا کرے، پھر جب اس مخصوص وقت میں اس کی دعا ہو جائے تو وہ دعا بابِ اجابتِ الٰہی سے ضرور ٹکرائے گی اور اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی مراد ضرور عطا فرمائے گا۔

سحر کا وقت

حضرت جُریری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات کا کون سا حصہ بہتر ہے؟ انھوں نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں، مگر میں سحر کے وقت عرشِ الٰہی کو ہلتا ہوا دیکھتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، حصہ ہفتم، ص:۶۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! فجر کا وقت شروع ہونے سے کچھ پہلے کا جو وقت ہے اسے سحر کا وقت کہتے ہیں۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے اور اس وقت میں کی جانے والی دعائیں بابِ اجابتِ الٰہی کو کھٹکھٹاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسا وقت ہے جب لوگوں کا شور و شغب بالکل نہیں ہوتا، دل میں خشوع کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے اور صبح خصوصیت کے ساتھ دعا کے لیے بیدار ہونا ہوتا ہے جب ساری دنیا نیند کی آغوش میں ہوتی ہے۔ اس لیے جب ہمیں کوئی اہم حاجت درپیش ہو تو اس وقت بیدار ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی التجا پیش کریں، ان شاء اللہ ہماری مراد ضرور ہمیں ملے گی۔

فجر سے پہلے کا وقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا بَقِیَ ثُلُثُ اللَّیۡلِ یَنۡزِلُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلَی سَمَاءِ الدُّنۡیَا فَیَقُوۡلُ مَنِ الَّذِیۡ یَدۡعُوۡنِیۡ فَاَسۡتَجِیۡبَ لَہٗ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَسۡتَغۡفِرُنِیۡ فَاَغۡفِرَ لَہٗ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَسۡتَرۡزِقُنِیۡ فَاَرۡزُقَہٗ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَسۡتَکۡشِفُ الضُّرَّ فَاَکۡشِفَہٗ عَنۡہُ حَتّٰی یَنۡفَجِرَ الۡفَجۡرُ.

ترجمہ: اللہ کی رحمت ہر رات پہلے آسمان پر اترتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں۔ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں۔ ہے کوئی جو مجھ سے روزی مانگے کہ میں اسے روزی دوں۔ ہے کوئی جو مجھ سے مصیبت ٹالنے کا سوال کرے کہ میں اس کی مصیبت ٹال دوں۔ اللہ عزوجل یہ فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ:۱۶،ص:۴۴۰)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰـهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَفْتَحُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ لِثُلُثِ اللَّيْلِ الْبَاقِي ثُمَّ يَهْبِطُ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَهُ ثُمَّ يَقُولُ: اَلَا عَبْدٌ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ حَتّٰى يَسْطَعَ الْفَجْرُ.

ترجمہ: رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے، اس کی رحمت پہلے آسمان پر اتر جاتی ہے، وہ اپنی رحمت کا بازو پھیلا لیتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی بندہ جو مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے کہ میں اسے عطا فرمادوں، یہاں تک کہ فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حصہ ششم،ص:۳۷۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اللہ کی رحمت ہم سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ تم دعا کرو تمھاری دعا قبول کی جائے گی۔ تم استغفار کرو تمھیں بخش دیا جائے گا۔ تم روزی مانگو تمھیں روزی دی جائے گی۔ تم مصیبت ٹالنے کا سوال کرو تمھاری مصیبت ٹال دی جائے گی۔ مگر ہمارا حال تو یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہمیں پکارتی ہیں اس وقت ہم نیند کی آغوش میں ہوتے ہیں۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہو مگر اپنی نیند قربان کر کے ہم اللہ کی بارگاہ میں اس وقت التجا نہیں کرتے جب وہ خود مائل بہ کرم

رہتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روِ منزل ہی نہیں

ماہِ رمضان کی راتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہِ رمضان کی پہلی رات سے آخری رات تک جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پورے ماہ اس کا کوئی دروازہ نہیں بند ہوتا۔ جہنم کے دروازے ماہِ رمضان کی پہلی رات سے آخری رات تک بند کر دیے جاتے ہیں، پورے ماہ اس کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔ ماہِ رمضان کی تعظیم میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ماہِ رمضان کی ہر رات ایک منادی بھیجتا ہے جو غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک آواز لگاتا ہے: اے بھلائی کے طلب گارو! جلدی کرو۔ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کر لی جائے۔ ہے کوئی سائل جس کی مراد پوری کر دی جائے۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا جسے بخش دیا جائے۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کر لی جائے۔ ماہِ رمضان میں ہر افطار کے وقت اللہ تعالیٰ بہت سے بندوں اور بندیوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔

(الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ ماہِ رمضان المبارک میں رات بھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں دعا کرنے والوں، توبہ کرنے والوں، التجا کرنے والوں اور بخشش چاہنے والوں کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ ہم ہیں کہ افطار کرنے کے بعد بڑی مشکل سے نمازِ مغرب پڑھتے ہیں، توفیق ہو جائے تو تراویح بھی پڑھ لیتے ہیں اور پھر نیند کی آغوش میں کھو جاتے ہیں۔ پھر کیا ہماری یہ

شکایت درست ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر ہم ایسے وقت میں دعا کریں جب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہمیں اپنی آغوش میں لینے کے لیے تیار رہتی ہیں تو یقیناً ہماری دعائیں قبول ہوں گی اور ان میں سے ایک وقت ماہِ رمضان المبارک کی راتیں بھی ہیں۔

دو اوقات

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَاعَاتٌ تُفْتَحُ فِیْھَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ قَلَّ مَا تُرَدُّ عَلٰی دَاعٍ دَعْوَۃٌ، عِنْدَ حُضُوْرِ النِّدَاءِ وَ الصَّفِّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ.

ترجمہ: کچھ گھڑیاں ایسی ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی دعا قبول نہ ہو۔ ان میں سے ایک وقت اذان کے بعد کا ہے اور دوسرا وقت وہ ہے جب جہاد کے لیے صف بنالی جائے۔ (الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص:۴۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلدَّعْوَۃُ لَا تُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَ الْاِقَامَۃِ فَادْعُوْا.

ترجمہ: اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی ہے تو تم اس وقت میں دعا کیا کرو۔ (سنن ترمذی، حصہ اول، ص:۴۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم اپنے کام کاج میں لگے رہتے ہیں اور اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ کب اذان ہوئی اور کب ختم ہو گئی، ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہوتا جب کہ ہمارا فریضہ ہے کہ اذان کی آواز سن کر ہم اس کا جواب دیں۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ اذان کے بعد کی جانے والی دعائیں اللہ تبارک و تعالیٰ

قبول فرماتا ہے۔ اسی لیے اذان کے بعد کی جانے والی جو دعا احادیث مبارکہ میں منقول ہے اس میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا سوال ہے۔ یقیناً دنیوی مصیبتیں کچھ نہیں ہیں، آخرت کی مصیبت سب سے بڑی مصیبت ہے، ایسے میں اگر حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے تو بڑی خوش بختی کی بات ہوگی۔

نماز کے اوقات

حضرت مجاہد سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

اَفْضَلُ السَّاعَاتِ مَوَاقِیْتُ الصَّلٰوۃِ فَادْعُوْا فِیْھَا.

ترجمہ: سب سے افضل نماز کے اوقات ہیں، تم ان میں دعا کیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، حصہ دوم، ص:۲۳۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جو وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی سب سے اہم عبادت کے لیے خاص فرمایا ہے وہ وقت تمام اوقات سے بہتر ہے، ان اوقات میں ہمیں دعا کرنی چاہیے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ صرف ان اوقات میں دعا ہی کرنا کافی نہیں ہے بلکہ نمازیں بھی پابندی سے پڑھنی چاہیے۔ پھر ان اوقات میں بھی اذان اور اقامت کے درمیان کا وقفہ زیادہ افضل ہے جیسا کہ آپ نے پچھلی روایت میں ملاحظہ فرمایا مگر اس وقت میں دعا کرنے کے لیے ہمیں اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچنا پڑے گا تاکہ سنتوں سے فارغ ہو کر اقامت تک ہمیں دعا کے لیے وقت ملے۔ ہم تو بالکل اس وقت مسجد پہنچتے ہیں جب اقامت کا وقت ہو جاتا ہے تو پھر ہمارے لیے دعا کا کیسے امکان ہوگا؟

نمازوں کے بعد

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝

ترجمہ: تو جب تم فارغ ہو جاؤ تو محنت کرو اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو۔

(سورۂ الم نشرح، آیت: ۷-۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس آیت کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَانْصَبْ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ فِی الدُّعَاءِ وَ ارْغَبْ فِی الْمَسْأَلَۃِ.

ترجمہ: جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو سلام پھیرنے کے بعد دعا میں محنت کرو اور اللہ سے سوال کرنے میں اس کی طرف رغبت کرو۔ (الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص: ۷۹)

اس سے پتہ چلا کہ نمازوں کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے، بندے جب اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو وہ ان سے خوش ہوتا ہے تو یقیناً اللہ کو راضی کرنے کے بعد اس سے جو مانگا جائے مولیٰ ضرور عطا فرمائے گا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ یا تو نماز پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو بالکل مرے دل سے۔ اس پر ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہماری امیدیں بر آئیں گی، ہمیں اپنی مرادیں مل جائیں گی اور دنیا و آخرت کی کامیابی میسر آجائے گی۔ یاد رکھیں! اپنے خالق و مالک کو ناراض کر کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھیں پھر مولیٰ عزوجل سے اپنی حاجت کا سوال کریں، وہ ہم سے راضی بھی ہوگا اور ہم اس سے جو مانگیں گے ہمیں عطا بھی فرمائے گا۔

جمعہ کے دن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، میں نے انھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث بیان کی اور انھوں نے مجھ سے توریت شریف سے نقل کردہ

عبارت بیان کی۔ ہم دونوں کی باتیں بالکل یکساں تھیں یہاں تک کہ ہم ایک بات پر پہنچے، میں نے کہا: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِی الْجُمُعَۃِ سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُھَا مُؤْمِنٌ یُصَلِّی یَسْأَلُ اللّٰہَ فِیْھَا خَیْرًا اِلَّا أَعْطَاہُ اِیَّاہُ.

ترجمہ: جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں بندۂ مومن نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی بھلائی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔

حضرت کعب نے فرمایا: ہر سال۔ میں نے کہا: نہیں، بلکہ ہر جمعہ کو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی بیان فرمایا ہے۔ اسی محفل میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے، انھوں نے کہا: میں وہ گھڑی جانتا ہوں، وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ میں نے کہا: اس وقت میں کوئی مسلمان نماز نہیں پڑھتا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سنا: مَنِ انْتَظَرَ الصَّلٰوۃَ فَھُوَ فِی صَلٰوۃٍ (ترجمہ: جس نے نماز کا انتظار کیا وہ نماز ہی میں ہے۔) میں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: بس سمجھ جاؤ۔ (الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص: ۸۰-۸۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ یہ وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو سال میں ایک مرتبہ ملتا تھا اور ہمارے لیے ہر جمعہ کو وہ وقت آتا ہے۔ اس روایت میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن بعد نمازِ عصر مسجد ہی میں مغرب کے انتظار میں بیٹھ جائے اور اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے ان شاء اللہ وہ دعا رد نہیں کی جائے گی بلکہ ضرور بابِ اجابت الٰہی سے ٹکرائے گی۔

نمازِ جمعہ کا وقت

حضرت کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف مُزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يَسْأَلُ عَبْدٌ شَيْئًا اِلَّا أُعْطِيَ سُؤْلَهٗ.

ترجمہ: جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں بندہ اللہ سے کوئی سوال کرتا ہے تو اس کا سوال ضرور پورا کیا جاتا ہے۔

آپ سے کہا گیا: اَیُّ سَاعَةٍ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون سی گھڑی ہے؟ آپ نے فرمایا:

حِيْنَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ اِلَى انْصِرَافِ النَّاسِ مِنْهَا.

ترجمہ: جماعت کھڑی ہونے کے بعد سے لے کر لوگوں کے نماز سے لوٹنے تک۔

(شعب الایمان للبیہقی، حصہ چہارم، ص: ۴۰۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم جمعہ کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ بس خطبہ شروع ہونے کے وقت مسجد میں داخل ہوا جائے، دو رکعت نماز پڑھ لی جائے اور فوراً مسجد سے بھاگ نکلیں۔ اکثر لوگ تو بھاگنے کے چکر میں یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کسی کے سامنے سے گزر رہے ہیں یا کسی کو دھکا دے کر نکل رہے ہیں۔ اولاً تو ہمیں چاہیے کہ جمعہ کی اذان سے پہلے ہی مسجد پہنچ جائیں، سنتیں پڑھیں، جمعہ کی نماز پڑھیں، سنتیں اور نوافل ادا کریں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں خشوع اور خضوع کے ساتھ دست بدعا ہو جائیں، اپنی حاجتیں پیش کریں، اپنے لیے بھلائی کا سوال کریں۔ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے ان شاءاللہ اس وقت میں دعا کرنے والا نامراد نہیں لوٹے گا۔

ایامِ بیض کی راتیں

حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ" (ترجمہ: عنقریب میں تمھارے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: فِیْ لَيَالِی الْبِيْضِ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ وَ خَمْسَ عَشَرَةَ.
ترجمہ: مہینوں کے ایامِ بیض کی راتوں میں یعنی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں شب میں۔

(الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص: ۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب حضرت یوسف علیہ السلام کا قاصد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ کی نظروں پر ان کی قمیص مبارک لگائی جس کی بنیاد پر آپ کی آنکھیں دوبارہ روشن ہو گئیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے عرض کی کہ اے ہمارے والد! ہم نے حسد کی آگ میں جل کر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا اس پر ہم نادم و شرمندہ ہیں۔ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری بخشش کی دعا کر دیجیے تا کہ وہ ہمیں معاف فرما دے۔ آپ چاہتے تو فوراً ان کے لیے مغفرت کی دعا کر دیتے مگر آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں کچھ دنوں کے بعد تمھارے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کے مطابق آپ نے ایامِ بیض کا انتظار کیا کہ ان کی راتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ایامِ بیض چاند کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان راتوں میں بھی دعا کرنی چاہیے کہ اس سے قبولیت کے امکانات زیادہ ہوں گے۔

بدھ کے دن

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ مَسْجِدِ الْاَحْزَابِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ الثُّلَاثَاءِ وَ

الْاَرْبَعَاءِ فَاسْتُجِیْبَ لَهٗ یَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ فَعَرَفْنَا السُّرُوْرَ فِیْ وَجْهِهٖ. فَمَا نَزَلَ بِیْ اَمْرٌ مُهِمٌّ غَائِظٌ اِلَّا تَوَخَّیْتُ تِلْكَ السَّاعَةَ مِنْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ فَدَعَوْتُ فَعَرَفْتُ الْاِجَابَةَ.

ترجمہ: نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احزاب کی مسجد میں پیر، منگل اور بدھ کے دن دعا فرمائی تو بدھ کے دن ظہر اور عصر کے مابین آپ کی دعا قبول ہوئی جس کی وجہ سے ہم نے آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے۔ اس کے بعد جب کبھی مجھے کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو میں اس دن کی اس گھڑی کا انتظار کرتا، اس میں دعا کرتا اور میری دعا قبول ہو جاتی۔

(الترغیب فی الدعا، حصہ اول، ص: ۸۷)

اس روایت سے پتہ چلا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بدھ کے دن ظہر اور عصر کے مابین دعا قبول فرماتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تجربہ بھی بیان فرمایا کہ جب آپ نے اس دن کی اس گھڑی میں آپ کی دعا قبول ہوتے دیکھا تو اس کے بعد سے آپ کا معمول بن گیا کہ جب بھی کوئی حاجت درپیش ہوتی آپ اس وقت کا انتظار کرتے اور اس میں دعا کرتے تو آپ کی دعا قبول ہو جاتی۔

قبولیت کے مخصوص اوقات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علامہ نقی علی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر فرمودہ کتاب ''اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ'' کی شرح بہ نام ''ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الْوِعَاءِ'' فرمائی ہے۔ اس میں دعا کی قبولیت کے متعدد اوقات کا ذکر ہے، فائدے کے لیے یہاں اجمالاً ذکر کیے جا رہے ہیں:

(۱) شب قدر (۲) روز عرفہ یعنی نوی ذی الحجہ کو زوال کے بعد (حاجی اور غیر حاجی دونوں کے لیے (۳) رمضان المبارک کا پورا مہینہ (۴) شب جمعہ (جمعرات اور

جمعہ کی درمیانی شب) (۵) جمعہ کا دن (۶) آدھی رات گزرنے کے بعد (۷) سحر کے وقت (۸) ساعتِ جمعہ یعنی غروب شمس سے پہلے تک (۹) بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان (۱۰) مسجد کی طرف جاتے وقت (۱۱) اذان کے وقت (۱۲) تکبیر کے وقت (۱۳) اذان و اقامت کے درمیان (۱۴) جب امام وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کہے (اس وقت آمین کہی جائے) (۱۵-۱۹) پانچوں فرض نمازوں کے بعد (۲۰) سجدے میں (۲۱) قرآنِ مقدس کی تلاوت کے بعد (۲۲) توجہ سے قرآن شریف سننے کے بعد (۲۳) قرآن کریم کے ختم کے بعد (۲۴) جہاد میں صف باندھنے کے بعد (۲۵) جب کفار سے لڑائی بالکل جوش میں ہو (۲۶) آبِ زمزم پی کر (۲۷) افطار کے وقت (۲۸) بارش کے وقت (۲۹) جب مرغ اذان دے (۳۰) مسلمانوں کے مجمع میں (۳۱) اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذکر کی محفل میں (۳۲) مسلمان میت کے پاس، خصوصاً جب اس کی آنکھیں بند کریں (۳۳) جب دل میں رقّت پیدا ہو (۳۴) سورج ڈھلنے کے وقت (۳۵) رات کو نیند سے بیدار ہو کر (۳۶) سورۂ اخلاص پڑھ کر (۳۷) ماہِ رجب کی چاند رات (۳۸) شب براءت (۳۹) عید الفطر کی رات (۴۰) عید الاضحیٰ کی رات (۴۱) رات کی پہلی تہائی میں (۴۲) رات کی آخری تین تہائی (۴۳) اذان کے وقت حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد (۴۴) سورۂ انعام کی تلاوت کے وقت جب ''مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ط اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ'' پر پہنچیں تو دونوں لفظ ''اللہ'' کے درمیان (۴۵) بخاری شریف پڑھنے کے دوران جب اصحاب بدر کے اسما کا باب آئے۔

یہ اوقات ذکر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مصنف علام قدس سرہٗ کا وہ چھتیس ذکر کر کے وَغَیر' ذٰلِکَ فرمانا خود بتاتا تھا کہ انھیں میں حصر نہیں بلکہ اور بھی ہیں، تو فقیر کا یہ نو بڑھانا اسی کلمۂ وغیر ذٰلک کی شرح تھی اور ہنوز حصر نہیں''۔ (ص:۱۲۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس سے پتہ چلا کہ دعا کی قبولیت کے یہ جو اوقات بیان کیے گئے ہیں مشہور تر ہیں ان کے علاوہ بھی اور اوقات ہیں جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ویسے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم اور بندے کے اخلاص اور خشوع پر بھی دعا کی قبولیت موقوف ہے۔ اگر اخلاص اور خشوع کے ساتھ دعا نہ کی جائے تو ان اوقات میں بھی قبولیت کے امکانات کم ہیں اور اگر اخلاص وخشوع کے ساتھ کی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہے دعائیں قبول فرمالے گا۔

قبولیت کے مقامات

اللہ تعالیٰ بندوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور پکارنے والا اسے جہاں سے بھی پکارے وہ اس کی پکار سنتا ہے مگر بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص فضل وکرم اور اس کی مخصوص رحمتیں جھما جھم برستی ہیں لہٰذا ایسے مقامات مقدسہ پر اللہ عزوجل دعائیں جلد قبول فرماتا ہے۔

(۱) مَطاف، یعنی کعبۂ معظّمہ کے اِردگرد کا وہ حصہ جس میں طواف کیا جاتا ہے۔
(۲) ملتزم، یہ کعبۂ مقدسہ کی مشرقی دیوار کے جنوبی حصے کا نام ہے جو خانۂ کعبہ کے دروازے اور حجرِ اسود کے درمیان واقع ہے۔ یہاں لپٹ کر دعا کرنی چاہیے۔
(۳) مُستَجار، کعبۂ معظّمہ کے رکنِ شامی اور رکنِ یمانی کے درمیان کا حصہ مستجار ہے۔
(۴) خانۂ کعبہ کا اندرونی حصہ۔
(۵) میزابِ رحمت کے نیچے۔

(۶) حطیم کے اندر۔
(۷) حجرِ اسود کے قریب۔
(۸) رکنِ یمانی کے پاس۔
(۹) مقامِ ابراہیم کے پیچھے۔
(۱۰) چاہِ زمزم کے پاس۔
(۱۱) صفا پہاڑی پر۔
(۱۲) مروہ پہاڑی پر۔
(۱۳) مسعٰی (سعی کے لیے مخصوص جگہ) میں، خصوصًا میلین اخضرین کے درمیان۔
(۱۴) میدانِ عرفات میں، خصوصًا موقفِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس۔
(۱۵) میدان مزدلفہ، خصوصًا جبلِ قُزَح پر یا اس کے پاس۔
(۱۶) میدان منیٰ میں۔
(۱۷) تینوں جمروں کے پاس۔
(۱۸) خانۂ کعبہ جہاں سے پہلی مرتبہ نظر آئے۔
(۱۹) مسجد نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں۔
(۲۰) جہاں ایک مرتبہ دعا قبول ہوگئی ہو وہاں۔
(۲۱) اولیا اور علما کی مجالس میں۔
(۲۲) مواجہِ اقدس کے پاس۔
(۲۳) منبرِ اطہر کے پاس۔
(۲۴) مسجدِ نبوی کے ستونوں کے قریب۔
(۲۵) مسجدِ قُبا شریف میں۔

(۲۶) مسجد فتح میں، خصوصاً بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان۔

(۲۷) جو مسجد بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے، اس میں۔

(۲۸) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کنوؤں کے پاس۔

(۲۹) جبلِ اُحد کے پاس۔

(۳۰) جن جگہوں پر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی حیاتِ ظاہری میں تشریف لے گئے تھے، وہاں۔

(۳۱) جنۃ البقیع شریف کے مزارات۔

(۳۲) اُحد کے مزارات۔

(۳۳) امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مقدس۔

(۳۴) حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مقدس۔

(۳۵) حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مقدس۔

(۳۶) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مقدس۔

(۳۷) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مقدس۔

(۳۸) تمام اولیا، علما، صلحا رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات اور خانقاہیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ ان مقامات پر حاضری نصیب کرے تو ہمیں چاہیے کہ پورے خشوع اور مکمل عاجزی کے ساتھ اللہ عزوجل سے اپنی مرادیں مانگیں، اگر بزرگوں کے مزارات پر جائیں تو ان کے توسل سے اپنی التجائیں پیش کریں ان شاء اللہ ہماری دعائیں بہت جلد قبول ہوں گی اور ہمیں اللہ تعالیٰ ہماری امید سے کہیں زیادہ عطا فرمائے گا۔ لیکن یاد رہے کہ صرف ان مقامات پر پہنچ جانا ہی دعا کی قبولیت کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی محض یہ مقامات دعا کی قبولیت کے اسباب ہیں بلکہ

ہم جو دعائیں کرتے ہیں اگر وہ دعائیں ان باتوں سے خالی ہوں جو باتیں دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بنتی ہیں تو دعائیں قبول نہ ہوسکیں گی اور اگر دعا کے آداب بھی ہم ملحوظ رکھیں تو ان شاء اللہ ہماری دعائیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بہت جلد شرفِ قبولیت پائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بہت جلد ہمیں اپنے آغوش میں لے لیں گی۔

• • •

دعا کے آداب

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام میں ہر کام کے آداب متعین ہیں، اسی طرح مذہب اسلام نے دعا کے بھی آداب متعین فرمائے ہیں کہ اگر انھیں ملحوظ رکھا جائے تو اللہ کی بارگاہ میں دعا کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم وہ آداب سیکھیں اور جب کبھی دعا کرنی ہو تو ان کی رعایت کرتے ہوئے دعا کریں۔

اظہارِ عاجزی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ، اِرْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، اُرْزُقْنِيْ اِنْ شِئْتَ، وَ لْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهٗ، اِنَّهٗ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ وَ لَا مُكْرِهَ لَهٗ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ خدایا! مجھے دے اگر تو چاہے، مجھ پر رحم و کرم فرما اگر تو چاہے، مجھے رزق دے اگر تو چاہے بلکہ اسے یقین کے ساتھ اپنی مانگ رکھنی چاہیے۔ بے شک وہ کرے گا وہی جو چاہے گا، کوئی اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں ہے۔ (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۴۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعا میں کسی بھی طرح کی بے نیازی اور بے پروائی کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔ بندے کو اپنی حاجت کامل یقین کے ساتھ اپنے رب کے حضور پیش کرنی چاہیے تاکہ خدا کے سامنے زیادہ سے زیادہ بندے کی محتاجی اور عاجزی کا اظہار ہو۔ عاجزی کا جس قدر زیادہ اظہار ہوگا دعا قبولیت سے اسی قدر قریب ہو جائے گی۔

یقین کے ساتھ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُدْعُوا اللّٰهَ وَ اَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَّاهٍ.

ترجمہ: اللہ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ کہ وہ قبول فرمائے گا اور جان لو کہ اللہ غافل اور بے حضور دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، حصہ ۵۱۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا مانگتے وقت دل میں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری دعا قبول فرمائے گا، دل میں شک اور تردد رکھنا کہ پتہ نہیں دعا قبول ہوگی یا نہیں ہوگی یہ دعا کے آداب کے خلاف ہے۔ اسی طرح دعا مانگتے وقت دل بالکل متوجہ ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ہم زبان سے دعا تو مانگ رہے ہیں مگر ہمارے دل میں کچھ اور ہی خیالات بسے ہوئے ہوں۔ آج ہماری دعا کے قبول نہ ہونے میں یہ دونوں باتیں زیادہ اثر رکھتی ہیں کہ ہم دل میں دعا کی قبولیت کا یقین نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی دعا کرتے وقت ہمارا دل متوجہ ہوتا ہے۔

عجلت نہ ہو

ہم بہت سی دعائیں کرتے ہیں جن میں کچھ دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمالیتا ہے اور کچھ قبول ہونے سے رہ جاتی ہیں۔ بارہا ہمیں رنج ہوتا ہے کہ ہم نے دعا کی مگر ہماری وہ دعا قبول ہونے سے رہ گئی۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں عجلت سے منع فرمایا ہے اور دعا کرنے کے بعد انتظار کی تاکید فرمائی ہے۔ کچھ روایتیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو تو ہمیں دل برداشتہ نہیں

ہونا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں سیاحِ لامکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا یَزَالُ الْعَبْدُ بِخَیْرٍ مَا لَمْ یَسْتَعْجِلْ.
ترجمہ: بندے کے لیے دعا کی قبولیت میں عجلت نہ چاہنا ہی بہتر ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ عجلت چاہنے کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یَقُوْلُ دَعَوْتُ اللّٰہَ فَمَا الَّذِیْ اسْتُجِیْبَ لِیْ. ترجمہ: وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ سے دعا کی تو میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

(الترغیب فی الدعاء، حصہ اول، ص:۸۹-۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَعْوَۃُ الْمُسْلِمِ مُسْتَجَابَۃٌ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ اَوْ یَسْتَعْجِلُ فَیَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ.

ترجمہ: مسلم کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے یا دعا میں عجلت کرتے ہوئے کہے کہ میں نے دعا کی لیکن میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

(الترغیب فی الدعاء حصہ اول ص:۹۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ یَدْعُو اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ ھُوَ یُحِبُّہٗ فَیَقُوْلُ لِجِبْرِیْلَ اقْضِ لِعَبْدِیْ ھٰذَا حَاجَتَہٗ وَ اَخِّرْھَا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَ صَوْتَہٗ وَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَدْعُو اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ ھُوَ یُبْغِضُہٗ فَیَقُوْلُ اقْضِ لِعَبْدِیْ ھٰذَا حَاجَتَہٗ بِاِخْلَاصِہٖ وَ عَجِّلْھَا فَاِنِّیْ اُبْغِضُ اَنْ اَسْمَعَ صَوْتَہٗ.

ترجمہ: جس شخص سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کرتا ہے جب وہ اس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے: میرے اس بندے کی ضرورت پوری کر دو مگر اس میں تاخیر کرو اس لیے کہ میں اس کی آواز سننا پسند کرتا ہوں اور جس شخص سے اللہ تبارک وتعالیٰ نفرت کرتا ہے جب وہ اس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کی ضرورت پوری کر دو اور جلدی کرو کہ میں اس کی آواز سننا ناپسند کرتا ہوں۔ (الترغیب فی الدعاء، حصہ اول، ص:۹۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! انسان بہت بے صبرا ہے، ابھی ہم نے دعا کی نہیں کہ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ہماری مراد ہمیں مل جائے، جب کہ ہمیں دعا میں عجلت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے امید لگا کر اس کی بارگاہ میں مسلسل التجا کرتے رہنا چاہیے، ایک نہ ایک دن ضرور وہ ہماری فریاد سنے گا اور ہماری دادرسی کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کر کے بندہ اس کا محبوب بن جاتا ہے اور جو مولیٰ عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے وہ اس کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محبوبین کی دعاؤں کی قبولیت میں تاخیر ہوتی ہے اور جو رحمتِ الٰہی سے دور ہیں ان کی دعائیں فوراً قبول کر لی جاتی ہیں جیسا کہ آپ نے مذکورہ روایت میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ جب دعا کرنا ہو تو پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے، اس کی بارگاہ میں استغفار کیا جائے، پھر اپنی حاجت پیش کر کے اس کی مدد مانگی جائے کہ جب وہ راضی ہو جائے گا تو ہمیں ہماری امید سے زیادہ عطا فرمائے گا اور اگر وہ راضی نہیں ہے تو بس ہم نے جتنا مانگا ہے ہمیں اتنا ہی دے گا۔

بندے کو دعا ترک نہیں کرنی چاہیے۔ اسے کیا معلوم کہ خدا کو اس کی دعا کب اور

کس صورت میں قبول کرنا منظور ہے۔ کبھی بندے ہی کی بعض مصلحتوں کی بنا پر اس کی دعا جلد قبول نہیں کی جاتی۔ ایسی صورت میں اسے اپنے خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، جلد بازی سے کام لے کر وہ خود اپنا ہی کام خراب کر دے گا۔ مسلسل اپنے آقا کے در کا بھکاری بنا رہنا کیا اس کے لیے کم شرف کی بات ہے۔

غذا میں احتیاط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ پاک ہے، وہ صرف پاک اور طیب چیزیں قبول فرماتا ہے۔ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے وہی اہل ایمان کو بھی دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے: يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ (ترجمہ: اے رسولو! پاک اور طیب چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو، میں تمھارے ہر عمل سے بخوبی واقف ہوں۔) اور بندوں سے فرمایا: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ. (ترجمہ: اے ایمان والو! ہمارا دیا ہوا پاکیزہ رزق کھاؤ۔) اس کے بعد آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) اس حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور گرد سے اَٹا ہوا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے رب! اے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے وہ پلا بڑھا ہے، پھر اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ (صحیح مسلم، حصہ دوم، ص:۷۰۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ہم حلال روزی کمانے کے معاملے میں روز بروز پیچھے ہوتے چلے جارہے ہیں، ہم نے پیسے جمع کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیا ہے، اس کے لیے نہ ہمیں حلال وحرام کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی

کسی کے حق کا۔ ہمیں جو ملتا ہے بلا خوف وخطر کھا لیتے ہیں۔ نہ خدا کا خوف ہمارے دل میں ہے اور نہ ہی قیامت میں رسوائی کا اندیشہ۔ مذکورہ روایت میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ حرام غذا کھانے والے کی دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ قبول نہیں فرماتا ہے۔ ہم دعا قبول نہ ہونے کی شکایت تو ضرور کرتے ہیں مگر اس کے اسباب پر غور نہیں کرتے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کہیں ہماری روزی میں کسی حرام آمدنی کی آمیزش تو نہیں۔ اگر ہے تو ہمیں فوراً اس سے توبہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو حلال کا عادی بنانا چاہیے پھر ان شاء اللہ ہماری دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔

وقت کا انتخاب

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَبِيْتُ عَلٰى طُهْرٍ ذَاكِرًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى فَيَتَعَارُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

ترجمہ: جو مسلم شخص پاکی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا سو جائے پھر رات کو جب وہ بیدار ہو اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرے تو خدا اس کی مطلوبہ شے اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۱۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہم اپنی دعا کے لیے ایسے وقت کا انتخاب کریں جب ہم اپنی پوری توجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب مبذول کر سکیں اور اطمینان و سکون کے ساتھ دعا کر سکیں۔ رات کا وقت خاص طور سے دعا قبول ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ اس تنہائی اور سکون کے اوقات میں اگر بندہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے

سامنے اپنی حاجتیں رکھتا ہے تو خدا کی رحمت یقیناً اس کی طرف متوجہ ہو گی اور اس کی دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔

سجدے میں دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَ ھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوا الدُّعَآءَ.

ترجمہ: بندہ سجدے کی حالت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، پس کثرت سے دعا کیا کرو۔ (صحیح مسلم، حصہ اول، ص:۳۵۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سجدہ اس کیفیت کا نام ہے جس میں بندہ اپنے جسم کا سب سے عظیم حصہ یعنی اپنی پیشانی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے زمین پر رکھ دیتا ہے اور اپنی نیازمندی کا ثبوت پیش کرتا ہے اسی لیے فرمایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بندے کی سجدے کی ادا اتنی پسند ہے کہ اس وقت وہ اسے اپنا قریبی بنا لیتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ سجدے کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیا کریں۔

اپنے لیے دعا

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَکَرَ اَحَدًا فَدَعَا لِاَحَدٍ بَدَأَ بِنَفْسِہٖ.

ترجمہ: نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی، حصہ پنجم، ص:۵۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دوسروں کے لیے

بھی دعا کرنی چاہیے، غائبانہ بھی اور اس کے سامنے بھی مگر غائبانہ دعا کرنا بہتر ہے، ہاں اگر سامنے کرے تو ریاکاری کی نیت نہ ہو بلکہ اخلاص ہو۔ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب دوسرے کے لیے دعا کی جائے تو خود اپنے لیے بھی کی جائے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو مولیٰ کی بارگاہ میں عاجز ظاہر کیا جائے پھر مولیٰ عزوجل سے کسی کے بارے میں فریاد کی جائے۔ یہ حضورِ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ رہا ہے اور اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ خوش بھی ہوتا ہے۔

تین تین مرتبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُعْجِبُہٗ اَنْ یَّدْعُوَ ثَلاثًا وَّ یَسْتَغْفِرَ ثَلاثًا.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار دعا مانگنے اور تین بار استغفار کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (سنن ابوداؤد، حصہ دوم، ص:۸۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تین بار دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دعا کا ایک ایک جملہ تین تین بار دہرایا جائے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جب ہم دعا کریں تو دعا کا ہر جملہ تین تین بار دہرایا کریں کہ اس میں سنت کی ادائیگی بھی ہے اور عاجزی کا اظہار بھی۔

درود شریف پڑھ لیں

حضرت فضالہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص نماز کے بعد دعا مانگ رہا ہے لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجا۔ آپ نے فرمایا: اس شخص نے دعا مانگنے

میں جلدی کی۔ پھر آپ نے اس شخص کو بلا کر فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھ چکے تو اسے پہلے خدا کی حمد و ثنا کرنی چاہیے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے پھر اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ پنجم، ص:۳۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کے آداب خود سکھائے کہ جب دعا مانگنے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے پھر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و پڑھا جائے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی التجا پیش کی جائے۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی فوراً اپنا مطلب پیش کرنے لگنا دعا کے آداب کے خلاف ہے۔ بلکہ دعا کے شروع میں بھی اور آخر میں بھی درود شریف پڑھنا چاہیے کہ اس سے دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی۔

ہاتھ اٹھانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَآءِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ اِبِطَيْهِ.

ترجمہ: رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھایا کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔ (مشکوۃ المصابیح، حصہ دوم، ص:۶۹۶)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کی چھوٹی انگلی کی جانب کے حصے ملا کر اتنا اٹھانا چاہیے کہ انگلیوں کے سرے مونڈھوں کے مقابل ہو جائیں۔ یہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ اور دعا کے آداب میں سے ہے۔ بہت سے لوگ ہاتھوں کو دور دور تک پھیلا لیتے ہیں یا انگلیاں

موڑے ہوئے رہتے ہیں یا ہاتھ زیادہ بلند نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب دعا کے آداب کے خلاف ہیں۔

مذکورہ روایتوں سے ہمیں چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

☆ دعا میں زیادہ سے زیادہ عاجزی کا اظہار ہونا چاہیے۔
☆ اللہ کی ذات پر یقین ہو کہ وہ دعا ضرور قبول فرمائے گا۔
☆ دل بالکل متوجہ ہو اور اس میں دوسرے خیالات نہ ہوں۔
☆ عجلت اور جلد بازی نہ ہو اور دعا کے قبول نہ ہونے کی شکایت نہ کی جائے۔
☆ حلال روزی کھاتا ہو۔
☆ ان اوقات میں دعا کرنا چاہیے جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
☆ سجدے کی حالت میں دعا کرنی چاہیے۔
☆ دوسرے کے لیے دعا کرتے وقت پہلے اللہ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی کا اظہار کیا جائے۔
☆ دعا کے کلمات تین تین بار دہرانا چاہیے۔
☆ دعا سے پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی جائے۔
☆ دعا سے پہلے درود شریف پڑھا جائے۔
☆ اپنے دونوں ہاتھ کاندھوں کے مقابل تک اٹھانا۔

بد دعا سے ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى خَدَمِكُمْ وَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى سَاعَةً

نَیْلٍ فِیْھَا عَطَآءٌ فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ.

ترجمہ: تم اپنے حق میں، اپنی اولاد کے حق میں، اپنے خادموں کے حق میں، اپنے مال و جائداد کے حق میں بد دعا نہ کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی دعا کے قبول ہونے کی ہو اور تمھاری دعا قبول ہو جائے۔ (سنن ابو داؤد، حصہ دوم، ص:۸۸)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کبھی کبھی ہمیں اپنی اولاد سے یا اپنے خادموں سے یا اور کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو ہمارے دل سے بد دعا نکلنے لگتی ہے۔ اس حدیث میں ہمیں اس سے منع فرمایا گیا ہے کہ ہم کسی کے حق میں بد دعا کریں۔ یاد رکھیں! جس نے جیسا عمل کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ خود اسے اس کا بدلہ دے گا۔ اگر ہمیں کسی نے کوئی تکلیف پہنچا دی ہے یا ہمارا کچھ نقصان کر دیا ہے تو ہمیں صبر کرنا چاہیے کہ ہمارے لیے حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات لائق پیروی ہے جنھیں ان کے قبیلے اور شہر والوں نے نہ جانے کتنی تکلیفیں پہنچائیں مگر آپ سراپا صبر بنے رہے اور کبھی زبان سے اُف تک نہیں کہا۔ آخر کار اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ دیا۔

موت کی دعا سے ممانعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَ لَا یَدْعُ بِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَہٗ، اِنَّہٗ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمُ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ وَ اِنَّہٗ لَا یَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُہٗ اِلَّا خَیْرًا.

ترجمہ: تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ جلد موت آنے کی دعا کرے کہ جب موت آجائے گی تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور مومن کے لیے اس کی عمر بھلائی ہی میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ (صحیح مسلم، حصہ چہارم، ص:۲۰۶۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْعُوْا بِالْمَوْتِ وَ لَا تَتَمَنَّوْہُ فَمَنْ کَانَ دَاعِیًا فَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ.

ترجمہ: موت کی دعا نہ کرو اور نہ اس کی تمنا کرو۔ اگر کسی شخص کے لیے ایسی دعا ناگزیر ہی ہو گئی ہو تو یوں عرض کرے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے اور مجھے دنیا سے اٹھا لے جب موت میرے حق میں بہتر ہو۔

(سنن نسائی، حصہ چہارم، ص:۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ہم دنیوی مصیبتوں اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے لگتے ہیں جب کہ اکثر اللہ تبارک و تعالیٰ آزمانے کے لیے ہمیں کسی تکلیف یا پریشانی میں مبتلا فرما دیتا ہے اور ایسے میں ہم صبر سے کام لیں گے تبھی اس امتحان میں کامیاب کہلائیں گے۔ پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا یا موت کی دعا کرنا یقیناً بزدلی ہے جو ایک مومن کے شایانِ شان نہیں ہے۔ مذکورہ روایت میں آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے اور اس کے لیے دعا کرنے سے منع فرمایا اور علت یہ بیان فرمائی کہ مرنے کے بعد نیک عمل کرنے کا امکان نہیں اور مومن جب تک زندہ رہتا ہے اس کے لیے نیکیوں کا امکان رہتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اس قدر پریشان حال ہو گیا ہو کہ اس کا جینا اس کے لیے دوبھر ہو جائے تو اس کے لیے بھی آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی دعا تعلیم فرمائی جس میں اس کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔

دعا کی گذارش

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِی الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِیْ وَ قَالَ: اَشْرِکْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِکَ وَ لَا تَنْسَنَا.

ایک دفعہ میں نے عمرے کے لیے حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، آپ نے اجازت عطا فرمائی اور فرمایا: میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شامل کرنا اور ہمیں بھول مت جانا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس کلمے کے بدلے مجھے ساری دنیا دے دی جائے تب بھی مجھے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص: ۱۹۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس روایت سے پتہ چلا کہ اگر کوئی مقدس مقام پر حاضری کے لیے جارہا ہو تو اس سے دعا کی گذارش کرنا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہمارا کوئی ساتھی یا رشتے دار حرمین طیبین کی زیارت کے لیے جائے یا کسی اور مقدس مقام پر حاضری کے لیے جائے تو اس سے ہم دعاؤں کی گذارش کریں اور جس سے کوئی شخص دعاؤں کی گذارش کرے اسے بھی چاہیے کہ مخصوص مقامات پر اس کے لیے بھی دعائیں کیا کرے۔

● ● ●

جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ویسے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے، کسی کی فوری طور پر تو کسی کی کچھ تاخیر کے ساتھ۔ مگر احادیث مبارکہ میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر ملتا ہے جن کی دعائیں اللہ تبارک و تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔ چند روایتیں ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

پانچ لوگ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَمْسُ دَعْوَاتٍ یُسْتَجَابُ لَهُنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَ وَ دَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَ وَ دَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰی یَقْعُدَ وَ دَعْوَةُ الْمَرِیْضِ حَتّٰی یَبْرَأَ وَ دَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ.

ترجمہ: پانچ دعائیں ایسی ہیں جو لازمی طور پر قبول کر لی جاتی ہیں۔ (۱) مظلوم کی دعا جب تک کہ اسے ظالم سے بدلہ نہ مل جائے۔ (۲) حج کرنے والے کی دعا جب تک کہ وہ گھر واپس نہ آجائے۔ (۳) مجاہد کی دعا جب تک کہ جہاد سے فارغ نہ ہو جائے۔ (۴) بیمار کی دعا جب تک کہ اچھا نہ ہو جائے۔ (۵) بھائی کی اپنے بھائی کے حق میں غائبانہ دعا۔

پھر فرمایا: ان دعاؤں میں سب سے جلد قبول ہونے والی بھائی کی اپنے بھائی کے حق میں کی جانے والی غائبانہ دعا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، حصہ دوم، ص: ۱۹۷)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مظلوم یعنی جس شخص پر کوئی ظلم کرتا ہے، جس کا دل دکھاتا ہے، جسے کوئی تکلیف پہنچاتا ہے اس کے دل سے

نکلنے والی دعا بابِ اجابت الٰہی کو بہت جلد کھٹکھٹاتی ہے۔ حج سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے حج کرنے والے کی دعا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جلد مقبول ہوتی ہے۔ مجاہد اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے نکل جاتا ہے، نہ اسے اپنی جان کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی اپنے کسی عزیز و دوست کی فکر، اسے رضائے الٰہی اپنی جان تک قربان کرنے اور اللہ عزوجل کے قرب کا شوق اس کے دشمنوں سے لڑنے پر آمادہ کر دیتا ہے اس لیے مجاہد کی دعا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ فوراً قبول فرماتا ہے۔ بیماری کی حالت میں دل میں تضرع، عاجزی اور خشوع بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اور دعا کی قبولیت میں ان تینوں باتوں کا بہت ہی زیادہ عمل دخل ہے۔ اس لیے بیمار کی دعا بھی اللہ عزوجل جلد قبول فرماتا ہے۔ غائبانہ طور پر کی جانے والی دعا خلوص سے لبریز ہوتی ہے اور خلوص کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بڑا عظیم مقام حاصل ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ غائبانہ طور پر کی جانے والی دعا بھی بہت جلد قبول فرماتا ہے۔ یاد رکھیں! جس طرح ان لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی طرح ان کی بددعائیں بھی بہت جلد قبول ہوتی ہیں اس لیے کسی مظلوم یا بیمار شخص کی بددعا نہیں لینی چاہیے بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کی دعائیں ہی لینی چاہیے۔

تین دعائیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَةٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَ دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ.

ترجمہ: تین دعائیں ایسی ہیں جو قبول ہو کر رہتی ہیں، ان کے قبول ہونے میں کوئی

شبہ نہیں۔ (۱) مظلوم کی دعا۔ (۲) مسافر کی دعا۔ (۳) بیٹے کے حق میں باپ کی دعا۔

(سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص: ۳۱۴)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسافر اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے گھر بار اور اپنے وطن سے دور چلا جاتا ہے، سفر میں اللہ پر توکل اور اس کی ذات پر بھروسہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ مسافر کی دعا قبول فرماتا ہے اور باپ جب بیٹے کے لیے دعا کرتا ہے تو اس دعا میں خلوص اور شفقت کا بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے اس لیے بیٹے کے حق میں باپ کی دعا بھی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

اس زمانے میں اکثر نوجوان اپنے والدین کا دل دکھاتے ہیں، ان کی باتیں نہیں مانتے اور ہر کام میں ان کی نافرمانی کرتے ہیں۔ بعضے تو انھیں ڈانٹتے بھی ہیں اور ان کے ساتھ سخت کلامی بھی کرتے ہیں، جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں انھیں اُف کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ یاد رکھیں! والدین کی دعا میں اولاد کے لیے کامیابی کی بھی ضمانت ہے اور ان کا دل دکھانے پر اگر ان کی زبان سے بددعا کا کوئی کلمہ ادا ہو گیا تو دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو سکتی ہے۔

تین لوگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ثَلاثٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ، الْاِمَامُ الْعَادِلُ وَ الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَ تُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: وَ عِزَّتِيْ لَأَنْصُرَنَّكَ وَ لَوْ بَعْدَ حِيْنٍ.

ترجمہ: تین لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ (۱) عادل امام کی دعا۔ (۲) روزے دار کی

دعا جب وہ افطار کرے۔ (۳) مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ انھیں ابر (بادل) کے اوپر اٹھاتا ہے، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

(سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۲۵۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عادل امام در حقیقت زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا خلیفہ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے، اس کے عدل وانصاف پر جہاں اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوتے ہیں وہیں ساری مخلوق اس کے حق میں دعاے خیر کرتی ہے۔ روزہ دار صبح سے لے کر شام تک صرف اللہ کی رضا کے لیے اپنا کھانا، پینا اور اپنی زوجہ سے قربت ترک کر دیتا ہے۔ قسم قسم کی نعمتیں سامنے موجود ہونے کے باوجود وہ انھیں ہاتھ تک نہیں لگاتا اور اپنی طبیعت کو ان کی طرف مائل تک نہیں کرتا اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عادل امام اور روزے دار کو بطورِ انعام یہ شرف بخشا کہ اگر وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی التجا کریں یا اس سے اپنی کسی حاجت کا سوال کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے اور ان کی حاجتیں ضرور پوری فرماتا ہے۔ اسی طرح مظلوم کی دعا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ پھر ان لوگوں کی دعائیں اگر کسی مصلحت کے تحت فوراً قبول نہ بھی ہوں تب بھی کچھ تاخیر سے ہی سہی مگر قبول ضرور ہوتی ہیں۔

غائبانہ دعا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقاے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ دَعْوَةٍ اَسْرَعُ اِجَابَةً مِّنْ دَعْوَةِ غَآئِبٍ لِغَآئِبٍ.

ترجمہ: کوئی دعا اس سے زیادہ جلد قبول نہیں ہوتی جو غائب شخص کسی غائب شخص کے لیے کرتا ہے۔ (سنن ترمذی، حصہ چہارم، ص:۳۵۲)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! دعا میں اخلاص کی بڑی اہمیت ہے کہ خلوص دل سے کیا جانے والا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ بہت جلد قبول فرماتا ہے۔ اس لیے جب کسی کے لیے دعا کی جائے یا کوئی بھی نیک عمل کیا جائے تو اخلاص نیت سے کیا جانا چاہیے۔ غائبانہ طور پر کی جانے والی دعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ دعا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بہت جلد قبول کی جاتی ہے۔

دعا کے آداب

دعا کے چند آداب ذکر کیے جا رہے ہیں، ہمیں چاہیے کہ دعا کرتے وقت ان آداب کا لحاظ رکھیں ان شاء اللہ ہماری دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہو جائے گی۔

(۱) قبلہ رو ہو کر دعا کرنا۔ (۲) دعا کے وقت نگاہیں نیچی رکھنا۔ (۳) دعا کا آغاز اور اختتام حمد اور درود کے ساتھ کرنا۔ (۴) رَبَّنَا کے لفظ سے دعا کو مزین کرنا۔ (۵) اخروی حاجات کو مقدم رکھنا۔ (۶) دوران دعا آواز میں اعتدال رکھنا۔ (۷) تضرع اور عاجزی کے ساتھ دعا کرنا۔ (۸) یقین کامل کے ساتھ دعا کرنا۔ (۹) رو رو کر دعا کرنا یا کم از کم رونے جیسی شکل بنانا۔ (۱۰) دعا کے وقت بے کسی اور بے قراری کا اظہار کرنا۔ (۱۱) دعا سے پہلے گناہ سے پرہیز اور توبہ کرنا۔ (۱۲) اخلاص کے ساتھ دعا کرنا۔ (۱۳) فراخی اور تنگ دستی میں دعا کرتے رہنا۔ (۱۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے دعا کرنا۔ (۱۵) حلال روزی کا التزام کرنا اور حرام روزی سے پرہیز کرنا۔ (شان مصطفیٰ، ص:۳۳۲-۳۳۳)

● ● ●

برکاتِ اسماے حُسنیٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام بہت ہیں جن کا شمار ہمارے بس میں نہیں ہے۔قرآنِ مقدس اور احادیثِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے ناموں کا ذکر ملتا ہے، اس کے تعلق سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ اس کے ناموں میں سے ننانوے نام اُمّت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیے گئے ہیں۔ اللہ عزوجل کے نام یاد کرنا اور اسے اس کے ناموں سے پکار کر اس کی بارگاہ میں التجائیں کرنا ایک مومن کے لیے باعث خیر وبرکت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا.

ترجمہ: اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو۔

(سورۂ اعراف، آیت: ۱۸۰)

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہمیں اپنے مخصوص ناموں کے ساتھ پکارنے کا حکم فرمایا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جب کبھی دعا کرنی ہو تو اللہ تعالیٰ کے کئی ناموں کا ورد کریں پھر اس کی بارگاہ میں دعا کریں ان شاء اللہ ہماری دعائیں جلد قبول ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور تاج دارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا، مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے انھیں شمار کرلیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری، حصہ سوم، ص:۱۹۸)

شارحینِ حدیث نے لفظ اَحْصَاھَا کے کئی معانی بیان کیے ہیں۔بعض فرماتے ہیں

کہ اس کا معنی ہے جس نے انھیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔بعض نے فرمایا: جو ان ناموں کے ساتھ دعا کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔بعض فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کے یہ اسما بندوں سے جن اُمور کا تقاضا کرتے ہیں وہ انھیں بجالائے اور ان کے معانی کی تصدیق کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسما یاد کریں تاکہ ہم بھی اس کے فضائل و برکات کے مستحق ہو جائیں۔

اللہ کے ناموں کا ورد یوں کریں

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناموں کا ورد کرنا ہو تو صرف نام نہیں لینا چاہیے بلکہ اس سے پہلے یَا حرفِ ندا لگا کر اس کا ورد کرنا چاہیے جیسے یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا مُجِیْبُ وغیرہ۔

ایک بات اور یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں یہ بات بہت عام ہے کہ اگر کسی شخص کا عبد الرحمٰن، عبد الرحیم، عبد اللطیف وغیرہ ہے تو لوگ اسے رحمان، رحیم، لطیف وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام ہیں، بندوں کے لیے ان کا استعمال درست نہیں۔

اللّٰہ

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ جو شخص روزانہ ہزار بار اس اسم شریف کا پابندی سے ورد کرے وہ مستجاب الدعوات ہوگا یعنی اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ اگر کوئی بچہ کند ذہن ہو تو اسے سات دن یا گیارہ دن یا اکیس دن تک تازہ روٹی پر سات مرتبہ یَا اَللّٰہُ لکھ کر کھلانے سے بچے کا ذہن کھل جاتا ہے۔ مریض کو کسی کاغذ پر چھیاسٹھ (۶۶) مرتبہ لکھ کر پلانے سے اسے شفا حاصل ہوتی ہے۔

الرحمن

اَلرَّحمٰنُ کا مطلب بہت مہربان ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو نسیان یعنی بھولنے کی بیماری ہو اور اسے کوئی بات یاد نہ رہتی ہو یا سبق وغیرہ یاد کرنے میں دشواری پیش آتی ہو یا کسی کا دل بہت سخت ہو گیا ہو اور نصیحت وغیرہ قبول نہ کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ ہر نماز کے بعد سو (۱۰۰) مرتبہ اس نام کا ورد کرے ان شاء اللہ بھولنے کی بیماری دور ہو جائے گی، باتیں آسانی سے یاد ہوں گی اور اگر دل کی سختی کی شکایت ہے تو وہ بھی دور ہو جائے گی۔

الرحیم

اَلرَّحِیمُ کا مطلب ہے رحم والا۔ جو شخص روزانہ پابندی سے فجر کی نماز کے بعد یہ نام پاک سو مرتبہ پڑھے مخلوق اس پر مہربان ہوگی۔

القدوس

اَلقُدُّوسُ کا معنی ہے نہایت پاک۔ جو کوئی جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے وہ بہترین صفات کا حامل ہوگا۔ ایک ہزار مرتبہ لکھ کر کسی کھانے پر دم کرنے سے اس کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ خاص کر دعوتوں کے کھانوں پر دم کرنا چاہیے کہ وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو جائے گا۔ زوالِ آفتاب کے بعد یہ نامِ پاک کثرت سے

پڑھنے سے دل سے روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

السلام

اَلسَّلَامُ کا معنی ہے سلامتی دینے والا۔ گھبراہٹ اور بے چینی ہو تو دل پر ہاتھ رکھ کر دو سو (۲۰۰) مرتبہ پڑھ کر دل پر دَم کرنا چاہیے اور پانی پر دَم کر کے پلانا چاہیے ان شاء اللہ گھبراہٹ اور بے چینی دور ہوگی۔ کسی بھی بیماری کے لیے تین دن تک تین تین ہزار مرتبہ پڑھنے سے بیماری سے بہت جلد نجات ملتی ہے۔ اس نام کا کثرت سے ورد کرنے سے آفتوں اور بلاؤں سے نجات ملتی ہے اور بیمار پر ۱۱۵ مرتبہ پڑھ کر دم کرنے سے اسے بیماری سے بہت جلد نجات ملتی ہے۔

المہیمن

اَلمُھَیمِنُ کا مطلب ہے حفاظت فرمانے والا۔ اگر یہ نام پاک باوضو ہو کر روز سو مرتبہ پڑھا جائے تو دلوں کی پوشیدہ باتیں معلوم ہونے لگیں گی۔ روزانہ باوضو اس کا سو مرتبہ ورد کرنے والا تمام آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے ورد کی عادت بنانے والا جنتی ہے۔ روزانہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اس نامِ پاک کا سو مرتبہ ورد کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ دل کو ستھرا فرما دے گا۔

العزیز

اَلعَزِیزُ کا معنی ہے عزت والا۔ اگر کوئی شخص یہ نامِ پاک روزانہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ پڑھنے کی عادت بنالے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی محتاجی دور فرما دے گا۔ اس نام پاک کو چالیس دن تک بلا ناغہ چالیس چالیس مرتبہ پڑھنے والا لوگوں کی نظر میں معزز ہو جائے گا۔

الجبار

اَلْجَبَّارُ کا معنی ہے عظمت والا۔ بعد نماز جمعہ تین سو مرتبہ پڑھنے سے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اس کا نقش کندہ کرا کے بازو پر باندھنے سے لوگوں کے درمیان دبدبہ پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص یہ نام پاک روزانہ صبح کو ۲۲۶ رمرتبہ اور شام کو ۲۲۶ رمرتبہ پابندی سے پڑھے گا وہ ظالموں کے قہر اور ظلم سے محفوظ رہے گا۔

المتکبر

اَلْمُتَكَبِّرُ کا معنی ہے بڑائی والا۔ یہ نام پاک ہر کام کے شروع میں پڑھنا چاہیے کہ اس سے مقصد آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص جماع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے تو اسے نیک صالح اولاد نصیب ہوگی۔ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ عزت عطا فرماتا ہے۔

الخالق

اَلْخَالِقُ کا مطلب ہے پیدا کرنے والا۔ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرنے سے دل اور چہرہ روشن اور منور ہوں گے۔ جو شخص کثرت سے یہ نام پاک پڑھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو عبادت کر کے اس بندے کے لیے دعا کرتا ہے جس سے قیامت کے دن اس کا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔ کوئی ناگہانی آفت نازل ہو جائے تو سات دن تک یہ نام پاک سو سو مرتبہ پڑھا جائے ان شاء اللہ اس سے نجات ملے گی۔

البارئ

اَلْبَارِئُ کا مطلب ہے بنانے والا۔ جو شخص سات دن تک اس نام پاک کا ورد کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی قبر میں وحشت نہیں محسوس کرے گا۔ اگر کوئی حکیم یا ڈاکٹر روزانہ پابندی سے اس نام پاک کا ورد کرے تو اس کے علاج میں قدرتی طور پر تاثیر

پیدا ہوگی۔ جس عورت کو اولاد نہ ہوتی ہو وہ اور اس کا شوہر سات دن روزے رکھیں اور ہر دن افطار سے پہلے اکیس مرتبہ اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ پڑھ کر پانی پر دم کریں پھر اسی پانی سے افطار کریں ان شاء اللہ بہت جلد اولاد نصیب ہوگی۔

المصور

اَلْمُصَوِّرُ کا معنی ہے ہر ایک کو صورت دینے والا۔ جس عورت کو اولاد نہ ہوتی ہو وہ اور اس کا شوہر سات دن روزے رکھیں اور ہر دن افطار سے پہلے اکیس مرتبہ اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ پڑھ کر پانی پر دَم کریں پھر اسی پانی سے افطار کریں ان شاء اللہ بہت جلد اولاد نصیب ہوگی۔

الغفار

اَلْغَفَّارُ کا معنی ہے بڑا معاف فرمانے والا۔ بعد نماز جمعہ صدق دل سے سو(۱۰۰) مرتبہ یَا غَفَّارُ اِغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرماتا ہے۔ روزانہ بعد نمازِ عصر اس کا سو مرتبہ ورد کرنا بھی مؤثر ہے۔

القهار

اَلْقَهَّارُ کا مطلب ہے غالب اور سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا۔ کسی کام میں مشکلات یا دشواریاں درپیش ہوں تو روزانہ سو مرتبہ اس کا ورد کیا جائے ان شاء اللہ مشکل آسان ہوگی۔ جس کے دل میں دنیا کی محبت گھر کر گئی ہو اسے چاہیے کہ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرے۔ ان شاء اللہ اس کے دل سے دنیا کی محبت نکل جائے گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت بس جائے گی۔

الوهاب

اَلْوَهَّابُ کا معنی ہے بہت دینے والا۔ جسے کوئی اہم ضرورت درپیش ہو اسے

چاہیے کہ لگاتار تین دن آدھی رات کو اٹھ کر اچھی طرح وضو کرے، مسجد میں یا اس کے صحن میں دو رکعت تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد تین سجدے کرے، تیسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد سو مرتبہ یَا وَھَّابُ کہے پھر اپنی حاجت کے لیے دعا کرے ان شاءاللہ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ نمازِ چاشت کے آخری سجدے میں چالیس مرتبہ یہ نام پاک پڑھنے سے فقر و فاقہ سے حیرت انگیز طور پر نجات ملتی ہے۔

الرزاق

اَلــرَّزَّاقُ کا معنی ہے، بہت روزی دینے والا۔ جو شخص صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے گھر کے ہر کونے میں کھڑا ہو کر دس دس مرتبہ یہ نام پاک پڑھے اسے فقر و فاقہ سے نجات ملے گی۔ داہنے جانب سے شروع کرے اور قبلے کی طرف رُخ ہو۔

الفتاح

اَلْفَتَّاحُ کا معنی ہے مصیبت ٹالنے والا۔ فجر کی نماز کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر سات یا ستر مرتبہ یہ نام پاک پڑھنا دل کی صفائی کا باعث ہے اور اس سے دل روشن ہوتا ہے۔

العلیم

اَلْعَلِیْمُ کا معنی ہے علم والا۔ اس نام پاک کی کثرت اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت کے لیے بہت مفید ہے۔ کسی طالب علم کو چالیس دن تک اکیس اکیس مرتبہ یَا عَلِیْمُ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلایا جائے ان شاءاللہ وہ صاحب علم ہوگا اور اس کا حافظہ روشن ہو جائے گا۔

القابض

اَلْقَابِضُ کا معنی ہے تنگی کرنے والا۔ چالیس دن تک روٹی کے چار ٹکڑوں پر لکھ کر کھانے والا عذابِ قبر سے محفوظ ہوگا اور یہ عمل محتاجی دور کرنے کے لیے بھی مفید ہے۔ زخم اور درد سے نجات کے لیے بھی یہ عمل مؤثر ہے۔

الباسط

اَلْبَاسِطُ کا معنی ہے کشائش کرنے والا۔ صبح کو ہاتھ پھیلا کر دس مرتبہ پڑھ کر چہرے پر ہاتھ مل لینا چاہیے، اس سے ان شاءاللہ روزی میں کشائش ہوگی اور کسی کی محتاجی نہیں رہ جائے گی۔ روزانہ گیارہ سو مرتبہ پڑھنے والا تنگ دستی سے نجات پاتا ہے۔

الخافض

اَلْخَافِضُ کا معنی ہے پست کرنے والا۔ روزانہ سات ہزار (۷۰۰۰) بار پڑھنے والا دشمنوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ روزانہ پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ یَا خَافِضُ پڑھنے کا ورد کرنے سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔

الرافع

اَلــرَّافِـعُ کا معنی ہے بلند کرنے والا۔ روزانہ دوپہر میں یا آدھی رات کو سو مرتبہ پڑھنے سے بلند رتبہ اور مالداری ہاتھ آتی ہے۔ ہر مہینے کی چودھویں رات کو آدھی رات میں سو مرتبہ یہ نام پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز فرما دیتا ہے۔

المُعِزّ

اَلْمُعِزُّ کا معنی ہے عزت دینے والا۔ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات میں یا اتوار اور پیر کی درمیانی رات میں مغرب کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ پڑھنے سے مخلوق کی نظر میں عزت، احترام اور ہیبت بڑھ جاتی ہے۔

المُذِلّ

اَلْمُذِلُّ کا معنی ہے ذلت دینے والا۔ جو شخص پچھتر مرتبہ یَا مُذِلُّ پڑھ کر سجدے میں سر رکھ کر دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے حاسدوں، ظالموں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اگر کوئی خاص دشمن ہو تو اس کا نام لے کر دعا کرنی چاہیے۔

السمیع

اَلسَّمِیْعُ کا معنی ہے سننے والا۔ جوشخص ہر جمعرات کو نمازِ چاشت کے بعد یہ نام پاک ۵۰۰/مرتبہ پڑھے یا روزانہ نمازِ چاشت کے بعد ۱۰۰/مرتبہ پڑھے وہ ان شاء اللہ مستجاب الدعوات ہو جائے گا۔ جوشخص فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سو مرتبہ یَا سَمِیْعُ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنا خاص فضل فرمائے گا۔

البصیر

اَلْبَصِیْرُ کا معنی ہے دیکھنے والا۔ جوشخص یہ نام پاک فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سو مرتبہ پڑھے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہوگی۔ جمعہ کی نماز کے بعد ۱۰۰/مرتبہ یَا بَصِیْرُ پڑھنے والے کی نگاہیں اللہ تبارک وتعالیٰ روشن فرما دیتا ہے۔

الحَکَم

اَلْحَکَمُ کا معنی ہے حکم کرنے والا۔ رات کے آخری حصے میں باوضو ہوکر یہ نام پاک ۹۹/مرتبہ پڑھنے کی عادت بنانے سے دل پاکیزہ ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گری ہوتی ہے۔

العدل

اَلْعَدْلُ کا مطلب ہے انصاف فرمانے والا۔ جوشخص جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں روٹی کے اکیس ٹکڑوں پر یہ نام پاک لکھ کر کھائے اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کے تابعِ فرمان کردے گا۔

اللطیف

اَللَّطِیْفُ کا مطلب ہے پاک اور بڑا باریک بیں۔ روزانہ ۱۱۳/مرتبہ یَا لَطِیْفُ کا ورد کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے اور سارے کام آسانی سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی قسم کی تکلیف، بیماری یا پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اپنا مقصد دل میں رکھتے ہوئے ۱۰۰/مرتبہ یَا لَطِیْفُ کا ورد کرے اور جب تک مقصد حاصل نہ ہو جائے روزانہ یہ عمل جاری رکھے ان شاء اللہ اسے اس میں کامیابی میسر آئے گی۔ اگر کسی کو اپنی لڑکی کے لیے اچھا رشتہ نہیں ملتا ہو تو اس کے لیے بھی یہ عمل بہت مفید ثابت ہوگا۔

الخبیر

اَلْخَبِیْرُ کا مطلب ہے خبردار۔ جوشخص نفس کا غلام بن گیا ہو اسے چاہیے کہ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کیا کرے ان شاء اللہ اس کا نفس اس کے قابو میں آ جائے گا۔

الحلیم

اَلْحَلِیْمُ کا معنی ہے بڑا بردبار۔ یہ نام پاک کاغذ پر لکھ کر وہ کاغذ پانی میں دھو کر جس چیز پر وہ پانی چھڑکا جائے گا اس میں خوب خیر و برکت ہوگی اور وہ چیز آفتوں سے محفوظ رہے گی۔ کسی بیمار کو ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور گیارہ مرتبہ یَا حَلِیْمُ پڑھ کر دم کیا جائے تو ان شاء اللہ اسے بہت جلد شفا ملے گی۔ جسے دل کا دورہ پڑ جائے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دو سو مرتبہ پڑھا جائے۔

العظیم

اَلْعَظِیْمُ کا معنی ہے بڑائی والا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ ساری مخلوق کی نظر میں معظم و مکرم ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرے۔

الغفور

اَلْغَفُوْرُ کا مطلب ہے بخشنے والا۔ اس کا ورد دل کی صفائی کے لیے بے حد مفید ہے۔ جوشخص سجدے میں سر رکھ کر صدق دل سے یَا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ تین مرتبہ کہے گا اس کے

تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

الشکور

اَلشَّکُوْرُ کا معنی ہے قدر ماننے والا۔ جس کی نگاہیں کمزور ہوں اسے چاہیے کہ یہ نام پاک اکتالیس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے وہ پانی آنکھوں میں ڈالے اور چہرے پر ملے ان شاء اللہ نگاہیں تیز ہو جائیں گی۔ جو شخص معاشی تنگی یا کسی اور دکھ درد یا رنج و غم میں مبتلا ہو اسے چاہیے کہ روزانہ اکتالیس مرتبہ اس کا ورد کرے ان شاء اللہ اس کی پریشانی دور ہو گی۔

العَلِیّ

اَلْعَلِیُّ کا معنی ہے بلند۔ جو شخص یہ اسم پاک ایک سو مرتبہ پڑھے اسے عزت نصیب ہو گی اور سفر میں پڑھے تو بخیر و عافیت وطن واپس لوٹے گا۔

الکبیر

اَلْکَبِیْرُ کا مطلب ہے بڑائی والا۔ جو کوئی یہ اسم پاک روزانہ سو مرتبہ پڑھے وہ لوگوں کی نظر میں باوقار ہو جائے گا اور اس کے کام بنیں گے۔ اگر کوئی شخص نوکری سے نکال دیا گیا ہو اور دوبارہ وہ نوکری حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ سات روزے رکھے اور روزانہ روزے کی حالت میں ایک ہزار مرتبہ یَا کَبِیْرُ کا ورد کرے ان شاء اللہ اسے اس کی نوکری دوبارہ مل جائے گی۔

الحفیظ

اَلْحَفِیْظُ کا معنی ہے حفاظت کرنے والا۔ اس نام پاک کا روزانہ سولہ مرتبہ ورد کرنے والا اور اس کا نقش بنا کر بازو پر باندھنے والا جلنے، ڈوبنے اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔

المُقیت

اَلْمُقِیْتُ کا معنی ہے روزی دینے والا۔ اگر کسی بچے کی بُری عادت ہو یا روتا ہو تو یہ

اسم پاک سات مرتبہ پڑھ کر ایک خالی گلاس میں دم کر کے اس میں پانی ڈال کر اسے پلایا جائے ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو گا۔

الحسیب

اَلْحَسِیْبُ کا مطلب ہے حساب لینے والا۔ جو شخص چور یا پڑوسی یا آنکھ وغیرہ کے زخم سے پریشان ہو وہ جمعرات سے شروع کر کے سات دن تک ستر ستر مرتبہ اس طرح پڑھے حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ، ان شاء اللہ اسے پریشانی سے نجات ملے گی۔

الجلیل

اَلْجَلِیْلُ کا معنی ہے جلال والا۔ جو شخص یہ نام پاک مشک اور زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ مخلوق کی نظر میں عزت پائے گا۔ کثرت سے اس نام پاک کا ورد کرنا بھی عزت اور دبدبہ پانے کے لیے مفید ہے۔

الکریم

اَلْکَرِیْمُ کا معنی ہے کرم فرمانے والا۔ جو شخص سوتے وقت کثرت سے یہ نام مبارک پڑھے پھر کسی سے بات کیے بنا سو جائے فرشتے اس کے حق میں یہ دعا کرتے ہیں: اَکْرَمَکَ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ تجھے عزت بخشے) یہاں تک کہ وہ مخلوق کی نظر میں مکرم و باعزت ہو جاتا ہے۔

الرقیب

اَلرَّقِیْبُ کا مطلب ہے نگہبانی کرنے والا۔ جو شخص روزانہ اس اسم پاک کو سات مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر اور اپنی بیوی، بچوں پر دم کرے تو سب آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہیں گے۔ یَا رَقِیْبُ کا ورد رکھنا بھی مال و متاع اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے نہایت ہی مفید عمل ہے۔

المُجیب

اَلْمُجِیْبُ کا معنی ہے دعا سننے والا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جلد قبول ہوں تو اسے چاہیے کہ کثرت سے یَا مُجِیْبُ کا ورد کرے اور کسی کاغذ پر یہ نام پاک لکھ کر اپنے پاس رکھ لے ان شاء اللہ بہت جلد اس کا اثر دیکھے گا۔

الواسع

اَلْوَاسِعُ کا مطلب ہے وسعت دینے والا۔ جو شخص یَا وَاسِعُ کا کثرت سے ورد کرے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ظاہر و باطن میں مخلوق سے بے نیاز فرما دے گا۔

الحکیم

اَلْحَکِیْمُ کا معنی ہے حکمت والا۔ جسے کوئی سخت حاجت پیش آ جائے اسے چاہیے کہ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرے ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ اس کے علاوہ کثرت سے اس نام پاک کا ورد کرنے سے علم و حکمت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

الودود

اَلْوَدُوْدُ کا مطلب ہے محبت والا۔ اگر دو لوگوں کے درمیان نفرت اور دشمنی ہو تو یہ نام پاک ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) مرتبہ پڑھ کر کسی میٹھی چیز پر یا کسی کھانے پر دم کر کے اسے کھلایا جائے ان شاء اللہ ان دونوں کے درمیان محبت اور الفت پیدا ہوگی۔ اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو تو دونوں میں سے کوئی ایک یہ عمل کرے ان شاء اللہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

المجید

اَلْمَجِیْدُ کا مطلب ہے بزرگی والا۔ اگر کسی شخص کو لوگ ذلت کی نظر سے دیکھتے ہوں تو اسے چاہیے کہ روزانہ صبح ننانوے مرتبہ یہ نام پاک پڑھا کرے ان شاء اللہ لوگ اسے

عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں گے۔ اگر کوئی شخص کسی مُہلک مرض میں مبتلا ہو تو اسے چاہیے کہ ایامِ بیض (چاند کی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخ) میں تین روزے رکھے اور افطار کے بعد کثرت سے اس نام پاک کا ورد کرے پھر پانی پر دم کر کے پی لے ان شاء اللہ اسے اس مرض سے نجات مل جائے گی۔

الباعث

اَلْبَاعِثُ کا مطلب ہے مردہ زندہ کرنے والا۔ جو شخص روزانہ دل پر ہاتھ رکھ کر دو سو ایک مرتبہ پڑھے گا اس کا دل روشن ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص سونے سے پہلے سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک سو ایک مرتبہ پڑھے تو اس کے دل میں علم و حکمت کا بسیرا ہوگا۔

الشہید

اَلشَّھِیْدُ کا معنی ہے نگہبان۔ اگر کسی شخص کی بیوی یا اولاد نافرمان ہو تو اسے چاہیے کہ صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھے اور آسمان کی طرف منہ کر کے اکیس مرتبہ یہ نام پاک پڑھا کرے ان شاء اللہ وہ اس کے فرماں بردار ہو جائیں گے۔

الحق

اَلْحَقُّ کا مطلب ہے سچائی والا۔ جو شخص قید ہو گیا ہو وہ آدھی رات کو ننگے سر یہ نام پاک ۱۰۸/ مرتبہ پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی رہائی کی دعا کرے ان شاء اللہ اسے بہت جلد رہائی نصیب ہوگی۔

الوکیل

اَلْوَکِیْلُ کا مطلب ہے بڑا کارساز۔ بجلی تیز کڑک رہی ہو یا آندھی تیز چل رہی ہو یا بہت زیادہ بارش ہو رہی ہو یا کہیں آگ لگ جائے تو یہ نام پاک کثرت سے پڑھا جائے ان شاء اللہ آفتوں سے نجات ملے گی۔

القوی

اَلْقَوِیُّ کا مطلب ہے زبردست۔ جو شخص جمعہ کے دن سورج نکلنے کے ایک گھنٹے بعد یہ نام پاک تین ہزار (۳۰۰۰) مرتبہ پڑھے اسے نسیان کی بیماری سے نجات ملے گی۔ یہ عمل سات جمعہ تک جاری رکھا جائے۔ اگر کوئی شخص واقعی مظلوم اور کمزور ہو وہ کثرت سے یہ نام پاک پڑھا کرے ان شاء اللہ اسے ظالم سے نجات میسر آئے گی۔

المتین

اَلْمَتِیْنُ کا مطلب ہے قدرت والا۔ جس بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو اسے یَا مَتِیْنُ کاغذ پر لکھ کر پلایا جائے اسے تسلی ہوگی۔ اگر ماں کا دودھ کم ہو تو یہی نام پاک کاغذ پر لکھ کر اسے پلایا جائے ان شاء اللہ اس کا دودھ زیادہ ہوگا۔

الولی

اَلْوَلِیُّ کا معنی ہے مددگار اور حمایتی۔ جس کی بیوی نافرمان اور بری عادت والی ہو اسے چاہیے کہ وہ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرے، خاص کر اس سے ملاقات کے وقت ان شاء اللہ وہ فرماں بردار ہو جائے گی۔

الحمید

اَلْحَمِیْدُ کا مطلب ہے سب خوبیوں سراہا ہوا۔ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کر پاتا اور اس کی زبان سے فحش باتیں نکلتی ہیں اسے چاہیے کہ یہ نام پاک پیالے میں لکھ لے یا کندہ کرالے اور اسی سے ہمیشہ پانی پیے ان شاء اللہ زبان محفوظ ہو جائے گی۔ اگر کسی شخص کے اندر بری خصلتیں موجود ہیں اور وہ ان سے نجات چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ۴۵ر دنوں تک تنہائی میں ۹۳ر مرتبہ یَا حَمِیْدُ کا ورد کرے ان شاء اللہ اسے بہت جلد ان سے نجات مل جائے گی۔

المحصی

اَلْمُحْصِیُ کا مطلب ہے گھیرنے والا۔ جو شخص روزانہ روٹی کے بیس ٹکڑوں پر یہ نام پاک بیس بیس مرتبہ دم کر کے کھائے مخلوق کے دل میں اس کے لیے عزت پیدا ہوگی۔ جمعرات اور جمعہ کی رات میں ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) مرتبہ اس کا ورد عذاب قبر اور عذابِ محشر سے نجات دلانے والا ہے۔

المبدئ

اَلْمُبْدِئُ کا معنی ہے ظاہر فرمانے والا۔ جس عورت کا حمل گر جاتا ہو اسے چاہیے کہ جب حمل ٹھہر جائے تو روزانہ صبح نوے (۹۰) مرتبہ یہ نام پاک پڑھ کر شہادت کی انگلی پر دم کرے اور اپنے پیٹ کا حصار کر لے ان شاء اللہ حمل ساقط ہونے سے محفوظ ہو جائے گا۔ روزانہ سحر کے وقت پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ننانوے (۹۹) مرتبہ پڑھنا بھی حمل کے روک تھام کے لیے مفید ہے اور ایسا کرنے سے وقت سے پہلے بچہ بھی نہیں ہوگا۔

المعید

اَلْمُعِیْدُ کا مطلب ہے دوبارہ پیدا فرمانے والا۔ اگر کسی نے قرض لیا ہو اور واپس نہیں دے رہا ہے تو اس کے نام کے عدد کے برابر روزانہ یہ نام پاک پڑھا جائے وہ بہت جلد واپس کر دے گا۔ کسی گم شدہ کو واپس بلانے کے لیے بھی اس کا ورد بہت مفید ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب گھر کے سارے افراد سو جائیں تو گھر کے چاروں کونوں میں کھڑے ہو کر ستر ستر مرتبہ یہ نام پاک پڑھے بہت جلد اس کا پتہ چل جائے گا یا وہ واپس لوٹ آئے گا۔

المحیی

اَلْمُحْیِیُ کا معنی ہے زندہ کرنے والا۔ بدن میں درد ہو یا عورت کو دردِ زِہ (ایامِ حمل میں درد) ہو تو سات دن تک سات سات مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اسے شفا

ملے گی۔ اگر کوئی بیمار شخص کثرت سے اس کا ورد کرے یا کسی بیمار پر یہ نام پاک کثرت سے پڑھ کر دم کیا جائے تو بہت جلد شفا ملے گی۔

المُمِيت

اَلْمُمِیْتُ کا مطلب ہے موت دینے والا۔ جس شخص کا نفس اس کے قابو میں نہ ہو اسے چاہیے کہ سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر یَا مُمِیْتُ پڑھتے پڑھتے سو جائے ان شاءاللہ اس کا نفس مطیع ہوگا۔

الحَيُّ

اَلْحَیُّ کا معنی ہے زندہ۔ روزانہ تین ہزار مرتبہ اس نام پاک کا ورد کرنے والا کبھی بیمار نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص چینی کے برتن پر مشک اور گلاب سے لکھ کر اسے پانی سے دھو کر پیے یا کسی دوسرے کو پلائے تو اسے شفا نصیب ہوگی۔ بیمار اپنے اوپر روزانہ ستر مرتبہ دم کرے، اگر کوئی دوسرا بیمار ہو تو اس پر بھی دم کیا جا سکتا ہے۔ روزانہ اس نام پاک کا ستر مرتبہ ورد کرنے والے کی عمر دراز ہوگی۔

القيوم

اَلْقَیُّوْمُ کا مطلب ہے قائم رکھنے والا۔ جو روزانہ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرے لوگوں میں اس کی عزت بڑھ جائے گی۔ اگر تنہائی میں بیٹھ کر ورد کرے تو خوش حال ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ورد کرے تو اس کی سستی اور کاہلی دور ہوگی۔

الواجد

اَلْوَاجِدُ کا مطلب ہے پانے والا۔ اگر کوئی شخص کھانا کھاتے وقت یَا وَاجِدُ کا ورد کرتا رہے تو وہ غذا اس کے دل کی طاقت و قوت کا سبب بنے گی۔ اگر کوئی چیز گم ہو جائے

اور نہ مل رہی ہو تو یہ نام پاک لکھ کر ہاتھ میں رکھ لے اور یَا وَاجِدُ پڑھتے ہوئے اسے تلاش کرے مل جائے گی۔

الماجد

اَلْمَاجِدُ کا مطلب ہے بزرگی والا۔ جو شخص تنہائی میں اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرے اس کے دل میں نور پیدا ہوگا۔

الواحد

اَلْوَاحِدُ اور اَلْاَحَدُ کا معنی ہے ایک اور یکتا۔ جسے کسی قسم کا خوف محسوس ہو رہا ہو اسے چاہیے کہ یہ نام پاک ایک ہزار مرتبہ پڑھے ان شاءاللہ اس کا خوف دور ہوگا۔ جسے اولاد نہ ہوتی ہو وہ یہ نام پاک لکھ کر اپنے پاس رکھے اسے اولاد ہوگی۔

الصمد

اَلصَّمَدُ کا مطلب ہے بے نیاز۔ جو شخص باوضو اس کا پابندی سے ورد کرے وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائے گا۔ روزانہ سحر کے وقت سجدے میں سر رکھ کر ۱۱۵ مرتبہ یا ۱۲۵ مرتبہ پڑھنے والے کی زبان سچی ہو جائے گی۔

القادر

اَلْقَادِرُ کا مطلب ہے قدرت والا۔ روزانہ یَا قَوِیُّ یَا قَادِرُ کا اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) مرتبہ ورد دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے بہت مفید ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی کام میں دشواری پیش آئے تو وہ اکتالیس مرتبہ یَا قَادِرُ پڑھے اس کا وہ کام آسان ہو جائے گا۔

المقتدر

اَلْمُقْتَدِرُ کا مطلب ہے قدرت والا۔ صبح بیدار ہوتے ہی آنکھ بند کر کے اکیس

مرتبہ پڑھنے سے دل سے غفلت دور ہوتی ہے اور سب کام آسان ہوتے ہیں۔

المُقدّم

اَلْمُقَدِّمُ کا معنی ہے بڑھانے والا۔ جو شخص چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اس نام پاک کا ورد کرے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مطیع وفرماں بردار بن جائے گا۔

المؤخّر

اَلْمُؤَخِّرُ کا مطلب ہے پیچھے کرنے والا۔ جو شخص روزانہ سو مرتبہ پڑھے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی یاد میں رہے گا اور روزانہ اکتالیس بار پڑھنے سے اس کا نفس مطیع وفرماں بردار ہوگا۔

الاوّل

اَلْاَوَّلُ کا مطلب ہے قدیم اور ہر شے سے پہلے۔ جسے اولاد نہ ہوتی ہو وہ چالیس دن تک روزانہ اکتالیس اکتالیس مرتبہ پڑھے اس کی مراد برآئے گی۔ مسافر اگر جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو بہت جلد اس کا مقصدِ سفر پورا ہوگا اور اپنے وطن صحیح سلامت واپس لوٹ جائے گا۔

الاٰخِر

اَلْاٰخِرُ کا مطلب ہے ہمیشہ رہنے والا۔ جو شخص آخر عمر کو پہنچ گیا ہو اور کوئی نیک عمل نہ کرسکا ہو وہ یہ نام پاک کثرت سے پڑھے ان شاء اللہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ اگر کوئی شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو اس کے دل سے غیر اللہ کی محبت نکل جائے گی۔

الظاهر

اَلظَّاهِرُ کا مطلب ہے ہر شے پر غالب۔ جو شخص نمازِ اشراق کے بعد پانچ سو مرتبہ اس کا ورد کرے اس کا دل روشن اور منور ہو جائے گا۔

الباطن

اَلْبَاطِنُ کا معنی ہے ہر شے کا جاننے والا۔ جو شخص یہ نام پاک ہمیشہ ورد میں رکھے اس کے لیے لوگوں کے دل مسخر ہو جائیں گے۔ جو شخص دو رکعت نماز نفل پڑھے اور اس کے بعد هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا کثرت سے ورد کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرمائے گا۔

الوالي

اَلْوَالِيُ کا معنی ہے کام بنانے والا۔ پیالے پر لکھ کر اس میں پانی ڈال کر گھر کی دیواروں پر وہ پانی چھڑک دینے سے وہ گھر آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔

المُتَوالي

اَلْمُتَوَالِيُ کا معنی ہے بلندی والا۔ مشکل اور دشوار کاموں کی آسانی کے لیے اس نام پاک کو کثرت سے پڑھنا بہت مفید ہے۔ حائضہ عورت اسے کثرت سے پڑھے تو اس کی تکلیف دور ہوگی۔

البرّ

اَلْبَرُّ کا معنی ہے نیکوکار۔ بچہ پیدا ہوتے ہی جو شخص یہ نام پاک سات مرتبہ پڑھ کر اس بچے پر دم کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے بالغ ہونے تک وہ بچہ بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ اگر کوئی شخص شراب نوشی یا زناکاری کا عادی ہو اور اپنی یہ عادت چھوڑنا چاہتا ہو تو روزانہ سات مرتبہ یہ نام پاک پڑھا کرے اس کی عادت بہت جلد چھوٹ جائے گی۔

التوّاب

اَلتَّوَّابُ کا معنی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا۔ جو شخص چاشت کی نماز کے بعد تین سو ساٹھ بار اسے پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کی

توبہ قبول فرمائے گا۔ جو کوئی کثرت سے اس کا ورد کرے اس کا نفس اصلاح اور نیکیوں کی طرف مائل ہوگا۔ اگر دس مرتبہ پڑھ کر کسی ظالم پر دَم کر دیا جائے تو اس سے نجات ملے گی۔

المُنتقم

اَلْـمُـنْتَقِمُ کا مطلب ہے بدلہ لینے والا۔ جو شخص حق پر ہو اور ظالم سے بدلہ لینے کی اس میں طاقت نہ ہو وہ تین جمعہ تک کثرت سے اس نام پاک کا ورد کرے اللہ تعالیٰ خود اس سے بدلہ لے لے گا۔

العفُوّ

اَلْعَفُوُّ کا معنی ہے معاف کرنے والا۔ جس کے گناہ بہت زیادہ ہوں وہ اس نام پاک کی کثرت کرے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے گناہ معاف فرمائے گا۔

الرّءُ وف

اَلرَّءُ وْفُ کا مطلب ہے بہت مہربان۔ جسے بہت غصہ آتا ہو وہ روزانہ دس مرتبہ درود شریف اور دس مرتبہ یہ نام پاک پڑھے اس کا غصہ کم ہوگا۔ اگر کوئی شخص غصے کی حالت میں پڑھے یا کسی دوسرے شخص پر پڑھ کر دم کر دے تو اس کا غصہ بھی ختم ہو جائے گا۔

مالِک المُلک

مَـالِکُ الْـمُـلْکِ کا معنی ہے ملک کا مالک۔ کثرت سے یہ نام پاک پڑھنا مالداری کا سبب ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کو اس نام پاک کے ساتھ یاد کرکے اس کی بارگاہ میں دعا کی جائے تو بہت جلد قبول ہوگی۔

ذو الجَلال و الاِکرام

ذُوْ الْـجَلَالِ وَ الْاِکْـرَامِ کا مطلب ہے عظمت اور بزرگی والا۔ کثرت سے یہ نام پاک پڑھنا مالداری کا سبب ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کو اس نام پاک کے ساتھ یاد کرکے

اس کی بارگاہ میں دعا کی جائے تو بہت جلد قبول ہوگی۔

المُقسِط

اَلْـمُقْسِطُ کا معنی ہے انصاف کرنے والا۔ روزانہ سو مرتبہ یہ نام پاک پڑھنے والا شیطانی وسوسے سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر کسی خاص جائز مقصد کے لیے یہ نام پاک سات سو مرتبہ پڑھے تو وہ مقصد حاصل ہوگا۔

الجامع

اَلْـجَامِعُ کا مطلب ہے جمع کرنے والا۔ جمعہ کی نماز کے بعد کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے ایک سو بیالیس مرتبہ پڑھنے سے بہت جلد وہ مقصد حاصل ہوگا۔ اگر کوئی چیز گُم ہو جائے تو اَللّٰھُمَّ یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ، اِجْمَعْ ضَالَّتِیْ (ترجمہ: اے اللہ! اے لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے جس میں کوئی شک نہیں! میری گم شدہ چیز مجھے واپس دلا دے۔) کثرت سے پڑھنا گم شدہ چیز کے پانے میں بہت مؤثر ثابت ہوگا۔

الغَنِیّ

اَلْـغَنِـیُّ کا معنی ہے بے نیاز۔ روزانہ پابندی سے ستر مرتبہ پڑھنے والا مخلوق سے بے نیاز ہوگا اور اس کے مال میں برکت ہوگی۔

المُغنِی

اَلْـمُـغْنِیُ کا مطلب ہے بے پرواہ کرنے والا۔ جمعہ سے اس کا ورد شروع کرکے دس جمعوں تک روزانہ دو ہزار (۲۰۰۰) مرتبہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز فرما دے گا۔ روزانہ فجر یا عشا کی نماز کے بعد اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ گیارہ سو گیارہ (۱۱۱۱) مرتبہ پڑھنا اور ساتھ ہی ایک مرتبہ سورۂ مزمل پڑھنا بھی بہت فائدے مند ثابت ہوگا۔

المانِع

اَلْمَانِعُ کا مطلب ہے روکنے والا۔ اگر کسی کا بیوی سے جھگڑا ہو جائے تو بستر پر لیٹتے وقت اکیس مرتبہ پڑھے دونوں کے درمیان سے نا اتفاقی دور ہو جائے گی۔ اس نام پاک کا کثرت سے ورد کرنے والا ہر قسم کے شر سے محفوظ ہوگا۔

الضّارّ

اَلضَّارُّ کا معنی ہے نقصان پہنچانے والا۔ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات میں سو مرتبہ یہ نام پاک پڑھنے والا تمام ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص کسی بلند مرتبے پر ہو اور اسی پر ہمیشہ رہنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ ہر ہفتے جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات میں اور قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو سو سو مرتبہ پڑھے۔

النّافع

اَلنَّافِعُ کا معنی ہے نفع پہنچانے والا۔ جس کام کے شروع میں اکتالیس مرتبہ پڑھ لیا جائے وہ کام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوگا۔ سفر میں روزانہ چالیس مرتبہ پڑھے تو مقصدِ سفر میں کامیابی حاصل ہوگی۔ مجامعت سے پہلے پڑھنے سے اولاد نیک صالح ہوگی۔

النُّور

اَلنُّوْرُ کا معنی ہے روشن کرنے والا۔ جو شخص جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں سات مرتبہ سورۂ نور اور ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) مرتبہ یہ نام پاک پڑھے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ومجلّٰی ہو جائے گا۔

الهادِی

اَلْهَادِیُ کا مطلب ہے ہدایت کرنے والا۔ جو شخص آسمان کی طرف منہ کرکے ہاتھ اٹھا کر یَا ھَادِیُ بلا تعداد پڑھے اور ہاتھ اور چہرے پر مل لے اسے کامل ہدایت ملے۔

البَدیع

اَلْبَدِیْعُ کا معنی ہے بغیر کسی ذریعے کے پیدا کرنے والا۔ جس شخص کو کوئی غم یا مصیبت یا کوئی مشکل کام درپیش ہو وہ ایک ہزار مرتبہ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (ترجمہ: اے آسمانوں اور زمین کو انوکھا پیدا کرنے والے!) پڑھے اس کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ اگر کسی اہم کام کا ارادہ ہو تو بارہ دن تک یَا بَدِیْعَ الْعَجَآئِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ (ترجمہ: اے عجائب کو انوکھا پیدا کرنے والے بھلائی کے ساتھ، اے انوکھا پیدا کرنے والے) بارہ سو مرتبہ پڑھے، عمل ختم ہونے سے پہلے پہلے مقصد حاصل ہوگا۔ کسی خاص مقصد کے لیے ایک ہزار یا سات ہزار بار پڑھنا بھی مؤثر ہے۔

الباقي

اَلْبَاقِیُ کا مطلب ہے ہمیشہ رہنے والا۔ جو شخص جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں ایک ہزار مرتبہ پڑھے وہ ہر قسم کے ضرر اور نقصان سے محفوظ ہوگا۔ سو مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک اعمال مقبول ہوتے ہیں۔

الوارث

اَلْوَارِثُ کا معنی ہے مالک۔ روزانہ طلوعِ آفتاب کے وقت سو مرتبہ پڑھنے والا ہر قسم کے رنج وغم، پریشانی اور مصیبت سے محفوظ رہتا ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ مغرب اور عشا کے درمیان ایک ہزار مرتبہ پڑھنا بھی مفید ہے۔

الرّشید

اَلرَّشِیْدُ کا مطلب ہے سیدھی تدبیر والا۔ جو شخص کسی کام کی تدبیر نہ جانتا ہو وہ مغرب اور عشا کے درمیان ایک ہزار مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح تدبیر اس کے دل میں القا ہوگی۔ کثرت سے یہ نام پاک پڑھنے سے مشکل سے مشکل کام آسان ہو جائیں

گے۔کاروبار میں ترقی کے لیے بھی اس کی کثرت فائدے مند ہے۔

الصّبور

اَلصَّبُوْرُ کا معنی ہے بڑا تحمل والا۔ جو شخص کسی سخت مصیبت یا بیماری میں گرفتار ہو وہ عشا کی نماز کے بعد تینتیس ہزار (۳۳۰۰۰) مرتبہ پڑھے وہ مصیبت یا بیماری دور ہو جائے گی۔طلوع آفتاب سے پہلے سو مرتبہ پڑھنے والا اس دن ہر مصیبت سے محفوظ ہوگا۔

• • •

قرآنی دعائیں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب بچہ کچھ کچھ بولنے لگتا ہے تو ماں باپ اسے بولنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھاتے ہیں اور جب وہ ماں باپ سے اپنی توتلی زبان میں کسی چیز کا مطالبہ کرنے لگتا ہے تو وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اس کا مطالبہ پورا کرتے ہیں۔

بلاتمثیل اللہ تبارک وتعالیٰ ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔خود اس نے ہمیں دعا کرنے اور اس سے مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا ہے۔اس کی رحمتیں تو پکار پکار کر کہتی ہیں: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. ترجمہ: تم مجھ سے مانگو میں تمھیں دوں گا۔

قرآنی آیات کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بہت سی دعائیں سکھائیں تاکہ ہم اس کے سکھائے ہوئے الفاظ میں اس سے سوال کریں اور اس کی رحمتیں ہمیں آگے بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لیں۔ چند قرآنی دعائیں ملاحظہ فرمائیں:

دنیا وآخرت کی بھلائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کریں۔آپ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی۔انھوں نے مزید دعا کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا: تم اور کیا چاہتے ہو؟ تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی تو مانگ چکا ہوں۔

(تفسیر القرطبی، حصہ دوم، ص:۴۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے: (صحیح بخاری، حصہ ہشتم، ص:۸۳)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۰۱)

دعائے خیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے یہ دعا کی تھی:

اُکْتُبْ لَنَا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّا ھُدْنَآ اِلَیْکَ.

ترجمہ: ہمارے لیے اس دُنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں، بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے۔ (سورۂ اعراف، آیت:۱۵۶)

شیطانی وسوسوں سے حفاظت کے لیے

حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں سوتے وقت پڑھنے کے لیے کچھ دعائیں تعلیم فرماتے تھے۔ ان میں شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے یہ دعا بھی شامل تھی: (الدر المنثور، حصہ ششم، ص:۱۱۴)

رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ.

ترجمہ: اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے۔

(سورۂ مومنون، آیت: ۹۷)

ہمیشہ ہدایت پر قائم رہنے کے لیے

ہدایت پر ہمیشہ قائم رہنا سب سے بڑی سعادت مندی ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ کہتی ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم کر دے۔ آپ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا دل بدل بھی جاتے ہیں؟ آپ نے یہ قرآنی دعا پڑھ کر سنائی اور فرمایا: امکانی طور پر ہر انسان کے دل کے پھسلنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے یہ دعا

کثرت سے پڑھنی چاہیے: (الدر المنثور، حصہ دوم، ص:۱۵۴-۱۵۵)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ.

ترجمہ: اے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۸)

کفار کے مقابلے پر مدد کی دعا

حضرت طالوت جب اپنے دشمن جالوت کے مقابلے کے لیے نکلے تو آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر فتح عطا فرمائی اور اسے سخت ہزیمت اٹھانی پڑھی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے صبر مانگنے اور ثابت قدم رکھنے کی دعا مانگنے کے لیے بھی یہ الفاظ ہیں:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ.

ترجمہ: اے رب ہمارے! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے پاؤں جمے رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد کر۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۵۰)

خاتمہ بالخیر کی دعا

جب فرعون کے دربار میں جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں عاجز آ کر ایمان لے آئے تو فرعون نے انھیں سخت انتقام کی دھمکی دی۔ ان لوگوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں انھیں ثابت قدم رکھنے اور ایمان پر خاتمہ فرمانے کی دعا ان الفاظ میں کی:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ: اے رب ہمارے! ہم پر صبر اُنڈیل دے اور ہمیں مُسلمان اٹھا۔

(سورۂ اعراف، آیت:۱۲۶)

گناہوں کی بخشش کی دعا

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے، بخشش طلب کرنا چاہیے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کرتا ہے پھر اس قوم کے تہجد گزاروں اور استغفار کرنے والوں پر نظر کرتا ہے تو اس قوم سے عذاب اٹھالیتا ہے۔

(تفسیر القرطبی، حصہ چہارم، ص:۳۹)

استغفار کے لیے یہ الفاظ ہیں:

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۶)

ان الفاظ میں بھی توبہ و استغفار کیا جاسکتا ہے: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ.

ترجمہ: اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جمادے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔

(سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۴۷)

یہ دعا پچھلی امتوں کے مسلمانوں کی ہے جنھوں نے اپنے نبی کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کی۔

رحمت کی دعا

جب حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں اس درخت کا پھل چکھ لیا جس سے آپ کو منع فرمایا گیا تھا تو اس کی وجہ سے آپ کو جنت سے دنیا کی طرف اتار دیا گیا۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے آپ کو چند دعائیہ کلمات سکھائے جن کے نتیجے میں آپ کی توبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔ (الدر المنثور، حصہ سوم، ص:۴۳۲)

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

ترجمہ: دونوں نے عرض کی: اے رب ہمارے! ہم نے اپنا آپ بُرا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ (سورۂ اعراف، آیت:۲۳)

مصیبت سے نجات کی دعا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی تھی وہ دعا کوئی بھی مسلمان کرے تو قبولیت کا سبب ہوتی ہے۔ روایات میں ہے کہ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ''ہم اسی طرح مسلمانوں کو نجات دیتے ہیں'' لہٰذا جو مسلمان بھی اعترافِ ظلم کر کے دعا مانگے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ (تفسیر القرطبی، حصہ ہشتم، ص:۳۱۴)

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

ترجمہ: کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو، بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

(سورۂ انبیا، آیت:۸۷)

بیماری سے شفا

حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری سے نجات کی دعا ان الفاظ میں کی، ان میں آپ نے اپنا حالِ زار پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے رحم طلب کیا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور معجزانہ طور پر آپ کی بیماری دور ہوگئی۔

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ.

ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر

مہر والا ہے۔

نوٹ: قرآنی آیت میں لفظ رَبِّ نہیں ہے اور اِنّی کی جگہ اَنّی ہے، یہاں بہ طور دعا یہ الفاظ پڑھے جائیں گے۔

گمراہ قوم کے لیے بخشش کی دعا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوری رات یہ دعا پڑھتے رہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کو تو پورا قرآن یاد ہے پھر آپ کیوں ایک ہی آیت دہراتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے دعا کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: جواب کیا ملا؟ آپ نے فرمایا: میں اگر وہ جواب بتادوں تو اکثر لوگ نمازیں ترک کردیں گے۔

(الدر المنثور، حصہ سوم، ص: ۲۴۰)

یہ دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے کی تھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

ترجمہ: اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۱۸)

اللہ کے قہر سے بچنے کی دعا

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی صفات میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ پوری رات اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سجود و قیام میں گزار دیتے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کے لیے یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا.

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنّم کا عذاب، بے شک اس کا عذاب

گلے کا غل ہے۔ (سورۂ فرقان، آیت: ۶۵)

حسد اور کینے سے بچنے کے لیے

ایک صحابیِ رسول نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد آپ نے فرمایا: یہ جنّتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تجسس ہوا کہ کس عمل کی بنیاد پر ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل واحسان ہوا؟ آپ فرماتے ہیں: میں اس شخص کے پاس جا کر مہمان بنا، اس نے میری خوب خاطر تواضع کی۔ میں نے رات میں تہجد پڑھی، وہ سوئے رہے۔ صبح میں نفل روزہ رکھا، انھوں نے نہ رکھا۔ آخر کار میں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے جنت کی بشارت دی ہے، آپ اپنا وہ عمل تو بتاؤ جس کی بنیاد پر آپ کو یہ شرف ملا ہے؟ انھوں نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے پوچھ لیجیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے ان کے عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان سے میری طرف سے جا کر کہو کہ اپنا عمل بتادیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بتایا کہ میرے دو عمل ہیں۔ (۱) میری نظر میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جتنی مل جائے یا واپس چلی جائے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ (۲) میرے دل میں کسی کے خلاف حسد یا کینہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: بلاشبہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے۔ (الدر المنثور، حصہ ہشتم، ص: ۱۱۴-۱۱۵)

حسد اور کینے سے بچنے کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (سورۂ حشر، آیت:۱۰)

علمی ترقی کی دعا

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم امت کے لیے دنیا میں جلوہ افروز ہوئے تھے، آپ کو علمی ترقی کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے سکھائی تا کہ آپ کی امت کے لیے کار آمد ثابت ہو:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا.

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے علم زیادہ دے۔ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۱۱۴)

معاملے کی آسانی کے لیے

حضور موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے دربان میں جا کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم پہنچانے کا حکم ہوا اس وقت آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی تھی۔

حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ثُبیر پہاڑ کے دامن میں یہی دعا کرتے دیکھا۔ آپ بارگاہِ خدا میں عرض کر رہے تھے: مولیٰ میں تجھ سے وہی دعا مانگتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے مانگی تھی۔
(الدر المنثور، حصہ پنجم، ص:۵۶۶)

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ o وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ o وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ o یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ o

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں۔ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۲۵-۲۸)

قرض سے نجات کی دعا

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرض سے نجات کے لیے یہ دو آیات پڑھنے کی نصیحت کی اور فرمایا: جو مصیبت زدہ مسلمان یہ آیات پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کا قرض اور مصیبت دور کر دے گا۔ حضرت مُقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب فارس اور روم پر غلبہ چاہا تو آپ کو یہ دعا سکھائی گئی۔ (الدر المنثور، حصہ دوم، ص:۱۷۲)

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ o تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ o

ترجمہ: اے اللہ ملک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے، بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردے سے زندہ نکالے اور زندے سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۲۶-۲۷)

برحق فیصلے کی دعا

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: جب سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی جنگ درپیش ہوتی تو اس موقع پر بالخصوص یہ دعا کرتے۔ (الدر المنثور، حصہ پنجم، ص:۶۸۹)

رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ.

ترجمہ: اے میرے رب! حق فیصلہ فرما دے اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدد درکار

ہے ان باتوں پر جو تم بتاتے ہو۔ (سورۂ انبیا، آیت:۱۱۲)

آسان معاملے کی دعا

اصحابِ کہف کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ چند نوجوان تھے جو توحید کی حفاظت کے لیے غاروں میں روپوش ہو گئے اور وہاں یہ دعا کرتے رہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا۔

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔ (سورۂ کہف، آیت:۱۰)

نیک اولاد کے لیے دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشن کے جاری رہنے کے لیے صالح اولاد کی یہ دعا کی جس کے نتیجے میں انھیں ایک حلیم لڑکے کی بشارت ملی۔

رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ.

ترجمہ: الٰہی مجھے لائق اولاد دے۔ (سورۂ صافات، آیت:۱۰۰)

والدین، اولاد اور عام مومنین کے لیے دعا

حضرت ابنِ جُریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ ابراہیمی امت ہمیشہ عبادت پر قائم رہی۔ علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نے عام مومن مردوں اور عورتوں کی بخشش کی جو دعا کی ہے اس سے جتنی خوشی مجھے ہوتی ہے وہ دنیا جہاں کے مال و دولت ملنے سے بھی نہیں ہوتی۔ (الدرالمنثور، حصہ پنجم، ص:۴۹)

رَبِّ اجۡعَلۡنِيۡ مُقِيۡمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ o رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِيۡ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ o

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے

ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (سورۂ ابراہیم، آیت:۴۰-۴۱)

جامع دعا

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص وضو کر کے اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا کھانا پینا عطا کرتا ہے، اس کی بیماری کو گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور اسے سعادت مندوں والی زندگی اور شہدا والی موت نصیب ہوتی ہے۔ اس کے گناہ خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، بخشے جاتے ہیں۔ اسے قوتِ فیصلہ اور صالحیت عطا ہوتی ہے اور دنیا میں اس کا ذکر باقی رہتا ہے۔

(الدرالمنثور، حصہ ششم، ص:۳۰۶)

رَبِّ هَبۡ لِيۡ حُكۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِيۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ o وَ اجۡعَلۡ لِّيۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِي الۡاٰخِرِيۡنَ o وَ اجۡعَلۡنِيۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ o

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں اور میری سچّی ناموری رکھ پچھلوں میں اور مجھے ان میں کر جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔ (سورۂ شعرا، آیت:۸۳-۸۵)

شکرِ نعمت اور نیک اعمال کی توفیق کے لیے

سب سے پہلے یہ دعا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانگی، آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ کے والدین، بھائی اور سارے بچوں نے اسلام قبول کیا۔

(الدرالمنثور، حصہ ہفتم، ص:۴۴۳)

رَبِّ اَوۡزِعۡنِيۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِيۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَ اَدۡخِلۡنِيۡ بِرَحۡمَتِكَ فِيۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيۡنَ o

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

(سورۂ نمل، آیت:۱۹)

نیک بیوی اور نیک اولاد کے لیے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذکر میں قرآنِ مقدس میں فرمایا کہ وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا.

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ (سورۂ فرقان، آیت:۷۴)

والدین کے لیے دعا

امت مصطفیٰ کو اپنے والدین کے حق میں یہ دعا سکھائی گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: بیٹا والدین کا احسان اُتار نہیں سکتا اگر چہ وہ ان کے کہنے پر اپنے بال بچوں اور اپنا گھر چھوڑ کر نکل جائے۔ (الدر المنثور، حصہ پنجم، ص:۲۷۰)

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

ترجمہ: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دنوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔ (سورۂ اسرا، آیت:۲۴)

اعمال کا وزن

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز کے بعد یا مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ آیات پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اعمال کا وزن کرتے وقت

کھلا اور وافر وزن عطا کرے گا۔ (الدر المنثور، حصہ ہفتم، ص:۱۴۱)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ: پاکی ہے تمھارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

(سورۂ صافات، آیت:۱۸۰-۱۸۲)

انجامِ کار خدا کو سونپنے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے یہی دعا کی تھی:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ.

ترجمہ: اللہ ہم کو بس ہے اور کیا ہی اچھا کارساز۔ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۷۳)

اللہ کی بارگاہ سے فیصلہ طلب کرنے کے لیے

حضرت سعید بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دعا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک ایسی آیت کا علم ہے جسے پڑھنے والا خدا سے جو مانگے اسے دیا جاتا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کا آغاز اس دعا سے کرتے اور اس سے پہلے اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَآئِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ بھی کہتے۔ (تفسیر قرطبی، حصہ:۱۵، ص:۲۶۵)

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، نہاں اور عیاں کے جاننے والے! تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

(سورۂ زمر، آیت:۴۶)

کوتاہیوں کی تلافی کے لیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح وشام یہ آیات پڑھے تو اس دن کی کوتاہی کی پیشگی تلافی کر لیتا ہے اور شام کو یہ دعا پڑھے تو رات کی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد، حصہ چہارم، ص:۳۱۹)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○

ترجمہ: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمھیں دوپہر ہو۔ وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے اور مردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا ہے اس کے مَرے پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔ (سورۂ روم، آیت: ۱۷-۱۹)

رنج وغم کے ازالے کی دعا

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جو شخص صبح یا شام سات مرتبہ یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دنیوی اور اخروی سارے رنج وغم دور کر دیتا ہے۔

(الدرالمنثور، حصہ چہارم، ص:۳۳۴)

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ.

ترجمہ: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ (سورۂ توبہ، آیت:۱۲۹)

عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کے لیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اس عمل کی قبولیت کے لیے یہ دعا فرمائی تھی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ترجمہ: اے رب ہمارے! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

(سورۂ بقرہ، آیت:۱۲۷)

• • •

مسنون ومقبول دعائیں

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات میں سے تھا کہ آپ ہر کام کے ابتدا اور انتہا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس کام کی بھلائی کی دعا کیا کرتے تھے۔ احادیث مبارکہ میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت ساری دعائیں منقول ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے بزرگوں سے بھی ہر کام کے ابتدا اور انتہا میں دعائیں منقول ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی وہ دعائیں پڑھا کریں تاکہ ہمارا کام آسان ہو اور اس میں ہمیں بھلائی میسر آئے۔

صبح وشام کی دعا

روزانہ صبح وشام ہمیں یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ اَهْلِیْ وَ مَالِیْ. اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَ اٰمِنْ رَوْعَتِیْ. اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَ عَنْ یَمِیْنِیْ وَ عَنْ شِمَالِیْ وَ مِنْ فَوْقِیْ وَ اَعُوْذُ بِعَظْمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت چاہتا ہوں۔ اے اللہ! بے شک میں تجھ سے، اپنے دین، دنیا، اولاد اور مال میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری پردہ پوشی فرما اور مجھے ڈر سے بے خوف کردے۔ اے اللہ! میری حفاظت فرما، میرے آگے سے، پیچھے سے اور میرے دائیں، بائیں اور اوپر سے اور میں تیری عظمت کے ساتھ (اس بات سے) پناہ چاہتا ہوں کہ میں نیچے سے کسی ہلاکت میں ڈالا جاؤں۔

یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تمام تعریف، وہی زندگی عطا فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور وہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

تین مرتبہ یہ دعا پڑھی جائے:

رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا
وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَسُوْلًا.

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔

یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے یا کسی بھی تیری مخلوق کو جو نعمت پہنچتی ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ تو ایک ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو ہی تعریف کے لائق ہے اور تیرا ہی شکر ہے۔

تین مرتبہ یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ. اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ. اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے میرے بدن میں عافیت عطا فرما۔ اے اللہ! میری قوت سماعت (سننے) میں سلامتی عطا فرما۔ اے اللہ! میری بینائی کو صحیح (وسلامت) رکھ۔ تیرے

سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

تین مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَ الْفَقْرِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں کفر اور محتاجی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تو ہی عبادت کے لائق ہے۔

یہ کلمات بھی پڑھے جائیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ. اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک اور لائق تعریف ہے، ہر طاقت اسی سے عطا ہوتی ہے، وہ جو چاہے ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

صبح و شام کا وظیفہ

اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَ کَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَ عَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ عَلٰی مِلَّۃِ اَبِیْنَا اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ.

ترجمہ: ہم نے فطرتِ اسلام، کلمۂ اخلاص، اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر صبح کی جو ہر باطل سے جدا خالص مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

صبح کی دعا

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ. اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّہٗ وَ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ.

ترجمہ: اے زندہ اور قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت کے ساتھ مدد طلب کرتا ہوں۔ میرے تمام کام درست فرما دے اور مجھے ایک لمحے کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر۔

یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ.

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں حسب طاقت تیرے عہد اور وعدے پر ہوں۔ میں تیری ان نعمتوں کا جو مجھ پر ہیں، اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں پس تو میرے گناہ بخش دے کیوں کہ گناہوں کو صرف تو ہی بخشتا ہے۔ میں اپنے افعال کی برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اَحَقُّ مَنْ ذُکِرَ وَ اَحَقُّ مَنْ عُبِدَ وَ اَنْصَرُ مَنِ ابْتُغِیَ وَ اَرْأَفُ مَنْ مَّلَکَ وَ اَجْوَدُ مَنْ سُئِلَ وَ اَوْسَعُ مَنْ اَعْطٰی. اَنْتَ الْمَلِکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَ الْفَرْدُ لَا نِدَّ لَکَ. کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَکَ لَنْ تُطَاعَ اِلَّا بِاِذْنِکَ وَ لَنْ تُعْصٰی اِلَّا بِعِلْمِکَ. تُطَاعُ فَتَشْکُرُ وَ تُعْصٰی فَتَغْفِرُ. اَقْرَبُ شَھِیْدٍ وَّ اَدْنٰی

حَفِيْظٌ. حُلْتَ دُوْنَ النُّفُوْسِ وَ اَخَذْتَ بِالنَّوَاصِيْ وَ كَتَبْتَ الْاٰثَارَ وَ نَسَخْتَ الْاٰجَالَ. اَلْقُلُوْبُ لَكَ مُفْضِيَةٌ وَ السِّرُّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ. اَلْحَلَالُ مَا اَحْلَلْتَ وَ الْحَرَامُ مَا حَرَّمْتَ وَ الدِّيْنُ مَا شَرَعْتَ وَ الْاَمْرُ مَا قَضَيْتَ وَ الْخَلْقُ خَلْقُكَ وَ الْعَبْدُ عَبْدُكَ وَ اَنْتَ اللّٰهُ الرَّؤُوْفُ الرَّحِيْمُ. اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اُشْرِقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَكَ وَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ اَنْ تُقْبِلَنِيْ فِيْ هٰذِهِ الْغَدَاةِ وَ اَنْ تُجِيْرَنِيْ مِنَ النَّارِ بِقُدْرَتِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! جن کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان میں سب سے زیادہ مستحق ہے اور جن کی عبادت کی جائے ان سے عبادت کا زیادہ مستحق ہے، جن سے مدد طلب کی جائے ان میں سے تو (مدد کرنے کے) زیادہ لائق ہے۔ تو سب مالکوں میں سے زیادہ شفقت کرنے والا ہے، جن سے مانگا جاتا ہے ان میں سے زیادہ سخی ہے اور عطا کرنے والوں میں سے تو زیادہ وسعت والا ہے۔ تو ہی بلا شرکتِ غیر مالک ہے، تو پاک ہے، تیرا کوئی مثل نہیں۔ تیرے سوا سب کے لیے ہلاکت ہے۔ تیری اجازت کے بغیر ہرگز تیری فرماں برداری نہیں کی جاتی اور نہ ہی تیرے علم کے بغیر تیری نافرمانی کی جاسکتی ہے۔ تیری اطاعت کی جائے تو تو قدر فرماتا ہے اور تیری نافرمانی کی جائے تو بخش دیتا ہے۔ تو سب سے زیادہ قریب، گواہ اور نزدیک ترین نگہبان ہے۔ سب کی جانیں تیرے اختیار میں ہیں اور سب کی پیشانیاں تیرے قبضے میں ہیں۔ تو نے (بندوں کے) افعال لکھ دیے ہیں اور ان (کی موت) کے اوقات بھی لکھ دیے ہیں۔ دل تیرے سامنے کھلے ہوئے ہیں اور ہر پوشیدہ چیز تیرے سامنے ظاہر ہے۔ جس کو تو حلال کرے وہ حلال ہے اور جسے تو حرام کرے وہ حرام ہے۔ دین وہی ہے جو تو نے مقرر کیا، حکم وہ ہے جو تو صادر فرمائے۔ مخلوق تیری مخلوق ہے اور بندے تیرے بندے ہیں۔ تو ہی اللہ، نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ میں تیرے اس نور کے وسیلے سے دعا کرتا

ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے استحقاق اور مانگنے والوں کا جو تجھ پر حق ہے اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اس صبح معاف فرمادے اور اپنی قدرت سے مجھے جہنم سے بچالے۔

صبح کے وقت سات مرتبہ پڑھیں:

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ.

ترجمہ: اللہ میرے لیے کافی ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ بہت بڑے عرش کا مالک ہے۔

صبح کے وقت دس مرتبہ پڑھیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے، وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سو مرتبہ پڑھیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ.

ترجمہ: پاک ہے اللہ جو بہت بڑا ہے اور وہی لائق تعریف ہے۔

پہلے دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" سو مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" سو مرتبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور سو مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنا چاہیے۔

صرف شام کی دعا

اَمْسَيْنَا وَ اَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَاَ وَ بَرَاَ.

ترجمہ: ہم نے اور تمام ملک نے اللہ کے لیے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو آسمان کو اس بات سے روکے ہوئے ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر گر پڑے، ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا، پھیلایا اور جنم دیا۔

قرض اور غم سے نجات کی دعا

اگر کوئی شخص پریشانی یا قرض میں مبتلا ہو تو کثرت سے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعِجْزِ وَ الْکَسْلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں پریشانی اور غم سے، عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بخیلی سے، قرض کے غلبے اور لوگوں کے زور سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔

نمازِ اشراق کی دعا

جب سورج طلوع ہو جائے تو یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا ھٰذَا وَ لَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آج کا یہ دن دکھایا اور ہمارے گناہوں کے سبب ہمیں ہلاک نہیں کیا۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَنَا ھٰذَا الْیَوْمَ وَ اَقَالَنَا فِیْہِ عِثْرَاتِنَا وَ لَمْ یُعَذِّبْنَا بِالنَّارِ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آج کا دن عطا فرمایا، ہماری لغزشیں معاف فرمائیں اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچایا۔

اس کے بعد کم از کم دو یا چار رکعتیں نفل نمازِ اشراق کی نیت سے پڑھیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان! دن کے شروع میں تو میرے لیے چار رکعت نماز پڑھ میں تجھے دن کے آخری حصے میں کفایت کروں گا۔

دن کی دعائیں

دن بھر میں کم از کم سو سے دو سو مرتبہ پڑھیں:

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے، وہی تعریف کا مستحق ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

دن بھر میں کم از کم سو مرتبہ پڑھیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے اور تعریف کے لائق ہے۔

حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دن میں دس مرتبہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس سے شیطان کو دور کرتا رہتا ہے۔

اس لیے دن بھر میں کم از کم دس مرتبہ استعاذہ کرنا چاہیے۔ استعاذہ یہ ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حدیث پاک میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص روزانہ ستائیس مرتبہ یا پچیس مرتبہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش طلب

کرے وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا جن کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ان کے ذریعے زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ روزانہ جس قدر ممکن ہو ہم کل مومنین ومومنات کے لیے استغفار اور بخشش کی دعا کیا کریں۔ اس کے لیے حضرت نوح علیہ السلام نے جو دعا فرمائی تھی وہ زیادہ مفید ہے۔ قرآنِ مقدس میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ (سورۂ نوح، آیت:۲۸)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مَردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کمائے۔ جو شخص ہزار مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" پڑھے اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کی ہزار خطائیں مٹا دی جاتی ہیں۔

اذانِ مغرب کے وقت

مغرب کی اذان سے قبل یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَ اِدْبَارُ نَھَارِکَ وَ اَصْوَاتُ دُعَاتِکَ فَاغْفِرْلِیْ ۔

اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے اور تیری طرف بلانے والوں (مؤذنوں) کی آوازوں (اذانوں) کا وقت ہے، پس تو مجھے بخش دے۔

رات کے وظائف اور دعائیں

روزانہ رات میں کسی بھی وقت اپنا وظیفہ بنائیں:

☆ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" سے سورہ کے اختتام تک اور سورۂ اخلاص (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ)۔

☆ قرآن پاک کی کوئی سو (۱۰۰) آیات۔

☆ قرآن پاک کی یہ دس آیات (اس ترتیب کے ساتھ) پہلے سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات "الٓمّ" سے "ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" تک، اس کے بعد آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں پھر سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات۔

☆ سورۂ یٰسین۔

اگر روزانہ ان میں سے ہر ایک کا پڑھنا مشکل ہو تو جتنا ہو سکے پڑھنا چاہیے مگر سورۂ یٰسین ہر رات ضرور پڑھنا چاہیے۔

گھر میں داخل ہونے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِاسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَ بِاسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَ عَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اچھے داخل ہونے اور اچھے (طریقے سے) باہر آنے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اسی کے نام سے باہر آئے اور اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا جو ہمارا رب ہے۔

سوتے وقت کی دعائیں

جب سونے کا ارادہ ہو تو نماز کی طرح وضو کرلیں پھر کپڑے کے پلو سے تین مرتبہ بستر کو جھاڑیں اور یہ دعا پڑھیں:

بِاسۡمِکَ رَبِّیۡ وَضَعۡتُ جَنۡبِیۡ وَ بِکَ اَرۡفَعُهٗ اِنۡ اَمۡسَکۡتَ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لَهَا وَ ارۡحَمۡهَا وَ اِنۡ اَرۡسَلۡتَهَا فَاحۡفَظۡهَا بِمَا تَحۡفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیۡنَ.

ترجمہ: اے میرے رب! میں تیرے ہی نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور اسی کے ساتھ اٹھاتا ہوں۔ اگر تو میرے نفس کو روک دے (اور میری موت آجائے) تو اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اگر اسے چھوڑ دے (موت نہ آئے) تو اس کی حفاظت فرما جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر دائیں پہلو پر لیٹ کر دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ وَضَعۡتُ جَنۡبِیۡ. اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ ذَنۡبِیۡ وَ اخۡسَأۡ شَیۡطَانِیۡ وَ فُکَّ رِهَانِیۡ وَ ثَقِّلۡ مِیۡزَانِیۡ وَ اجۡعَلۡنِیۡ فِی النَّدِیِّ الۡاَعۡلٰی.

ترجمہ: اللہ تبارک تعالیٰ کے نام سے میں نے اپنا پہلو رکھا۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، شیطان کو مجھ سے دور رکھ، میری گردن آزاد کر دے، میرے ترازو کا پلڑا بھاری کر دے اور مجھے بلند مرتبہ لوگوں میں کر دے۔

پھر تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ قِنِیۡ عَذَابَکَ یَوۡمَ تَبۡعَثُ عِبَادَکَ.

ترجمہ: اے اللہ! اے میرے رب! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔

اس کی جگہ پر یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں یا دونوں پڑھ لیں:

بِاسۡمِکَ رَبِّیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ ذَنۡبِیۡ.

ترجمہ: اے میرے رب! میں تیرے نام سے لیٹ رہا ہوں پس تو میرے گناہ

بخش دے۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ بِاسۡمِکَ اَمُوۡتُ وَ اَحۡیَا.

ترجمہ: اے اللہ! میری موت اور زندگی تیرے ہی نام سے ہے۔

اس کے بعد سُبۡحَانَ اللّٰهِ اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ تینتیس تینتیس (۳۳،۳۳) مرتبہ اور اَللّٰهُ اَکۡبَرُ چونتیس (۳۴) مرتبہ پڑھیں۔

پھر دونوں ہاتھوں کو ملا کر سورۂ اخلاص (قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ)، سورۂ فلق (قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ) اور سورۂ ناس (قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ) ایک ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کریں اور سر سے پیر تک جسم پر جہاں تک ممکن ہو ہاتھ پھیر لیں۔ اسی طرح تین مرتبہ کریں۔ پھر آیۃ الکرسی پڑھیں۔

پھر یہ دعائیں پڑھتے پڑھتے سو جائیں یا ان کی جگہ درود پاک پڑھتے رہیں:

(۱) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَفَانَا وَ اٰوَانَا، فَکَمۡ مِّمَّنۡ لَا کَافِیَ لَهٗ وَ لَا مُؤۡوِیَ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، ہماری ضرورتیں پوری کیں اور ہمیں ٹھکانہ دیا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے لیے نہ تو کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ ہی ٹھکانہ دینے والا۔

(۲) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ کَفَانِیۡ وَ اٰوَانِیۡ وَ اَطۡعَمَنِیۡ وَ سَقَانِیۡ وَ الَّذِیۡ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفۡضَلَ وَ الَّذِیۡ اَعۡطَانِیۡ فَاَجۡزَلَ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، اَللّٰهُمَّ رَبَّ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ مَلِیۡکَهٗ وَ اِلٰهَ کُلِّ شَیۡءٍ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: ہر قسم کی حمد وستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے ضرورتوں میں

کفایت کی، مجھے ٹھکانہ دیا، کھانا کھلایا اور پانی پلایا۔ وہ جس نے مجھ پر احسان کیا تو فضیلت دی اور عطا کیا تو بے شمار دیا۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اے اللہ! ہر چیز کے پروردگار، مالک اور ہر چیز کے معبود! میں جہنم کی آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۳) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَ شَرَكِهٖ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ.

ترجمہ: اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے رب، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے! تو ہر چیز کا رب ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ایک ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ میں شیطان اور اس کے جال سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نفس پر کسی برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان کی طرف برائی منسوب کروں۔

(۴) اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكَهٗ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شَرَكِهٖ.

ترجمہ: اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے، ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں اپنے نفس کے شر، شیطان کے شر اور اس کے جال سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۵) اَللّٰهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَ اَنْتَ تَوَفَّاهَا، لَكَ مَمَاتُهَا وَ مَحْيَاهَا، اِنْ اَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَ اِنْ اَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا، اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ.

ترجمہ: اے اللہ! تو نے ہی میری جان پیدا کی اور تو ہی اسے موت دے گا۔ اس کی موت اور زندگی تیرے لیے ہے۔ اگر تو اسے زندہ رکھے تو اس کی حفاظت فرما اور اگر تو اسے قبض کرے تو اسے بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

(۶) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَ كَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ مَا اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَ الْمَاْثَمَ، اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَ لَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَ لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری کریم ذات اور ہر لحاظ سے پورے کلمات کے ساتھ ہر اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اے اللہ! تو قرضوں اور گناہوں کو دور کرنے والا ہے۔ تیرے لشکر کو کبھی شکست نہیں ہوتی، کبھی تیرے وعدے کے خلاف نہیں ہوتا اور کسی بھی دولت مند کو اس کی دولت تیرے قہر وعذاب سے نہیں بچا سکتی۔ تو پاک ہے اور حمد وستائش کے لائق ہے۔

(۷) تین مرتبہ پڑھیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے، وہی مستحقِ تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کے

بغیر برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی کوئی طاقت اور قوت نہیں، وہ پاک ہے، تعریف کے لائق ہے، وہی عبادت کا مستحق ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

بستر پر لیٹ کر پڑھنے کی دعا

جب سونے کے لیے بستر پر لیٹ جائیں تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوٰی وَ مُنَزِّلَ التَّوْرَاۃِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْفُرْقَانِ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَّ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَّ اَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَّ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَ اَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.

ترجمہ: اے اللہ! آسمانوں کے رب، زمین کے رب، بہت بڑے عرش کے رب، ہمارے اور ہر چیز کے رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور قرآن پاک نازل فرمانے والے! میں ہر اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اے اللہ! تو سب سے پہلے ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ تو سب سے بعد ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ تو ظاہر ہے، تجھ سے برتر کوئی چیز نہیں۔ تو باطن ہے، تجھ سے پرے کوئی چیز نہیں۔ ہمیں قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں فقر و محتاجی سے بچا۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھی جائے اور گفتگو کیے بغیر سو جایا جائے:

بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَ اَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے (میں سوتا ہوں) اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا، اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا، اپنی پشت تیری پناہ میں دی اور تیری نازل کردہ

کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر ایمان لایا۔

حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمانے سے پہلے مُسبّحات پڑھا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ ان سورتوں میں ایک آیت ثواب کے لحاظ سے ہزار آیات سے بہتر ہے۔ مسبّحات یہ سورتیں ہیں: سُوْرَۃُ الْحَدِیْد، سُوْرَۃُ الْحَشْر، سُوْرَۃُ الصَّفّ، سُوْرَۃُ الْجُمُعہ، سُوْرَۃُ التّغابُن اور سُوْرَۃُ الْاَعلیٰ.

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو عقل مند نہیں سمجھتا جو سونے سے قبل سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات نہ پڑھ لے۔

حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: جو شخص سوتے وقت اپنا پہلو بستر پر رکھتے ہوئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھے وہ موت کے سوا ہر تکلیف سے محفوظ ہو گیا۔

خواب دیکھ کر کیا کریں

اگر پسندیدہ خواب دیکھیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور وہ خواب اپنے کسی محبوب اور پسندیدہ شخص سے بیان کریں اور اگر ناپسندیدہ خواب دیکھیں تو بائیں طرف تین مرتبہ تھوکیں اور تین مرتبہ شیطان اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھیں، پھر پہلو بدل کر سو جائیں یا اٹھ کر نفل نماز پڑھیں اور وہ خواب کسی سے بیان بھی نہ کریں۔

سوتے وقت وحشت کے احساس پر

سوتے ہوئے وحشت اور خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَ شَرِّ عِبَادِہٖ وَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ اس کے غضب، عذاب اور بندوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں اور شیطانوں کے وسوسوں نیز اس بات سے کہ شیطان میرے قریب آئیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذکورہ دعا اپنے بالغ صاحب زادوں کو سکھاتے اور پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے اور چھوٹے بچوں کے لیے ایک کاغذ پر لکھ کر تعویذ کی شکل میں گلے میں ڈالتے تھے۔

یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَ لَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَ مِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِی الْاَض وَ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَ مِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ مِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَّا رَحْمٰنُ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے اُن کلماتِ تامّہ کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں جن سے نہ تو کوئی نیک بڑھ سکتا ہے اور نہ کوئی برا شخص تجاوز کرسکتا ہے ہر اُس چیز کی شر سے جو آسمان سے اترتی ہے اور جو آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور اس چیز کی شر سے جو زمین میں پیدا ہوتی ہے اور جو اس سے باہر نکلتی ہے نیز رات اور دن کے فتنوں اور حادثات سے، سوائے اس حادثے کے جو بہتری کا باعث ہو، اے رحم فرمانے والے!

بے خوابی کی دعا

جب نیند نہ آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ مَا اَظَلَّتْ وَ رَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَ مَا اَقَلَّتْ وَ رَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَ مَا اَضَلَّتْ کُنْ لِیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِکَ اَجْمَعِیْنَ اَنْ یَّفْرُطَ

عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی، عَزَّ جَارُکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ.

ترجمہ: اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور جو ان کے سائے میں ہیں ان کے پروردگار، تمام زمینوں اور جو کچھ انھوں نے اٹھایا ہوا ہے ان کے رب، تمام شیطانوں اور جنھیں انھوں نے گمراہ کیا ہے ان کے پالنے والے! تو مجھے تمام مخلوق کی شر سے بچانے والا بن جا اور اس بات سے بچا کہ کوئی شخص مجھ پر زیادتی یا ظلم کرے۔ تیری پناہ پانے والا ہی غالب ہے اور تیرا نام بابرکت ہے۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَ ھَدَأَتِ الْعُیُوْنُ وَ اَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَّا تَاْخُذُکَ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَھْدِیْ لَیْلِیْ وَ اَنِمْ عَیْنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! تارے ڈوب گئے، آنکھیں سکون پا گئیں، تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سب کو قائم رکھنے والا ہے، نہ تو تجھے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! میری رات کو سکون بخش اور میری آنکھوں کو نیند عطا فرما۔

اعضاے وضو دھوتے وقت کی دعا

کلی کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! قرآنِ مقدس کی تلاوت، تیرے ذکر، تیرے شکر اور تیری اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ لَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور جہنم کی بدبو سے بچا۔

منہ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ.

ترجمہ: اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے، اس دن میرے چہرے کو سفید فرما۔

داہنا ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا.

ترجمہ: اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرما اور مجھ سے آسان حساب لے۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَ لَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے اور نہ ہی میری پیٹھ کے پیچھے سے۔

سر کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلَّ عَرْشِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ عطا فرما جس دن تیرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

کانوں کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو اچھی باتیں سن کر ان پر عمل

کرتے ہیں۔

گردن کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! میری گردن آگ سے آزاد فرما۔

داہنا پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔

ترجمہ: اے اللہ! پل صراط پر مجھے اس دن ثابت قدم فرما جس دن لوگوں کے پیر پھسل جائیں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ.

ترجمہ: اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، میری کوششوں میں مجھے کامیاب فرما اور میری تجارت کو میرے لیے نفع بخش فرما۔

سب جگہوں پر درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وضو کے بعد کی دعا

جب وضو سے فارغ ہو جائیں تو آسمان کی طرف نظر کر کے تین مرتبہ کہیں:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے اور رسول ہیں۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں شامل کردے۔

پھر یہ پڑھیں:

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ.

ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے اور تعریف کے لائق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص وضو کے بعد مذکورہ کلمات پڑھے اس کا نام ایک کاغذ پر لکھ کر اس پر مہر لگادی جاتی ہے پھر قیامت تک وہ مہر نہیں توڑی جائے گی۔

تہجد سے پہلے کی دعا

جب آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو نماز کی تیاری کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْهِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَائُکَ حَقٌّ وَ قَوْلُکَ حَقٌّ وَ الْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَ السَّاعَةُ حَقٌّ. اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ

اِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ خَاصَمْتُ وَ اِلَیْکَ حَاکَمْتُ اَنْتَ رَبُّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ وَ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ اَنْتَ اِلٰهِیْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا بادشاہ ہے اور تو ہی لائق تعریف ہے۔ تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کو روشن کرنے والا ہے اور تو ہی لائق حمد و ستائش ہے۔ تو ہی حق ہے، تیرا وعدہ حق، تیری ملاقات حق، تیرا کلام حق، جنت حق، جہنم حق، انبیائے کرام حق، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق اور قیامت بھی حق ہے۔

اے اللہ! میں تیرا فرماں بردار ہوا، تجھ پر ایمان لایا، تجھ ہی پر بھروسہ کیا، تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا۔ میں تیری ہی مدد سے دشمنوں کے ساتھ جھگڑتا ہوں اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ تو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف رجوع ہے۔ تو میرے گزشتہ، آئندہ، پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف فرما اور میرے وہ گناہ بھی جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے، تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

نمازِ تہجد شروع کرتے وقت کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

ترجمہ: اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے رب، آسمانوں اور

زمین کے پیدا کرنے والے، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے! تو بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ جھگڑتے ہیں، حق بات میں جو اختلاف ہے اس میں اپنی توفیق سے میری راہنمائی فرما۔ بے شک تو جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

فرض نماز کے لیے جاتے وقت کی دعا

جب فرض نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد کی طرف جائیں تو پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَّ خَلْفِيْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا، وَ فِيْ عَصَبِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ لَحْمِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ دَمِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ شَعْرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ بَشَرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا، وَ اجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا.

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل، آنکھوں اور کانوں کو منور کر دے۔ میرے دائیں، بائیں اور پیچھے روشنی ہی روشنی کر دے۔ مجھے منور کر دے۔ میرے اعصاب، میرے گوشت، میرے خون، میرے بالوں، میرے چہرے اور میری زبان سب کو نور سے بھر دے۔ میرے نفس کو نور عطا فرما، تو مجھے بہت بڑا نور عطا کر دے اور مجھے سراپا نور بنا دے۔

دعا برائے دفعِ مصیبت

جب کوئی شخص تکلیف اور سختی میں مبتلا ہو تو اذان کے وقت کا منتظر رہے اور جب موذن "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہے یہ بھی "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہے۔ جب موذن کلمات شہادت کہے تو یہ بھی وہی کلمات کہے۔ جب وہ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہے تو یہ بھی اسی طرح کہے۔ پھر یہ دعا مانگے اور آخر میں اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کرے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الصَّادِقَةِ الْمُسْتَجَابِ لَهَا دَعْوَةِ الْحَقِّ وَ كَلِمَةِ التَّقْوٰى اَحْيِنَا عَلَيْهَا وَ اَمِتْنَا عَلَيْهَا وَ ابْعَثْنَا عَلَيْهَا وَ اجْعَلْنَا مِنْ خِيَارِ

اَهْلِهَا اَحْيَاءً وَّ اَمْوَاتًا.

ترجمہ: اے اللہ! اس سچی اور مقبول دعا کے پروردگار! یہ سچی دعا اور پرہیزگاری کا کلمہ ہے۔ ہمیں اسی پر زندہ رکھ، اسی پر موت دے اور اسی پر قیامت کے دن اٹھانا۔ ہمیں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اس دعا کے بہترین اہل میں سے کر۔

اذان اور اقامت کے درمیان

اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا نامقبول نہیں ہوتی اس لیے یہ دعا مانگنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت چاہتے ہیں۔

سجدوں کے درمیان

دونوں سجدوں کے درمیان حالتِ جلسہ میں یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَ عَافِنِيْ وَ اهْدِنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ وَ اجْبُرْنِيْ وَ ارْفَعْنِيْ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے معاف کر دے، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے رزق عنایت فرما، میری بگڑی بنا اور مجھے بلندی عطا فرما۔

بہترین استغفار

ہر روز اپنے گناہوں سے توبہ کی نیت سے صدق دل سے یہ پڑھنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرے عہد و وعدے پر حسبِ طاقت پابند ہوں۔ میں اپنے عمل کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں اپنے اوپر تیری نعمتوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہ بخش دے، بے شک تو ہی گناہوں کو بخشتا ہے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد

رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ سرِ انور پر پھیرتے اور یہ دعا مانگتے:

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَ الْحُزْنَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اے اللہ! مجھ سے پریشانی اور غم دور فرما دے۔

فجر اور مغرب کے بعد کا وظیفہ

نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد قبلے سے منہ پھیرنے سے پہلے دو زانو بیٹھ کر دس مرتبہ یہ کلمات پڑھنے چاہیے:

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْـدَہٗ لَا شَـرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی حکومت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا مانگنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچا۔

نماز چاشت کے بعد

اَللّٰھُمَّ بِکَ اُحَاوِلُ وَ بِکَ اُصَاوِلُ وَ بِکَ اُقَاتِلُ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری مدد کے ساتھ اپنے مقصد کا قصد کرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑائی کرتا ہوں۔

افطار کے وقت کی دعا

افطار کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

ذَھَبَ الظَّمَاُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ.

ترجمہ: پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور ثواب ثابت ہو گا ان شاء اللہ۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری اس رحمت کے وسیلے سے جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ معاف کر دے۔

ضیافت میں افطار

اگر کسی کے یہاں افطار کی دعوت ہو تو افطار کے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ.

ترجمہ: تمھارے پاس روزے دار روزہ افطار کریں، نیک لوگ تمھارا کھانا کھائیں

اور فرشتے تمھارے لیے بخشش مانگیں۔

جس کے گھر دعوت ہو اس کے لیے دعا

اگر کسی کے یہاں دعوت ہو تو کھانے کے بعد اس کے لیے اس طرح دعا کریں:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ وَ ارْحَمْهُمْ.

ترجمہ: اے اللہ! ان کے رزق میں برکت پیدا فرما پس ان کو بخش دے اور ان پر رحم کر۔

پھر یہ دعا کریں:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَ اسْقِ مَنْ سَقَانِيْ.

ترجمہ: اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا اسے تو کھانا کھلا اور جس نے مجھے پانی پلایا اسے تو بھی پلا۔

استخارے کی دعا

جب کسی کام کا ارادہ ہو تو اس کام میں بھلائی طلب کرنے کے لیے دو رکعت نفل نمازِ استخارہ پڑھیں پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَآ اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَآ اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَ اٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَ يَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِکْ لِيْ فِيْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَ اٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَ اصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ.

یا اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ طلب خیر کرتا ہوں، تیری قدرت کے سبب تجھ سے طاقت چاہتا ہوں اور تیرے بہت بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ بے شک تو قادر ہے اور مجھے طاقت نہیں، تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں۔ تو پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میرے انجام کار یا اس جہان میں اور اس جہان میں میرے لیے بہتر ہے تو اس پر مجھ کو قابو دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے اور اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میرے انجام کار یا دنیوی اور اخروی امور میں میرے لیے برا ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور اچھا کام میرے لیے مقدر فرما دے جہاں بھی ہو پھر مجھ کو اس پر راضی رکھ۔

بہتر یہ ہے کہ کم سے کم سات مرتبہ استخارہ کریں پھر دیکھیں جس بات پر دل جمے اسی میں بھلائی ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اگر خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو اچھا ہے اور اگر کوئی سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو برا ہے۔

نکاح کا استخارہ

اگر نکاح کے لیے استخارہ کرنا ہو اور یہ جاننا ہو کہ فلاں سے نکاح میرے لیے بہتر ہوگا یا نہیں تو نہایت عمدہ وضو کر کے جس قدر ہو سکے نوافل پڑھیں، اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں، اس کی بزرگی بیان کریں پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَآ اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَآ اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ فَاِنْ رَاَيْتَ اَنَّ فُلَانَةَ (فلانۃ کی جگہ عورت (اور عورت اپنے لیے استخارہ کرے تو مرد) کا نام ذکر کرے۔) **خَيْرًا لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ دُنْيَایَ وَ اٰخِرَتِيْ فَاقْدِرْهَا** (عورت فَاقْدِرْهُ کہے) **لِيْ.**

اے اللہ! بے شک تو قادر ہے اور میں بے بس ہوں، تو جانتا ہے اور میں نہیں

جانتا۔ تو پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اگر تیرے علم میں فلاں عورت میرے لیے دینی، دنیوی اور اخروی لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرمادے۔

بہتر یہ ہے کہ کم سے کم سات مرتبہ استخارہ کریں پھر دیکھیں جس بات پر دل جمے اسی میں بھلائی ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اگر خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو اچھا ہے اور اگر کوئی سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو برا ہے۔

شبِ زُفاف کی دعا

جب کوئی شخص پہلی رات اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑے اور یہ دعا مانگے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِهَا وَ خَیْرِ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی چاہتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کی برائی اور اس چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کے لیے تو نے اسے پیدا کیا ہے۔

جماع کے وقت کی دعا

مجامعت کے لیے ستر کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ اور اس چیز سے شیطان کو دور رکھ جو تو نے ہمیں دی۔

اِنزال کے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّیْطٰنِ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ نَصِیْبًا.

ترجمہ: اے اللہ! جو کچھ تو نے ہمیں دیا اس میں شیطان کا حصہ نہ بنا۔

جب کسی کو رخصت کریں

اگر کوئی شخص سفر پر جا رہا ہو تو اس کے ساتھ مصافحہ کر کے یہ کہیں:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَ خَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ.

ترجمہ: میں تیرا دین، تیری امانت اور تیرا انجام کار اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

سفر پر جانے والا وداع کرنے والے کے لیے ان الفاظ میں دعا کرے:

اَسْتَوْدِعُکُمُ الَّذِیْ لَا تَخِیْبُ وَدَائِعُهُ.

ترجمہ: میں بھی تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کے پاس رکھی گئی امانتیں سلامت رہتی ہیں۔

رخصت کرنے کے بعد

جب مسافر کو رخصت کر کے واپس ہوں تو اس کے لیے یہ دعا مانگیں:

اَللّٰهُمَّ اَطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَ هَوِّنْ عَلَیْهِ السَّفَرَ.

ترجمہ: اے اللہ! اس کے لیے مسافت کو لپیٹ دے اور اس کا سفر آسان کر دے۔

بلندی پر چڑھتے وقت

اَللّٰهُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ.

ترجمہ: اے اللہ! ہر بلندی پر تیرے ہی لیے بلندی ہے اور ہر حال میں تیرے ہی لیے تعریف ہے۔

کسی شہر کو دیکھ کر

جس شہر میں داخل ہونا ہے جب وہ نظر آنے لگے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ مَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَ مَا حَمَلْنَ

وَ رَبَّ الشَّیَاطِیْنَ وَ مَا اَضْلُّوْا وَ رَبَّ الرِّیَاحِ وَ مَا ذَرَیْنَ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَ خَیْرَ اَهْلِهَا وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِیْهَا.

ترجمہ: اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ان کے سائے کے رب، ساتوں زمینوں اور جو کچھ انھوں نے اٹھایا سب کے رب، شیطانوں اور جن کو انھوں نے گمراہ کیا سب کے رب، ہواؤں اور جو کچھ وہ بکھیرتی ہیں ان کے رب! ہم تجھ سے اس بستی اور اس کے رہنے والوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور اس بستی اور جو کچھ اس میں ہے سب کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

شہر میں داخلے کے وقت

جب شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کریں تو تین مرتبہ اس طرح دعا مانگیں:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں برکت دے۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ دعا مانگیں:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَیْنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس شہر کے پھلوں سے رزق عطا فرما، اس کے رہنے والوں کے لیے ہمیں محبوب بنا اور ہمیں اس بستی کے نیک لوگوں کا محبوب بنا۔

منزل میں اترتے وقت کی دعا

جس جگہ قیام کرنا ہو جب وہاں پہنچ جائیں یا راستے میں کچھ مدت کے لیے کہیں رکنا ہو تو اس طرح تعوذ پڑھیں ان شاء اللہ واپسی تک کوئی چیز تکلیف نہیں دے گی اور صحیح سلامت واپسی ہوگی۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامّہ کے ساتھ مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

شام کے وقت

سفر کے دوران جب شام ہو جائے اور رات آجائے تو پڑھیں:

یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَ رَبُّکِ اللّٰهُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّکِ وَ شَرِّ مَا خَلَقَ فِیْکِ وَ شَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْکِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْاَسَدِ وَ الْاَسْوَدِ وَ مِنَ الْحَیَّةِ وَ الْعَقْرَبِ وَ مِنْ شَرِّ سَاکِنِی الْبَلَدِ وَ مِنْ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ.

ترجمہ: اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تیرے شر سے اور تجھ میں جو مخلوق ہے اور جو کچھ تیرے اوپر چلتا ہے سب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں شیر، سیاہ اژدہے، ہر طرح کے سانپ اور بچھو، شہر کے باشندوں اور باپ و بیٹے (یعنی آدمیوں یا جنوں میں شریر باپ اور اس کی اولاد) سب کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

صبح کے وقت

دورانِ سفر جب صبح ہو تو تین مرتبہ باآوازِ بلند یہ کلمات پڑھے جائیں:

سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ نِعْمَتِهٖ وَ حُسْنِ اٰلَائِهٖ عَلَیْنَا، رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَ اَفْضِلْ عَلَیْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: سننے والے نے سنا کہ ہم نے اپنے رب کی تعریف کی، اس کی نعمتوں اور اس کی بہترین نعمتیں جو ہم پر ہیں سب کا اقرار کیا۔ اے ہمارے رب! ہماری مدد کر اور ہم پر فضل کر۔ میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے جبیر! کیا تم چاہتے ہو کہ جب سفر کے لیے نکلو تو اپنے ساتھیوں سے شکل وصورت میں بہتر ہو اور ان سے تمھارا مال زیادہ ہو۔ عرض کی: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان پانچ سورتوں کو شروع اور آخر میں ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' کے ساتھ پڑھا کرو۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ، قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس سے قبل میں بہت مالدار تھا لیکن جب سفر میں جاتا تو اپنے ساتھیوں سے شکل وصورت میں تباہ حال اور مال میں کمتر ہوتا تھا۔ جب سے میں نے یہ سورتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھیں اور انھیں پڑھنا شروع کیا تب سے سفر میں اپنے ساتھیوں سے بہتر صورت اور زیادہ مال دار ہوتا ہوں۔

قربانی کی دعائیں

جب قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے لٹایا جائے تو سب سے پہلے یہ پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَ لَکَ۔

ترجمہ: میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا چہرہ اُس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ تجھ ہی سے (تیری ہی عطا سے) ہے اور تیرے ہی لیے ہے۔

اب بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے جانور کے سینے پر پاؤں رکھ کر چھری پھیریں اور کہیں:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ (اگر قربانی دوسرے کی طرف سے کر رہے ہوں تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ کہہ کر اس کا اور اس کے والد کا نام لیں) کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے (یا فلاں بن فلاں کی طرف سے) قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے قبول فرمائی۔

ازالۂ غم کے لیے دعا

جب ذہن میں الجھن ہو اور ذہن پریشانی کا شکار ہو تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اس سے الجھن سکون میں بدل جائے گی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَ ابْنُ عَبْدِکَ وَ ابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُکَ، اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ وَرَبِیْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ بَصَرِیْ وَ جَلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَھَابَ ھَمِّیْ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قبضے میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ میں تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنا نام رکھا یا جو کچھ تو نے اپنی کتاب میں اتارا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا تو نے اسے اپنے پوشیدہ علم میں اختیار کیا کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، آنکھوں کا نور، میرے غم کا دافع اور پریشانی کو لے جانے والا بنا دے۔

ننانوے بیماریوں کا علاج

ان کلمات کا کثرت سے ورد ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے ادنیٰ بیماری غم اور الجھن ہے:

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ترجمہ: گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی کی عطا سے ہے۔

استغفار

جو شخص بار بار استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، ہر غم کے بدلے خوشی دے دیتا ہے اور ایسے مقام سے اسے رزق دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ.

ترجمہ: میں اللہ سے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

جب مصیبت کا خطرہ ہو

جب کسی شخص کو مصیبت یا کسی ہولناک کام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو یا کسی بڑے کام میں مبتلا ہو جائے تو پڑھے:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا.

ترجمہ: اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، وہ بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے۔ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

دفعِ مصیبت کے لیے

جب کوئی مصیبت آجائے یا کسی کا انتقال ہو جائے تو پڑھیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيْبَتِيْ فَاْجُرْنِيْ

فِيْهَا وَ اَبْدِلْنِيْ خَيْرًا مِّنْهَا.

ترجمہ: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! میری مصیبت کا اجر تیرے پاس ہے پس مجھے اس کا ثواب عطا فرما اور اس مصیبت کو بہتری سے بدل دے۔

یا یہ پڑھیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَ اَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا.

ترجمہ: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بلاشبہ ہم اسی کی طرف واپس پھرنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے عوض بہتری عطا کر۔

جب کسی سے خوف ہو

اگر کسی سے کسی قسم کا خوف محسوس ہو تو پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس سے کفایت کر (بچا) جیسے تو چاہے۔

یا یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَ نَدْرَاُ بِكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ.

ترجمہ: اے اللہ! بے شک ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تیری مدد سے ان کے شر کو دور کرتے ہیں۔

ظالم سے محفوظ رہنے کی دعا

ظالم بادشاہ یا کسی صاحبِ اقتدار ظالم سے خوف ہو تو تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَ اَحْذَرُ،

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِهٖ فُلَانٍ (فلان کی جگہ اس کا نام ذکر کریں) وَ جُنُوْدِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ وَ اَشْیَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ. اَللّٰهُمَّ کُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُکَ وَ عَزَّ جَارُکَ وَ لَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ.

ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے، اللہ اپنی تمام مخلوق پر غالب ہے، اللہ تعالیٰ اس چیز سے زیادہ غالب ہے جس سے میں ڈرتا ہوں اور پرہیز کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے اپنے حکم کے بغیر آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے میں اس کے فلاں بندے، اس کے لشکر، اس کے متبعین اور اس کے گروہ چاہے وہ جن ہوں یا انسان سب سے اس کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! ان کے شر سے میری نگہبانی فرما۔ تیری تعریف بڑی ہے، تیری حفاظت غالب ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

نمازِ حاجت

جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ یا کسی بھی انسان کی طرف کوئی حاجت ہو تو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہدیۂ درود بھیجے، پھر یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَکِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْعِصْمَةَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ الْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَ السَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَ لَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَ لَا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حکمت والا کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاک

ہے جو بہت بڑے عرش کا مالک ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (اے اللہ!) میں تجھ سے ان اچھی خصلتوں کا سوال کرتا ہوں جو رحمت کو واجب کرتی ہیں اور بخشش لازم کرنے والے کام، ہر قسم کے گناہ سے بچاؤ، ہر نیکی سے غنیمت اور ہر نافرمانی سے بچاؤ کا سوال کرتا ہوں۔ میرے کسی گناہ کو معاف کیے بغیر نہ چھوڑ، کسی غم کو دور کیے بغیر اور ہر اس حاجت کو جو تجھے پسند ہے پورا کیے بغیر نہ چھوڑ۔ اے سب سے بہتر رحم فرمانے والے۔

توبہ کا طریقہ

جب کوئی شخص غلطی سے یا جان بوجھ کر گناہ کر بیٹھے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اٹھائے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْهَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْهَا اَبَدًا.

ترجمہ: اے اللہ! میں اس گناہ سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور کبھی بھی اس گناہ کی طرف نہیں پھروں گا۔

ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ''ہائے میرے گناہ'' ''ہائے میرے گناہ'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میرے گناہوں سے تیری رحمت کہیں زیادہ وسیع ہے اور میرے اعمال کی بنسبت تیری رحمت کی کہیں زیادہ امید ہے۔

جب وہ شخص ایک مرتبہ دعا مانگ چکے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں تین مرتبہ فرمایا کہ دوبارہ کہو، چناں چہ انھوں نے مزید تین مرتبہ یہ دعا مانگی، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمھارے گناہ بخش دیے۔

بارش کے لیے دعا

جب لمبی مدت تک بارش نہ ہو اور لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو جائیں تو لوگ دو زانو بیٹھیں اور کہیں: یَا رَبِّ یَارَبِّ. ترجمہ: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔

پھر کہیں:

اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔

اگر دعا مانگنے والا امام ہو اور اجتماعی صورت میں دعا مانگے تو صبح جب سورج کا ایک کنارہ ظاہر ہو تو امام منبر پر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور تعریف بیان کرے پھر پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَآءُ، اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَ اجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ عَلَيْنَا قُوَّةً وَ بَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار، بخشنے والا نہایت مہربان اور روزِ قیامت کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ! تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بے نیاز اور ہم محتاج ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرما اور جو بارش تو ہم پر اتارے اسے زمانۂ دراز تک قوت اور سببِ حصولِ

مطلب بنا دے۔

پھر اپنے دونوں ہاتھ خوب بلند کرے، لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیر دے اور اپنی چادر اس حال میں الٹ دے کہ ہاتھ اٹھائے ہوئے ہو پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے منبر سے اتر جائے اور دو رکعت نفل پڑھے۔

چادر الٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں سرا بائیں طرف اور بایاں سرا دائیں طرف ہو جائے، نیچے کا حصہ اوپر کی طرف اور اوپر کا حصہ نیچے کی طرف ہو جائے۔

بادل گھیرتے وقت کی دعا

جب آسمان پر بادل گھیرنے لگیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ، اَللّٰھُمَّ سَيْبًا نَّافِعًا.

ترجمہ: اے اللہ! بے شک ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس چیز کی شر سے جو ان بادلوں کے ساتھ بھیجی گئی ہے۔ اے اللہ! اسے جاری اور نفع بخش بنا دے۔

اگر اس دعا کے پڑھنے کے بعد بادل چھٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

جب بارش ہو

جب بارش ہونے لگے تو دو یا تین مرتبہ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا.

اے اللہ! موسلا دھار اور نفع بخش بارش عطا فرما۔

جب بارش سے نقصان کا خوف ہو

جب بارش زیادہ ہونے لگے اور جانی یا مالی نقصان کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَيْنَا وَ لَا عَلَيْنَا، اَللّٰھُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَ الْاٰجَامِ وَ الظِّرَابِ وَ الْاَوْدِيَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے اردگرد ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو۔ یا اللہ! ٹیلوں، قلعوں، پہاڑوں، نالوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہ بارش فرما۔

یا یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلاً غَیْرَ اٰجِلٍ وَ غَیْرَ رَائِثٍ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو فریاد کا مداوا ہو، خوش گوار ہو اور نفع بخش ہو، ضرر پہنچانے والی نہ ہو، جلدی برسنے والی ہو، دیر لگانے والی نہ ہو۔

یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادِکَ وَ بَھَائِمَکَ وَ انْشُرْ رَحْمَتَکَ وَ اَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ.

ترجمہ: اے اللہ! اپنے بندوں اور چوپایوں کو پانی عطا فرما۔ اپنی رحمت کو پھیلا دے اور مردہ شہر کو زندہ کر دے۔

گرج اور کڑک کے وقت

جب بادل گرجے اور کڑک کی آواز تیز آنے لگے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَ لَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مار، اپنے عذاب سے نہ ہلاک کر، اس کے واقع ہونے سے پہلے ہمیں عافیت عطا فرما۔

یہ دعا بھی پڑھیں:

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ.

ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جس کی تعریف میں کڑک اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے

اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

جب ہوا تیز چلے

جب ہوا تیز چلے تو اس کی طرف منہ کر کے دونوں گھٹنوں اور ہاتھوں پر جھک کر بیٹھتے ہوئے یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بہتری اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بہتری اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی بہتری کا سوال کرتا ہوں اور اس کی برائی سے، جو کچھ اس میں ہے اس کی شرارت سے اور اس چیز کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحًا وَّ لَا تَجْعَلْھَا رِیْحًا، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رَحْمَۃً وَّ لَا تَجْعَلْھَا عَذَابًا.

ترجمہ: اے اللہ! اسے مفید ہوا بنا دے، مضر نہ بنا۔ اے اللہ! اسے رحمت بنا دے، عذاب نہ بنا۔

آندھی کے وقت کی دعا

جب آندھی چلے تو **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھیں پھر یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَ خَیْرِ مَا فِیْھَا وَ خَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِہٖ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُمِرَتْ بِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا کی بہتری، جو کچھ اس میں ہے اس کی بہتری اور اسے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کی بہتری کا سوال کرتے ہیں اور اس ہوا کے شر سے، جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

پھر کثرت سے یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ لَقِحًا لَّا عَقِیْمًا.

ترجمہ: اے اللہ! اس ہوا کو بار آور (مفید) بنادے اور اسے بانجھ نہ بنا۔

مرغ کی آواز سننے پر

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

گدھے کی آواز سن کر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

کتوں کے بھونکنے پر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

نیا چاند دیکھ کر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ وَ التَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی، رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ.

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! ہمیں چاند دکھا برکت کے ساتھ، ایمان، سلامتی،

اسلام اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جسے تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہے۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا دونوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

تین مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہیے:

ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ خَیْرِ الْقَدْرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ.

ترجمہ: یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی بھلائی اور تقدیر کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا خَیْرَہٗ وَ نَصْرَہٗ وَ بَرَکَتَہٗ وَ فَتْحَہٗ وَ نُوْرَہٗ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا بَعْدَہٗ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس مہینے کی بھلائی، مدد، برکت، فتح اور نور عطا فرما اور ہم اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور اس کے شر سے جو اس کے بعد ہے۔

شبِ قدر کی دعا

جب شب قدر کی علامات دیکھیں تو پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ.

ترجمہ: اے اللہ! بے شک تو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے۔

آئینہ دیکھتے وقت

جب اپنا چہرہ آئینے میں دیکھیں تو پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! تو نے میری شکل وصورت اچھی بنائی ہے پس میرے اخلاق بھی اچھے بنادے۔

یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ وَ حرِّمْ وَجْھِیْ عَلَی النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! جس طرح تو نے میری صورت حسین بنائی ہے میرے اخلاق بھی اچھے بنادے اور آگ پر میرے چہرے کو حرام کردے۔

یا یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ وَ اَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَ زَانَ مِنِّیْ مَا شَانَ مِنْ غَیْرِیْ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ فَعَدَّلَہٗ وَ صَوَّرَ صُوْرَۃَ وَجْھِیْ فَاَحْسَنَھَا وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے اعضا برابر رکھے، میری صورت اچھی بنائی اور میرے جسم سے اس چیز کو زینت دار کیا جس کو میرے غیر کے لیے عیب دار بنایا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے اعضا برابر اور درست بنائے، میرا چہرہ خوبصورت بنایا اور مجھے مسلمانوں کی جماعت میں شامل کیا۔

کان جھنجھنانے کے وقت

کان کا جھنجھنانا اس بات کی علامت ہے کہ آپ کو کوئی یاد کر رہا ہے۔ جب کسی کے کان جھنجھنائیں تو اُسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے، آپ پر درود شریف پڑھے اور کہے:

ذَکَرَ اللّٰہُ بِخَیْرٍ مَّنْ ذَکَرَنِیْ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذکر بہتری کے ساتھ فرمائے جس نے مجھے یاد کیا۔

خوش خبری سن کر

جب کوئی شخص خوش خبری سنے جس سے اسے مسرت ہو تو سجدۂ شکر ادا کرے اور سجدے کے بعد کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

یا یہ کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اچھی چیز دیکھ کر

جب کوئی شخص اپنی ذات یا مال سے یا کسی دوسرے کی ذات و مال سے پسندیدہ چیز دیکھے تو برکت کی دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْہِ.

ترجمہ: اے اللہ! اس میں برکت پیدا فرما۔

مال بڑھانے کی دعا

جو اپنا مال بڑھانا چاہے اسے چاہیے کہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے کثرت سے اس درود پاک کا ورد کرے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ.

ترجمہ: اے اللہ! اپنے خاص بندے اور برحق رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور تمام مومن مردوں، عورتوں اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر رحمت نازل فرما۔

ہنستے ہوئے مسلمان کو دیکھ کر

جب کسی مسلمان بھائی کو ہنستے ہوئے دیکھیں تو کہیں:

اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (ہمیشہ) تیرے دانتوں کو ہنسائے۔ (یعنی ہمیشہ خوش رکھے۔)

دعاے مغفرت اور اس کا جواب

جب کوئی کسی کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہوئے کہے:

غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ. ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔

تو یہ جواب میں کہے: وَ لَکَ ترجمہ: اور تجھے بھی (بخش دے)۔

قرض وصول کرتے وقت

جب کوئی شخص کسی قرض دار سے اپنا قرض وصول کرے تو کہے:

اَوْفَیْتَنِیْ اَوْفَی اللّٰہُ بِکَ.

ترجمہ: تو نے میرا قرض ادا کیا، اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے۔

پسندیدہ چیز دیکھ کر

اگر کوئی پسندیدہ چیز مثلاً بیماری سے شفا وغیرہ دیکھے تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی نعمت سے اچھے اعمال پورے کیے جاتے ہیں۔

بری چیز دیکھ کر

جب کوئی بری اور ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ.

ترجمہ: بہر حال اللہ تعالیٰ کے لیے تعریف ہے۔

سستی سے نجات کے لیے

جب کوئی شخص کام کرتے کرتے تھک جائے یا ایسے ہی زیادہ قوت حاصل کرنا چاہے تو سوتے وقت یہ وظیفہ پابندی سے کرے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ (۳۳بار) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (۳۳بار) اَللّٰہُ اَکْبَرُ (۳۴بار) یا ہر ایک ۳۳، ۳۳ بار یا ان میں سے کوئی ایک ۳۴ بار (باقی ۳۳، ۳۳ بار) یا ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ اور سوتے وقت ۳۳، ۳۳ بار البتہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' (۳۴) بار پڑھے۔

وسوسے سے محفوظ رہنے کی دعا

جو شخص وسوسے میں مبتلا ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے اور وسوسے سے باز رہے یعنی کسی کام میں مشغول ہو کر دل سے وسوسہ نکالنے کی کوشش کرے اور پڑھے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔

اس کے بعد پڑھے:

اَللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ، وَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

ترجمہ: اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی بھی اس کا ہمسر برابر نہیں۔

یہ کلمات پڑھنے کے بعد تین مرتبہ بائیں طرف تھوکے اور پھر پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ فِتْنَتِہٖ.

ترجمہ: میں مردود شیطان کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

بدزبانی سے نجات

جوشخص تیز زبان ہو اور اپنی تیز زبانی سے نجات چاہے اسے چاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے۔ استغفار کے کلمات یہ ہیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی، آپ نے فرمایا: تو استغفار کیوں نہیں کرتا؟ بے شک میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر

جوشخص کسی مصیبت زدہ یا بیمار وغیرہ کو دیکھے اسے چاہیے کہ دھیمی آواز سے یہ دعا پڑھے ان شاء اللہ وہ اس مصیبت اور بیماری سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی شخص کو گناہ کرتا دیکھے تو بلند آواز سے یہ دعا پڑھنی چاہیے تا کہ وہ شرمندہ ہو کر اپنے گناہ سے باز رہے، ہاں اگر فتنے کا خوف ہو تو دھیمی آواز ہی سے پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس چیز سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

گم شدہ کی واپسی کے لیے

جب کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی جانور وغیرہ بھاگ جائیں تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ رَادَّ الضَّالَّۃِ وَ ھَادِیَ الضَّلَالَۃِ اَنْتَ تَھْدِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ اَنْتَ تَھْدِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ بِقُدْرَتِکَ وَ سُلْطَانِکَ فَاِنَّھَا مِنْ

عَطَائِکَ وَ فَضْلِکَ.

ترجمہ: اے اللہ، گم شدہ کو واپس لانے والے، گمراہ کو ہدایت دینے والے! تو ہی گمراہی سے راستے کی طرف لاتا ہے۔ میری گم شدہ چیز اپنی قدرت اور قوت سے واپس لوٹا دے کیوں کہ یہ تیری ہی عطا اور فضل سے ہے۔

یا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھے اور تشہد میں یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ یَا ھَادِیَ الضَّالِّ وَ رَادَّ الضَّالَّۃِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ بِعِزَّتِکَ وَ سُلْطَانِکَ فَاِنَّھَا مِنْ عَطَائِکَ وَ فَضْلِکَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے گمراہ کو ہدایت دینے والے اور گم شدہ کو لوٹانے والے! اپنے غلبے اور قوت سے میری گم شدہ چیز مجھے واپس دے دے۔

نظر کا علاج

اگر کسی شخص کو نظر لگ جائے تو یہ کلمات پڑھ کر اس پر دم کیا جائے:

بِاسْمِکَ، اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حَرَّھَا وَ بَرْدَھَا وَ صَبَّھَا.

ترجمہ: تیرے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! اس کی گرمی، سردی اور رنج و تکلیف دور فرما دے۔

نظر کی تاثیر حق ہے اور قرآن پاک کی آیات یا احادیث مبارکہ سے ثابت دعائیں پڑھ کر دم کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔

اگر بچھو کاٹ لے

اگر کسی کو بچھو کاٹ لے تو سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر دم کیا جائے ان شاء اللہ اسے تکلیف سے نجات ملے گی۔

اس کا دوسرا علاج اس حدیث شریف میں ہے۔ ایک مرتبہ حالت نماز میں حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچھو نے کاٹا، جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت بھیجے، نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو۔ پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا، اسے آپ ڈسی ہوئی جگہ پر ملتے جاتے اور سورۂ کافرون، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھتے جاتے۔

آگ میں جلے ہوئے کے لیے

اگر کوئی شخص آگ میں جل جائے تو یہ دعا پڑھ کر اس پر دم کریں ان شاء اللہ اس کی تکلیف میں تخفیف ہوگی:

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: اے انسانوں کے رب! بیماری دور فرمادے اور شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے اور تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔

آگ بجھانے کا عمل

جب کہیں آگ لگی ہوئی دیکھے تو اسے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھتے ہوئے بجھانے سے آگ جلد قابو میں آجائے گی۔ یہ مجرب عمل ہے۔

پیشاب بند ہونے اور پتھری کا علاج

کسی کا پیشاب بند ہو جائے یا مثانے میں پتھری کی شکایت ہو یہ کلمات پڑھ کر اس پر دم کیا جائے ان شاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ وَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ وَ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَايَانَا، اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ فَاَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ وَ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ.

ترجمہ: ہمارا رب اللہ ہے جس کے نام کی پاکی آسمانوں میں بولی جاتی ہے۔ اے

اللہ! تیرا نام پاک ہے، تیرا حکم آسمان اور زمین میں نافذ ہے۔ جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے اسی طرح اپنی رحمت زمین میں کردے، ہمارے گناہ اور خطائیں بخش دے، تو پاکیزہ لوگوں کا رب ہے، اپنی شفا میں سے شفا اور خزانۂ رحمت سے رحمت اس درد پر نازل فرما۔

درد کی شکایت پر دعا

جب کسی شخص کو جسم میں درد یا کسی قسم کی تکلیف کی شکایت ہو تو اپنا دایاں ہاتھ تکلیف اور درد والی جگہ پر رکھے اور تین مرتبہ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ.

اور سات مرتبہ پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کے ساتھ اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جسے میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔

یا سات مرتبہ کہے:

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے غلبے اور قدرت کے ساتھ اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جسے میں اپنے آپ میں پا رہا ہوں۔

یا طاق مرتبہ یعنی تین یا پانچ یا سات مرتبہ یہ کہے:

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ مِنْ وَ جَعِيْ هٰذَا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے غلبے اور ہر چیز پر اس کی قدرت کے ساتھ اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو درد کی وجہ سے پا رہا ہوں۔

پھر ہاتھ اٹھائے پھر دوبارہ رکھے اور یہی دعا پڑھے۔

یا جسے درد ہو رہا ہو وہ خود سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرے۔

آنکھ کے درد کا علاج

جس شخص کی آنکھیں دکھ رہی ہیں وہ یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِبَصَرِیْ وَ اجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ وَ اَرِنِیْ فِی الْعَدُوِّ ثَارِیْ وَ انْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے میری بینائی سے نفع پہنچا، اسے مجھ سے وارث بنا، مجھے دشمن میں بدلہ دکھا اور مجھ پر ظلم کرنے والے کے خلاف میری مدد فرما۔

بخار کا علاج

بخار میں مبتلا شخص یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت بڑا ہے، میں ہر جوش مارنے والی رگ کے شر اور آگ کی گرمی کے شر سے عظمت والے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

مریض کی عیادت کے وقت

جب کسی مریض کی بیمار پرسی کی جائے تو کہا جائے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

ترجمہ: کچھ ڈر نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ثابت ہوگی۔ کچھ ڈر نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ثابت ہوگی۔

یا یہ دعا پڑھی جائے:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَ رِيْقَةُ بَعْضِنَا يُشْفٰی سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا.

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی اور ہمارے بعض کا تھوک ملا ہوا ہے، ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا دی جائے۔

بیمار کی پیشانی یا ہاتھ وغیرہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِهٖ وَ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.

ترجمہ: اے اللہ! بیماری دور کر، اے لوگوں کے رب! اسے شفا دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا ہی حقیقۃً شفا ہے، ایسی شفا جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔

یا یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ يُّؤْذِيْكَ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ.

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے، ہر نفس کے شر سے یا ہر حاسد آنکھ کے شر سے۔ اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے، اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں۔

یا تین مرتبہ یہ دعا پڑھی جائے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَ اللّٰهُ يُشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيْكَ، مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِی الْعُقَدِ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ.

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھے ہر اس بیماری سے نجات دے جو تجھ میں ہے، گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کی برائی سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

یا یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ دَاءٍ یَشْفِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَ مِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْ عَیْنٍ، اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ یَنْکَاُکَ عُدُوًّا وَّ یَمْشِیْ لَکَ اِلٰی جَنَازَۃٍ.

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں تجھے ہر بیماری سے دم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تجھے ہر حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے اور ہر بری نظر والے کے شر سے شفا عطا فرمائے۔ اے اللہ! اپنے بندے کو شفا عطا کرتا کہ تیرے لیے دشمن سے جہاد کرے اور تیری رضا کی خاطر کسی مسلمان کے جنازے کے لیے جائے۔

ایک شخص امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں آدمی بیمار ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے اس کے صحت یاب ہونے کی خوشی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: یہ پڑھو اچھا ہو جائے گا:

یَا حَلِیْمُ یَا کَرِیْمُ اِشْفِ فُلَانًا.

اے بردبار، اے کرم والے! فلاں شخص کو شفا عطا فرما۔ (فلاں کی جگہ اس کا نام اس کے والد کے نام کے ساتھ ذکر کریں۔)

اگر کوئی شخص حالت مرض میں چالیس مرتبہ یہ آیۂ کریمہ پڑھے تو اگر اسی بیماری میں فوت ہو جائے تو ایک شہید کا ثواب پائے گا، اگر صحت یاب ہو جائے تو اس حالت میں صحت یاب ہوگا کہ اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔ وہ آیۂ کریمہ یہ ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔

جو شخص حالت مرض میں درج ذیل کلمات پڑھے اور پھر مر جائے تو اسے آگ نہیں

جلائے گی:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور وہی لائقِ تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر قسم کی طاقت اللہ ہی کی عطا سے ہے۔

شبِ براءت کی دعائیں

شب براءت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں جو دعائیں مانگیں وہ یہ ہیں:

(۱) اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ. اَعْفِرُ وَجْھِیْ فِی التُّرَابِ لِسَیِّدِیْ وَ حَقَّ لَہٗ اَنْ یُّسْجَدَ.

ترجمہ: میں تیرے عفو ودرگزر کے ساتھ تیری سزا سے اور تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے اور تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری ویسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔ میں اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہوں اپنے آقا کے لیے اور سجدہ اسی کے لیے حق ہے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ قَلْبًا تَقِیًّا مِّنَ الشَّرِّ نَقِیًّا لَا جَافِیًا وَّ لَا شَقِیًّا.

ترجمہ: اے اللہ مجھے پرہیزگار دل عطا فرما، برائی سے پاک، نہ ظالم نہ بدبخت۔

(۳) خاص سجدے کی یہ دعا تھی:

سَجَدَ لَکَ خَیَالِیْ وَ سَوَادِیْ وَ اٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ فَهٰذِهٖ یَدِیْ وَ مَا جَنَیْتُ بِهَا عَلٰی نَفْسِیْ یَا عَظِیْمُ یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ یَا عَظِیْمُ اغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ. سَجَدَ وَجْهِیْ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ.

ترجمہ: تیرے لیے میرے خیال اور میرے سراپا وجود نے سجدہ کیا اور تجھ پر میرا دل ایمان لایا۔ تو یہ میرا ہاتھ تو تیرے حوالے ہے اور جو کچھ گناہ اس کے ذریعے میں نے کیے وہ بھی تیرے سپرد ہیں۔ اے عظمت والے جس سے ہر بڑی مشکل میں امید لگائی جاتی ہے۔ اے عظمت والے بڑے گناہ معاف فرما۔ میرے چہرے نے سجدہ کیا اس کو جس نے اسے پیدا کیا اور اس کے لیے کان آنکھ بنائے۔

نوٹ: اگر سجدے میں نہ کر سکیں تو بیٹھ کر (دیکھ کر) بھی دعا پڑھ سکتے ہیں۔ اول وآخر درود شریف ضرور پڑھیں۔

• • •

شب وروز کی مسنون دعائیں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شب وروز کے جو ہمارے معمولات ہیں ہمارے پاک مذہب نے ہمیں ان کے شروع میں، درمیان میں اور اخیر میں پڑھنے کے لیے دعائیں سکھائی ہیں جن کا پڑھنا جہاں ہمارے لیے باعث خیر و برکت ہے وہیں ان کے پڑھنے سے ہم ان کاموں میں ہونے والی پریشانیوں اور مشکلات سے بھی محفوظ رہیں گے۔

کھانا کھانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُo بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی بَرْکَةِ اللّٰهِo

(ترجمہ) اللہ کے نام سے (شروع) جس کے نام (کی برکت) سے زمین وآسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے جاننے والا ہے۔ اللہ کے نام سے شروع اور اللہ کی برکت کے ساتھ۔

کھانے کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔

کسی دوسرے کے یہاں کھانا کھائیں تو کھانے کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَّنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ.

(ترجمہ) اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا، اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا، اسے سیراب فرما۔

کھانے کے شروع میں بسم اللہ بھول جائیں پھر یاد آئے تو کہیں

بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَ اٰخِرِهٖ.

(ترجمہ) اللہ کے نام سے اس کے شروع میں اور اس کے آخر میں۔

پانی پینے کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا.

(ترجمہ) سب تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں اپنی رحمت سے میٹھا پانی پلایا اور اس کو ہمارے گناہوں کی وجہ سے کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

بیت الخلاء میں جانے سے پہلے کہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَآئِثِ.

(ترجمہ) اے اللہ! میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد یہ کہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ.

(ترجمہ) سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے اذیت دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی۔

جب گھر میں داخل ہونا چاہیں تو کہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ

(ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے اندر آنے اور باہر جانے کی بھلائی طلب کرتا ہوں۔

جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کریں تو کہیں

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ

(ترجمہ) اللہ کے نام سے (نکلتا ہوں) مجھے اللہ پر بھروسہ ہے۔

سونے سے پہلے یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی.

(ترجمہ) اے اللہ! میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔

سو کر اٹھنے کے بعد یہ دعا پڑھیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے موت (نیند) کے بعد حیات (بیداری) عطا فرمائی اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

کپڑا پہنتے وقت یہ دعا پڑھیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھ کو یہ عطا فرمایا۔

نیا کپڑا پہنتے وقت کی دعا

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ، اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ، اَسْئَلُکَ خَیْرَهٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ.

ترجمہ: اے اللہ! تیرا شکر ہے تو نے ہی مجھے یہ پہنایا ہے۔ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور جس غرض کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جس غرض کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ.

(ترجمہ) اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد سے نکلتے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَ رَحْمَتِکَ.

(ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں۔

سفر کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے بعد کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ

اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یَجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ.

(ترجمہ) اللہ کے نام کے ساتھ۔ اللہ کی مدد سے اور میں نے اللہ عزوجل پر توکّل کیا اور اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی قوت وطاقت نہیں۔ اے اللہ! ہم پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ لغزش کریں یا ہمیں کوئی لغزش دے یا گمراہ ہوں یا گمراہ کیے جائیں یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا جہالت کریں یا ہم پر کوئی جہالت کرے۔

سفر کے آغاز کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ

وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَo

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے، پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا جب کہ یہ ہمارے بس میں نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھیں

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ

اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ.

(ترجمہ) اے اللہ! میں تیری تعریف کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی

معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے دربار میں توبہ کرتا ہوں۔

دودھ پیتے وقت کہیں

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ.

(ترجمہ) اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما

اور ہمیں اس سے زیادہ عنایت فرما۔

سرمہ لگاتے وقت یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ.

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے فائدہ پہنچا۔

جب ہدیہ قبول کریں تو کہیں

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ اَھْلِکَ وَ مَالِکَ.

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال میں خیر وبرکت عطا فرمائے۔

بازار میں داخل ہوتے وقت

بِسْمِ اللّٰہِ. اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا. اَللّٰھُمَ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُصِیْبَ بِھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً وَ صَفْقَۃً خَاسِرَۃً.

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں بازار میں داخل ہوتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا طلب گار ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ تیری پناہ کہ یہاں مجھ سے جھوٹی قسم سرزد ہو جائے یا میں گھاٹے کا سودا کر بیٹھوں۔

• • •

مآخذ و مراجع

شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع
۱	القران الکریم		

کتب تفسیر

شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع
۲	کنز الایمان	امام احمد رضا قادری بریلوی	فاروقیہ بک ڈپو، دہلی
۳	الدر المنثور	علامہ جلال الدین سیوطی	دار الفکر، بیروت
۴	تفسیر القرطبی	محمد بن احمد قرطبی	دار الکتب المصریۃ، قاہرہ
۵	تفسیر روح البیان	اسماعیل بن مصطفیٰ حقی	دار الفکر، بیروت
۶	تفسیر خزائن العرفان	علامہ نعیم الدین مرادآبادی	فاروقیہ بک ڈپو، دہلی

کتب حدیث

شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع
۷	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	دار طوق النجاۃ،
۸	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۹	سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث سجستانی	المکتبۃ العصریۃ، بیروت
۱۰	سنن الترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر
۱۱	سنن النسائی	احمد بن شعیب خراسانی	مکتب المطبوعات الاسلامیۃ
۱۲	سنن ابن ماجه	محمد بن یزید قزوینی	دار احیاء الکتب العربیۃ
۱۳	مسند احمد بن حنبل	احمد بن محمد بن حنبل شیبانی	موسسۃ الرسالۃ
۱۴	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان بن احمد دارمی	موسسۃ الرسالۃ
۱۵	مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	المکتب الاسلامی، بیروت
۱۶	شعب الایمان للبیهقی	احمد بن حسین بیہقی	مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع

شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع
۱۷	السنن الکبری للبیهقی	احمد بن حسین بیہقی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۸	دلائل النبوة للبیهقی	احمد بن حسین بیہقی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۹	الدعوات الکبیرة للبیهقی	احمد بن حسین بیہقی	غراس للنشر والتوزیع
۲۰	المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی	مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاہرہ
۲۱	المعجم الاوسط الطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی	دار الحرمین، قاہرہ
۲۲	المعجم الصغیر للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی	المکتب الاسلامی، عمان
۲۳	مصنف ابن ابی شیبة	ابوبکر بن ابوشیبہ	مکتبۃ الرشد، ریاض
۲۴	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	دار المغنی للنشر والتوزیع سعودی
۲۵	الادب المفرد	محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبۃ المعارف، ریاض
۲۶	مسند الحارث	حارث بن محمد تمیمی	مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ
۲۷	مسند البزار	احمد بن عمرو بزار	مکتبۃ العلوم والحکم
۲۸	مسند ابی یعلی	احمد بن علی تمیمی	دار المامون للتراث، دمشق
۲۹	معجم ابن الاعرابی	ابوسعید بن اعرابی	دار ابن الجوزی، سعودی
۳۰	سنن الدارقطنی	علی بن عمر بن احمد دارقطنی	موسسۃ الرسالۃ، بیروت
۳۱	مشکوة المصابیح	محمد بن عبداللہ خطیب عمری	المکتب الاسلامی، بیروت
۳۲	الترغیب و الترهیب	عبدالعظیم بن عبدالقوی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۳۳	کنز العمال	علی بن حسام الدین	موسسۃ الرسالۃ
۳۴	المستدرک علی الصحیحین	علامہ حاکم نیشاپوری	دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کتب سیرت

شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع
۳۵	المواهب اللدنیة	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ

۳۶	الشمائل المحمدية	علامہ محمد بن عیسٰی ترمذی	داراحیاء التراث العربی، بیروت
۳۷	الشمائل الشريفة	علامہ جلال الدین سیوطی	دار طائر العلم للنشر والتوزیع
۳۸	الخصائص الكبرى	علامہ جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۳۹	سبل الهدىٰ و الرشاد	علامہ محمد بن یوسف صالحی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۴۰	دلائل النبوة	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	ادبی دنیا، دہلی

کتب تصوف

۴۱	احياء علوم الدين	امام محمد بن محمد غزالی	دار المعرفۃ، بیروت
۴۲	نزهة المجالس	عبد الرحمٰن صفوری	المطبعۃ الکاستلیۃ، مصر
۴۳	منهاج العابدين	امام محمد بن محمد غزالی	فیصل پبلی کیشنز دہلی

متفرقات

۴۴	الشفا بتعريف حقوق المصطفٰى	ابو الفضل عیاض بن موسی	دار الفیحاء، عمان
۴۵	البداية و النهاية	علامہ اسماعیل بن محمد دمشقی	داراحیاء التراث العربی
۴۶	الطبقات الكبرى	علامہ محمد بن سعد بصری	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۴۷	کیمیاے سعادت	امام محمد بن محمد غزالی	ادبی دنیا، دہلی
۴۸	مدارج النبوة	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	ادبی دنیا، دہلی
۴۹	بہارِ شریعت	علامہ مفتی امجد علی اعظمی	کتب خانہ امجدیہ
۵۰	ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ ازہری	المجمع المصباحی، مبارکپور
۵۱	معارج النبوة	حضرت مولانا ملا معین کاشفی	مکتبہ رضویہ، دہلی
۵۲	اہل سنت کی آواز	سال نامہ	مارہرہ مطہرہ

● ● ●

لاکھوں سلام

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم — نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

غوثِ اعظم امام التقیٰ والنقیٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

شافعی مالک احمد امامِ حنیف — چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام